بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

دنیا کی تواریخ مین قومی خوش اقبالی کی کوئی ایسی عجیب و غریب مثال موجود نہین ہے جیسی کہ انگلستان کی کہ
تاجرون کی کمپنی نے ہندوستان مین ایک عظیم الشان سلطنت جمالی یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ گیا ہے
کہ سمندر کے اندر جزائر مین یا اسکے کنارہ پر جو قومین رہتی ہین اُن کی جان غیر ملکون کے ساتھ
تجارت کرنی ہے اس لیے انگلستان نے آخر دو صدیون سے اسی پولیسی پر توجہ تام کی ہے کہ اپنی
قوت صولت و شوکت و سطوت کو بڑھا کر غیر ملکون کے ساتھ تجارت کا دروازہ کھولے -
اٹھارہوین صدی مین وہ تجارت کی خاطر سے ساری لڑائیان لڑا ہے جسکا نتیجہ اسکو یہ ہاتھ آیا
ہے کہ وہ ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا ہے ایشیا کی تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس کے یہ قاعدے و دستور ہمیشہ سے چلے آتے ہین کہ اسکے ہر ملک مین حق ناحق لڑائیان
جاری رہتی ہین - سرکشیان بغاوتین علانیہ اور سازشین درپردہ ہوتی رہتی ہین -
پادشاہون کے مرنے پران کے خاندانون مین تخت نشینی کے واسطے فسادات عظیم برپا ہوتے
ہین - خودمختار پادشاہون مین ہنگامہائے جنگ و پیکار گرم رہتے ہین قوانین اور آئین سلطنت
بدیکمتر ہوتی ہے - رفاہ عام و آسودگی انام کی تدابیر عظیم بردے کار کم ظہور مین آتی
ہین - عصبیت و قومیت قائم نہین ہوتی ہے کہ لائق فائق فرمان حسیدان جنگ

میں علم بلند کرتے ہیں شہرت و ناموری میں گوئے سبقت لیجاتے ہیں۔ تہذیب و شائستگی ایک حد پر پہنچ کر تھم جاتی ہے پھر آگے قدم نہیں بڑھاتی ہے۔ قومی اولوالعزمی و عالی حوصلگی و فراخ دلی اول ہی منزل کو طے کرکے تھک کر بیٹھ جاتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتوں میں اتفاق سے یا از راہ زبردستی ایک بادشاہ کے زیر حکومت خلقت کے مختلف انواع و مختلف المذاہب فرقے جمع ہو جاتے ہیں۔ ایشیا کے ہر ملک میں ایک پردیسی قوم حکمرانی کرتی ہے۔ یا کوئی اجنبی خاندان فرمانروا ہوتا ہے اور رعیت سے کوئی برادرانہ رشتہ نہیں رکھتا۔

اس لیئے رعیت ... گورنمنٹ کے بدل جانے کی پروا نہیں رکھتی۔ ماں جس سے نکاح پڑھائے اس کو باپ کہنے لگتے ہیں۔ جو پردیسی صاحب اختیار حکومت کرے اُس کو حاکم ماننے کو موجود ہیں۔ ہندوستان بھی ایشیا میں تھا وہ ان باتوں میں مستثنیٰ کیوں ہوتا۔ جب ہندوستان میں انگریزی تسلط شروع ہوا تو ہندوستانیوں نے اس کی سخت مزاحمت نہیں کی بلکہ خوشی خوشی ابتدا ہی سے انگریزوں کے ہمدرد و معاون بن گئے۔ باوجود ان باتوں کے ہندوستان و انگلستان کے درمیان جو تعلقات پولیٹیکل ہیں انکی کوئی مثال دُنیا کی تواریخ میں موجود نہیں۔ ایک ملک دوسرے ملک سے ہزار ہا کوسوں کے فاصلہ پر واقع ہے ایک یورپ میں ہے دوسرا ایشیا میں۔ دونو نسل و مذہب میں متفاوت و متضاد ہیں۔ اگر کوئی ایسی مثال ہو تو بتلائے کہ کسی قوم کی اپنے مرکز حکمرانی سے ایسے بعید فاصلہ پر ایک ایسی وسیع سلطنت کثیر الرعایا اس طرح سے قائم ہوئی ہے جس طرح ہندوستان میں انگریزوں نے قائم کی ہے۔ پہلے رومیوں نے اور اب روسیوں نے اپنی سلطنتوں کو رفیع الشان اس طرح سے بنایا تھا کہ وہ اپنے ہمسایہ کی سلطنتوں سے فنون سپہ گری میں اور انتظام سلطنت میں برتر و فائق تھے۔ وہ اپنے کمزور ہمسایہ کی سلطنتوں کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں ملاتے گئے اور اس طرح مرکز سے محیط کی طرف اپنی سلطنت کی بلافصل علی الاتصال وسعت بڑھاتے گئے۔ روسیوں کی سلطنت کو دیکھو کہ شمالی یوروپ اس کے ایک قدم کے نیچے ہے اور وسط ایشیا دوسرے قدم کے تلے۔ مشرق و مغرب کے درمیان جو سلطنتیں حد فاصل تھیں اُس نے اُن سب کو توڑ کر یوروپ و ایشیا کے دل میں اپنی سلطنت کو وسعت عظیم میں علی الاتصال بڑھا لیا۔ اب دنیا میں کوئی

سلطنت ایسی نہیں ہے کہ اپنا علی الاتصال رقبہ وسعت میں روسیوں کی سلطنت کی برابر رکھتی ہو۔ روسی ہوں یا رومی یا کوئی اور قوم تاریخی رفیع الشان سلطنت کی مالک ہو۔ ان سب نے اس ترکیب سے اپنی سلطنت کو وسعت دی ہے کہ اپنے مرکز سلطنت سے قدم بقدم چلے ہیں جب اپنے ہمسایہ کی کمزور سلطنت کو پامال کر کے اس میں اپنا قدم جما لیا تو پھر ہمسایہ کی دوسری سلطنت کی پامالی کے لیئے قدم اٹھایا۔ اس طرح ان کی سلطنت کا رقبہ وسعت میں بلا فصل علی الاتصال بڑھتا گیا مگر ہند میں انگریزی سلطنت کے قائم ہونے کی یہ صورت نہیں ہے۔ جب سے ہند میں انگریزوں کی سلطنت کی بنیاد پڑی اب تک انکے ملک اور ہند کے درمیان بحر اطلانٹک اور بحر ہند کے ہزاروں میل حائل ہیں پس اس لحاظ سے انگلنڈ کی حکمرانی ہند میں بے مثال ہے کہ اس نے ایسی وسیع سلطنت اپنے غیر جنس کے بے شمار آدمیوں میں ایسے دور دراز فاصلہ پر سمندر کو اپنا مقر بنا کے بہ تدریج وسعت میں بڑھائی۔ اس طرح سے دنیا میں آج تک کسی اور قوم نے ایسی شان و شوکت و عظمت و صولت کی سلطنت نہیں قائم کی ہے۔

ڈیڑھ سو برس سے ایشیا میں پولیٹکل تغیرات داخل کرنے میں یوروپ کو تسلط ہو رہا ہے انگریزوں نے سارا ہندوستان اور برہما اپنے قبضہ میں کر لیا ہے جس سے کوئی سلطنت عظمت و شان میں مقابلہ نہیں کر سکتی مگر وسط ایشیا میں روسیوں کا بالاستقلال آگے بڑھتے آنا اور اپنی آہنی میخیں گاڑتے چلے جانا ایشیا کی قسمت کے لیئے ایک کار عظیم ہے۔ روسیوں کو اپنی فتوحات کے لیئے خشکی میں منزل پیمائی کرنی پڑتی ہے جسمیں دشوار گذار گھاٹیاں ہیں۔ روسی تو فتح کے لیئے خشکی میں نہایت جانکاہ محنت اور مشقت شاقہ اٹھا کر مشہور اور فرسودہ راہوں پر منزل پیمائی کر کے ایشیا کے وسط میں آئے۔ اور انگریز ایشیا کے جنوب میں سمندر کی کشادہ راہوں سے بڑی سرعت کے ساتھ بخوف و خطر آئے ہندوستان میں پہلے فتح کرنے والے کوہستانوں میں سے آئے اور جنوب کی طرف ملکوں ملکوں فتح کرتے ہوئے سمندر کی طرف چلے گئے اسکے برعکس انگریز سمندر کی طرف سے آئے اور شمال کی طرف اپنی سلطنت کو بڑھاتے ہوئے پہاڑوں تک پہنچ گئے۔ اس بات کی توضیح کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے بحری قوت کی عظمت و برتری کی وجہ سے اس مہم عظیم کا انصرام کیا۔

ان صفحوں میں وہ ابتدائی حالات اور تمہیدی واقعات بیان کیئے جاتے ہیں جنہوں نے افغانستان

میدان مین ہندوستان پر مسلط ہونے کے لیئے یوروپ کی بحری اقوام کو کھینچا۔ اور اس کشمکش
اور مقابلہ (؟) مین ہالنڈ والون کے متفق ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے سبب سے اٹھارہوین صدی مین
انگریزون کو فتحیابی اور کامیابی حاصل ہوئی +

باب اول

ہندوستان کی تجارت کے لیئے ابتدائی رقابت

فصل اول

اٹلی - سپین - پرتگال

وہ پرانا زمانہ تو اب یاد ہی نہین رہا کہ جس مین جنوبی مشرقی ایشیا کے زرخیز و سیر حاصل ملکون سے
خاص کر ہندوستان اور ملایا کے مجمع الجزائر سے یوروپ تجارت کرتا تھا اور یہہ تجارت دنیا کی
تجارت کی طرح عظیم دولت حاصل کرنے کے لیئے بھی باقی تھی - ایک وقت وہ تھا کہ زمانۂ وسط
مین جو یوروپ کی تاریخ مین آٹھوین صدی سے پندرہوین صدی تک کہلاتا ہے یوروپ کی وہ
قومین جو بحیرہ روم کے ساحل پر آباد تھین ہند مین تجارت کے لیئے آیا کرتی تھین مگر اہل اسلام
کے تسلط نے اس آمد و رفت کو مسدود کر دیا اور اس زمانہ کے آخر مین یہہ حال رہ گیا کہ ہندوستان
کی عمدہ پیداوار کو اہل عرب تری کی راہ سے بحر قلزم مین جہازون مین لاد کر اور خشکی مین ایران کی
راہ سے کاروان اسباب تجارت لے جا کر شام اور مصر کی بندرگاہون مین پہنچاتے تھے اور اہل
وینس اور اہل جنوا انکو خریدتے تھے اور یورپ مین پہنچاتے تھے - پندرہوین صدی کے آخر مین
دنیا کی تجارت کے لیئے امریکہ اور کیپ گڈ ہوپ دفعتہً ایک ہی زمانہ مین دریافت ہو گئے جنکے
سبب سے بحری تجارت کے لیئے ایشیا کے ساتھ میدان فراخ ہو گیا اور جنوبی ایشیا اور بحر
اٹلانٹک کے کنارہ کے ملکون کے درمیان آمد و رفت کا سیدھا رستہ کھل گیا اور سونا چاندی
ایشیائی اسباب کے خریدنے کے لیئے یوروپ سے جانے لگا

جب پوپ الکسنڈر نے پرتگال اور سپین کے درمیان نامعلوم غیر عیسائی دنیا کو تقسیم کیا تو

اہل پرتگال کو ہند عطا کیا جنہون نے بحر ہند کے کنارے پر اپنے استوار حصار بنانے شروع کیئے۔ سولہوین صدی مین اٹلی کے شہرون مین وینس اور جنیوا کے شہرون سے تجارت بالکل چھین کر اہل پرتگال کے اجارہ مین آگئی۔ مگر یہہ اجارہ اہل پرتگال پاس بہت دنون تک نہین رہا ۱۵۸۰ء مین اہل سپین نے اہل پرتگال کو پامال کر کے سارے ان کے کامون کو اپنے ہاتھون مین لے لیا۔ رومیون کے زمانہ سے لیکر اب تک یوروپ سے سیم و زر بیش قیمت دہات ہند کو جاتے تھے اہل سپین اس دہوکہ مین پڑے جس مین اہل یوروپ پڑے ہوئے تھے کہ ملک سے جب نقدی باہر جاتی ہے تو ملک دولت سے خالی ہوتا ہے اس لیئے انہون نے ممانعت کردی کہ سیم و زر ملک سے باہر نہ جانے پائے جسکے سبب سے ایشیا کے ساتھ تجارت کرنے مین خلل آیا۔ یہ غلط اصول کہ ملک سے سیم و زر کے باہر جانے سے ملک دولت سے خالی ہوتا ہے ایسا اہل یوروپ کے دماغ مین سمایا تھا کہ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے سترہوین صدی مین نقدی کے باہر جانے کو روک دیا مگر تاجرون کو دور دراز کی تجارتون کی ضرورتون اور تجربون نے بتلایا کہ سیم و زر تو پارہ کی طرح اپنی قدرتی ہمواری حاصل کرتے مین قیمت مین گر جاتے ہین۔

سولہوین صدی کے آخر مین ایشیا کی بحری تجارت یوروپ کے ساتھ بحر میڈیٹرینین کے شہرون سے اور اسکندریہ و قسطنطنیہ اور وینس و جنیوا سے بہت جلد موقوف ہوگئی اور ان کی جگہہ بحر اطلانٹک اور بحر شمالی کے شہرون سے جاری ہوگئی۔ بحری راہ مستقیم دریافت ہوگئی تو مغربی قومون مین تجارت مین رقابت و مقابلت شروع ہوئی اور بحری آمد و رفت جاری ہونے سے ایشیا و یوروپ کے درمیان نئے مقامات تماس قائم ہوئے اور آہستہ آہستہ مگر یقینی دونو ایشیا و یورپ مین ایسا قریب کا رابطہ بڑھ گیا کہ اُس نے دونو ایشیا و یورپ کی تاریخ پر اثر کیا۔

اور بحری قوتون پر اس نے اپنا بڑا اثر ڈالا اور ہندوستان کی کل قسمت کا فیصلہ کیا جب ملکہ ایلزبیتھ نے ہولنڈ کی ری پبلک (سلطنت جمہوری) کی آزادی کو تسلیم کیا اور سپین کے ساتھ جنگ کو اختیار کیا تو دونو ملکون کی بحری سپاہ مین متفق ہو کر پرتگال کی ایشیائی دارالاقامتون کی طرف جو سپین کے بادشاہ کے قبضے مین تھین روانہ ہوئین ہولنڈ کے اتحاد کے سبب سے ملکہ ایلزبیتھ نے ۱۶۰۰ء مین لندن ایسٹ انڈیا کمپنی کو چارٹر (فرمان) دیا جس سے مشرق کی طرف انگریزون کی

تجارت شروع ہوئی +

اس زمانہ میں اہل سپین کو اجارہ تجارت کے برخلاف ڈچ نے یہ اعلان کر دیا کہ
یوروپ کی ساری قوموں کو ایشیا کی ساتھ تجارت کرنے کا حق بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے حاصل
ہے مگر اس اعلان سے فقط یہ سمجھا گیا کہ زراعت کرنے یا نئی بستیاں آباد کرنے کا سبکا حصہ
مشترک ہے۔ یوروپ کے ہر ملک کو یہ ہوس تھی کہ میں ہی اس فائدہ مند تجارت کے بڑے حصہ کا
مالک ہو جاؤں اور ازراہ زبردستی تجارت میں بیجا مداخلت کرنے والوں کو زبردستی نکالدوں
وہ کل تجارت کے کامل مالک ہونے کے لیے جھگڑا کرتا تھا۔ بری فتوح کی طرح بحری فتوح حاصل
کرتا تھا۔ تجارت پر حملہ آوری کا مقابلہ بعینہٖ ایسا کرتا تھا جیسا کہ وہ اپنے ملک پر حملہ آور کا کرتا تھا
بس جیسی کہ زمین پر ملک ستانی ہوتی ہے ایسی ہی پانی پر کشورستانی ہوتی تھی۔ سولھویں صدی کے
آخر میں اہل اسپین یہ دعوی کرتے تھے کہ ایسٹ انڈیاس ہماری سلطنت کا ایک حصہ ہے اسمیں
ہم ہی کو تجارت کرنے کا حق ہے اور بحر ہای ہند انکے ملک برروے آب ہیں [illegible]
سوا کسی اور یوروپ کی قوم کے بندرگاہوں کا بینا نہیں چاہتے تھے۔ ہر [illegible]
کو کہتے تھے کہ ہمارے گھر میں جنپر ہمارا خانگی قبضہ زیادہ سو برس سے چلا آتا ہے انمیں بغیر ہماری
اجازت کے کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے وہ ان وسیع اضلاع پر اپنی فرماں روائی کا
ایسا ہی دعوی رکھتے تھے جیسے کہ اب انگریز ان پر فرماں روا ہونے کا دعوی رکھتے ہیں
سنہ ۱۶۰۲ میں اہل ہولنڈ کو اہل سپین نے دھمکایا کہ خبردار کبھی ایسٹ انڈیاس میں تجارت
کرنے کی طرف رخ نہ کرنا مگر پھر اہل سپین ایشیا اور یوروپ میں اپنے سرکش اور باغی
اضلاع کے ساتھ لڑائیوں میں ایسے مصروف ہوئے کہ بحر ہند کے سواحل پر پرتگیزوں
کی قدیمی سلطنت کا زوال بہت جلد آگیا۔ مشرقی تجارت کا سوال بہت دقیق و مشکل تھا
اسپر عہد و پیمان ہونے کے وقت بڑے سخت مباحثے ہوئے جنکا مآل یہ ہوا کہ اہل
سپین نے ڈچ کی آزادی کو تسلیم کیا۔ سنہ ۱۶۰۸ع میں سپین کے بادشاہوں نے یہ عرض کیا
کہ وہ یونائٹڈ پروونس پر اپنی بادشاہی کو چھوڑ دینگے اگر ڈچ اپنی جہاز رانی کو
ایسٹ انڈیاس میں ترک کر دیں۔ مگر ڈچ اپنی جہاز رانی کو شہری بخشش قیمت ملکیت

سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ بحری سلطنت کی بقا و قیام عظیم ہولنڈ اور سپین میں ہندوستان کی تجارت ہوگی اگر اسکو چھوڑ دینگے تو برباد ہو جائینگے اور اگر اپنے پاس رہنے دینگے تو اہل سپین ہم کو جو ضرر و گزند یورپ میں پہنچائینگے ہم اسکا بدلا ایشیا میں لے لینگے +

فصل دوم

ہولنڈ۔ انگلنڈ۔ فرانس

اگرچہ اہل ہولنڈ (ڈچ) نے برخلاف اہل سپین کے تجارت کی آزادیوں کا اعلان کر دیا تھا مگر انکی پولیسی یہ تھی کہ وہ تجارت کا اجارہ اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے ۱۵۹۵ء و ۱۶۰۰ء کے درمیان جب اول دفعہ ایشیائی سمندروں میں کیپ کے گرد ڈچ پھرے تو اہل سپین کے سپاہیوں نے انکے مقابلہ میں ہاتھ چلائے ۱۶۰۲ء میں ہولنڈ میں یونائٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی بنی جسکو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کیپ کے مشرق میں سوائے اپنے کسی اور کو تجارت نہ کرنے دے۔ کل اضلاع نے اس کے واسطے بڑے چندہ کے سرمایہ کو جمع کیا اور اسکو اپنا مختار بنایا کہ یونائٹڈ پراونس کے نام سے صلح و جنگ کرے سپاہیوں کو نوکر رکھے اور جرنیلوں کو مقرر کرے بڑے زبردست بیڑے ڈچ نے یہ حکم دیکے بھیجے کہ سپایس آئی لینڈ سے اور سواحل ہند سے سپین کے پرتگیزوں کو نکال دیں اور اپنے دارالاقاموں کو قائم کریں اور اس تجارت کو ہولنڈ کے ساتھ اس طرح الحاق کریں جیسے کہ کسی دشمن کے ملک کو فتح کرتے ہیں اہل ہولنڈ نے انگریزوں کو اپنا شریک کار بنا کے اول یہ سب معاملات کیئے۔ اہل انگریز بھی اپنی کمپنی کو اپنا قائم مقام بنا کے ایشیائی تجارت کے میدان میں آگئے تھے لیکن جیمس اول نے انگلنڈ میں تخت نشین ہوکر اہل ہولنڈ کے اتحاد پر اہل سپین کے اتحاد کو ترجیح دی ہولنڈ اور انگلنڈ کے درمیان جو پہلے سے جھگڑے اور قصے چلے آتے تھے اور ایسٹ انڈیا کی تجارت کی حد بندی کے لیئے فساد چلے آتے تھے انکے انسداد اور اصلاح کے لیئے جو کوششیں کی گئیں وہ صرف اس کام میں آئیں کہ سر دست جو فساد تھا اس میں بڑے الجھیڑے پڑ گئے ان دونوں سلطنتوں میں بیگانگی اس سبب سے ہوگئی کہ دونوں سٹورٹ بادشاہوں نے مذبذب پولیسی اختیار کی وہ سپین و فرانس کی طرف مائل تھے اس بیگانگی کو تجارتی حسد نے زیادہ بڑھایا۔ کل سترہویں صدی کی تاریخ ایسٹ انڈیا کی ان لڑائی جھگڑوں سے بھری پڑی ہے جو انگلش و ڈچ کے درمیان تجارت ہند سے فائدہ اٹھانے

اوران دارالاقامتون پر جو اس تجارت کو باقی رکھنے کے لیئے ضرور تھے قبضہ رکھنے کے باب مین ہوئے یہہ سچ ہے جب پرتگال نے دوبارہ ۱۶۴۰ء مین اپنے تئین آزاد کیا تو اُس نے کچھ ضعیف سی کوشش کی کہ اپنے پہلے منصب پر مشرق مین پہنچے مگر وہ مجبور تھا کہ اسکو ایسے عہدنامہ پر دستخط کرنے پڑے جسکے موافق اسکے پاس صرف گوا اور ہند کے مغربی کنارہ کے بعض چھوٹے چھوٹے بندرگاہ رہ گئے ـ مونسٹر کے صلحنامہ کے موافق اہل ہولنڈ کے قبضے مین وہ سارا ملک رہا جو اسنے فتح کیا تھا ـ ڈچ نے بتدریج پرتگیزون کی اکثر بڑی بڑی دارالاقامتون کو اپنی سلطنت سے الحاق کرلیا ـ اور انہون نے یہ ظاہر کیا کہ تمام بحیرون اور جزیرون مین یورپ کی اور قومون پر ہماری قوت فوقیت رکھتی ہے ـ ڈچ اور انگلش مین تیزی کے ساتھ سخت بھیڑین ہوتی رہین ـ انگلش یہان بہ نسبت ڈچ کے ضعیف تھے اور انگلنڈ مین سٹورٹ بادشاہون کی سلطنت کے عام ناپسند ہونے اور ڈھل مل ہونے کے سبب سے تاجر مہمات عظیم تجارت کے باب مین نہین کرتے تھے یہہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ لفظ ایسٹ انڈیا کا اس زمانہ کی اصطلاحات کے موافق ہندہی سے مخصوص نہ تھا بلکہ وہ مفصلہ ذیل ملکون کے لیئے استعمال ہوتا تھا ـ خلیج بنگال کی مشرقی سمت کے ملک مع آبنائے ملاکا ـ اور جاوا ـ اور کل سپائس آئی لینڈ اور آگے مشرقی جانب مین جاوا ـ اور بحر چین جیسے سیلی بس اور مولکا مین ـ اول نصف سترہوین صدی مین سپائس آئی لینڈس کے ساتھ تجارت بڑی وقعت اور منفعت رکھتی تھی ـ ڈچ نے یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ ایسٹ انڈیا کی تمام تجارت کی اس فرع سے انگریزون کو بالکل خارج رکھین کہ اس تجارت پر بلاشبہ ان کی سلطنت کی اور رعیت کی ثروت و امارت موقوف تھی بس اس طرح تجارت کی چلتی ہوئی منڈیون کے لیئے جھگڑے فساد شروع ہوئے جس سے اس زمانہ مین سند یافتہ کمپنیون کے نظام مین ایک مستحکم تحریک پیدا ہوئی اور بجائے ایشیا مین جو پہلے زمانہ مین تاجر تجارت کرتے تھے اور اپنی گورنمنٹ سے امداد ملنے کی تھوڑی توقع رکھتے تھے اور لڑائی جھگڑا نپٹاتے تھے اور اپنی گورنمنٹ سے امداد ملنے کی تھوڑی توقع رکھتے تھے یا بالکل نہ رکھتے تھے اور اپنے یوروپین رقیبون سے ایک بے رحم عداوت پیدا کرتے تھے تجارت دور دراز قلمرون کے ساتھ بغیر اسکے ہو نہین سکتی کہ مسلح جہاز بھیجے جائین اور دارالاقامتین

دارالاقامتیں قبضہ میں رکھی جائیں۔ اس لیئے کہ یوروپین قوموں میں آپس میں عہدو پیمان تھے کہ خاص طول بلد کے مشہور خطوں کے پرے کسی باقاعدہ ڈپلومیٹک تعلق کو عملاً وسعت نہیں دیسکتے۔ اگرچہ مشرق میں اہل سپین اور اہل پرتگال اپنے پولیٹکل اور مذہبی اور حکومت کے بڑے دعوے رکھتے تھے مگر اور سب قومیں انکو صاف صاف تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ سند یافتہ کمپنیوں نے تجارت کی توسیع کے لیئے اور ملکوں پر قابض ہونے کے واسطے یہ تدبیر ایجاد کی کہ گورنمنٹ کے ذمّے اپنی رعایا کے افعال اور اعمال کی جوابدہی نہ ہو خود رعایا ان کی جواب دہ ہو۔

کمپنیوں کو جو بادشاہوں کے ہاں سے تجارت کے لیئے فرامین یا اسناد ملتی تھیں ان میں بعض مقاصد میں بادشاہی اختیارات کا ذکر ہوتا تھا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے ان کمپنیوں کو اپنی لڑائیاں لڑنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ انگریزوں کی سلطنت کی بنیادیں ہندوستان میں اتفاقیہ دست چالاکیوں سے قائم ہو گئی ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی سلطنت کا قائم ہونا اس قسم کا نظام نہیں ہے بلکہ بالکل مختلف ہے۔ اس نظام نے آزاد ملش متمول آدمیوں کے ہاتھ میں ایک بڑا زبردست آلۂ قزاقی تجارت کا دیا۔ پرتگال اور سپین کی شخصی سلطنتوں کے بحری محقق جو اول آئے انہوں نے اپنے بادشاہوں کے نام سے زمین پر قبضہ کرنے کا اور جہازرانی کے استحقاق کا دعویٰ کیا۔ بادشاہوں نے بھی انکی فتوح و نیز کو اپنی سلطنتوں کا تکملا اور اضافہ جانا۔ ڈچ کی ری پبلک (سلطنت جمہوری) اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں تعلقات نہایت قریب تھے اگرچہ انمیں ظاہری حسب ضابطہ تمیز کی جاتی تھی اس کے خلاف انگریزوں نے ابتدا ہی سے جو نظام اختیار کیا اسکو اٹھارھویں صدی کے آخر تک برقرار رکھا اس نظام کے موافق سٹیٹ غالب شریک ہونے کا منصب رکھتی تھی۔ مگر اپنے ذمہ کسی قسم کی جوکھوں نہ لیتی تھی اور خفیف سی جوابدہی رکھتی تھی۔ کبھی کبھی موقع بے مداخلت اسلیئے کرتی تھی کہ کمپنی کی منفعت کا ایک شاہی حصہ لے لیتی تھی اور نیا چارٹر (سند یا فرمان شاہی) جب اس کو دیتی تھی کہ بہت سی بھینٹ اس سے لے لیتی تھی۔ اور جب کبھی قومی اغراض

اغراض ملکی یا تجارتی آن پڑتی تھیں تو اس کی امداد بھی کرتی تھی کمپنی خود اپنے قیمتی اجارہ تجارت
سے مسلح رہتی تھی اور اپنے ہی مخازن سے کام چلایا کرتی تھی۔ بہ نسبت سٹیٹ کی امداد کے
زیادہ تر اپنی دولت اور جد و جہد و طاقت پر اعتماد کرتی تھی۔ اس پر جو خطرناک انقلاب آتے
تھے ان میں وہ خود کارہائے نمایاں کرتی تھی۔ وہ یورپ کی جھگڑنے والی قوموں سے سولہویں
صدی سے اٹھارھویں صدی تک لڑائی لڑی جس کی قدر و منزلت یہ قانونی زمانہ کچھ نہیں
کرتا۔ اگر ہند میں یا خلیج فارس میں انگریزی تاجر اس بات پر مجبور ہوتے کہ ڈچ۔ فرانسیس
پرتگیزوں سے جو ان کے لڑائی جھگڑے آزار رساں ہوتے تھے ان کے علاج کے لیئے انگلنڈ
سے رجوع کریں تو اس حالت میں تو بہت جلد ان کی بیخ کنی ہو جاتی۔ انہوں نے یہ کام نہیں
کیا کہ سٹیٹ کے آگے مصیبت کے وقت ہاتھ پھیلایا ہو بلکہ اپنے ہی خود ہتھیار سنبھالے۔ اور
اکثر بڑی بڑی لڑائیاں لڑے۔ یورپ میں ۱۶۲۲ء میں انگلنڈ اور پرتگال کے درمیان بڑی
گہری دوستی و مصالحت تھی (اس وقت پرتگال سپین کے ماتحت تھا) مگر بحر ہند میں پرتگیزوں
کے ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سخت لڑائی ہو رہی تھی۔ پرتگیزوں کی آمد و شد کمپنی کی تجارت میں
رخنہ اندازی کی تھی اور ان کے جہازوں کو ستایا تھا۔ انگریز اور پرتگیز کے بڑے بڑی لڑائی بحری
راہوں میں لڑے۔ مگر یورپ میں ان دونو قوموں میں
بالکل مصالحت تھی ایسٹ انڈیا کمپنی نے سورت میں ایک اپنا چھوٹا سا بیڑا تیار کیا اور خلیج فارس میں
اس کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ شاہ عباس ایران کی بادشاہ مدد کرکے جزیرہ ہرمز سے پرتگیزوں کو
نکال دے جس پر ایک صدی سے انکا قبضہ چلا آتا تھا اور اس کے سبب سے وہ کل خلیج فارس پر ایسے
حکمراں تھے کہ کوئی اس میں دخل نہیں دے سکتا تھا۔ ایرانیوں کی امداد سے انگریزوں کا
کام خاطر خواہ بن گیا۔
جب قلعہ پر باقاعدہ گولہ اندازی ہوئی اور پرتگیزوں کے شاہی بیڑے سے بحری لڑائی
ہوئی اور آخر کار انگریزوں کو پرتگیزوں نے جزیرہ حوالہ کر دیا۔ قلعہ کی عمارت مسمار ہوئی
اور اس کی پرتگیزی سپاہ کو گوا میں آنا پڑا۔ پرتگیزوں نے تو کمپنی سے ان معاملات میں
پیچ نہیں کی مگر جیمز اول اور لارڈ ہائی ایڈمیرل (ڈیوک بکنگھم) نے کمپنی کے فائدوں میں سے

زبردستی بادشاہی حصہ کا بہت سا روپیہ لے لیا اس زمانہ میں ایسٹ انڈیا میں جو قومیں تجارت کرتی تھیں ان میں یہ امر معیوب وممنوع نہ تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو لوٹ کھسوٹ لیں اور آپس میں جہازوں کو چھین لیں پرتگیز ہرمز کی شکست کا انتقام انگریزوں سے لینا چاہتے تھے اس لیئے کمپنی اپنی تجارت کی محافظت کے لیئے جہاز روانہ کرنے چاہتی تھی ڈیوک بکنگہم نے جب تک انکی روانگی کو روکے رکھا کہ کمپنی سے بہت سا روپیہ ڈنڈ کا لیلیا جزائر ملکا میں امبوئنیا سب سے بڑا تھا اس میں ڈچ نے ۱۶۲۲ء میں سب انگریزوں کو بڑی بیرحمی سے مارڈالا۔ اس ظلم کے سبب سے انگریزی تاجروں کے دلوں میں جوش انتقام اٹھا اور جہاز رانوں کی نسل موجودہ کے دلوں میں آتش غضب مشتعل ہوئی اور یوروپ کی ان دونو قوموں میں عداوت کی آگ زیادہ بھڑکتی گئی۔ سپائس آئی لینڈس میں ڈچ کی تجارت کو سب سے زیادہ فروغ ہوگیا اور انکو انگریزوں کے ساتھ خطرناک عداوت ہوگئی اسلیئے انگریزوں نے ایشیا میں اپنی تجارت کی گرم بازاری کے لیئے اور سب جگہوں سے زیادہ اہتمام کیا اور بحر ہند کے کناروں پر فیکٹریز (کوٹھیوں) کے قائم کرنے میں توجہ تام کی۔ سر طامس رو کو جیمز اول نے شہنشاہ جہانگیر پاس اپنا ایلچی بناکے بھیجا اس نے ۱۶۱۲ء میں سب سے اول ہندوستان کے مغربی کنارہ پر سورت میں انگریزوں کی سکونت کا فرمان شاہی خاص حقوق کے ساتھ حاصل کیا۔ ۱۶۳۰ء میں انگریزوں اور پرتگیزوں میں بڑی لڑائی ہوئی ۱۶۳۳ء میں سورت میں انگریزی کمپنی کا بڑا کارخانہ قائم ہوگیا۔ اور ۱۶۴۰ء میں مسلی پٹم اور مدراس میں اور دریائے ہگلی کے کنارہ پر بنگال میں انگریزوں کی کوٹھیاں تجارت کے لیئے قائم ہوگئیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مسٹر بوٹن ایک ڈاکٹر تھے وہ بادشاہ کے علاج کے لیئے آگرہ آئے اور خاندان شاہی کے ڈاکٹر مقرر ہوئے ان کے سبب سے بادشاہی دربار میں انگریزوں کا رسوخ زیادہ ہوگیا سترھویں صدی کے وسط میں ایشیا کی جنوبی سواحل پر خلیج فارس سے لے کر چین کی سرحد تک کمپنی کی تجارت ہونے لگی اور ڈچ کی تجارت کی بھی یہی حدود تھیں ان دونو قوموں میں بڑی رقابت تھی اور تجارت کی اس وسیع راہ میں جو دونو ایک ہی تھی لسٹر(؟)

بڑی وسیع راہ میں ان دونوں میں مٹ بھیڑیں ہوتی تھیں اُسوقت انگلنڈ میں بادشاہ اور
پارلیمنٹ میں ایسے جھگڑے ہو رہے تھے کہ اس نے انگریزی اُلوالعزمی کو اپنے منزل مقصود پر
پہنچنے نہیں دیا۔ کمپنی کے جو لڑائی جھگڑے اپنے رقیبوں سے ہوتے اُن میں گورمنٹ تائید
تون کے ساتھ کرتی ہولنڈ اور پرتگیزوں کی بادشاہی امداد بڑی پشت پناہ بنتی اور
مشرق میں تمام مہمات اور ملکی الحاقات میں قومی حکومت کو بہت باوقعت بناتی۔
انگریزی کمپنی بغیر اپنے بادشاہی تائید کے ان دو بادشاہی قوموں سے اپنے بل پر لڑتی
ایسٹ انڈیا میں ڈچ اپنے بڑے بڑے بیڑوں کے بھیجنے میں اور سپاہیوں کے روانہ کرنے میں
ذرا تامل نہ کرتے تھے اور جہاں انکا مطلب نکلتا تھا وہاں اپنی سکونت کے مقامات بناتے اس
لحاظ سے انگریزی کمپنی ڈچ کے مقابلہ میں بڑی ضعیف تھی۔ ڈچ سپائس آئی لنڈس میں انگریزوں
کی تجارت کے مزاحم ہوتے اور ان کو ذلیل سمجھتے۔
انگلش کمپنی کو ایک اور یہ بڑی تکلیف تھی کہ بعض آزاد انگریز تاجر جنمیں سے بعض لٹیروں سے
کچھ ہی کم ہوتے تھے وہ کمپنی کی تجارت میں مداخلت بیجا کر کے نقصان پہنچاتے تھے۔ اور جب وہ
ایشیا کے بحروں میں بدکرداریاں کرتے تھے تو مقامی محکمے کمپنی سے مواخذہ اس لیئے کرتے کہ
ہندوستان کے بادشاہ کا حاکم کمپنی کو تجارت کا لیسنس دیتے تو اس کو قوم کا قائم مقام سمجھتے اور جب
اس قوم کا کوئی بدچلنی کرتا تو اسکا جرمانہ کمپنی سے لیتے پھر جب اس سے بڑھ کر خرابی پیدا ہوتی کہ
یہ آزاد تاجر ڈچ کو یا پرتگیز کو تکلیف پہنچاتے تو وہ اُس جرمانہ کو جو مداخلت بیجا کرتا مع اُسکے
آدمیوں کے ڈبو دیتے اور اس فیکٹری کو جس کو وہ مضر سمجھتے بالکل غارت کر دیتے ایسے زمانے
میں کہ انگریزی تجارت کو اپنے ایسے دشمنوں سے لڑائی لڑنی پڑتی کہ اُس کو مشرقی بازاروں سے
خارج کر سکتے تھے یہ امر ناگزیر تھا کہ صرف ایک ہی کمپنی ہو جسکی سٹیٹ پشت پناہ ہو اور وہ
سب کو خارج کر کے اس کمپنی کو فرمانِ تجارت عطا کرے جس کے سبب سے وہ اپنے سرمایہ
تجارت پر کارفرمائی کر سکے اور اپنے قوت و زور کو کام میں لا سکے ان [illegible]
صدی کے بڑے حصے میں ڈچ اور سب قوموں پر سبقت لے گئے تھے اس کی کل [illegible]
کی ایک ہی جماعت جہازرانی اور تجارت کے لیئے تھی۔ ڈچ کمپنیاں [illegible]

مربوط تھیں چونکہ ہولنڈ کے اکثر باشندے تاجر و جہاز ران تھے انکی تجارتی پولیسی بہت مستحکم و استوار اور مستقل تھی۔

سترہویں صدی کے بڑے حصے میں ایشیائی تجارت میں ہولنڈ کو تفوق حاصل رہا۔ اُس نے مشرق میں پرتگال کا قبض و دخل و عمل بہت کم کر دیا تھا نہایت منتخب مقامات میں اُس نے اپنی تجارت گاہوں کو قائم کر لیا جب انگلنڈ میں کروم ویل کی زبردست حکومت ہوئی تو انگریزوں نے بھی پھر اپنا جاہ و منصب حاصل کیا۔ ۱۶۵۱ء ۵۴ کی لڑائی میں دو نوری سیلاب (ہولنڈ و انگلنڈ) کی پولیٹکل و تجارتی حسد نے عروج پایا۔ ایسٹ انڈیا کے تاجروں نے جنکا تکلیف پہنچنا عداوت کا بڑا سبب تھا۔ کروم ویل سے اجازت حاصل کی کہ وہ ایشیا میں ایک جنگی مسلح بیڑا ڈچ سے لڑنے کے لئے روانہ کریں جو ان کے جہازوں کو بحر ہائے ہند میں غارت کر رہے ہیں۔ ۱۶۵۴ء میں ڈچ و انگلنڈ میں عہد نامہ لکھا گیا جسکے موافق انگریزوں کو ان نقصانات کا معاوضہ ملا جو ایشیا میں ڈچ کی خونریز کاموں سے ہوا تھا اور بحر ہائے ہند میں انگریزوں کی تجارت کی تجدید ہو گئی۔ اگرچہ ایشیا میں انگریزوں کے ساتھ ڈچ کی عداوت اور ان کے کاموں میں مداخلت بیجا کم ہو گئی مگر وہ کسی طرح موقوف نہیں ہوئی۔ کروم ویل کو نقد روپیے کی سخت ضرورت تھی جب لنڈن کمپنی نے بہت روپیے نذرانہ کے اس کے روبرو پیش کیے تو اس نے ان کو بھی سند تجارت دیدی۔ ڈچ کی قوت پھر بڑھ گئی اور انہوں نے آزاد تاجروں کو جو انگریزی کمپنیوں کے تاجروں کے علاوہ تھے آسانی سے شکار کیا۔ ایسٹ انڈیا میں ڈچ کے پاس جنگی سامان بہت سا اور بحری لشکر وافر تھا۔ انہوں نے عہد نامہ کے برخلاف انگریزی ایجنسیوں کو بڑا دق کیا انہوں نے انگریزوں کو ایشیا کی مشرقی کناروں سے خارج کر دیا سیلون پہ قبضہ کر لیا۔ جاوا میں انگریزوں کا صدر مقام بلیٹم تھا اس کو محصور کر لیا اور پھر سپا لنس آئی لنڈ میں انگریزوں کی بیخ کنی کے لئے بڑا روپیہ لگایا۔ اس اثنا میں ۱۶۵۸ء میں ہندوستان میں شاہجہاں کی وفات کے سبب سے اس کے بیٹوں میں آپس میں لڑائیاں شروع ہوئیں جسکے سبب سے تجارت میں خلل پڑا اور کمپنی کی دارالاہتمام بڑی جوکھوں میں پڑ گیا لیکن

سنہ ۱۶۶۱ میں اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں پر فتح حاصل کرکے ملک میں امن امان قائم
کیا اور اپنی سلطنت جمائی جو مدت درازتک رہی اسی زمانہ میں انگلنڈ میں چارلس دوم
اپنی سلطنت پر بحال ہوا۔ اس واقعہ نے انگلنڈ کے پولیٹکل تعلقات بالکل بدل دیئے
اور تجارت کے انتظام میں اثر عظیم پیدا کیا کمپنی تو یہ چاہتی تھی کہ اُسکے اختیارات وسیع
ہوں اور چارلس دوم یہ چاہتا تھا کہ انکے چارٹر (فرمان) موجودہ میں سے کروم ویل کا
نام مٹ مٹا جائے پس اُس نے کمپنی کو ایک نیا فرمان عطا کیا ان کو اختیار دیدیا کہ وہ
جس قوم سے چاہیں رزم و آرزم کریں بشرطیکہ وہ عیسائی نہ ہو۔ حالانکہ درحقیقت کمپنی
کی آزاررساں دشمن عیسائی قومیں تھیں۔ پرتگال انگریزوں کی استعانت کا خواہاں ہوا کہ
وہ اپنے مشرقی قبض دخل کو حاصل کرے جو سپین کے ماتحت کے رہنے کے عہد میں اس کے
ہاتھ سے نکل گیا تھا جو کچھ اس میں سے باقی رہ گیا تھا ڈچ کی مخالفت سے بچائے اس عہد و
پیمان سے انگریزوں کے ہاتھ بڑا بیش قیمت جزیرہ بمبئی کا ہاتھ لگ گیا سنہ ۱۶۶۱ میں اس کو اہل پرتگال
نے انگریزوں کو دیدیا لیکن پرتگیزوں کو انگریزوں سے جیسی حسد تھی ایسی ہی ڈچ سے وحشت
تھی اس لیئے چند سال کے اندر بمبئی پر قبضہ ہوا سنہ ۱۶۶۹ء میں لندن کمپنی کے قبضہ میں بمبئی اور
سنٹ ہلینیا آئے سنہ ۱۶۶۱ میں چارلس دوم نے لندن کمپنی کو ایسٹ انڈیا میں کل انگریزی
تجارت حوالہ کی اور اسکو لیسنس (اجازت نامہ) دیا کہ وہ اپنے سکے جاری کرے عدالت کا
انتظام کرے اور ناجائز تجارت کرنے والوں کو سزا دے اور ان ملکوں میں غیرعیسائی سٹیٹس سے
انکے صلح و جنگ کرنے کے اختیار کو اور زیادہ استوار کردیا۔ اس نے کروم ویل
کے مشہور جہازرانی کے قانون کو اختیار کیا کہ جہازوں اور جہازرانوں کو اختیار
ہے کہ وہ کل اسباب تجارت جس سے انگلنڈ کا میادلہ ہو لاد کر جہاں چاہیں لے جائیں
یہ ڈچ پر لٹ نہ لگاتا تھا وہی بحری تجارت یوروپ کے اسباب کی لیجانے والی تھی۔
پس اس طرح سے انگلنڈ کے مخازن تجارت جمع کیے گئے اور انکا انتظام کیا گیا تاکہ اپنے
دیرینہ سرکش دشمنوں سے برابر کا مقابلہ کریں اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ ایشیا میں تجارت
کی اقامت کے لیئے ان زمانوں میں کمپنیوں کو ٹھیکہ دینے کا قاعدہ ضرور تھا اسکے بغیر

تجارت نہیں چل سکتی تھی۔ غیر عیسائی سلطنتوں میں انگلینڈ کے سفیر نہیں ہوتے تھے کہ وہ اسکے قائم مقام ہوتے۔ انگلینڈ کی گورنمنٹیں کسی اکیلے تاجر کی یا ایک جہاز کی سکاتیں سنتی نہ تھی ایمبوئینا میں انگریزوں کا قتل عام ہونا ایک مثال ان بے احتیاط ترکیبوں کی ہے جو تجارت کے رقیبوں کے درمیان دور دراز ملک میں تھیں بغیر سرمایہ کثیر کے کسی بحری و بری فوج کا سامان نہیں ہو سکتا تھا نہ کوئی اسکا کارفرما مقرر ہو سکتا تھا اور جب تک کوئی کمپنی تجارت اپنے ملک کے آدمیوں پر دور دراز کی اقامت میں انتظام کے لئے حکومت نہ رکھے تو نہ وہ گھر میں موثر ہو سکتی ہے نہ محفوظ باہر رہ سکتی تھی۔ یہ سب باتیں جب ہی حاصل ہو سکتی تھیں۔ کہ کمپنیوں کو تجارت کا اجارہ و ٹھیکہ دیا جائے۔ جب ایسٹ انڈیا کی تجارت کا یہ انتظام کیا گیا تو اسپر ڈچ کو بہت غصہ آیا۔ اور جب دنکرک۔ فرانس کے ہاتھ بیچا گیا جسکے سبب سے فرانسیس تنگ بحیروں میں پہنچ گئے تو ڈچ اور چونک پڑے۔ مشرقی معاملات میں ڈچ اور انگریزوں کے درمیان جھگڑے بڑھتے گئے اور وہ زیادہ سخت ہوتے گئے۔ ڈچ نے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ وہ اپنی ایشیائی تجارت میں انگریزوں کو روکیں اور انکی مداخلت کو بالکل دور کریں۔ لوئی چہاردہم کو اسکے وزیر کول برٹ نے ملک کی ترقی دولت و تجارت کیلئے ترغیب دیکر فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی اور وہ دوسرے سال ہولنڈ کے ساتھ شریک ہوگئی کہ انگریزوں سے لڑے۔ ڈچ اور انگریزوں میں جو بحری لڑائی تھی اس نے دونوں قوموں کو ضعیف کردیا اور ان دونو قوموں کو یوروپ اور ایشیا میں فرانس کی طرف سے بھی دغدغہ لگا ہوا تھا اس لیئے ۱۶۶۷ء میں بریڈا کا صلحنامہ لکھا گیا جس سے تجارت کے باب سب جھگڑے طے ہوگئے۔

باب دوم

یوروپ و ایشیا میں پولیٹکس کے اثر و تعلقات (۱۶۶۰-۱۷۰۰ء)

فصل دوم۔ یوروپ کے معاملات کی کیفیت

مغربی تین بحری قومیں انگلش۔ ڈچ۔ فرنچ۔ میدان تجارت میں ایک دوسری کی رقیب تھیں

اس میں سے ایک دوسرے کی ترقی کو نہیں دیکھ سکتیں اور ہر ایک بحر یا ایشیا میں
تجارت میں سبقت لیجانا چاہتی تھی۔ سپین و پرتگال بہت پیچھے ہٹ گئے تھے اس زمانہ
میں ایسٹ انڈیاس میں انگلش کمپنی کے کارخانہ یہ تھے۔ بانٹم کی پریسیڈنسی مع
میکیسر۔ اور مجمع الجزائر ہند کے اور مقامات اور ساحل کارومنڈل و خلیج بنگال میں قلعہ
سنیٹ جارج مع کوٹھیوں کے اور ساحل مغربی پر بمبئی۔ سورت اور اسکے ماتحت اور مقامات
ہند کے اس سمت میں یہ امر بڑا عظیم الشان ہے کہ ابتدا میں مشرق میں انگلینڈ کی
کامیابیاں زیادہ تر فرانس کی اغلاط پر اور مغرب میں ہولنڈ کی بدنصیبیوں پر منحصر
ہیں۔ اس زمانہ میں غیر سلطنتوں کے ساتھ انگلنڈ کے تعلقات غیر منفصل تھے اور انمیں
ایچ پیچ عجیب پڑے ہوئے تھے۔ ۱۶۶۵ء میں ہولنڈ اور انگلنڈ میں آپس میں لڑائی
تھی۔ ۱۶۶۶ء میں ہولنڈ سے فرانس ملگیا لیکن ۱۶۶۸ء میں انگلنڈ و ہولنڈ اور سوئڈن۔
تینوں ملک فرانس کے برخلاف ہو گئے۔ ۱۶۷۲ء میں ہولنڈ پر فرانس اور انگلنڈ مل کر
حملہ آور ہوئے۔ اس طرح جو جلد جلد ٹھاٹھ بدلے گئے اس کے اسباب ایک درجہ تک
ایشیائی تجارت سے بھی مربوط تھے۔ سترہویں صدی کے شروع سے انگلنڈ کی بیرونی
پولیسی میں شرقی تجارت عنصر اعظم اور گراں وزن بھی تھی۔ کبھی لنڈن کے تاجر پارلیمنٹ
میں اپنے اثر رکھنے سے محروم نہیں کیئے گیئے۔ جب کوئی بزدل پولیسی اختیار کی جاتی
تھی تو اسمیں انکا دخل بھی ہوتا تھا مگر یوروپ میں اس قومی غرض اعظم کا درست
اور ٹھیک ہونا مشکل تھا۔ اس میں بہت جلد جلد سلطنتوں کے تعلقات کی الٹ پلٹ
ہولی تھی ۱۶۶۰ء و ۱۶۸۸ء کے درمیان جب انگریزی تجارت بڑھ کر بہت قوی ہو گئی
تو ایشیا میں انگریز اپنے رقیب مخالف ڈچ سے تجارت میں سر برآوردہ ہو گیے یوروپ
میں انگریزوں اور ڈچ میں آپس میں اتحاد تھا تاکہ فرانس زیادہ زبردستی سے ملک
ستانی نہ کر سکے مشرق میں انگریزوں کی تجارت کے لیئے ہولنڈ کی قوت کو زیر کرنا بڑا
ضروری تھا مگر انگریز مغرب میں ہولنڈ کے سہارا دینے میں اپنی بڑی غرض رکھتے تھے
ایشیا میں تجارت کی ترازو یوروپ کی پولیٹکل ترازو سے مطابقت و موافقت نہیں

رکھتی تھی - انگلش کو مشکل پیش تھی کہ اگر وہ ڈچ کو فرانس کے برخلاف سہارا دیتے تو وہ انکو ایشیا سے نکال باہر کرتے اور اگر وہ فرانس کے ساتھ برخلاف ہولنڈ کے ہوتے تو ایک بحری قوت کو شکستہ کر کے دوسری بحری قوت کو انکی جگہ قائم کرتے جو پہلے سے زیادہ دہشتناک تھی - اسوقت فرانسیسی بڑھے ہوئے تھے ۱۶۶۵ء میں فرانسیسی کمپنی نے ایسٹ انڈیا کے واسطے ایک بیڑا تیار کیا اور ہولنڈ سے لڑنے کے لئے ۱۶۷۲ء میں انگلنڈ اور فرانس میں اتحاد تھا کہ ایک فرانسیسی بحری سپاہ ڈی لاہے کے ماتحت ہندوستان کو روانہ ہوئی سیلون میں ترنکومالی کے عمدہ بندر میں آنکر لیسی اور مدراس کے قریب سینٹ تھومی پر قبضہ کیا - اس طرح ساحل کورومنڈل پر فرانسیس کا پہلی دفعہ نمودار ہونا انگریزوں کو خار معلوم ہوتا تھا مگر انگریزوں کی شائستگی اور تہذیب کا مقتضاء یہ نہ تھا کہ وہ اپنے دوست فرانسیسیوں سے مقابلہ کرتے - مگر دوسری صدی میں تو اس ساحل پر فرانسیسیوں سے انگریزوں کی خوب لڑائیاں ہوئیں - پیچھے ان دونو مقامات کو ڈچ نے فرانس سے لے لیا -

۱۶۵۲ء اور ۱۶۷۲ء کے درمیان سترھویں صدی میں تین لڑائیاں تجارت یا کالونی کے سبب سے ہوئیں - کروم ویل کے زمانہ میں تکالیف کے رفع کرنے کے لئے ڈچ سے ایشیا میں جھگڑا ہوا - یہ غلطی ہے جو عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چارلس دوم ۱۶۷۲ء میں ہولنڈ پر اس سبب سے حملہ آور ہوا کہ فرانسیسیوں نے اسے رشوت دی تھی اور وہ رومن کیتھولک کے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا اوسکی دوستی فرانس کے ساتھ گھر (انگلنڈ) میں بے شک اس لئے تھی کہ انگلنڈ میں مذہبی آزادی ہو جائے مگر باہر لڑائی اس سبب سے تھی کہ وہ ہولنڈ کی تجارت کا نشو و نما نہیں چاہتا تھا ڈچ سے امریکہ اور ایشیا میں بہت سے جھگڑے ہوئے جنکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا دونو قومیں ایشیا کے معاملات سے مربوط تھیں اس کے بار بار انمیں جھگڑے ہوتے تھے اسپر بڑا مباحثہ ہوتا تھا کہ آیا انگریزوں کو ہولنڈ کو غارت کر کے فرانس سے زیادہ فائدے حاصل ہونگے یا نہیں سترھویں صدی کے آخر میں دو بحری قوتیں جنسے انگلنڈ کو مشرق میں خوف تھا وہ آپس میں لڑنے لگیں اور جب انمیں صلح ہوئی تو ہولنڈ ضعیف ہو گیا تھا فرانسیس کو بے ڈینگ صلاح سے ایسٹ انڈیا میں لڑتے تھے تو ڈچ نے اوّل اوّل فرانسیسیوں کو بہت

نقصان پہنچایا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرانسیسی اور ڈچ آپس میں لڑائیاں لڑ لڑ کر ناتوان ہو گئے
جس کے سبب سے انگریزوں کو بہت فائدہ حاصل ہوا اور ایشیائی فتوح و تجارت میں متواتر
آہستہ آہستہ سب سے آگے پیش قدمی کی +
اس زمانہ سے ایسٹ انڈیا کی تجارت کو بڑا فروغ ہوا اور ہندوستان کے سواحل پر
انگریزوں کا قدم اچھی طرح جم گیا۔ ۱۶۸۵ء میں ایسٹ انڈیا کام کرنے کے مقامات صدر مغربی
سمت میں سورت سے بمبئی میں منتقل ہوئے۔ ۱۶۸۶ء میں چیف بنگال ایجنسی ہگلی سے کلکتہ میں
منتقل ہوئی۔ جزیرہ نمائے ہند کے مشرقی کناروں پر مدراس مرکزی مقام ہوا اس کمپنی کے
کے آخر و سٹورٹ کے خاندان کے بادشاہوں نے بڑی فیاضانہ امداد کی ہے اور اسکی
استحکام اقامت کے لیئے سپاہ سے کمک کی اور بڑے بڑے فرمان عنایت کیئے۔ پس یہ
تینوں مقامات بڑے بڑے جو بعد ازاں پریسیڈنسی شہر ہو گئے۔ برٹش سلطنت کے
قائم ہونے کے چاروں سمتوں میں مرکز تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶۸۷ء میں پنا انتظام
آزادانہ شروع کیا اپنے مقامات کے گرد حصار بنائے اپنے سکے جاری کیئے غرض اپنی
حدود میں ایک خود مختار سلطنت جمائی اس نے ہندوستانی سپاہ اسلیئے بھرتی کی۔ کہ
فرمانوں کے موافق جو انکو حقوق ملے تھے انکی محافظت کرے اور جو کوئی اسپر حملہ کرے اسکو
رفع کرے اور مقامی حاکموں میں یا چھوٹے چھوٹے رئیسوں میں جو آپس میں لڑائیاں ہوں تو
انمیں اپنے ہاتھوں سے کسی کا طرفدار ہو کر لڑے۔ یہی نیا انتظام تھا کہ ان پراگندہ تجارتگاہوں
نے آخر کو انگریزوں کی ایک سلطنت عظیم الشان بنا دی۔ یہ بات ہند میں مغلوں کی سلطنت
کے ضعیف ہونے کے سبب سے پیدا ہوئی۔

فصل دویم۔ معاملات ہند

جس زمانہ تک مغلوں کی سلطنت میں ایسا زور رہا کہ وہ اپنی سرحد کے دور دراز
ملکوں میں انتظام رکھتا تھا اور اسکا اثر سمندر کے کناروں تک پہنچتا تھا انگریزی
سوداگروں کو لائسنس دیئے جاتے تھے کہ وہ نکاسی کے مال کے محصولوں کے لیئے

احاطے بنائیں ورزمینیں جو اونکو عطا ہوئی ہیں اُنپر اپنی فیکٹریاں یعنی تجارت کی کوٹھیاں تعمیر
کریں اسلیئے انگریزی سوداگر اطمینان خاطر سے رہتے تھے روپیہ دیکر بعض حقوق خریدتے تھے جینے
اپنا روپیہ وصول کرلیتے تھے۔ مگر جب دور کے اضلاع مغلوں کی سلطنت کے صلح کے ساتھ مطیع
نہ رہے تو دکن میں مرہٹوں کے سردار سیواجی نے سر اُٹھایا اور کرناٹک پر حملہ کیا اور مغربی ساحل کی
جانب بالائیں بالکل تسلط پایا جسمیں اہل یوروپ کی بندرگاہیں اور دار الاقامتیں داخل تھیں۔
سنہ ۱۶۷۱ میں اسنے سورت سے اور انگریزوں کی کوٹھی یعنی نوآبادی سے بڑا بھاری ڈنڈ لیا
مغلوں کے حکام کوئی معتد حفاظت نہیں کرسکتے تھے افغانستان میں سرکشی و بغاوت برپا ہوئی
تھی اورنگ زیب کی توجہ اس طرف بٹ رہی تھی اس نے بڑے زور شور سے طول طویل فوجکشی
کی۔ مگر وہ بالکل کسی کے فرو کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ جب وہ دکن کی طرف پھر کر آیا تو اُس نے
اپنے دشمنوں کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ میں پہلے کی نسبت زیادہ زبردست ہوگئے ہیں سیواجی
کے مرنے کے بعد سنہ ۱۶۸۰ میں اسکا بیٹا سنبھاجی مسند نشین ہوا جو بادشاہ دہلی سے برگشتہ تھا۔
بادشاہی سپاہیں بتدریج متواتر لڑائیوں سے تھک گئیں دشمن ایک جگہہ جمکر لڑتا نہ تھا کہ لڑائی کا
فیصلہ ہوتا وہ بھاگتا پھرتا جسکے تعاقب میں بادشاہی فوجوں کو بے فائدہ سرگرداں ہونا پڑتا
اور شہنشاہ اپنے دار السلطنت سے مدت سے دور کی فوجکشیوں میں مصروف تھا۔ اورنگ زیب
نے ہندوستان کے جنوب مغرب میں گولکنڈہ و بیجاپور کی سلطنتوں کو برباد کردیا تھا۔ جو
بہرنج مرہٹوں کی سرکشی و فتنہ انگیزی کی مزاحمت کرتی تھیں اب لڑائی وبا کی طرح پھیل گئی۔
جب ہندوستانی علداری کے پاؤں اکھڑ گئے پردیسیوں نے اپنی دار الاقامتوں میں اپنے پاؤں جمائے کمپنیوں کو
مجبوری اپنی محافظت خود مختاری کے لیئے زیادہ جدوجہد کرنی پڑی۔ جب اعلیٰ درجہ کی بادشاہی
کی حکمرانی کے انجر پنجر ڈھیلے ہوئے تو دور کے صوبوں پر اسکا قبض و تصرف ڈھیلا ہوا۔
اور مقامی عملہ جو ابتدا ہی سے مقامی مفسدے کھڑے ہوئے سوداگروں سے بے قاعدہ
استحصال زر بالجبر ہونے لگا اور ماتحت اہلکاروں نے حرص سے ڈنڈ لیے شروع کیئے جن سے
سوداگروں کی مستحکم محافظت اور باقاعدہ حمایت نہیں ہوسکتی تھی۔ سوداگر دار السلطنت میں
بادشاہوں کے وزیروں سے جو معافی و استحقاق حاصل کرتے تھے اسپر بحری بندرگاہوں میں

کچھہ لحاظ و پرواہ نہیں کیا جاتا تھا اور اس بے پروائی کی کچھہ سزا نہیں دی جاتی تھی ایسی
حالت میں انگلش کمپنی نے بعد تفکر و تجسس یہ یقین کیا کہ ڈچ کی کامیابی بالاضافت سلامتی جیسی کہ
پہلے پرتگیزوں کو حاصل تھی اس عمل پر مبنی ہے کہ اپنے مقامات پر قبضہ کر کے کھلم کھلا اُن کو
مستحکم بنائیں کہ ہم بادشاہی مرضی سے بالکل بے تعلق ہیں اور ہمسایہ کے اہلکار اور خود مختار اپنی
خود مختاری سے جو استحصال زر بالجبر لینے کرتے ہیں ان کا کافی مقابلہ کریں انکو اپنے اختیار کا ادعا
بالکل ساحل بحری پر مقصور تھا اور انکا مقصود سوا اسکے کچھہ اور نہ تھا کہ اُن کی تجارت سلامت رہے
لیکن انگریزوں نے بہت جلد یہ امر تحقیق کر لیا کہ ابھی وہ وقت بہت دُور ہے کہ ہندوستان کی
زمینوں پر اجنبی قوموں کا پھریرا پھرائے مغلوں کی سلطنت ہنوز مغربی کنارہ نہیں پہنچی تھی کہ
پرتگیزوں نے وہاں اپنے کارخانے جما لیئے تھے اور ڈچ نے زیادہ تر جزیروں میں اپنے تئیں آزاد بنا لیا
سترھویں صدی میں گو مغلوں کی سلطنت کو گھن لگ گیا تھا مگر ہنوز وہ ایسے ضعیف نہیں ہوئی
تھی کہ اپنا اثر سواحل بحر تک کچھہ نہ پہنچا سکتی ہو سنہ ۱۶۸۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے شہنشاہ ہند سے
لڑائی کا اشتہار دیا مگر اس بیڈھرک حرکت سے اُن کی جان پر آبنی ہوتی مگر یہ اُن کی بلند اقبالی تھی
کہ سنبھاجی پکڑا گیا اور مارا گیا جس کے سبب سے جنوب و مغرب میں سارے ہند و مفسدہ پردازی
پر جمع ہو گئے اور مسلمان بادشاہ کے دشمن ہو گئے اور بادشاہ سے سرکش و باغی ہو گئے بلا نزاع
بادشاہ لڑائی کے جال کے پھندوں میں اور فتنہ انگیزوں کے ساتھ لڑنے میں ایسا مصروف
ہوا کہ اُس کو فرصت ہی نہیں ملی کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف مصروف ہوتا کہ تاجروں کی
یہ کمپنیاں کیا کر رہی ہیں ـ سوا اسکے بادشاہ پاس کوئی باقاعدہ بحری جنگی سامان بھی نہ تھا کہ وہ غیر
قوموں کے جہازوں کو روک سکتا ـ اِن قوموں کے ساتھ دشمنی کرنے سے آمدنی محصولات میں بھی
نقصان آرہا تھا ـ

جسوقت تک کہ مغلوں کی سلطنت کا عروج رہا کسی غیر قوم کا مقدور نہ تھا کہ وہ ہندوستان
کی ایک چپہ بھر زمین پر بھی اُکھڑا اُکھڑا قدم اپنا جما سکے مگر جب اُس کے کمال پر زوال آیا تو ہندوؤں
نے سرکشی اور بغاوت کر کے مغلوں کی سلطنت چھین لی اور اُس کا حال روز بروز ابتر و بدتر ہوتا
گیا ـ ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی ـ اِن میں سب سے زیادہ ایسٹ انڈیا کا اقبال چمکا ؛

باب سوم

ایسٹ انڈیا کمپنی کا استحکام سنہ ۱۶۹ سے سنہ ۱۷۰۲ تک

فصل اول ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارت کی حالت اور وقعت

سترہویں صدی کے آخر میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت تکلیف اٹھا کر اپنی محض تجارت
کی حالت کو بدل کر ایک خود مختار گورنمنٹ کی صورت پیدا کی مغلوں کے زوال سلطنت سے
کمپنی کی تجارت بگڑ گئی جو کھٹوں میں آگئی اور اس کو بڑی بے اطمینانی ہوگئی۔ اس کے ہمسایہ میں
جنگ و پیکار کا بازار گرم رہنے لگا۔ جس سے کمپنی کو اپنے لٹ جانیکا اندیشہ رہنے لگا۔ متواتر ان
سے محصولوں کی زیادہ ستانی ہونے لگی مداخلت بیجا کرنے والے تاجروں کی مداخلت بیجا کا خوف
رہنے لگا اور یورپ کے حریف اور رقیب قوموں کے حملوں کا ڈر رہتا تھا۔ انھوں نے بہت
سوچ بچار کر یہ تدبیر نکالی کہ اپنے تئیں ہندوستانیوں کی حکومت سے آزاد کیجیئے۔ اس کے ایجنٹوں
نے اپنی یافت کے اضافہ کے لیے اہتمام کیا سنہ ۱۶۹ء میں کمپنی نے لکھا کہ ہماری یافت کی افزائش
جیسی کہ ہماری تجارت پر منحصر ہے ایسی ہی ہماری حزم و احتیاط پر موقوف ہے۔ جب ہماری تجارت
میں بیش اتفاقات رخنہ انداز ہوں تو ان کے روکنے کے لیئے ہمکو فوج رکھنی چاہیئے اور ہم کو
ہندوستان میں ایک قوم بننا چاہیئے۔ غرض اب انگریزوں کے دماغ میں حکمرانی کی بو سمائی وہ تجارت
کے فائدوں سے زیادہ فرمانروائی کی قدر شناسی کرنے لگے۔ مدراس اور بمبئی میں انگریزوں کے حصار
اور قلعے اچھی حالت میں تھے ان کی سپاہ میں چند اہل یورپ کے سوا اور اکثر ارمنی و عرب و حبشی
اور دو غلے پرتگیز تھے۔ بنگال میں جو بادشاہ کی طرف سے صوبہ تھا وہ خود بڑا ضیق میں تھا اس نے
کمپنی کے ایجنٹ کو اجازت دیدی کہ کلکتہ میں حصار بنالے جہاں انگلستان کے بادشاہ حکمران کے
نام پر فورٹ ولیم بنایا گیا۔
سنہ ۱۶۸۷ء میں انھوں نے اپنے تمام دارالاقامتوں میں باقاعدہ انتظام کیا اور یہاں کے لئے انگلینڈ

میں بڑی سپاہ تیار کی اور بادشاہ جیمز کا حکم حاصل کیا کہ کمپنی کے گورنر کو اختیار دے کہ جہاں چاہے ہندوستان میں صلح و جنگ کرے۔ بادشاہ نے سر جان چائلڈ کو یہ احکام دے کر بھیجا کہ ہندوستان کے عہدہ داروں کے ہاتھوں سے جو کمپنی کی تذلیل ہوئی ہے اور نقصان پہنچے ہیں اُن کے معاوضوں اور انتقاموں کے لئے مغلوں کی گورنمنٹ سے لڑنا شروع کرے اگرچہ اُس وقت مغلوں کی سلطنت بر سر زوال تھی مگر وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حملوں کو اپنے غرور کے آگے کب خاطر میں لاتی تھی۔ مغربی ہندوستان میں بادشاہ کی حکومت سے لڑنے پر کمپنی نے کمر بستہ کی۔ اس میں بڑی ہزیمت پائی۔ اُن کی سپاہ سے اورنگزیب کچھ دُور فاصلہ پر نہ تھا۔ بمبئی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سپاہ میں پندرہ گورے اور ہندوستانی سپاہ تھی۔ گورنر اپنے قلعہ اور شہر میں محصور ہو گیا اور حبشی سپاہیوں کے بیڑے نے اُسکا ناک میں دم کیا۔ شرقی بنگال اور شمال شرقی سمت میں ابھی جو مہمات جنگ کی گئیں اُن میں انگریزوں کو فاش شکست ہوئی۔ فیکٹریوں کوٹھیوں پر حملے ہوئے جسکے سبب سے اُن کو تھوڑے دنوں کے لیے چھوڑنا پڑا۔ شہنشاہ ہند نے حکم صادر فرمایا کہ مدراس سے انگریز نکال دیئے جائیں۔ یہاں کے پریسیڈنٹ پاس قلعہ میں پندرہ گورے سپاہی اور دو نسلے پرتگیز تھے جب اُنھوں نے یہ سُنا کہ جنوب کی طرف بادشاہی لشکر آتا ہے تو اُن کا دم نکل گیا۔

سنہ ۱۶۹۰ء میں سر جان چائلڈ مر گیا۔ وہی کمپنی کی پولیسی جنگ کی جان تھا۔ اورنگ زیب پاس کمپنی نے بڑی عاجزانہ عرضی اپنے معافی قصور کی بھیجی۔ شہنشاہ نے اپنے کرم و رحم سے کمپنی کا قصور معاف کر دیا۔ کورٹ ڈائرکٹرز اس قسم کی عرضی بھیجنے پر کمپنی سے خفا و ناراض ہوتے مگر یہاں بجز اس عرض کرنے کے کوئی اور کمپنی کو چارہ نہ تھا۔

آیندہ دس سالوں میں سلطنت مغلیہ کا اور بھی زوال ہو گیا اس کو بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں۔ اورنگ زیب کے ایک بیٹے نے ایران سے کمک لیکر ہندوستان پر حملہ کیا۔ میسور۔ کرناٹک۔ دکن کے بڑے بڑے صوبے جب تک زیر فرمان رہتے کہ ایک لشکر جرار اُن کے سر پر موجود ہوتا۔ اورنگزیب بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اُس سے سب ڈرتے تھے مگر جانتے تھے کہ وہ اب آفتاب لب بام ہے اُس کے بعد ایک انقلاب عظیم برپا ہو گا۔ سلطنت مغلیہ کی ایسی حالتوں نے یوروپ کی قوموں کا جو ہندوستان میں رہتی تھیں حوصلہ بڑھا کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے ایسا سامان مہیا کریں کہ

جو خود مختار عہدہ داران شاہی کی جور وجفا اور سرکش سرغنوں کی رہزنیوں اور ڈاکوؤں کی لوٹ مار سے اور آپس میں ایک دوسرے کی لڑائی سے محفوظ رہیں۔ یورپ میں ۱۶۹۰ء سے ۱۶۹۷ء تک لڑائی برابر جاری رہی۔ فرانسیسوں نے انگریزوں کے آہنی جہازوں کو جو انگلینڈ جاتے تھے بہت نقصان پہنچایا۔ ایک دفعہ تو انگریزوں کا سارا بیڑا گرفتار کر لیا۔ ڈچ انگریزوں کی ترقی سے جو مشرق میں ہوئی تھی اپنے دیرینہ حسد میں کمی نہیں کرتے تھے گو کہ یورپ میں انگلینڈ کے بڑے وفادار دوست تھے ۱۶۹۸ء میں ہندوستان میں ایک اور دوسری ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا رخ روشن دکھایا جسکے سبب سے کمپنی کے اندرونی معاملات میں بڑے الجھیڑے پڑے۔ اگرچہ ہر کمپنی کے سر پر انگریزی پھریرا پھراتا تھا مگر وہ آپس میں ایک دوسرے کو غارت کرنا چاہتے تھے۔ ہر کمپنی شہنشاہ ہند کے دربار میں اپنا رسوخ پیدا کرنے کے لیے ایلچی و میانجی بھیجتی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ شہنشاہ ہند ہم ہی پر زیادہ مہربان ہوں۔ صوبے داروں کا یہ حال تھا کہ کبھی ایک کمپنی پر کبھی دوسری کمپنی پر مہربانی کرتے تھے۔ اس نئی انگلش کمپنی نے گورنمنٹ کو بیس لاکھ پونڈ کا تمسک لکھدیا کہ اُس کو تجارت کا فرمان ایسا ملجاوے کہ صرف وہی تجارت کیا کرے۔

اس تمسک سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا میں تجارت کے اندر کیسی منفعت کثیر ہوتی ہوگی اور لندن کے سرمایہ داروں کو اس تجارت پر کیا کچھ اعتماد تھا کہ وہ اپنی بڑی بڑی دولتوں کو بیدھڑک لگا دیتے تھے۔

سترہویں صدی کے آخر میں سر ولیم ڈانڈی نینٹ نے مشرقی تجارت کی عظمت و شان کی وسعت کی بابت ایک مضمون لکھا ہے۔ اس زمانہ میں تجارت کے باب میں اُس کی تحریر کی برابر کسی اور کی تحریر مستند نہیں سمجھی جاتی۔ وہ ایسٹ انڈیا کی تجارت کی نسبت لکھتا ہے کہ اگر یہ تجارت کسی ایک ملک کے اختیار میں آجائے تو وہ ساری تجارتی دنیا کے قوانین بنا سکتا ہے۔ اگر ہمارے ہاتھ سے ہند کے معاملات تجارت نکل جائیں تو ہمارا اجنبی ملکوں کے ساتھ کام کاج بیوپار آدھا رہجاوے۔ اگر ہماری یہ تجارت جاتی رہے تو ہم سمندر کی حکمرانی سے بالکل محروم ہو جائینگے اسواسطے کہ غیر ملکوں کی تجارت ہی بڑے بیڑے کو برقرار رکھ سکتی ہے اگر غیر ملکوں کے ساتھ ہماری تجارت انتہائی وسعت پر جسپر وہ پہنچ سکتی ہے پہنچ جاوے تو ہم ہر قوم سے خواہ کوئی ہو [illegible]

بیوپار کر سکتے ہیں اور ہم رومیوں کی بنا پر ایک وسیع سلطنت کے مالک اور قوانین کے معدن اور عزت وقوت کے مخزن اور ایک وسیع ملک کے حکمی بن سکتے ہیں۔

بعض انگریزی تاریخوں میں مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ چند منتشر تجارتی بندرگاہوں سے ایک سلطنت عظیم الشان کا پیدا ہونا ایک ایسا منظر ہے کہ جس کی کوئی وجہ نہیں بیان ہوسکتی اور نہ وہ پہلے کبھی دیکھنے میں آیا۔ یہ ان مورخوں کی لاعلمی اور عامیانہ جاہلانہ خیال ہے اسکی وجوہ بھی بیان ہوسکتی ہیں اور اس کی مثال بھی دیجاسکتی ہے۔ ہم اس مضمون کو کہیں اور بیان کرینگے۔ انگریزی سلطنت بڑی مضبوط جڑوں سے پیدا ہوئی ہے انگریزوں نے اپنی بڑی دانائی اور ہوشیاری سے مشرقی تجارت میں مغربی قوموں پر فوقیت حاصل کی ہے۔ ڈچ نے پرتگیزوں سے اور انگلش کمپنی نے ڈچ سے یہ سیکھ کر اپنی سلطنت جمائی کہ اپنے دارالاقامتوں کو مستحکم قلعے وحصار فصیل بنا کر ایسے استوار کیجیے کہ وہ اپنی آپ حفاظت کریں اور جو ملک حاصل کیجیے اس کو ایسی حالت میں نہ رہنے دیجیے کہ وہ کسی مشرقی فرمانروا کا عطیہ معلوم ہو بلکہ اس کو ایسا بڑھائیے کہ وہ یورپ کے بادشاہ کا زیر فرمان معلوم ہو۔

فصل دوم ایسٹ انڈیا کمپنی متحدہ

ہم نے اوپر ایک جدید ایسٹ انڈیا کمپنی کا ذکر کیا ہے جسکے قدیم ایسٹ انڈیا کمپنی سے سخت لڑائی جھگڑے ہوئے۔ جنوری ۱۷۰۲ء میں لندن کی دونو ایسٹ انڈیا کمپنیاں ایک ہوگئیں اور انہوں نے اپنا سرمایہ یکجا کر دیا اور اپنے اپنے تجربوں کو شامل کر لیا غرض دونو ملکر ایک ایسی بڑی زبردست کمپنی ہوگئی جسنے جنوبی ایشیا میں اپنے مقام کو بڑا مستحکم بنا لیا۔ یہی وہی کمپنی ہے جس نے آیندہ ۱۵۵ برس تک انتظام سلطنت کیا اور اسکے پشت پناہ شہر لنڈن بنا جس سے زیادہ کوئی دولتمند شہر دنیا میں نہ تھا۔ اور جس میں بحری تاجر اتنے رہتے تھے کہ کسی اور شہر میں نہیں رہتے تھے۔ اس کمپنی پر انگلش گورنمنٹ نے مہربانی اور شفقت کی روپیہ سے اس کی اعانت کی اور ملک کی پولٹکس میں تاجرونکی جماعتوں نے دخل کو بڑھایا۔ گھر (انگلینڈ) کے اندر کمپنی کے صدر مقامات محفوظ و مامون تھے اور گھر سے باہر دارالاقامتیں حصاروں و قلعوں و فصیلوں سے مستحکم و استوار تھیں اور جہاز مسلح تیار تھے اور فرامین شاہی اُس پاس موجود تھے کہ وہ ہندوستان میں رزم وآزرم کے لیئے فوجوں کو بھرتی کرے۔ غرض

کمپنی میں اپنی آپ محافظت کرنے کی قابلیت اور اپنے مقامات سے آگے پیش قدمی کرنے کی
صلاحیت نہ تھی اور پریشان مشرقی سلطنت کے فوجداروں اور صوبہ داروں سے مقابلہ
کرنے کی سکت نہ تھی - غرض ایک چھوٹی سی جماعت کے ہاتھ ایک مسلح تجارت تھی کہ جس
نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کر کے سلطنت عظیم الشان قائم کر لی اور اپنی قوم کو یہ فائدہ
پہنچایا کہ سب رقیبوں کو سمندر سے نکال کر اُس پر قبضہ دلایا - انگلینڈ اور ہند کے درمیان
ایک سمندری راہ حائل تھی جو چھ مہینے میں طے ہوتی تھی یہ بات ہندوستان کی سلطنت
جمانے میں بڑی مفید اس سبب ہوئی کہ ہندوستان کے سب معاملات یہیں طے
ہو جاتے تھے (قصہ زمین برسر زمین) اُنہیں یوروپ کے پولی ٹکس کو کچھ دخل نہ ہوتا تھا
جب سب جگہ سلطنت مغلیہ پر تنزل و بربادی کی گھٹا چھائی تو پہلے سے یہ بات صاف
ظاہر نظر آتی تھی کہ یوروپ کی زبردست دار الاقامتیں جو ہند کے کناروں پر ہیں اپنی
حدود کو بڑھائیں گی اور اپنی آزادی کو مستحکم کر لیں گی - ۱۷۷۲ء میں ایک نامور
حکیم والٹیر نے فرانس کے شہنشاہ لوئی چہار دہم کو اچھا اور سچا مشورہ دیا تھا کہ ہولینڈ
پر حملہ نہ کرے اور مصر کو تسخیر کرے وہ ایشائی سلطنت عظیم پر چڑھنے کا ایک زینہ ہوگا -
اُس نے یہ بھی سچ کہا تھا کہ مشرقی سلطنتوں کا تنزل اب زیادہ دنوں تک پردہ اختفا
میں نہیں رہ سکتا - ان میں یقینی ہندوستان سب سے زیادہ ضعیف ہے مگر وہ جنوبی ایشیا
میں سب سے زیادہ دولتمند و متمول ہے - ہندوستان کے فوجدار و صوبہ دار حکام آپس
میں لڑ جھگڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کا ناک میں دم کر رہے تھے وہ کبھی تجارت
کی کوٹھیوں پر متوجہ نہیں ہوتے تھے الا اُس وقت کہ روپیہ کی زیادہ قلت اور امداد کی
ضرورت ہوتی تھی - ہندوستان کی عالیشان سلطنت کے اکثر زبردست اولوالعزم جو قوت
میں بڑھتی جاتی تھی ان کمپنیوں سے امداد کے طالب اپنی محافظت کے لیئے اور
اپنے مخالفوں کے مغلوب کرنے کے لیئے ہوتے تھے اس طرح ہندوستانی خود غیر قوموں
کے لئے ہندوستان کا دروازہ بجائے بند کرنے کے کھولتے تھے - ایسی حالتوں سے
ان نتیجوں کا پیدا ہونا ظاہر تھا - ایک یہ کہ غیر قوموں کی کمپنی کی طاقت بالاستقلال جبتک

بڑھتی جائے کہ وہ یورپ کے ساتھ رسل رسائل و آمد رفت پر اعتماد رکھے۔ دوم یہ ان کمپنیوں کو ایشیا کی تجارت کی حسدیں اور یورپ کی قومی عداوتیں جو بڑھتی جاتی تھیں آپس میں خوب لڑوائیں۔ آخرکار یہ بات پہلے سے کہی جا سکتی تھی کہ یہ قومیں جو آپس میں مٹھ بھیڑیں کرنے لگیں ان میں سے جو قوم کہ یورپین دشمنوں کو مغلوب کرے گی وہ ہندوستانی دشمنوں سے ذرا خوف نہیں کریگی اور وہ ہندوستان میں اپنے متصل کے صوبوں پر تسلط بے کھٹکے بڑھاتی چلی جائیگی اس زمانہ تک فرنچ اور انگلش کی پولیسی اس معنی کر بعینہ تجارتی تھی کہ وہ ہند کے کناروں پر اپنے پاؤں جمانے کے لئے اپنی ساری تدابیر اور کارروائیاں محض تجارت کی اغراض کی نظر سے کرتی تھی۔ مگر اب وہ زمانہ عنقریب آ پہنچا کہ کمپنی کی حالتوں میں زور اور ہندوستان کی گورنمنٹوں میں ضعف آگیا تو ان دونو قوموں میں رقابت کے جوش بڑے زور شور سے اٹھنے لگے۔ اور اس پر یہ اور طرہ ہوا کہ یورپ میں انگلینڈ اور فرانس کے درمیان آتش جنگ مشتعل ہوئی اسطرح تجارت کی رقابت میں وہ محاربت شامل ہوئی جو پولی ٹکل علوئیت کے حاصل کرنے کے لئے کی جاتی تھی۔ بیس برس تک ان دور دراز یورپین قوموں کا میدان جنگ کن رہا۔ یہ تماشا دیکھو کہ یوروپ میں آسٹریا کی تخت نشینی کے لیئے جھگڑا نظام حیدرآباد کی وارثوں کی فریقوں کی طرفداری کا بہانہ بن گیا غرض فرانس اور انگلینڈ میں بحری عظمت و شان کی علوئیت حاصل کرنے کے فساد و عناد میں ہند کے معاملات الجھ گئے۔ جب ان لڑائیوں اور فسادوں میں انجام کار فرانس انگلینڈ پر غالب آیا تو پھر اس کے لیئے ملکوں کی فتح کرنے کے لئے دروازہ کھل گیا اور اس کی سلطنت و تسلط کو استحکام حاصل ہونے لگا۔ انگریزوں کو اپنے باپ دادا سے بڑا بخش بہادر تھے ہی ملا کہ اٹھارھویں صدی میں ایشیا میں ان کی سلطنت قائم ہو گئی

باب چہارم

فرنچ اور انگلش ایسٹ انڈیا کمپنیاں

فصل اول ہندوستان کی حالت (۱۷۰۷ سے ۱۷۴۰) تک

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب نے وفات پائی تو ہندوستان کا انتظام بگڑا۔ خاندان تیموریہ میں

یہ بات غیر معمولی تھی کہ جب بادشاہ مرے تو اُس کے جانشین کے واسطے اُس کی اولاد میں لڑائی جھگڑے نہ پیدا ہوں اور اُن میں جو زبردست دانشمند اپنے رقیبوں کو مغلوب کرکے اور اپنی بادشاہی لیاقت کو ثابت کردے وہ بادشاہ ہو جائے۔ مگر اورنگ زیب کے بعد جو اُس کی اولاد میں تخت نشینی کے لئے رزم پیکار کے ہنگامے برپا ہوئے اُن میں اُس کی اولاد میں سے ایک میں بھی بادشاہی کے لئے اہلیت ایسی نہ دکھائی دی کہ وہ باپ کا جانشین ہوتا اور اُس کی سلطنت کو بندوبست کرکے سنبھال لیتا۔ سوا اس کے مرہٹوں نے بڑی شورش کر رکھی تھی اُن کے گروہا گروہ متوسط و شمالی اضلاع میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے دکن میں نظام نے جدا اپنی آزاد سلطنت قائم کر رکھی تھی۔ ہندوستان کا سب سے زیادہ زرخیز صوبہ بنگال ایک عالی ہمت بلند حوصلہ افغان کے قبضہ میں تھا۔ پنجاب میں سکھوں نے سر اُٹھا رکھا تھا۔ اودھ میں بادشاہ کے ایک عہدہ دار نے اپنے خاندان کی سلطنت کا ڈول ڈال رکھا تھا۔ اور دُور دراز کے اضلاع میں اور غاصب سلطنت خودسر ہو بیٹھے تھے غرض کہ سولھویں صدی میں جس سلطنت کو بابر نے قائم کیا تھا اُس کے اورنگ زیب کے بعد اس طرح حصے بخرے ہوئے ہیں تھے۔ جب سلطنت مغلیہ کا عروج تھا تو کابل اور قندھار بھی اُس کے صوبے تھے مگر وہ اورنگ زیب کے آخر ایام سلطنت میں ہندوستان کی سلطنت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد کا برقرار رکھنا ہندوستان کے امن و امان کے لئے ضروری ہے جب ہندوستان کے ہاتھ سے افغانستان نکل گیا تو وسط ایشیا سے ہندوستان پر حملے ہونے لگے اورنگ زیب کی وفات سے تیس سال بعد نادرشاہ ایک بلند اقبال ایرانی سپاہی ایران کی بادشاہت کو غارت کرکے خود بادشاہ بنا اور ہندوستان پر سپاہ عظیم ساتھ لے کر اُس نے چڑھائی کی۔ دہلی میں قتل عام کیا اور بادشاہ کی کل دولت کو چھین کر سندھ کے پار لے گیا۔ جب نادرشاہ اپنے خیمہ میں مارا گیا تو اُس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے افغانستان کو فتح کرکے ۱۷۴۸ء میں پنجاب کو لے لیا۔ جنوب و مغرب و وسط میں مرہٹوں کا طوفان برپا تھا جو ملک کو غارت و تباہ کئے دیتا تھا۔ وہ سرزمین جس میں بابر نے طوائف الملوکی کو مٹا کر اپنی ایک سلطنت قائم کی تھی اب پھر اس میں طوائف الملوکی ہو رہی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب

کے مرنے کے بعد سلطنت مغلیہ کے تنزل کا آغاز ہوا اور روز بروز اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہونے شروع ہوئے۔ جو بادشاہ ہوا ملک داری سے غافل اور عیاشی و نفس پرستی میں کامل ہوا بھانڈوں نقالوں مسخروں شاعروں نے اپنے سلطنت کے کام کاج رکھا۔ آخر کار کوئی وارث ہندوستان کی سلطنت کا نہ رہا۔ اس لاوارث شئے کے سب طرف سے خواہاں پیدا ہوگئے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے جو سلطنت ہند کا حال کیا وہ ظاہر ہے۔ نادر تخت طاؤس کو اڑا کر لے گیا خزانۂ شاہی میں پھوٹا بادام نہیں چھوڑا۔ ہر طرف ملک میں شور و شر اور فتنہ فساد پیدا ہوا ایک طرف راجپوتوں کی جنگجو قوم سلطنت لینے کے لئے کمر باندھ کر کھڑی ہوئی دوسری طرف پٹھانوں نے سر اٹھایا روہیل کھنڈ کو دبا لیا سکھوں نے ایک اپنی نئی ریاست قایم کرلی۔ جمنا کے آس پاس جاٹوں نے جدا ہی اپنا ڈنکہ بجایا۔ پھر ان سب کا مرہٹوں نے سر کچلا۔ ہر رئیس مرہٹوں کے نام سے کانپتا تھا انھوں نے سلطنت مغلیہ کا کوئی حصہ اپنی لوٹ مار سے خالی نہیں چھوڑا۔ جہاں کسی گاؤں میں ان کا نقارہ بجتا گیا وہاں سے آدمی بال بچوں کو لیکر جنگل میں بھاگتے اور شیر و چیتے کے پڑوس کو ان وحشی درندوں کی پرچھائیں سے بہتر سمجھتے یہ سب کچھ ہو رہا تھا اس پر طرہ یہ تھا کہ سلطنت مغلیہ کے ناظم بھی جہاں جہاں حکومت رکھتے وہاں خود بادشاہ بن بیٹھے۔ ظاہر میں اطاعت سلطنت کا اقرار کرتے تھے اور پادشاہی خلعت اور خطاب کو اپنی عزت سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ اپنی جگہ میں خود مختار تھے بادشاہ کے فرمانبردار نہ تھے۔ وفاداری کی رسن کو اپنی گردن سے بالکل جدا رکھتے تھے بیچاری رعایا کا کوئی سر دھرا نہ تھا۔ پولیٹکل طوفانوں کے جھوکوں میں ادھر ادھر ماری پڑی پھرتی تھی۔ جس صاحب ہمت اولوالعزم سے اس کو توقع ہوتی کہ وہ ہمارے جان و مال کی محافظت کریگا اس کی اطاعت کرتی۔ وہ پولیٹکل انتظام جس میں وہ مدتوں تک رہی تھی بالکل شکستہ ہو کر معدوم ہوگیا تھا۔

فصل دوم فرنچ اور انگلش دکن میں سنہ ۱۷۱۵ سے ۱۷۴۹ء

اس زمانہ میں ہندوستان میں سب جگہ شور و شر و فساد و عناد بپا تھا پولیٹکل اکھاڑے

میں دو پہلوان قومیں انگلش و فرنچ کشتی لڑنے کے لئے اتریں۔ اٹھارہویں صدی کی شروع میں بحری مہمات کی بڑی بڑی روئیں بھی شروع ہوئیں تھوڑا سا اُن میں تنزل آیا تھا مگر پھر وہ یورپ سے بڑی اَوج موج کے ساتھ سمندر پار اتریں اور انھوں نے اپنی لہروں پر اُن دو قوموں کے جہازوں کو رواں کیا جنھوں نے اپنے مقابلہ میں سب یورپین رقیبوں کو بہت پیچھے ہٹا دیا تھا۔ پرتگیز جو اس راہ کے اول موجد تھے وہ بہت پیچھے ایک مقام پر نچلے ایستادہ تھے۔ ڈچ جو اُس کے قدموں پر چل رہے اور انھوں نے پرتگیزوں سے اُن کی تجارت و مملکت کا بڑا حصہ چھین لیا تھا اُن کی قوت بھی اس سبب سے شکستہ ہوگئی تھی کہ اس کے مُلک ہولینڈ پر فرانسیسوں نے متواتر حملے کئے تھے اس سبب سے انگریزوں کو اب بحری تجارت کے پرانے رقیب سے فراغت حاصل ہوگئی تھی ڈچ نے اِن اضلاع میں وہ جھگڑے ہی کرنے چھوڑ دیئے تھے جو وہ اپنی علویت اور فوقیت حاصل کرنے کے لیئے کرتے تھے اُن کی بڑی تجارت گاہیں یہاں سے منتقل ہوکر جنوب مشرق میں سسی لون۔ جاوا۔ بورنیو۔ سپائس آئی لینڈس میں چلی گئیں تھیں ۱۶۲۸ء میں ڈنمارک (ڈنمارک والے) ایسٹ انڈیا کمپنی بھی بالکل معدوم ہوگئی تھی۔

۱۷۲۲ء میں آسٹریا کے شہنشاہ نے فلنڈرلینڈس کے اہل آسٹریا کے تاجروں کو فرمان عطا کیا تھا جس کے موافق اوسٹنڈ ایسٹ انڈیا کمپنی مجاز تھی کہ وہ تجارت کرے جہازوں کو مسلح کرے قلعے تعمیر کرے اور ہندوستان کے سلاطین و امراء سے عہد و پیمان کرے جس سے اُن قوموں کو خوف پیدا ہوا جو بحری تجارت کرتے تھے۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ ہولینڈ نے مل کر اُس کو لڑائی کے ایسے ڈراوے دکھائے کہ شہنشاہ آسٹریا صُلح کرنے پر راضی ہوگیا اُس نے اس کمپنی کو بالکل و باد دیا۔ فرانسیس بتدریج ہندوستان میں اپنے قدم مستحکم جاتے جاتے تھے اگرچہ ۱۷۱۳ء میں متواتر یورپین لڑائیوں کے سبب سے کمزور ہوگئے تھے مگر پھر تیس برس تک ایسا امن و امان کا زمانہ آیا کہ اس کے سبب سے پھر اُن کی اولوالعزمی جوش میں آئی یا ہی کڑھی میں اُبال آیا۔

ایک مدت دراز تک جو امن امان رہا تو فرانس میں لوگوں کو روپئے سے منفعت حاصل

کرنے کے خیالات کا خبط دماغ میں سمایا جس کے سبب سے اُن کی ایسٹ انڈیا کمپنی انقلابات میں مبتلا ہوئی مگر پھر سنبھلتی گئی بحر ہند پر اٹلی کی تجارت کی پھر جلد ترقی ہوگئی ۱۷۱۵ء میں فرانسیسوں نے بڑے جزیرہ موریشیس پر قبضہ کیا جسکو ہولینڈ والوں نے چھوڑ دیا تھا۔ پھر انگریزوں کے ہمسایہ میں جنوب مشرق میں ساحل ہند کارومنڈل پر پانڈیچری یا پھُلچری میں اپنا دارالاقامت مقرر کیا اس میں اُن کے گورنر رہنے لگے انھوں نے اس شہر کو ایسا آباد کیا کہ ستر ہزار آدمیوں کی آبادی ہوگئی۔ اس میں کمپنی کے اول گورنر لی نوئرا ور ڈیوماس مقرر ہوتے جنھوں نے بڑی لیاقت و دانش سے کمپنی کے کاموں کا انصرام کیا ۱۷۴۱ء میں ڈیوماس کی جگہ پونڈیچری میں بڑا صاحب لیاقت گورنر ڈیوپلے مقرر ہوا اُس نے پہلے دریار ہگلی کے کنارے پرچندر نگر میں فرانسیسی کوٹھی مقرر کی اُس کو اس شہر میں سارے سول اور ملٹری اختیارات حاصل تھے اُس نے اپنی عقل دُور اندیش سے اس کمپنی کے کاموں کو بہت رونق دی۔

اب ہندوستان کی تجارت سے منفعت اُٹھانے کے لیئے دو رقیب انگلش و فرانسیس تھے جنھوں نے اپنے پہلے رقیبوں کو اس قابل نہیں رکھا تھا کہ وہ اُن کے مقابلے میں آتے۔ اٹھارہویں صدی کے وسط میں مشرق و مغرب میں ان دونوں قوموں میں تجارت میں رقابت اپنے معراج پر پہنچی تھی۔ دُنیا میں بحری تجارت میں ہندوستان کی تجارت کی برابر کہیں اور منفعت نہ تھی۔ اس میدان میں یہ دو قومیں آپس میں برسر مقابلہ آئیں۔ اور ان دونوں قوموں میں ایسی رقابت تجارت نے پولیٹکل رقابت کی صورت اختیار کی کہ تجارت سے سلطنت حاصل کرنے کے دونو قومیں منصوبے کرنے لگیں۔

۱۷۴۴ء تک ہندوستان میں یہ دونو رقیب کمپنیاں اپنے کاروبار کو دوستانہ کرتی رہیں ہر ایک قوم کی کمپنی سازوسامان میں برابر تھی اور صرف اپنی تجارت سے مطلب و غرض رکھتی تھی۔ ان صُوبوں اور ضلعوں کے اندرونی معاملات سے اُس کو کچھ سروکار نہ تھا جنکے اندر وہ اقامت رکھتی تھیں۔ فرانس کی ایسٹ انڈیا کمپنی بالکل اپنے بادشاہ سے تعلق رکھتی تھی وہ سلطنت کی قرضدار تھی اسی پر اُس کے کُل کاروبار کا مدار تھا ۱۷۲۳ء میں بادشاہ نے اُس کے

ڈائرکٹر مقرر کیئے اُنھوں نے کمپنی کے کاموں میں وہ مداخلت کی جسکے سبب سے کمپنی کو کہنا پڑا کہ گورنمنٹ ہی کی مداخلت سے ہماری ساری کم بختیاں آئیں۔ اب اس کے برخلاف انگلش کمپنی گورنمنٹ کی قرضدار نہ تھی بلکہ اس نے خزانہ شاہی کی بڑی امداد روپیہ قرض دیکر کی تھی۔ وہ گورنمنٹ کے محکموں کی مہربانی کی محتاج نہ تھی۔ وہ خود پارلیمنٹ میں اپنا اختیار و وثوق رکھتی تھی وہ اپنے معاملات کی خود ہی جوابدہ تھی۔ اُس نے اپنے کاموں کے لیئے ایک گروہ آزمودہ کار منتظموں کا پیدا کر لیا جو غیر ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور بڑے بڑے دولتمند تاجروں کے گروہ کو اپنا معاون و پُشت و پناہ بنا لیا تھا۔

مغلوں کے وسط سلطنت میں تباہی آرہی تھی وہ دُور دُور کے صوبوں کو اپنی اطاعت میں نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس لئے اُن میں حد سے زیادہ بدنظمی پھیلتی جاتی تھی بنگال کی کوٹھیوں کی نسبت دکن کی کوٹھیاں زیادہ آزاد تھیں اُن کی گردن میں بادشاہ کی اطاعت کی رسن نہیں پڑی ہوئی تھی۔ ہندوستان کے مغرب میں مرہٹوں کا بڑا زور شور تھا سمندر کے کنارہ کے اضلاع اُن ہی کے زیر فرمان تھے وہ اِن تاجر کمپنیوں کو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے۔ جنوب مشرقی ساحل کورومنڈل پر پانڈیچری فرانسیسی کمپنی کی اور مدراس انگلش کمپنی کی دارالاقامت تھے۔ یہ دونو مقام ہتیاروں اور فصیلوں اور حصاروں سے خوب مستحکم و استوار تھے۔ یہ دونو دکن کے ایک بڑے صوبے کرناٹک میں واقع تھے۔

شہنشاہ دہلی نے دکن کا حاکم آصف جاہ نظام الملک کو مقرر کیا تھا اس نے یہاں ایسی خودمختاری اختیار کی کہ دربار شاہی کے کان کھڑے ہوئے۔ اُس کے یہاں سے اُکھیڑنے کے لیئے یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے اُس کو دہلی طلب کیا مگر وہ کچھ دُور جا کر ایک سپاہ عظیم الشان کے ساتھ واپس آیا اور جو شخص اُس کا قایم مقام مقرر ہوا تھا اُس کو شکست دی اور آپ خودمختار فرمانروا ہو گیا۔ کرناٹک میں سعادت اللہ خاں نے اپنی حکومت جمائی تھی جب وہ مرگیا تو اُسکے وارثوں میں جانشینی کے واسطے فساد عظیم قایم ہوا نظام نے اس فساد کو تھوڑے دنوں کے لیئے رفع کر دیا۔ جسکے سبب سے انگلش اور فرانسیس کے دارالاقامتوں کے گرد ہندوستانی رعایا ضعیف ہو گئی۔ ۱۷۴۵ء میں یورپ میں فرانس اور انگلینڈ میں جنگ کے اشتہار کی خبر ہندوستان

میں آئی تو دونوں کمپنیوں پر ایک صدمہ پہنچا۔ اِس تجارت ہی کے سبب سے اِن دو قوموں میں سرزمین ہند میں تیغ زنی شروع ہوئی اور اٹھارہ برس تک جاری رہی جب میدانِ جنگ سے ایک جنگ آزما ہتیار ڈال کر بھاگ گیا تو جنگ موقوف ہوئی۔

سنہ ۱۷۴۱ء میں ڈوپلے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کا ڈائرکٹر مقرر ہوا۔ اب وہ اِس عہدہ پہ مقرر ہوا تھا جس پر پہلے دو بڑے صاحبِ لیاقت نیک سیرت افسر مقرر ہو چکے تھے انھوں نے حسنِ تدبیر سے ہندوستانی امراد سے ایسا میل جول بڑہا رکھا تھا کہ ماہی و کاریکل صلح کے ساتھ اہلِ فرانس کے قبضہ میں آگئے تھے۔ ہندوستانیوں کو اُنپر ایسا اعتبار تھا کہ جب کرناٹک میں مرہٹوں نے اودھم مچائی اور ۱۷۴۰ء میں اُسپر حملہ کیا تو مسلمان اُمرا و روساء کے اہل و عیال نے پونڈیچری کی دیواروں کے اندر پناہ لی اور اپنے مال و دولت کو وہاں لیجاکر بچایا۔ مگر فرانسیسیوں نے ابتک اپنی تجارت کی وسعت و عافیت کی حدود سے آگے اپنے مقاصد کے لیئے قدم نہیں نکالے تھے۔ مگر اب اِن کا حاکم بڑا عالی حوصلہ اولوالعزم دانشمند فرزانہ بےچین طبیعت کا آیا اِس نے اپنی کمپنی کو دلیری و دلاوری کے کاموں کی طرف متوجہ کیا۔ اِس نے اپنی عقل دوراندیش سے پہلے ہی سے دیکھ لیا کہ جب یورپ میں فرانس اور انگلستان کے درمیان لڑائی ٹھنگی تو ہندوستان کی کمپنیوں کی عداوتوں کی آگ کے شعلے بڑے اونچے اُٹھیں گے اِس لیئے اُن کے بجھانے کی یہ تدبیریں کیں کہ اپنے ہمسایہ کے ہندوستانی والیانِ مُلک سے عہد و پیمان کرنے شروع کیئے اور اپنے لیئے بادشاہی خطاب حاصل کیا۔ اپنی صورت بھی مسلمان امرا و سلاطین کی سی بنائی وہ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے پولٹیکل نظام میں کوئی جگہ فرانسیسی کمپنی کو بھی ملجائے۔ اُس نے اپنے سارے جنگی کارخانوں کے ساز و سامان کو خوب درست کیا پونڈیچری کی برج و فصیل و حصار کو ایسا مستحکم و استوار کرنا شروع کیا کہ اگر اُسپر سمندر کی طرف سے اتفاقیہ حملہ ہو تو وہ اُس کا مقابلہ خوب کر سکے۔

پیرس سے کمپنی کے ڈائرکٹروں کا حکم اس پاس آیا کہ وہ محافظت کے سامان میں خرچوں کو موقوف کرے اور کمپنی کے قرضوں کو ادا کرے اور تجارت کی طرف متوجہ ہو تو بھی وہ اپنے کاموں سے باز نہیں آیا۔

سنہ ۱۷۴۴ء میں یوروپ میں انگلینڈ اور فرانس کے درمیان جنگ کا اشتہار دیا گیا یہ جنگ ہی اس فیصلہ کی ابتدا تھی کہ جنوبی ایشیا میں ایک سلطنت عظیم کے مالک انگریز ہونگے یا فرانسیس اس جنگ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے جیسی کہ بعض مورخ سمجھتے ہیں کہ وہ ساحل کورومنڈل پر چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے اور ہندوستانی والیان ملک کے ساتھ سازشوں اور دوستیوں کے سبب سے تھی بلکہ وہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالی تھی کہ ان دونو قوموں میں کل سمندروں پر کسکی حکومت میں فوقیت حاصل ہوگی۔ فرانس اور انگلینڈ میں جو پچاس برس تک جنگ جاری رہی جسکی ایک شاخ ہندوستان میں تھی وہ ان کی کمپنیوں کی لڑائی تھی۔ اس میں جو انگریزوں کو فتحیابی ہوئی اُس نے ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرانسیسوں پر یوروپ میں انگریزوں کا فتحیاب ہونا اصلی سبب ہندوستان میں ان کی سلطنت جمنے کا ہے ہندوستانی والیان ملک کے ساتھ آمیزش و آویزش اس سلطنت عظیم الشان کا سبب نہیں ہے

باب پنجم

ہندوستان میں فرانسیسی ڈوپلے کے ماتحت

فصل اول فرانس اور انگلینڈ کے درمیان جنگ

سنہ ۱۷۴۴ء میں فرانس اور انگلینڈ کے درمیان آتشِ کارزار گرم ہوئی اور اسکا اثر بجلی کی طرح دونو ملکوں کے مختلف علاقوں میں آگ لگانے کے لیئے پھیل گیا۔ لارڈ بورڈونیز موریشس میں تھا اور اس کے پاس ایک بیڑا تیار تھا کہ وہ انگریزوں کی تجارت پر یا اُن مقامات پر جو ہندوستان میں اُن کے پاس تھے حملہ آور ہو۔ لیکن فرنچ کمپنی نے اس امید میں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی یوروپ کی لڑائیوں سے علیحدہ رہے اُسکے بیڑے کو روکے رکھا کہ سنہ ۱۷۴۵ء میں پونڈیچری پر انگریزی کا بیڑا نمودار ہوا۔ اس شہر کے برج دوبارہ فصیل و حصار بالکل تیار نہ ہوئے تھے ان کے تیار کرنے کی فرصت کی غرض سے ڈوپلے یہ چال چلا کہ اُس نے نواب کرناٹک کو دم دھاسے دیکر یہ حکم نافذ کر دیا کہ اس کی حدود کے اندر فرانسیسی اور انگریز لڑنے نہ پائیں۔ انگریزوں نے اس

ممانعت کے حکم کا پاس ولحاظ کیا اور مدراس کے حکام نے انگریزی کمانڈر کو کہہ دیا کہ وہ اپنی حملہ آوری کو موقوف رکھے۔ موسم ایسا طوفان خیز تھا کہ کمانڈر کو سمندر کے کنارے پر سے اپنے بیڑے کو دور لیجانا پڑا۔ لیکن جب سال دوم میں یہ انگریزی بیڑا پھر آیا تو اس کی مٹ بھیڑ فرانسیسی بیڑے سے ہوئی جو موریشس سے آتا تھا۔ اب انگلش کمپنی کی باری آئی تھی کہ وہ نواب کرناٹک سے وہی درخواست کرے جو فرانسیسوں نے کی تھی مگر نواب کو وہ رشوت خاطر خواہ نہ دیسکے وہ خود بھی اس وقت امین نہ تھا اور یہ ممکن بھی نہ تھا کہ وہ سمندر کے کنارہ پر اُن دونو بیڑوں کو لڑنے سے باز رکھ سکتا یا ایک دوسرے کو اُن کی کوٹھیوں پر گولہ زنی نہ ہونے دیتا۔ اِن دونو بیڑوں میں لڑائی ہوئی اور اس کا کچھ فیصلہ نہ ہوا کہ کسکو فتح ہوئی اور کس کو شکست۔ انگریزی بیڑا سیلون کو چلا گیا۔ لابورڈی نیز نے خشکی میں دو ہزار سپاہی اُتارے۔ اور مدراس کو خشکی اور سمندر کی طرف سے گھیر لیا۔ انگریزوں نے مدراس فرانسیسوں کو اس شرط سے حوالہ کیا کہ جب وہ تاوان جنگ ادا کریں تو مدراس کو پھر لے لیں۔ مگر یہ قرارداد ڈیوپلے کی مرضی کے برخلاف تھی۔ اُس نے اس بات کو خوب دل میں ٹھان لیا تھا کہ ہندوستان میں فرانسیسوں کی سلطنت کی بنیاد مستحکم نہیں ہوسکتی کہ یہاں سے انگریزوں کی بالکل بیخ کنی نہ ہو۔ اُس نے اسپر اصرار کیا کہ مدراس کی بنیاد تک اُکھاڑ کر پھینک دی جائے۔ کرناٹک کے نواب نے بھی اُسکی طرفداری کی اور اس لڑائی پر اُسکو بڑا غصہ آیا کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس کی عملداری میں وہ ہوئی۔ اُس نے یہ درخواست کی کہ مدراس میرے حوالہ کی جائے۔ ڈیوپلے نے اُس کو مدراس حوالہ کرنے کا اقرار کر لیا۔ اس معاملہ میں مشد ربد کے ساتھ جھگڑا ہورہا تھا کہ لابورڈی نیز کا بیڑا طوفان سے تباہ ہوا۔ تباہی سے جو جہاز بچے اُن کو لے کر موریشس روانہ ہوا۔ فرانسیس کو مدراس پر قبضہ دلا یا گیا اور انگلش سے یہ اقرار کیا کہ اگر تین مہینے کے اندر انگریز تاوان جنگ ادا کردیں تو مدراس اُنکو واپس دیا جائے۔

اب ایک اور عظیم الشان سانحہ سنئیے کہ ڈیوپلے پاس تین ہزار فوج تھی۔ اُس کے پاس گورنمنٹ فرانس نے ایک مخفی مراسلہ بھیجدیا تھا کہ ہرگز ہرگز انگریزوں کو مدراس واپس نہ دینا اُس کی نیت میں کبھی یہ نہیں آیا کہ وہ مدراس سے ہاتھ اُٹھا کر اُس کو نواب کو دے یا انگریزی کمپنی کو حوالہ کرے جب نواب نے مدراس کا محاصرہ کیا تو ڈیوپلے نے ہندوستانی سپاہ کو اپنی فرانسیسی سپاہ

سے ایک ہی حملہ میں ایسا نوک دُم بھگا دیا کہ سارے کرناٹک میں فرانسیسوں کی شجاعت و بسالت
کی دھاک بندھ گئی۔ یہ پہلی ہی لڑائی تھی جو ہندوستانی اور فرنگستانی لشکروں میں ہوئی تھی جس
میں فرانسیسی سپاہ نے ہندوستانی سپاہ کو ایسا تتر بتر بھرت تڑ بڑ آسانی سے پریشان و پراگندہ کر دیا
کہ سب پر ہندوستانی سپاہ کی قلعی کھُل گئی کہ وہ فرنگستانی سپاہ کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں
رکھتی۔ فرنگستانیوں کے دلوں سے اہل اسلام کی ہیبت حسام بالکل اُٹھ گئی۔ اس فتح کے بعد
ڈیوپلے نے اُس وعدہ کو ایفا نہیں کیا کہ انگریزوں کے ساتھ مدراس کے واپس کرنے کا کیا تھا۔
اُس نے کمپنی کے سارے اسباب کو چھین لیا اور مدراس کے انگریزی گورنر اور افسروں کو اپنے سپاہیوں
کی حراست میں قیدیوں کی طرح پونڈچیری میں لے گیا کہ اُس کی فتح کی شان و شکوہ کو لوگ دیکھیں
اور بہت سی سپاہ لیجا کر اُس نے انگریزوں کے قلعے سینٹ ڈیوڈ کو گھیر لیا۔ اس قلعہ نے جناب خوب مقابلہ
کیا کہ انگریزوں کا ایک زبردست بیڑا اُس کی حمایت کے لیے آن پہنچا۔ اب ہوا نے رُخ بدلا۔ اس
بیڑے نے قلعہ کے محاصرہ کو زبردستی اُٹھا دیا اور اُس کی عوض میں پونڈچیری کا محاصرہ کر لیا مگر
اس محاصرہ میں انگریز ایسے ہی ناکامیاب رہے جیسے کہ فرانسیسی قلعہ سینٹ ڈیوڈ میں ناکام رہے
تھے۔ انگریزوں نے یہ محاصرہ بڑی طرح کیا تھا اور فرانسیسوں نے اسکا مقابلہ اچھی طرح کیا۔
انگریزوں کو بہت نقصان اُٹھا کر محاصرہ چھوڑنا پڑا۔

۱۷۴۹ء میں ہندوستان میں خبر آئی کہ انگریزوں اور فرانسیسوں میں یوروپ میں صلح ہو گئی
اس کے سبب سے یہاں اِن دونو قوموں میں لڑائی موقوف ہوئی۔ فرانسیسوں نے انگریزوں
کو مدراس واپس کیا اور اُس کی عوض میں انگریزوں نے شمالی امریکہ میں لوئس برگ واپس دیا۔
ہندوستان کے ساحل سمندر پر ایک چھوٹے سے حصے میں پاس پاس کے مقامات میں جو ان دونو
میں تھرت بھرت چھیڑیں ہوئیں اُن کا ماحصل یہ ہوا کہ ہندوستانیوں کے دلوں میں فرانسیسوں
کی علوشان و بلند مرتبگی پیدا ہو گئی اور ڈیوپلے کی اولوالعزمی عالی ہمتی بڑھ گئی کہ وہ کسی ہندوستانی
والی ملک کو اپنی سپاہ سے ایسی امداد کر سکتا ہے کہ پھر کوئی ہندوستانی سپاہ اُس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔ نواب کرناٹک کے وارثوں میں آپس میں لڑائیاں سارے کرناٹک میں پھیل رہی تھیں
اُن کے ایک فریق سے وہ بھی آمیزش کے لیے مراسلت کر رہا تھا۔ وہ اپنے ہمسایہ کے والیان ملک

کے دلوں میں اپنی قواعد داں سپاہ کو جسکی شجاعت میدان جنگ میں ظاہر ہوچکی تھی خوف بٹھاتا تھا اور انگریزوں کو ذلیل کرنے میں کوشش کرتا تھا۔ دکن میں فرانسیسی سلطنت قائم کرنے کے لئے اپنی پولیٹیکل ذہانت و فطانت سے ایک راہ مستقیم نکالتا تھا۔

ڈوپلے وہ شخص تھا کہ جسکے سبب سے ہندوستان میں سلطنت بدلی ہے سب سے پہلے وہی اس بات کو سمجھا تھا کہ سلطنت مغلیہ کی عمارت ڈھا ڈھوکر ایک مغربی سلطنت کی بنیاد اسکی جگہ بخوبی پڑ سکتی ہے۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ ہندوستان کے والیان ملک کی بڑی سے بڑی فوج تھوڑی سی مغربی قواعد داں فوج کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ ہندوستانی سپاہ مغربی قواعد سیکھکر ولایتی افسروں کے ماتحت مغربی سپاہیوں کے برابر کام دیسکتی ہے۔ اسکے ذہن میں یہ بات بھی اچھی طرح آگئی تھی کہ اگر اہل یورپ میں سے کوئی اس جگہ حکومت کرنی چاہے تو اس کے حق میں سب سے بہتر یہ تدبیر ہے کہ کسی والی ملک کو کاٹھ کی پتلی کی طرح اپنے ہاتھ میں لائے اور پھر اُسے جسطرح چاہے نچائے۔ وہ ساحل کورومنڈل کے واقعات کی نسبت رائے مستقیم رکھتا تھا۔ جو موقع اس کو ہاتھ آتا تھا اس میں درست کام کرتا تھا مگر ایک امر میں وہ غلط فہم تھا جسکا آگے ذکر آتا ہے۔

اس وقت دکن کے کُل اضلاع میں مغلوں کی سلطنت کا نام تک باقی نہیں رہا تھا۔ کُل سلطنت آپس کے فسادوں اور لڑائیوں سے خاک میں مل چکی تھی۔ مرہٹوں کا یہ کام تھا کہ وہ غیر قوموں کی سلطنت کے لئے راستہ یوں کھول رہے تھے کہ خود دکن سے باہر جاکر تمام مسلمانوں کی سلطنتوں کو غارت کرتے پھرتے تھے اور اپنی قوت کی فصد کھول کر خون بہاتے تھے۔ دکن میں جو سپاہ تھی وہ ایک غیر قواعد آموختہ اجورہ دار سپاہیوں کا گروہ تھا جسکے پاس ہتھیار نکمے تھے۔ سمندر کے کنارے کھلے ہوئے غیر محفوظ تھے جس کا دل چاہے وہاں آسکے کوئی مزاحم و مانع نہ تھا۔ صرف ڈوپلے ہی نے نہیں بلکہ اوروں نے بھی جنکا بیان پیچھے آئیگا یہ دیکھا اور سوچنا شروع کردیا تھا کہ ہندوستان کی یہ سب حالتیں ایسی ہیں کہ اہل یوروپ کی فرمانروائی جمانے کے لئے مجملاً مفید و ممد ہیں۔ ابتدا میں ڈوپلے نے ان تدابیر پر نہ خیال کیا اور نہ ان کا حساب لگایا جو اس کی اولوالعزمی کے لئے ضروری تھیں جن کے سبب سے ہندوستان میں اس کو کامیابی اور ناکامیابی کے پلڑے تلے رہے۔ وہ یہ نہیں سمجھا کہ ہندوستانی مملکتوں میں فرمانروائی کے غلبہ کے لئے اہل یوروپ کی بحری قوت کی بنا جب تک

بودی ہے کہ سمندر کی آمد و رفت کی راہ محفوظ و مامون ہو۔ جبتک استحکام و استقلال کی شرط پوری نہ ہوگی دور دراز ملکوں پر سلطنت کا بزرگ بنا ناجانفشانی کے ضعیف سہاروں پر ایک مضر بارگراں رکھنا ہے۔ اور ایک ایسی عمارت کا بنانا ہے جو ذرا ٹھیس لگنے سے دھڑام سے نیچے گر پڑے + فرانسیسی مورخ بیان کرتے ہیں کہ لارڈ بورڈونیز پر یہ الزام لگائے گئے کہ اُس نے بے دلی سے مدراس کا محاصرہ کیا اور تاوان جنگ لینے پر اُس کو پھر انگریزوں کو واپس دینے کا وعدہ کیا جسکے سبب سے ڈیوپلے کے کامل منصوبے باطل و ناقص ہو گئے اور انگریزی دار الاقامتوں کی بیخکنی میں ڈیوپلے کے ساتھ شریک ہوکر معاون ہونے سے انکار کر دیا۔ اور یہاں سے مورشیس کو چلا گیا۔ جسکے سبب سے سواحل ہند میں دشمن کے لئے کوئی روک نہیں رہی۔ جب اُس نے فرانس میں مراجعت کی تو وہ حوالات میں بھیجا گیا اور تین برس تک حوالات میں رہنے کے بعد وہ باعزاز تمام سب الزاموں سے بری کیا گیا۔ وہ ڈیوپلے سے بگاڑ ہونے پر بحر ہند سے بہت جلد اپنے جہازوں کو لے کر روانہ ہو گیا اسکا اسطرح چلے جانا ایک خطرناک اور ناشائستہ حرکت تھی۔ مگر اس میں بہت کم شک ہے کہ اگر لارڈ بورڈونیز ان سمندروں میں اپنے شکستہ حال بیڑے کو لئے ہوئے بیٹھا تو بھی اُس کو سمندر پر وہ فرمانروائی نہ حاصل ہوتی جسکے سبب سے ساحل پر چھوٹے چھوٹے قلعوں کی فتوح یا ہندوستانی والیان ملک کی کاہل سپاہوں کا اجتماع کرنا بکار آمد اور مفید ہوتا۔

اب یہ امر بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ سمندری فضیلت و برتری پر ہند میں ملک کی فتحیابی منحصر ہے یعنی جس قوم کی بحری قوت زبردست ہوگی وہ ہندوستان میں فتحیاب ہوگا۔ جب لارڈ بورڈونیز یہاں سے چلا گیا تو ساحل ہند پر ایک انگریزی بیڑا جلوہ نما ہوا جس نے فرانسیسیوں کے سارے کاموں کو ابتر و مفلوج کر دیا اور اُس نے بآسانی فرانسیسیوں کو بھگا کر پونڈیچری میں بند کیا۔ جس سے ڈیوپلے کو بھی اندیشہ پیدا ہوا کہ اب ہم معرض خطر میں آ گئے۔ ڈیوپلے نے کیا تو بحری قوت کے معانی سمجھنے میں خطا کی یا یہ غلط سمجھا کہ وہ اپنے ملک کی اندرونی فتوح سے بحری حملوں کو بچا سکتا ہے اور بھول گیا کہ سرزمین ایشیا میں اہل یوروپ کی سلطنت جب قائم ہوتی ہے کہ اُس کی جڑیں باپ دادا کے ملک میں مضبوط لگائی جائیں۔ اول لڑائی کے تجربے سے ڈیوپلے کی ہمت بندھی کہ وہ ملک ستانی کی اعلےٰ تدابیر کرنے لگا۔

ہر صورت میں ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ڈیو پلے میں یہ لیاقت نہ تھی کہ وہ قوموں کی بحری قوت کا اندازہ بالا ضافت ٹھیک ٹھیک کر سکتا یا وہ اُسکا صحیح تخمینہ کر سکتا کہ اسٹریا کی جانشینی کے سبب سے فرانسیسوں کی بحری قوت کسقدر کم ہوگئی ہے۔ انگریزوں نے اپنی بحری قوت و قابلیت کے بڑھانے میں دولت کثیر خرچ کی جسکے سبب سے اُن کو فرانسیسوں پر صریح فضیلت و فوقیت بحری قوت میں حاصل ہوگئی باوجودیکہ وہ کئی دفعہ جھگڑے میں آئے مگر پھر بھی بحیرہ ہند میں کوئی اُنکا دشمن برابر کی جوڑ کا نہ تھا وہ سب پر بالادست تھے۔ اُن کا بول بالا تھا۔ ہولینڈ کے تمام مخازن خالی ہو چکے تھے ایک بڑا حملہ ہونے کو اُس کے سر پر کھڑا تھا اس لئے اُس نے صلحنامہ پر دستخط کر دیئے۔ فرانس کو ممالک غیر کی فتوحات نے کوئی اصلی فائدہ پہنچایا نہ تھا بلکہ قطعی نقصان اُسکو دیا تھا۔ ہولینڈ کو اُس نے جنگ سے جو مضرت پہنچائی تھی وہ انگریزی تجارت کے حق میں مفید بنائی تھی۔ اپنی بحری تجارت اور جہاز رانی کو سخت صدمہ پہنچایا تھا اور اپنے گھر کے سارے مخازن کو خالی کیا تھا بقول وولٹیر اس پاس جنگی جہاز بھی باقی نہ رہے تھے۔ پس جو کوئی قوم ایسی درماندہ ہو جائے تو وہ پھر تجارت کی مہمات عظیم کا عزم نہیں کر سکتی۔ اس نے فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو بھی نقصان پہنچایا کیونکہ اس کی دولت کو سلطنت کے ساتھ وابستہ تھی۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو کمپنی بڑی قرضدار ہوگئی اسکے سبب ڈائرکٹر بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوئے تھے۔ وہ بڑے فضول خرچ تھے اور اپنے معاملات مخفی رکھتے تھے اور اپنی ساکھ رکھنے کے لئے حصوں کے بڑے نفعے تقسیم کرتے تھے مگر یہ کام اُنکا جھوٹا اور فریب کا تھا۔

۱۷۴۶ء میں ان کو ایسی دشواریاں اور دقتیں پیش آئیں کہ اُن کو بڑی بڑی تحقیقاتیں کرنی پڑیں۔ ہندوستان میں تخفیف خرچ کرنا جیسا کہ ہندوستانی گورنر کے لیئے خوفناک ہے ایسا کوئی اور امر نہیں اسکے سبب سے احباب بھی دشمنوں کا لشکر بن جاتا ہے۔

جب فرانسیسی کمپنی کے کاموں میں کوئی خرابی واقع ہوتی تھی تو اُس کے رفع کرنے کے لیئے وزراء فرانس کا یہ دستور تھا کہ خاص کمشنر مقرر کرتے تھے کہ وہ کمپنی کو ہدائتیں کر کے اُس خرابی کو دُور کر دیں۔ اس تدبیر کے خلاف کمپنی اپنی رائے ظاہر کر چکی تھی کہ کمشنروں کے زیادہ تر مداخلت کرنے سے ہماری سارے کام بگڑتے ہیں۔ انگلینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کا انتظام آزادانہ تھا اُسکا اہتمام بڑے بڑے

سوداگر کرتے تھے جو ایشیا کے معاملات میں بڑے آزمودہ کار اور دور اندیش ہو گئے تھے پارلیمنٹ سے وہ تعلق استوار رکھتے تھے مشرق میں اُن کے بیچ بیوپار بڑی وسعت رکھتے تھے ایک سرمایہ کثیر ریند وٹھ (امانت) میں رکھتے تھے۔ جب اِن دونوں کمپنیوں کے نظاموں کو مقابلہ کیجئے تو یہ معلوم ہوگا کہ جینیل (فرانس اور انگلینڈ کے درمیان بحر) کی فرانسیسی سمت میں کمپنی کا آسرا و سہارا کیا تو لوٹری کے نفعوں پر ہے یا بٹیا کو اجاروں پر یا خزانہ شاہی کی امداد پر اور جینیل کی انگلشی سمت میں کمپنی ایک بڑی دولتمند جماعت تھی جو گورنمنٹ کو جنگ کے خرچوں کے لیئے بڑے بڑے قرضے دیکر امداد کرتی ہے۔ ۱۷۴۹ء میں کمپنی کا قرض گورنمنٹ پر ۴۲ لاکھ پونڈ تھا کمپنی کو لاکھوں روپئے تھوڑے سود پر قرض ملجاتے تھے اور اِس طرح خزانہ شاہی کی امداد کرکے وہ بہت سے حقوق حاصل کرکے اپنے چارٹر (فرمان شاہی) کو بہت بڑھوالیتی تھی۔ انگلینڈ میں دولت کی افراط اور جہازرانی کا قومی فطری شعور۔ آزاد انسٹی ٹیوشنوں کے بنانے میں اپنی ساری طاقت سے جدوجہد کرتا تھا۔ اور فرانس کی فطری قابلیت و نیز دیانت و شجاعت کو اپنے تئیں شخصی خود مختاری کی بیڑیوں میں پھنساتی تھی جو نہایت مضرت پہنچاتی تھی اور مالی حالت کو ابتر کرتی تھی اور غفلت سے بدعملی کی ساری بُرائیاں پیدا کرتی تھی۔

فصل دوم۔ دونوں کمپنیوں کی آپس میں لڑائیاں

یہ باتیں ڈوپلے کو نہیں دکھائی دیتی تھیں اُس نے یہ دیکھا کہ اُس کی بلند مرتبگی اور ذی جاہی اور کثیر الجیشی نے اُس کی حب الوطنی کی اولوالعزمی کی آزادی کا میدان وسیع کر دیا ہے پس اُس نے ہندوستان کے پولیٹکس کے ہولناک سمندر میں بغیر اس کے دیکھے بھالے اپنی کشتی رواں کی۔ اگرچہ آخیر جنگ نے ہر ایک کمپنی کے درجوں کو نسبتاً نہیں بدلا تھا مگر اُس نے ہر ایک کمپنی کی نیت کو بدل دیا تھا اور اُن کی رقابت کو گہرا کر دیا تھا دونوں کو مشرقی آمیزش و آویزش کا چسکا لگا دیا تھا۔ ہر ایک کمپنی نے فوجوں کو بھرتی کیا اور محاسدت کے سبب سے فوجکو گو اُسکا خرچ بڑا بھاری اُٹھانا پڑتا تھا کسی کمپنی نے موقوف نہیں کیا۔

اب یہ سوال کہ مقررہ سپاہ کا خرچ اُٹھایا جاسکے۔ اور یہ خرچ آمدنی سے نہ حاصل ہوتا ہو مفلس

سٹیٹ (سلطنت) اکثر یوں حل کیا کرتی ہے کہ اپنے ہمسائے سے اِس خرچ کو اُٹھواتی ہے اور اُس کے حل کرنے کی یہ صورت اور بھی ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں مشہور ہے کہ وہ والیان ملک سے معاوضہ لیکر اُن کو سپاہ مستعار دیدی جاتی ہے۔

فرنچ اور انگلش میں جب تک محاربت نہیں ہو سکتی تھی کہ یورپ میں ان میں مصالحت باقی رہے مگر وہ آپس میں عہد نہیں کر سکے لئے اسطرح تیار ہو سکتی تھیں کہ اپنے سپاہیوں کے پولیٹکل داؤں گھات ایک دوسرے کے خلاف لگائیں اور اپنی سپاہوں میں کفایت سے خرچ کریں اور اپنی رعب داب کے دائرے کو فراخ کریں اور اُن لڑائیوں کی آڑ میں جو اِس ملک میں انکے گرد ہو رہی ہوں ایک دوسرے پر تاک تاک کے نشانے لگائیں۔ ہندوستان میں والیان ملک اور امیروں کی متواتر لڑائیاں ہو رہی تھیں اور وہ میدان جنگ میں فرنگستانی سپاہ کے لوہے کو مان گئے تھے۔ پس وہ تیار تھے کہ اُن سے سپاہیں مستعار مانگیں اور کشادہ دلی سے اُسکا معاوضہ دیں کمپنیوں کو ہندوستانی والیان ملک کے ساتھ اس سودے کے کرنے میں دشواری تھوڑی سی تھی یہاں حق سلطنت صرف یہی تھا کہ کوئی اپنی قوت و طاقت سے ملک کو تسخیر کرے (زور ہی بڑا حق تھا) طاقت ہی کا دست بالا تھا۔ اِن سب کی فرماں روائی کی ہستی ایک جنگ کے داؤں پر لگی رہتی تھی۔ لائق غاصب جنکا کوئی حقِ سلطنت نہ تھا اور مستحق وارث جنمیں کچھ لیاقت نہ تھی سپہ سالار جنہوں نے چند ضلعوں کو مسخر کر لیا ہو۔ مرہٹے کپتان۔ یا جانباز افغان جو چند ہزار سواروں کے افسر ہوں۔ صوبوں کے ناظم جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوں۔ غرض یہ سب کے سب اپنے خاندانوں کے لیئے سلطنت جمانے کے لیئے قسمت آزمائی کر رہے تھے۔

یہ سب رقیب و حریف اشد ضرورت کی صورت میں انگلش و فرنچ کی سپاہ کی استعانت کے خواستگار ہوتے تھے۔ اور اُن کا دماغ ایسا نہ تھا کہ اِس فرنگستانی سپاہیوں کی امداد کے لازمی نتیجہ کی تمیز کر کیا ہوگا۔

یوروپ کی صلح نے انگریزوں اور فرانسیسیوں کو آپس میں لڑنے سے منع کر دیا تھا اس لیئے اُن کی سپاہیں بیکار تھیں یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جب ارکان سپاہ پاس اسقدر سپاہ ہوتی ہے کہ اُن کی محافظت کی ضرورت سے زائد ہوتی ہے تو وہ اوروں کی تخریب میں اپنے ہاتھ پاؤں ہلاتے

یہاں تو ہندوستانی والیان ملک یہ تمنا یہ چاہتے تھے کہ فرنگستانی سپاہی تنخواہیں اور خدمت ہم سے
لیں اس لئے دونو قومیں مہمات عظیم میں فوجکشی کرنے میں اپنی منفعت کثیر کی امید کرتی تھیں کہ
اُن کی تجارت کو وسعت ہوگی ملک بھی کچھ ہاتھ آئیگا۔ رقیب پر بھی نقصان پہنچانے کا احتمال ہوگا
ان ترغیبوں کی جال میں اول انگریز پھنسے۔ مرہٹوں کی ریاست تنجور کے راجہ کو اس کے بھائی
نے نکال دیا تھا۔ انگریز اس راجہ کو گدی پر بٹھانے کے لئے گئے اور وہاں اس بے ڈھنگی طرح
لڑے کہ شکست پائی اور اپنی فوج کا سارا خرچ اٹھانا پڑا اور کچھ زمین بھی دینی پڑی۔ انگریزوں کی
یہ کچھ فوجی خطا نہ تھی بلکہ یہ پولٹیکل بڑی موٹی غلطی تھی کہ انھوں نے ڈوپلے کے لئے ایسے وقت
میں کہ وہ ہندوستانی والیان ملک کے فسادوں میں مداخلت کرنے کے لئے بڑے بڑے
ارادے کر رہا تھا اور منصوبے باندھ رہا تھا کہ خود مداخلت کی بہت بڑی نظیر قایم کر دی۔ اب
ڈوپلے فرانس کی برتری و بزرگی کو بروئے کار ظاہر کرنے کے واسطے آمادہ ہوا کہ دکن میں جو
والیان ملک میں سند نشینی کے لیئے آپس میں فساد ہو رہے ہیں اس کو اپنی شمشیر سے فیصلہ کرے
ہندوستانی والیان ملک کے معاملات میں دخل دینے کے لئے ڈوپلے کو یہ موقع خوب
ہاتھ آیا کہ دکن میں وسیع سلطنت حیدرآباد کا بانی اول آصف جاہ ایک پیر کہن سال اس سرائے
کہنہ سے رخصت ہوا۔ اس کے جانشینی کے لیئے اُسکے بیٹے ناصر جنگ اور نواسے مظفر جنگ میں
فساد برپا ہوا دونو مسلح ہوکر برسر جنگ ہوئے۔ کرناٹک میں آصف جاہ نے اپنی حکومت و قوت
سے امن قایم کر دیا تھا۔ اس کے مرتے ہی دفعتہً آپس میں آتش فساد کے شعلے اُونچے اُٹھنے لگے
اور اس کی فرمانروائی کے لیئے جو نظام حیدرآباد کی ماتحت تھی کئی مدعی کھڑے ہوئے اور سخت
لڑائیاں لڑنے لگے۔ ان دو نو جانشینوں کے ملکوں میں ہل چل مچگئی اور سازشوں اور دغا
فریب کا ایک جال بچھ گیا اور پوشیدہ قتل کرنے کا اور محاصروں کا اور بے قاعدہ لڑائیوں کا ایک
تار بندھ گیا۔ اس زمانہ میں کلایو اور لارنس نے اپنے کارنمایاں دکھانے کی بڑی شہرت حاصل
کی۔ بعض اور انگریزوں نے بھی بڑے بڑے کام کیئے مگر اب تو اُن کا نام تک بھی نہیں لیا جاتا۔
اب ڈوپلے پھر بالکل اپنی بہادرانہ مستعدی کے ساتھ اس کام پر جھک پڑا اُسکا مقصد اعظم
یہ تھا کہ کرناٹک میں جسکے اندر مدراس اور پونڈیچیری واقع تھی ایک ایسے شخص کو نواب بنادے

کہ وہ اہل فرانس کا دستگیر و تابع ہوا اور انجام کار میں اسکا یہ مقصد حاصل ہوا کہ نظام حیدرآباد کے دربار میں فرانسیسی گروہ کو رسوخ حاصل ہوا۔ نظام کے ماتحت برائے نام کرناٹک رہ گیا اور ان دو باتوں کے ہونے کے بعد اُس کو اُمید تھی کہ ہندوستان میں فرانسیسیوں کی ایک زبردست سلطنت قائم ہو جائے گی۔ انگلش کمپنی اس اُمید میں رہی کہ سنہ ۱۷۴۸ء میں انگلینڈ اور فرانس میں جو مصالحت ہوئی ہے اسکے سبب سے ہندوستان میں فرانسیسیوں کے ساتھ لڑنے سے انفراغ حاصل ہوگا۔ مگر یہ امر جلد ظاہر ہوگیا کہ اب انگریزوں کو فرانسیسیوں سے زیادہ خوف و خطر ہوگیا۔ اس مصالحت کے سبب سے ڈوپلے کو ایسی فرصت ملگئی کہ اُس نے کرناٹک کی نوابی کے اُمیدوار چندا صاحب کی اپنی سپاہ سے بڑی امداد کی اور کرناٹک کے فرمانروا نواب انورالدین خان پر بہت جلد حملہ کیا اور اُس کو شکست دیکر قتل کیا۔ چندا صاحب نے فتحیاب ہوکر اپنی فوجوں کو مظفر جنگ کے لشکر سے ملایا اور دونو ساتھ پونڈیچری میں گئے۔ یہاں فرانسیسیوں نے ان کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ ان دونو نے اہل فرانس کو بہت سا ملک دیا جسکا بڑا حصہ خاص ڈوپلے اور اُس کی بی بی کو ملا۔ اب فرانسیس مظفر جنگ کو دکن میں نظام بنانے کے لیئے اور چندا صاحب کو کرناٹک میں نواب بنانے کے واسطے علانیہ سعی کرنے لگے۔

فرانسیس کی ان کارروائیوں کو انگلش دیکھ کر بہت سہم اور دہشت زدہ ہوگئے اگرچہ تنجور میں اُنھوں نے ایک خودسر اسیمہ طریقہ اختیار کیا تھا مگر فرانسیسیوں سے اُنھوں نے ایسی زہرآلود خط کتابت شروع کی کہ جسکا انجام یہ ہوا کہ دونو میں جو عہد و پیمان تھے وہ شکستہ ہوگئے۔ اب انگریزوں کو فرانسیس دھمکاتے اور دباتے تھے ناگزیر انگریزوں کو فرانسیسیوں کی جانب مخالفت کی طرفداری اختیار کرنی پڑی۔ جب ڈوپلے نے مظفر جنگ کی حمایت کے لیئے ایک لشکر جرار بھیجا تو اُسکی مخالف ناصر جنگ نے انگریزوں کی طرف رجوع کی۔ انگریزوں نے کچھ تامل کرکے اپنی چھ سو سپاہ ناصر جنگ پاس بھیجی اور محمد علی کو بھی اعانت کی جسکو ناصر جنگ نے کرناٹک میں نواب مقرر کیا تھا کہ وہ چندا صاحب سے اُس نوابی کے لیئے لڑے۔ پس اسطرح ناصر جنگ اور محمد علی کے معاون و مددگار انگریز ہوئے کہ ایک کو دکن کا ناظم اور دوسرے کو کرناٹک کا نواب بنادیں اور اُن کے مخالفین تھے جو مظفر جنگ اور چندا صاحب تھے پشت پناہ فرانسیس بنے۔

انگلش نے انگلینڈ کو اپنی درخواستیں بڑی شد و مد کے ساتھ بھیجیں اور اپنے ڈائرکٹروں سے بیان کیا کہ فرنچ نے ہماری دارالاقامتوں کو غارت کرنے کے لیئے کمر باندھی ہے انھوں نے بڑے بڑے اضلاع پر قبضہ کر لیا ہے اور ہماری سرحدوں پر اپنے جھنڈے کھڑے کیئے ہیں اور ہماری دارالاقامتوں کے محصور کرنے کے لیئے ایسی کوششیں کر رہے ہیں کہ نہ ہمارے پاس کھانے پینے کی چیزیں پہنچ سکتی ہیں نہ اسباب تجارت جا سکتا ہے ناصر جنگ کو اس کے قدیمی ملازموں نے مار ڈالا ہے جسکے سبب سے مظفر جنگ جسکا بڑا حامی ڈوپلے تھا کچھ مدت کے لیئے دکن کا ناظم بےخوف وخطر ہوگیا ہے اور کرناٹک میں چنداصاحب فرانسیسوں کی کمک سے ایسا زبردست ہوگیا ہے کہ کوئی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا صرف قلعہ ٹرچناپلی باقی رہ گیا ہے جو اُسکا مقابلہ کرتا ہے۔ ان وجوہ سے فرانسیسوں کو اپنے مقاصد میں بڑی فتح ونصرت حاصل ہوگئی ہے۔

فرنچ اور انگلش نے ہندوستان کے والیان ملک کے مخالف فریقوں کی امداد میں لشکر کشیوں میں بڑے بڑے کام کیئے اُن کا مختصر بیان صفائی سے کرنا بڑا مشکل کام ہے اسلیئے کہ اِن لڑائیوں کا اور ہر کار عظیم کا نتیجہ فرنگستانی سپاہیوں کی کارگزاری پر موقوف تھا۔ جب میدان جنگ میں انکے سپاہیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں تو مدراس اور پونڈیچری کی کمپنیوں نے ایک دوسرے پر انٹرنیشنل قانون کے خلاف کام کرنے کا اُلٹا الزام لگایا اور لڑائی میں الحرب خدعہ کو دغا و فریب ایک دوسرے کا بتایا۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی گورنمنٹ سے انگلینڈ اور فرانس میں یہ التماس کیا کہ ہر ایک نے دوسرے کے ساتھ پولٹیکل اخلاق کے برخلاف سلوک کیا ہے۔ فرانسیسی سپاہ نے کرناٹک کو اپنے اُمیدوار کے لئے فتح کر لیا ہے اور بسی کو بھیجا ہے کہ حیدرآباد دکن میں مظفر جنگ کو نظام بناوے بظاہر اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام میں فتحیاب ہوگا۔ انگریزوں نے محمد علی کی امداد کے واسطے ترچناپلی میں سپاہ بھیجی تھی۔ محمد علی نے بہت اچھی طرح چنداصاحب کے ہاتھوں سے قلعہ کو بچا رکھا قلعہ کو ایک لشکر جرار حصار کیئے ہوئے تھا اور اس میں فرانسیسی سپاہ بھی موجود تھی مگر قلعہ صرف اس سبب سے بچ گیا کہ کرناٹک دارالسلطنت ارکاٹ کو کلایو نے اپنی دلاوری و مردانگی سے فتح کر لیا جسکے سبب سے دشمنوں کی توجہ قلعہ ترچناپلی کی طرف سے دوسری جانب ہٹ کر ارکاٹ کی طرف ہوگئی۔ اور ٹرچناپلی کو جو سپاہ حصار کیئے ہوئے تھی اُس کا

بڑا حصہ ارکاٹ کی تسخیر کے لیئے بھیجا۔ اُس نے ارکاٹ پر سخت حملے بڑے زور سے کیئے باوجودیکہ قلعہ کی فصیل بودی تھی اور اُس میں سپاہ بھی تھوڑی تھی مگر کلایو نے اپنی ہمت مردانہ اور دلیرانہ سے سب حملوں کو رفع کردیا۔ وہ اور لارنس دونو انگلش اور اپنے دوست والیان ملک کی سپاہ کو میدان جنگ میں لے گئے اور بڑے کار ہار نمایاں کئے۔ فرنچ نے مراسلت و آمدرفت کو بند کردیا چینڈا صاحب کی سپاہ کو پریشان و پراگندہ کردیا۔ فرانسیس افسروں کو گرفتار کیا اور ترچناپلی کو محاصرہ سے بالکل خلاص کیا۔ مرہٹوں نے محمد علی سے آمیزش کرکے چینڈا صاحب کو قتل کرڈالا۔ مظفر جنگ بھی حیدرآباد کی طرف جاتا تھا کہ ایک لڑائی میں مارا گیا۔

اس اثنار میں بوسی نے بڑی دانائی کی کہ حیدرآباد میں ناصر جنگ کے چھوٹے بھائی صلابت جنگ کو نظام بنایا جسکے سبب سے اُس کو یہاں بڑا رسوخ حاصل ہوگیا اور ساری سپاہ کا وہی سپہ سالار ہوگیا اور ہندوستانی گورنمنٹ کی جگہ بوسی کی گورنمنٹ ہوگئی جسکے سبب سے ہندوستانی اس پر رشک و حسد اور اُس کے برخلاف سازشیں کرنے لگے باوجود ان باتوں کے وہ اپنی دانائی اور فرزانگی سے ایسے کام کرتا تھا کہ نظام نے اُس کو چار ضلعے جو اب تک شمالی سرکاریں کہلاتی ہیں بالائے کرناٹک کے مشرق میں دیدیئے۔ جن کی آمدنی اُس کی سپاہ کے خرچ کے لیئے وافر تھی لیکن بوسی خوب جانتا تھا کہ حیدرآباد سے دور کے ملک میں اُسکا قدم اُکھڑ اُکھڑ رہیگا اور وہ نیم باغی سپاہ کا جسکے صرف چند فرانسیسی افسر ہیں تابع رہے گا اسواسطے اُس نے انگریزوں سے مصالحت کرنے کی مصلحت بتلائی۔ اب کرناٹک میں بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ ڈوپلے کے برخلاف لشکرکشی ہونے لگے گی جسکے پاس سپاہ کے کمانڈر ایسے نہ تھے کہ وہ کلایو اور لارنس کے مدِمقابل ہوتے۔

اب ڈوپلے کی آنکھیں کھلیں اور اُس کو دکھائی دینے لگا کہ میں جس چالبازی کا موجد تھا اُس پر عمل کرنے میں انگریزوں کو میرے طرفداروں سے کمتر نہیں رکھا۔ ترچناپلی کے محاصرہ میں فرانسیسوں کا سارا زور خرچ ہوگیا اور امتداد محاصرہ سے اُن کو سوائے پراگندگی اور پریشانی کچھ حاصل نہیں ہوا اب ہندوستانی والیان ملک کی اور فرانس کی گورنمنٹ کو ڈوپلے پر پہلا سا اعتماد و اعتبار نہیں تھا وہ جن والیان ملک کو سلطنت دلانی چاہتا تھا اس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی اسلئے اُسکی جو

پولیسی پایہ اعتبار سے ساقط ہوگئی تھی۔ اور اس سبب سے وہ بدنام ہوگیا تھا۔ اب یہ امر مقتضائے طبع بشری تھا کہ وہ کمپنی کی مالی حالتوں کو چھپاتا تھا اور اُن کو اور پیرایہ میں دکھاتا تھا جب پونڈیچری سے فرانس میں ڈائرکٹروں کو اطلاع ہوئی کہ کمپنی بیس لاکھ ترنک کی قرضدار ہوگئی ہے تو انھوں نے ڈیوپلے کو ہندوستان سے بلایا۔ انگلش کمپنی انگلینڈ میں اپنی گورنمنٹ پر یہ دباؤ ڈال رہی تھی کہ ہندوستان میں جو ناجائز جنگ کا انتظام ہورہا ہے اور ڈیوپلے کارروائیاں کررہا ہے اُس کے برخلاف گورنمنٹ ڈپلومیٹک اظہار کرے۔ اور اس نے یہ بھی عرض کیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی جو تجارت کرتی ہے وہ ایسٹ انڈیا میں انگریزی قوم کی تجارت ہے اس لئے قوم کا بڑا تعلق اس امر سے ہے کہ فرانسیس کی قوت ایسی بڑھ گئی ہے کہ ڈیوپلے جنوبی ساحل پر راس کومرین (کماری) سے کرشنا دریا تک مالک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

فرنچ کی وزارت نے انگلینڈ کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا کہ جس سے وہ وقت مشکل الجھیڑے میں پڑتا۔ انگلینڈ کی بحری قوت فرانس کی تمام کولونیوں میں ایسی خطرناک ہوگئی تھی اور ہندوستانی لڑائی جھگڑوں کے بے انتہا ہونے سے فرانس کا خزانہ خالی ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے فرنچ وزارت کے پاس معقول دلائل تھیں کہ وہ راست بازی سے دونو کمپنیوں کے درمیان بجائے محاربت کے تعلقات کے مصالحت کے روابط کو قائم کرے اور دونو کو اس امر پر متفق کرے کہ وہ اپنے قدیمی تجارتی بیوپار پر عود کریں۔

۱۷۵۴ء میں فرنچ نے پونڈیچری میں ڈیوپلے کی جگہ گودھو کو مقرر کیا اُس نے سانڈرس گورنر مدراس سے ان شرائط پر مصالحت کی۔ اول انگریزوں اور فرانسیسوں میں لڑائی بالکل موقوف ہو دوم دونو کپتان آپس میں عہد کریں کہ وہ ملکوں کی تسخیر میں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنی نہ چاہیں اور چند مقامات جنکی تفصیل صلحنامہ میں لکھی ہوئی ہے اُن کو اپنے پاس رکھیں۔

ڈیوپلے بھی لوبرڈنیر کی طرح فرانس میں بلایا گیا اور وہاں سب بے عزتی کے ساتھ افلاس کی حالت میں مرگیا۔

فصل سوم۔ ڈیوپلے کی پولیسی کا امتحان

اس مصالحت کے سبب سے دونو کمپنیوں میں جنگ و پیکار کا بازار بالکل ٹھنڈا ہوا جس سے فرانس کی

بلند اقبالی اور دانست مندی کا پانسہ پلٹ گیا - وزارت فرانس پر زمانہ حال کے محققین لعن طعن کرتے ہیں کہ اُس نے اپنی کوتہ اندیشی اور نامردی سے ڈیوپلے کی پولیسی کو ترک کیا اور فرنچ گورنمنٹ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے جیتی ہوئی بازی کو چھوڑ دیا - اُس نے ایسے وقت میں اُس آدمی کی ذہانت سے کام نہیں لیا جس نے اول یہ خیال پیدا کیا تھا کہ ہندوستان میں ایک بڑی فرنگستانی سلطنت قائم ہو سکتی ہے اور اُس نے اس مشکل کام کا امکان نہیں دکھایا تھا بلکہ اُس کے پورا کرنے کی صحیح ترکیب کو بھی بتلایا تھا - یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے فتح کرنے میں فرانس کی ذہانت کے انگریز مقلد ہیں اور جو طریقہ فرانسیسوں نے ایجاد کیا تھا اُسی پر انگریزوں نے چلنا اختیار کیا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان کے تسخیر کرنے میں انگریز فرانسیسوں کے مقلد ہیں موجد نہیں - جیمس مل نے ہندوستان کے انگریزوں کے فتح کرنے کے اسباب کا یہ لب لباب نکالا ہے کہ ہندوستان کے فتح کرنے کے دو طریقے اہل فرانس نے منکشف و ایجاد کئے - اول یہ کہ ہندوستانی سپاہ بمقابلہ قواعد دان فرنگستانی سپاہ کے بہت ضعیف و کمزور ہیں دوم یہ کہ فرنگستانی قواعد کو ہندوستانی آسانی سے سیکھ کر اہل یورپ کی خدمتگذاری خوب کر سکتے ہیں - ہندوستان کے اکثر مورخ جیمس مل کی تقلید کر کے بار بار یہی لکھتے ہیں اور اسپر اصرار کرتے ہیں کہ ڈیوپلے کی ناکامیابی کے اسباب یہ تھے کہ فرنچ کے بحری افسر اُسکے ساتھ شریک ہو کر مدد و معاون نہیں ہوتے تھے اور ملٹری کمانڈر (فوجی افسر) بھی اُس کے پاس اچھے نہ تھے - فوجکشی کے نازک وقتوں میں بد قسمتی سے اسپر آفات نازل ہوتی تھیں - اور اِن سب باتوں سے زیادہ فرنچ وزارت کی بزدلی و کم ہمتی تھی +

یہ بات بالکل سچ ہے کہ ڈیوپلے نہایت ذکی و ذہین اور بڑا پولیٹکل دور اندیش تھا جس نے کل مزاحمتوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا - مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی سچ ہے کہ ڈیوپلے کے پاس جو جنگی افسر تھے اُن میں کوئی سوا بوسی کے ایسا خوش نصیب اعلیٰ درجہ کا افسر نہ تھا جیسے کہ انگریزوں کے پاس کلایو اور لارنس تھے - بوسی بڑا لائق افسر تھا - فرانسیسی مورخین بہت خوشی سے اسکا اقرار کرتے ہیں مگر جب وہ ڈیوپلے کے ماتحت تھا اور پھر لالی فرنگی کے ماتحت ہوا - دونوں کی ماتحتی میں اُسکی نیت زیادہ یہی رہی کہ اپنی دولتمندی کی نیو جمائے اور حیدرآباد میں سپاہ کا بالکل خود مختار سپہ سالار ہو جائے وہ اسی دھن میں لگا رہا اور کرناٹک کے سخت لڑائی جھگڑے دونو کمپنیوں میں ہوتے رہے اُن

میں شریک نہیں ہوا۔ الفنسٹن صاحب کے ساتھ سر الیفرڈ لائل اس بارے میں اتفاق رائے نہیں کرتے کہ ڈیوپلے ہی اول شخص تھا جو سمندر کی بندرگاہوں سے قواعد دان فرنگستانی سپاہ کو ملک کے اندر دور تک لے گیا اور وہاں اس کے کارنمایاں دکھائے۔ اسی نے اول یہ تحقیق کیا کہ مغلوں کی سلطنت کی عظمت و شان و شکوہ صرف دھوکے کی ٹٹی ہے اگرچہ یہ بات حسد پر محمول ہوتی ہے کہ ڈیوپلے جیسے لایق اور بدنصیب شخص کی عزت پر جو بعد مرنے کے اس کو حاصل ہوئی کوئی بٹا لگایا جائے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر چاروں طرف کی حالتیں ایسی تھیں کہ ان کا اقتضا یہ تھا کہ ڈیوپلے ان ترکیبوں کو جو اس نے کیں بروے کار لائے۔ اس لئے اس کو ایشیا میں جنگ آرائی اور پولیٹکس کے موجد ہونے کا درجہ نہیں ملسکتا۔

مشرقی سلطنتوں اور سپاہیوں کا ضعیف ہونا مدت سے معلوم تھا۔ ہندوستان میں تو قدرتی اسباب ایسے ہیں کہ وہ بہ نسبت اور عظیم الشان ایشیائی سلطنتوں کے غیروں کے مقابلہ کی قابلیت کم رکھتا ہے۔ اس کی دیسی آبادی میں شاذ و نادر سپاہیں ایسی بھرتی ہوسکتی ہیں کہ متوسط ایشیا کے خانہ بدوش گروہوں کا مقابلہ کرسکیں۔ دکن میں والیان ملک جن سپاہیوں پر بھروسہ کرسکتے تھے وہ اکثر شمال کے اجورہ دار سپاہی ہوتے تھے۔ سترہویں صدی کے آخر میں غالباً بادشاہی لشکروں کی حالت بہتر ہوگئی۔ مگر برنیر لکھتا ہے کہ مغلوں کی کل سپاہ کا تھوڑا سا کام تورانی سپاہ کا ثمن کرتا ہے۔ کوئی شخص جو فرنگستانی سپاہ کا تجربہ رکھتا ہے بشبہ نہیں کریگا کہ چند قواعد داں فرنگستانی رجمٹیں جنکے سامان اچھے ہوں کرناٹک کی سپاہ کے ایک جسم غفیر مجمع کثیر کو پریشان اور پراگندہ کرسکتی ہیں۔ فی الحقیقت اس میں کوئی بڑا ایجاد نہ تھا کہ فرانسیسیوں نے ہندوستانیوں کی چند پلٹنوں کو اپنی قواعد سکھائی کہ وہ ان کی خدمتگزاری کریں۔

مغلوں کی سپاہ میں ہمیشہ چند فرنگستانی افسر ہوتے تھے۔ اور ڈیوپلے کے زمانہ کے بعد چند سال کے اندر مرہٹوں کے سردار قواعد داں رجمٹیں تیار کرتے تھے اور جیسی کہ فرنگستانی کمپنیوں نے ہندوستان کی لڑائیوں میں مصروف ہونا شروع کیا تب سے ہندوستانی اجورہ دار سپاہیوں کو جنکا ہجوم کمپنیوں کے کیمپ میں رہتا تھا انگریز قواعد سکھانی شروع کی جو بالفعل ایک انکشاف کے درجہ پر پہنچ گیا۔ قواعد داں سپاہیوں کی قدر و منزلت کو جو فرنگستانی تو

بالفعل جانتے تھے وہ اُس کو کیا منکشف کرتے اور تحصیل حاصل کرتے یہ تو ہندوستانیوں کا انکشاف
تھا کہ جب اُن کو میدان جنگ میں قواعد داں سپاہ سے جنگ و نبرد کا امتحان ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا انھوں
نے فوراً تحقیق کر لیا کہ فرنگستانی قواعد ہوتے کچھ ضرور نہیں ہے کہ ڈیوپلے کی اُس اعلےٰ درجہ کی عزت
میں کسی داغ لگانے کی کوشش کیجائے جسکا وہ مستحق اس سبب سے تھا کہ اُس نے اہل یورپ
کو اول ہندوستان کے فتح کرنے کی راہ مستقیم دکھائی تھی۔ سب سے زیادہ دلچسپ سوال یہ ہے کہ
باوجود ایسی ذہانت ذکاوت وقابلیت و توانائی و قوت و حب الوطنی کے وہ کیوں تھوڑی
دُور چلا اور آگے نہیں بڑھ سکا۔ جو لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ ڈیوپلے کے خیالات کی طرف جو
اُس کے ہندوستان کی بابت تھے فرانسیسی گورنمنٹ اندھاپن نہ اختیار کرتی اور اُس کے ماتحت
افسر کا موٹی موٹی غلطیاں نہ کرتے اور اُس کے احکام سے سرتابی نہ کرتے اور ہندوستان میں وہ خود
ہی معزول نہ ہو جاتا تو ہندوستان میں انگلینڈ کی جگہ فرانس ہوتا۔ اُن کو یہ سچا جواب دیا جا سکتا
ہے کہ وہ تاریخی تناسب مناسبت پر لحاظ نہیں کرتے اور کل حالت و محل کا ناقص اندازہ کرتے ہیں اور
وہ اس تنگ مسئلہ نظری پر چلتے ہیں کہ وسیع پولیٹکل تغیرات چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے ہیر پھیر سے
آویزاں ہوتے ہیں یا کسی چوکیوں کے وقت کسی جنرل یا گورنر کے طریقہ رویہ پر موقوف ہوتے ہیں
ملک گیری کے لیئے جو انگلینڈ اور فرانس میں لڑائی جھگڑے ہوئے ہیں اُنکا اندازہ اس وضع
سے نہیں ہو سکتا نہ وہ اِس نازک ترازو میں ٹھیک ٹھیک تُل سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دکن میں
جو اِن دو کمپنیوں کے درمیان منتشر بے قاعدہ لڑائیاں ہوئیں اُنھوں نے ایک طرف یا دوسری
طرف کسی انجام کار کو بتایا کہ کیا ہو آج۔ کرناٹک کی جنگ دو ملکوں کے بادشاہوں کی طرف سے
نہیں تھی وہ ناگزیر لا حاصل بے نتیجہ تھی۔ نہ فرنچ فرانس کو نہ انگلش انگلینڈ کو اپنی اقامتوں کے لیئے
علانیہ کھوٹ کھٹانے کی جرأت کر سکتے تھے۔ اور اگر یہ ہندوستانیوں کی کمک کے توسط سے ہوتا
بھی تو انگلینڈ اور فرانس کی گورنمنٹیں پہلے ہی سے اس میں مداخلت کرتیں۔ پرائیویٹ یا ملک کی
لڑائیوں سے ڈیوپلے کو انگلش کے برخلاف چند روز غلبہ ہو گیا تھا مگر وہ خشکی کے اندر محصور تھا
جہاں ڈیوپلے زیادہ طاقتور تھا اسلیئے کہ دو قوموں میں مصالحت تھی ایسکے بیڑے اُن لڑائیوں میں
شریک نہیں ہو سکتے تھے تین سال بعد جب دو قومی لڑائیاں شروع ہوئیں تو انگلش کی بحری

قوت نمایاں ہوئی اور اُس نے اپنا قطعی اثر دکھایا۔

ڈیوپلے کی طبیعت میں پولیٹکل معاملہ فہمی کی خداداد قابلیت وجدت و قوتِ ایجاد تھی اور اُس کے مزاج میں تحکم و تکبر و اخلاقی بے باکی تھی اُس نے شرقی ملک ستانی کے لیئے بڑی دلیرانہ وسیع تدابیر کیں مگروہ داؤں ہارا جسکے ہارنے میں اُس کی چالبازی اور کھلاڑی پنے میں کوتاہی نہ تھی بلکہ گورنمنٹ کی قوت اور متواتر سہارا دینے میں کمی تھی۔ اُس نے خوب سوچ لیا تھا کہ جب تک کوئی فرنگستانی کمپنی اپنے مقامات پر قبضہ رکھتی ہے یا ہندوستانی گورنمنٹ کی سریع الزوال اور طامع مرضی کے موافق تجارت کرتی ہے وہ نہایت ناپائدار ہے اور وہ دوسرے کی مرضی پر موقوف ہے اُس نے معقول صحیح ترکیب یہ بتلائی کہ ہمکو اپنے تئیں آزاد اور مالک بنانا چاہیئے اور جو فرنگستانی رقیب ہماری راہ کو قطع کرے اُس کو مارکر ہٹانا چاہیئے اگر فرانس سے انگلش زیادہ طاقتور نہ ہوتے تو ڈیوپلے اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوجاتا اُس نے فاش غلطی یہ کی کہ اپنی نمایش دنمود بڑی دھوم دھام سے کی اور ہندوستانیوں کے ساتھ بڑی ہوشیاری و بلند نظری سے سازشیں کیں مگر اہلِ فرنگ کو اہل ایشیا سے مشرقی ہتیار لیکر آمیزش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے ہتیار لیکر اُن سے ملنا چاہیئے۔ باوجود ان سب باتوں کے اِس تھوڑے زمانہ کی تاریخ میں ڈیوپلے ایک افسانہ ہے جس میں سمندر پار ملک ستانی کے لیئے فرانس اور انگلش کے درمیان اٹھارہویں صدی میں طول طویل سخت جنگ برپا رہی گو ڈیوپلے کی قوت سے بالکل باہر تھا کہ وہ ہندوستان میں کسی فرنگستانی قوم کی قسمت کا فیصلہ کرتا مگر اُس کی تدابیر کا نتیجہ یہ تھا کہ فرانس کے برخلاف انگریزوں نے اِن اسباب کی تکمیل کی جسکی تکمیل انگریزوں کے برخلاف فرانس کرنی چاہتا تھا۔ یہ امر محقق ہے کہ اب ڈیوپلے کے سوا اوروں کو بھی ہندوستان کی فتح کرنے کا خیال تھا اور ایک سے زیادہ ایسے عالی دماغ روشن ضمیر تھے جو یہ خیال رکھتے تھے کہ کُل مُلک ہندوستان کا آسانی سے ایک یوروپین گورنمنٹ تسخیر کرسکتی ہے۔ اِس بات کا سمجھنا آسان ہے کہ جب ۱۷۵۳ء میں فرانس اور انگلینڈ نے یہ قصد مصمم کرلیا کہ ہندوستان میں اُن کی کمپنیوں کے درمیان لڑائی بالکل موقوف ہوجائے تو اُنکو اِس امر پر تحریک ہوئی کہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں اپنے اپنے گورنروں کو مجبور کریں کہ وہ پولٹیکل معاملات سے باہر رہیں اور تجارت میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ اب تک طرفین میں سے کسی کو کوئی قطعی فائدہ بھی نہیں حاصل ہوا تھا ۱۷۵۴ء میں فرنچ اور انگلش کی امداد اور کمک کے لیئے فرانس اور

انگلینڈ سے دو ہزار سپاہی یہاں آ گئے تھے۔
اورم صاحب لکھتے ہیں کہ فرانسیسی سپاہ سے قابلیت اور لیاقت انگلش سپاہ میں ایسی
بڑھی ہوئی تھی کہ اگر فرانسیسی انگریزوں سے لڑائی لڑتے تو ہزیمت اٹھاتے۔ جب ساحل پر انگریزی
بیڑا آ گیا تو یہ بھی ایک وجہ اس کی ہوگئی کہ گوڈیو پلے کے خیالات مصالحت کی طرف راجع ہو گئے مگر
فرانسیسیوں کے پاس ملک بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ تھا اور ہندوستانی والیان ملک سے انکی
پولیٹیکل روابط زیادہ تھے جب لنڈن بورڈ کو گورنر مدراس نے وہ مشروطی صلحنامہ بھیجا۔ جو گوڈیہو کے
ساتھ سنہ ۱۷۵۴ء میں ہوا تھا تو اس نے اپنی کمپنی کو متنبہ کیا ہے کہ اگر فرانس لڑائی جاری کریگا تو اس کو
ہم سے زیادہ فائدے حاصل ہیں کہ اس کے پاس ہم سے زیادہ زبردست سپاہ ہے اور وہ ہندوستانی
گورنمنٹوں میں بہ نسبت ہماری بہت زیادہ رعب داب اور اثر رکھتا ہے۔

فرانسیس وزرا کے محرک جو خیالات و مقاصد ہوئے وہ بڑے معقول تھے۔ ڈیوپلے کی پولیسی
ان معنی کر بھنڈا اکارت ہوئی کہ چار سال تک بیقاعدہ لڑائیاں ہوا کیں اور ان میں کمپنی کو ایسی فتحیابی
نہیں حاصل ہوئی کہ ان لڑائیوں میں جو ان کا بھاری خرچ ہوا وہی وصول ہو جاتا۔ انگلش کمپنی کو
فرانسیسیوں نے بہت دبایا تھا مگر وہ کسی طرح سے سامنے سے پیچھے نہیں ہٹتی تھیں۔ اسکی سپاہ
قومی تھی اس کے سپہ سالار اچھے تھے۔ مالی حالت بہت خاصی تھی۔ ڈیوپلے ہندوستانی والیان
ملک کے درمیان اپنی بنیاد جما سکتا تھا۔ مگر وہ پائدار اور استوار نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اہل انگلینڈ
پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ کہیں اس کی کمپنی کی ہندوستانی تجارت اور مقبوضات واقعی دھمکائے گئے
ہیں تو انگلش گورنمنٹ بڑی مستعدی سے اسپر اعتراض کرتی اور اس اعتراض کرنے سے بھی آگے قدم بڑھاتی
ان رقیب کمپنیوں میں ایک کا صدر مقام پونڈیچری اور دوسری کا مدراس تھا دونوں سمندر سے
ایسے قریب تھے کہ ان پر سمندر کی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ ساحل بحر پر مسٹر واٹسن انگریزی بیڑا لیکر
آن پہنچا۔ فرنچ گورنمنٹ خوب آگاہ تھی کہ فرانسیسی بحری قوت انگریزی بحری قوت سے کم ہے۔ جب سے
سنہ ۱۷۵۴ء میں عہد و پیمان ہوئے تھے ساحل کورومنڈل پر فرانسیسیوں کے قبضے میں بہ نسبت انگریزوں
کے زیادہ ملک تھا اور حیدرآباد میں بسی پاس پانچ ہزار سپاہ قواعد دان موجود
گوڈیہو کے انتظام میں سوائے ڈیوپلے کے نہ ہونے کے کوئی بات غیر مفید
تھی۔

ہندوستان میں نہ تھی۔

فرانسیسوں کا خزانہ بالکل خالی ہوگیا تھا اُس کے معمور کرنے کی اصلی ضرورت تھی۔ ہندوستان میں فرنچ تجارتی کمپنی لڑائیوں کی دلدل میں پھنس رہی تھی اپنا انتظام غلط فضول خرچی کے ساتھ کر رہی تھیں وزرا اُس کو انصاف نہیں سمجھتے تھے کہ رعایا سے ایسی تجارتی کمپنی کی امداد پر اصرار کریں۔

رعایا پر پہلے ہی سے بہت سے ٹیکس لگ رہے تھے۔ اس زمانہ میں فرانس میں اور انگلینڈ میں بھی یہ امر علوم متعارفہ کے طور پر مانا جاتا تھا کہ کشورکشائی اور سوداگری آپس میں بیر رکھتے ہیں۔ فرانس میں اہل حکومت کی یہ رائے تھی کہ نہ تجارت نہ انتظام سلطنت دونو بالاتفاق یہ اجازت دیتے ہیں کہ کوئی تجارتی کمپنی تسخیر ملک کی مجاز ہو۔ یہ خیال چند سال سے اُن کے دلوں پر منقش تھا مگر ڈیو پلے کے لیے وہ نقش برآب تھا۔ ملک گیری کی عمارت بڑی محنت وجفاکشی سے ڈیو پلے تیار کرتا تھا مگر وہ بودی ہوتی تھی وہ چند اجورہ دار سپاہ کی فضیلت اور مشرقی والیان ملک کی عضرت ناک دوستی پر اور افسران موجودہ کی ذاتی لیاقت پر موقوف ہوتی تھی۔ وہ قسمت کی ہواؤں میں اُڑتی پھرتی تھی اور مستحکم بنا نہیں رکھتی تھی۔ اگر فرانسیسی ہندوستان میں اپنی کوئی مستحکم سلطنت جمانی چاہتے تھے تو اُن کو چاہیے تھا کہ پہلے انگریزوں کی بحری قوت کو فنا کرتے اور یوروپ کے ساتھ اپنی آمدورفت کی راہ بے خوف وخطر این بناتے ۱۷۵۴ء میں تو اس کام کا کرنا اُن کی قدرت ذاتی سے باہر تھا۔ بقول وولٹر۔ آخر جنگ سے فرانسیسوں کی بحری قوت بالکل غارت ہو چکی تھی۔ ۱۷۴۸ء میں صلح کے سبب سے اُنھوں نے اپنی بحری قوت کو کچھ بحال کیا تھا۔ مگر ۱۷۵۵ء میں فرانسیسوں پاس ۹۸ چھوٹے بڑے جنگی جہاز تھے اور انگریزوں کے پاس ۲۱۱ چھوٹے بڑے جنگی جہاز تھے۔

۱۷۵۶ء میں جنگ ہفت سالہ شروع ہوئی۔ فرانسیسوں نے بڑے زور سے کوشش کی کہ بحری راہوں پر پھر حکمرانی حاصل کریں۔ اب یہ صاف ظاہر تھا کہ جب وہ اپنی بحری قوت کی افزائش میں ناکام رہیں تو ڈیو پلے کی پولیسی چھوڑنی پڑی اور جس کے سبب سے اُنکی ساری اُمیدیں ہندوستان میں اپنی فضیلت قایم کرنے کی خاک میں ملیں۔

باب چہارم

فصل اول ۔ فرانس اور انگلش میں دوسری لڑائی

یورپ میں ۱۷۵۶ء میں فرانس اور انگلینڈ کے مابین مصالحت قائم نہیں رہی اس سبب سے ہندوستان میں اُن کے درمیان لڑائی شروع ہوئی ۔ فرنچ گورنمنٹ نے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ مشرق میں انگریزوں کے قبض و دخل پر باقاعدہ لشکر کشی کرکے حملہ آوری کی جائے ۔ اُس نے بڑا طاقتور اور قوی لشکر کونٹ لالی کو سپرد کیا اور اُس کو ہدایت کی کہ والیان ملک کے باہمی لڑائی جھگڑوں میں بالکل دخل نہ دے اور ساحل بحر پر انگریزوں کے استوار مقامات اور عمارات پر قبضہ کرنے میں اور اُن کی تجارت کی بالکل بیخکنی میں ہمہ تن مصروف ہو ۔ ڈوپلے کی پولیسی نہ اختیار کرے ۔ فرنچ کمپنی کے ڈائرکٹر یہ نہیں چاہتے تھے کہ ملک ہندستان میں فضیلت و برتری حاصل کرنے کی تدابیر پھر دُہرائی جائیں بلکہ انکی یہ آرزو تھی کہ اُن کی مالی حالت سنبھال ہو اور ساحل کارومنڈل پر سے انگریزوں کا بالکل دخل اُٹھ جائے اور کل تجارت کا اجارہ ان ہی کے ہاتھ میں آجائے ۔

فرانس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ نہایت جانفشانی سے رزم آرائی کرکے انگریزوں کو ہند سے رفع دفع کیجئے ۔ لالی کا یہ قول سچ تھا کہ ہند میں فرانسیسوں کو امن و عافیت کا حاصل ہونا جبتک ممکن نہیں کہ انگریزوں کا یہاں سے بالکل استیصال نہ ہو ۔ لالی ایک بڑا شجاع دلاور سپاہی تھا مگر خود بہت خودرائے تھا اور ایسا آتش مزاج تھا کہ جب غصہ میں آتا تو ایسی حرکتیں کرتا کہ اس کے دوست بھی دشمن ہوجاتے ۔ اس کی اس آتش مزاجی کے سبب سے اُسکے سارے ماتحت ایسے ناراض ہوگئے کہ انھوں نے اُس کی اعانت سے پہلو تہی کی اور اس کی ذلت کے خواہاں ہوگئے ۔

ڈائرکٹروں نے ۱۷۵۵ء میں لالی کے ہمراہ اپنی سپاہ آزمودہ کار بھیجنی تجویز کی تھی کہ اگر وہ ستمبر ۱۷۵۶ء میں فرانس سے روانہ ہوتے تو یقینی انگریزوں کو ساحل کورومنڈل سے بالکل نکال باہر کرتے ۔ انگریزوں پر یہ بڑا کڑا وقت آن پڑا تھا کہ ۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ نے انگریزوں کو کلکتہ سے باہر نکال دیا تھا اور اُن کے سارے قلعے اور کوٹھیاں چھین لی تھیں ۔ اکتوبر میں کلایو صاحب نے مدراس

میں جو عمدہ سپاہ انگریزی تھی۔ اس کو بنگال میں بلایا اور بیڑا بھی جو مدراس میں تھا اس کو طلب کیا تاکہ اپنے ہموطنوں کو خلاص کرائے۔ اور فورٹ ولیم کو پھر اپنے ہاتھ میں لائے۔ مدراس کی کونسل جانتی تھی کہ یوروپ میں فرانس کے ساتھ لڑائی کا اشتہار ہوچکا ہے اور فرانس کا ایک لشکر جرار ہند میں روانگی کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ جسوقت وہ پونڈچیری میں آجائیگا تو بوسی حیدرآباد سے لالی کی معاونت کے لئے آئیگا اور دونو متفق ہوکر مدراس پر حملہ کرینگے تو اسپر ایک سخت آفت آئیگی۔ مگر انھوں نے یہ بڑی دلیری اور فرزانگی کا کام کیا کہ سپاہ کو بنگال بھیدیا اور یہ سمجھے کہ جبتک فرانسیسی سپاہ فرانس سے ساحل کارومنڈل پر آئیگی ہماری سپاہ بنگال سے اپنا سارا کام انصرام کرکے یہاں آجائیگی۔ یہ اُن کا سمجھنا صحیح ہوا فرانس میں سپاہ کی تیاری میں اور پھر آہستہ آہستہ بحری سفر میں اتنی دیر لگی کہ لالی ۱۷۵۸ء میں پونڈچیری میں پہنچا۔ اگر بارہ مہینے پہلے ہند میں سپاہ فرانس آجاتی تو وہ اپنا کام پورا کرلیتی مگر اس کے دیر کرنے میں فرانسیسیوں کے ہاتھ سے موقع نکل گیا۔ جسکا علاج وہ کچھ نہیں کرسکتی تھی انگریزوں نے سراج الدولہ کو کلکتہ سے باہر نکال دیا پلاسی میں اُسپر فتح پاکر اُس کے لشکر کو پراگندہ اور پریشان کردیا اور اُس کو معزول کرکے دوسرا نواب اُس کا جانشین بنا دیا اور ہندوستان کے سب سے زیادہ زرخیز صوبہ بنگال پر اپنا تصرف کرلیا اور اُن اضلاع سے فرانسیسیوں کو خارج کردیا۔ کلایو نے رپورٹ کی کہ بنگال میں کمال امن و امان ہے وہ اس قابل ہے کہ مدراس کی بہادرانہ محافظت میں سپاہ اور زر سے معاونت کرسکیگا۔ اس نے کرنل فورڈ کو بھیجا کہ فرانسیسیوں کو اُن کے اضلاع عظیم شمالی سرکاروں سے نکال دے۔ اس نے انکو نکال دیا یہ سرکاریں نظام نے بوسی کو اس لیئے دی تھیں کہ اُن کی آمدنی سے سپاہ کا خرچ وہ چلائے اُن کے اس طرح چھین جانے سے حیدرآباد میں بوسی کی بڑی بدحالی ہوئی۔ اُس کے جاہ و منصب پر بڑی آفت آئی

اس اثنا میں لالی نے سپاہ کو خشکی میں اُتارا اور قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو لے لیا جسکی محافظت استحکام ساتھ نہیں کی گئی تھی۔ اگر لالی کو روپے اور رسد کی کمی مانع نہ ہوتی تو وہ سفر کرکے مدراس پر حملہ کرتا۔ وہ تدبیر کرنی جانتا تھا نہ اُس کو اپنے مزاج کو قابو میں رکھنا آتا تھا۔ تمام سول کے حکام پر اس کی ہوشی ہونے کا وہ شبہ کرتا تھا اور مشرقی فیلنگس یا رسم و رواج کی کوئی بات نہیں جانتا تھا جسکے سبب سے اسکو بڑی ہمتیں اُٹھانی پڑیں۔ اُس نے روپے حاصل کرنے کے لیئے تنجور پر حملہ کیا جس سے اُس کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ اور مالی دقتیں پیدا ہوئیں اور وہ لوگوں کی نظروں سے گرگیا۔ اب انگریزوں کے جنگی جہاز بھی آئے

فرانسیسی جہازوں سے انکا کئی دفعہ مقابلہ بڑی تیزی و تندی سے ہوا جسکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا کہ کسکو فتح یا شکست ہوئی۔ مگر اس سے فرانسیسی بیڑے کو نقصان پہنچا جسکی مرمت اور اقامت کے لیے کوئی بندر نہ تھا۔ جس سے اسکے امیر البحر ڈی ایچی کی شکستہ دلی ہوئی اور اگست ۱۷۵۹ء کو وہ لالی کے روبرو آئل آف فرانس کو چلا گیا۔ لالی کی منت سماجت اور غضبناکی نے اس کو راغب نہ کیا کہ وہ یہاں ٹھہر تا یا پھر الٹا چلا آتا۔ اب لالی کا بوسی سے جھگڑا کھڑا ہوا۔ بوسی بے صبر و قرار ہوا اور بالکل بیگانہ بن گیا اور اس بدنصیب جنرل لالی کی ہزیمتوں کو رفع کرنے میں ذرا اعانت نہیں کی۔ لالی جانتا تھا اور صاف صاف کہتا تھا کہ فرانسیسیوں کی کسی مستحکم گرفت میں ہند جتبک نہیں آسکتا کہ انگریز یہاں سے مار کر نہ نکالے جائیں۔ اس نے حیدرآباد سے بوسی کو بلایا کہ وہاں سے آن کر اس کے ساتھ شریک ہو۔ حیدرآباد سے بوسی کو بلایا۔ مگر اس کے یہاں سے چلے جانے نے حیدرآباد کے دربار میں فرانسیسیوں کی فوقیت اور فضیلت کو فنا کر دیا۔ اس کے بعد نظام کے دربار میں انگریزوں کا رعب داب و اثر قایم ہو گیا فرانسیسیوں کو پھر نظام کے دربار میں فضیلت نہیں حاصل ہوئی۔ لالی چاروں طرف سے مزاحمتوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس پاس وسائل نہ تھے۔ سول کے عہدہ دار اس کو ناپسند کرتے تھے سپاہ کو اس پہ اعتماد نہ تھا اس نے مدراس پر بیباکانہ حملہ کیا مگر یہ مقام بڑا مستحکم اور رسد کے سامان سے خوب بھرا ہوا تھا۔ لالی روپیے اور سپاہیوں کے واسطے بڑا ضیق میں آرہا تھا۔ پونڈچیری میں اسکی سپاہ بیدل ہو رہی تھی۔ وہ لالی کی مدد نہیں کرتی تھی بلکہ اس سے نفرت رکھتی تھی۔ ایک خط مورخہ ۴ ستمبر ۱۷۵۸ء پونڈچیری کے بڑے عہدہ دار کا ایک افسر کے نام انگریزوں نے پکڑا جس سے معلوم ہوتا ہے اس صدر مقام میں کیا افسردگی اور پژمردگی آرہی تھی۔ لالی نے ایک خط اپنے کیمپ سے پونڈچیری کے گورنر کو لکھا تھا جو انگریزوں کے ہاتھ پڑا جس سے اس بدنصیب جنرل کا غصہ اور مصیبت زدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے مدراس کی ٹوٹی ہوئی فصیل پر ایک جگہ حملہ کرنے کو کہا تو اس کے افسروں نے انکار کیا کہ ہم اپنی جان جوکھوں میں نہیں ڈالتے۔ پس جب انگریزی بیڑا محاصرین کی نگاہ کے روبرو آیا تو انھوں نے محاصرہ کو چھوڑ دیا۔ کل والیان ہند میں جو اس جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے ان میں فرانسیسیوں کی بڑی بدنامی ہوئی لالی نے بوسی پر بہت غضبناک ہو کر بغاوت کا الزام لگایا کہ اس نے اس کے روپیے کی درخواستوں کو یوں ہی ٹال دیا اور جنگ میں وہ اس کے

ساتھ شریک ہوکر معاون نہیں ہوا۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ بوسی سپہ گری میں اور مشرقی چالبازیوں میں لالی سے بدرجہا بہتر تھا۔ لالی شکی تھا کسی دوسرے کی نہ سنتا تھا۔ بظاہر اُس کی تقدیر کہہ رہی تھی کہ وہ تباہ ہوگا۔

بوسی نے اس کے ماتحت ہوکر انگریزوں کے برخلاف کام کرنے پر حیدرآباد میں رہنے کو ترجیح دی وہاں وہ بہت متمول اور آزادی کے ساتھ رہتا تھا۔

آئندہ بارہ مہینے میں لالی کے جاہ و منصب کا جلدی تنزل ہوگیا۔ اس کی فرنگستانی سپاہ میں بغاوت پھیلی اور فرانسیسی بیڑے نے جو ڈسی اچی کے ماتحت تھا آخر کو ساحل کو چھوڑ دیا۔ جنوری ۱۷۵۹ء کو کلایو نے پٹ وزیر اعظم کو خط لکھا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے کلایو کو اُس کی عقل دُور اندیش نے پورا یقین دلا دیا تھا کہ بنگال کے مخازن مقبوضہ اور انگریزی بحری قوت عنقریب لالی کو پوری ہزیمت دیدینگے۔ دوسرے سال میں اُس کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ چند مہینے تک کرناٹک میں دو نوکی سپاہیں آپس میں لڑتی رہیں۔ لالی نے بوسی کے صلاح و مشورہ کے خلاف ونڈ واس کے قلعہ کا محاصرہ کیا جسکے سبب سے مسٹر کوٹ نے اسپر حملہ کیا اور فرنگستانی سپاہیوں میں بہادرانہ جنگ ہوئی ہر یک طرف دو دو ہزار چیدہ سپاہی تھے۔ آخر کو فرانسیسوں کو شکست ہوئی اور بوسی گرفتار ہوا۔ جنگ میں ہندوستانی سپاہ اپنے کمانیروں کے ساتھ لئے ہوئے فرنگستانی سپاہ کے پیچھے کھڑی رہی۔ لالی نے اپنے سواروں کو ساتھ لیجاکر بڑا بہادرانہ حملہ کیا مگر انگریزی توپوں نے اُن کا منہ پھیر دیا۔ لالی پونڈچیری کو بھاگ گیا۔

اہل فرانس کو یہ بڑی فاش شکست ہوئی۔ پھر وہ انگریزوں کے سامنے کھلے میدان میں نہیں ٹھیر سکتے تھے۔ جتنے مستحکم مقامات ان کے پاس تھے وہ سب انگریزوں نے لے لیئے وہ اضلاع جن میں کہ وہ اپنی رسد کا سامان جمع کیا کرتے تھے بتدریج اُن کے دشمنوں کے قبضے میں ہوگئے۔ فرانسیسی بیڑا زور آور ہوکر پھر ساحل پر نہیں آیا۔ ڈی اچی نے صاف انکار کردیا کہ وہ اپنے بیڑے کو آئل آف فرانس سے اُٹھا نہیں لائیگا۔ پس اب سمندر میں انگریزی ہی بیڑا اکیلا تھا۔ پونڈچیری میں لالی بحر و بر کی طرف مصروف ہوا وہاں فرانسیسوں پاس نہ کھانے پینے کا نہ میگزین کا سامان موجود تھا۔ وہ بالکل محصور ہوگئے اور اُن کو آدھا کھانے کو ملنے لگا۔ ناچار مجبور ہوکر بڑی فرزانگی کے ساتھ اُنھوں نے اپنے تئیں جنوری

سنہ ۱۷۶۱ء کو انگریزوں کے حوالہ کردیا۔

فصل دوم۔ نتائج جنگ

انگریزوں نے جو پونڈیچیری کو فتح کرلیا اُسکے سبب سے فرانس اور انگلستان کا جھگڑا ہندوستان میں ختم ہوگیا۔ والٹیر کہتا ہے کہ دُنیا کے اس حصہ میں فرانسیسوں کے پاس جو باقی رہا وہ یہ رنج والم تھا کہ چالیس برسوں سے زیادہ تک اُنھوں نے اِس کمپنی کے سہارنے میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں جو تجارت اور رزم آزمائی میں اناڑی اور پھوہڑ تھی نہ اُس نے کبھی نفع کمایا نہ اصل کا روپیہ حصہ داروں اور قرضداروں کو ادا کیا۔ سنہ ۱۷۲۵ء سے لیکر سنہ ۱۷۶۹ء تک متواتر وزرا رفرانس نے اُسکو ۱۶۹۰۰۰۰۰۰ فرینک کی رقم پیشگی دی۔ سنہ ۱۷۶۳ء کی صُلح کے سبب سے فرانسیسوں نے ان مقامات پر اپنا قبضہ کرلیا جو وہ ڈیوپلے کی توسیع ملک گیری کی تدابیر کرنے سے پہلے اپنے پاس رکھتے تھے مگر اُنکی جنگی قوت کے پر اِس سبب سے کٹ گئے تھے کہ اُنھوں نے یہ عہد وپیمان کرلیا تھا کہ اِن مقامات کے حصار وفصیل بناکے استوار نہیں کرینگے اور نہ صوبہ بنگال میں سپاہ رکھینگے جس کے سبب سے شمالی میں اُنکے لیئے دروازہ بند ہوگیا وہ صرف ساحل بحر ہند پر چند غیر محفوظ مقامات میں مقید ہوگئے۔

تجارتی اور جنگی کامیابی کے لیئے دو ابتدائی شرائط یہ ہیں کہ ساحل بحر ہند پر استوار حصار دار مقامات پر قبضہ ہو اور سمندر میں سپاہ ایسی ہو کہ یوروپ کی آمد ورفت کی راہ کو کشادہ رکھے۔ انگریزوں نے سمندری تسلط میں غلبہ حاصل کرلیا اور فرانسیسوں نے خشکی میں یہ خاک اُڑائی کہ کہیں قدم جمانے کے لیئے سمندر کے کنارہ کے پاس جگہ نہ رکھی۔ فرانسیسوں کی ناکامیابی کا سبب کُچھ بدقسمتی یا نالائقی خاص آدمیوں کی نہ تھی (جنکی اصلاح ہوسکتی تھی) مگر حالات کا اجتماع ایسا ہوگیا تھا کہ اُن کو انگریزوں سے لڑنا ناگزیر ہوا اور یہی سبب ہند میں انگریزوں کی کامیابی کا ہوا۔

زمانۂ حال کا ایک فرانسیسی مصنف لکھتا ہے کہ اگر لالی اِن ہدایتوں کو جو اس کو فرانس میں دی گئیں تھیں سمندر میں پھینکتا جاتا اور ڈیوپلے کی پولیسی کو اختیار کرتا اور بوسی کے صلاح ومشورے پر چلتا تو ہندوستان کی سلطنت کا تاج فرانسیسی بادشاہ کے سر پر ہوتا انگلینڈ کی ملکہ کے سر پر نہ ہوتا مگر یہ امر بڑا مشتبہ ہے کہ اگر لالی ڈیوپلے کی پولیسی کی تقلید کرتا اور بوسی کے صلاح ومشورے پر چلتا تو کامیاب ہوتا۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ جنگ ہفت سالہ میں انگریزوں کا ہاتھ سے بیدخل کرنا

لالی کی قوت اور لیاقت سے باہر تھا۔ فرانس جو ہند سے بیدخل ہوا تو اسکا سبب یہ تھا کہ ڈوپلے
یہاں سے فرانس بلا لیا گیا تھا اور لابورڈونیز اور ڈی ایچی اپنے اپنے بیڑوں کو ساحل بحر کو چھوڑ کر
چلے گئے۔ یا لالی بر خود غلط اور خود پرست تھا۔ اور نہ اسکا سبب یہ تھا کہ اہل فرانس دور دراز
کی مہمات کی لیاقت کم رکھتے تھے۔ وہ اس اولوالعزمی میں بڑے نامور تھے صرف انکی ناکامیابی
کا سبب یہ تھا کہ فرانس میں لوئی پانزدہم کوتاہ اندیش اور غیر منتظم بادشاہ تھا اور انگلینڈ میں وزیر جنگ
پٹ بڑا روشن ضمیر اور عالی دماغ تھا اس وجہ سے ان دونو ملکوں کی گورنمنٹوں میں زمین و
آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔

ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا اسکا ماحصل یہ ہے کہ ہند کی سرزمین پر انگلینڈ اور فرانس کی
تین لڑائیاں ہوئیں۔ اول جنگ میں اکس لا چیپل کی صلح کے سبب سے ۱۷۴۸ء میں فریقین
کی حالتیں جو جنگ سے پہلے تھیں وہی آخر میں رہیں۔ فرانسیسیوں کو خفیف سا نفع حاصل ہو
گیا تھا۔ جنگ دوم میں ڈوپلے پولیٹکل تدابیر کو زیادہ وسعت کے ساتھ کام میں لایا۔ اور
۱۷۵۴ء میں صلح ہوئی۔ اور شرائط صلح دونوں میں برابر کی ٹھہریں۔ اس میں انگریزوں سے کچھ
زیادہ فرانسیسیوں کو فضیلت اور رعب وداب وجاہ و منصب حاصل ہو گئے۔

جنگ سوم جو باہم قومی جنگ تھی ۱۷۶۳ء میں ختم ہوئی جس میں انگریزوں کو قطعی فتح حاصل ہوئی
اور فرانسیسیوں کو نقصان پہنچا جسکا لاعلاج ہونا بیس برس بعد ثابت ہوا۔ جب ۱۷۸۱ء میں فرانسیسی
آخر دفعہ ساحل ہند پر آئے تو سمندر میں انگلینڈ سے بڑے بڑے لڑائی جھگڑے ہو رہے تھے۔ وہ
اکیلا اسپین۔ ہولینڈ۔ امریکہ کی اپنی کولونی کی بحری قوتوں سے لڑ رہا تھا۔ اور ہند میں میسور کے
حیدر علی اور مرہٹوں سے رزم آرا تھا۔ جنھوں نے ساحل بحر ہند کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا تھا
اور یہ دونو انگریزوں کے دشمنوں سے مراسلت رکھتے تھے۔ فرانسیسیوں کا بیڑا سفرن کے
ماتحت آیا تھا جس سے بہتر کوئی میر بحر فرانس میں نہیں ہوا۔ وہ بحری جنگ کے رموز سے خوب واقف
تھا۔ اور فوج کا سپہ سالار بوسی تھا۔ سفرن بہ نسبت انگلش کمانڈر کے افضل تھا لیکن اس
فرانسیسی میر بحر کو ساحل ہند پر نہ کوئی بندرگاہ نہ کنارہ کے پاس کوئی مقام ملا نہ رسد رسانی کے
بہم پہنچنے کے واسطے کوئی جگہ ہاتھ آئی کہ جہاں کے آدمیوں سے دوستی ہوتی۔

۱۷۷۹ء میں فرانسیسیوں کا کوئی ایسی دار الاقامتوں میں قبض و دخل نہ تھا۔ ایک مہینہ ہوا تھا
کہ ہولینڈ سے سیلون میں انھوں نے ایک بے بہا بندرگاہ ترکونو مالی چھینا تھا۔ اِس زمانہ میں
بنگال اور شمال مغرب کے زرخیز اضلاع الہ آباد تک ہاتھ آجانے سے انگریزوں کی حکومت ایسی
مستحکم و استوار ہوگئی تھی کہ جنوبی مشرقی ساحل پر تھوڑی سی سپاہ کے آنے سے وہ ہل
نہیں سکتی تھی۔ اُسکے آنے سے صرف مقامی نقصان اور چند روزہ پولیٹیکل انتشار جزیرہ نما
ہند میں پیدا ہوسکتا تھا۔ انگریزوں کی سپاہ اُس وقت امریکہ کی کولونی کی بغاوت کو دبا رہی
تھی۔ سفرن کا اصلی مقصد مشرقی قبض و دخل میں خلل انداز ہونے سے یہ تھا کہ اُس کے
سبب سے کولونی کے ضبط کرنے سے انگریزوں کی توجہ ہٹ اور بٹ جائے۔

۱۷۸۳ء میں ورسلیز میں صلح ہو جانے سے سفرن کی لڑائیاں رُک گئیں۔ ۱۷۶۳ء
میں جو پیرس میں صلح ہوئی تو انگریز اس واقعہ کی صحیح تاریخ شمار کرتے ہیں کہ اس کے بعد آخر کو
یورپ کی ساری بحری قوتوں نے انگلینڈ کے ساتھ ہندوستان کی تجارت یا فتوح میں رقابت
کرنے سے ہاتھ اُٹھایا۔ انگلینڈ کی سلطنت کے عروج کے لیئے یہ زمانہ سب سے زیادہ عظمت
رکھتا تھا۔ اس کے بعد جو فوقیت حاصل کرنے کے لیئے لڑائیاں ہوئیں وہ ہندوستانی والیانِ
ملک سے تھیں جنھیں انگریزوں کی فتحیابی کی پیشین گوئی پہلے سے بغیر کسی شبہ کے ہوسکتی تھی اور
ان پیشین گوئیوں کا پورا ہونا ہم سب نے دیکھ لیا۔

باب ہفتم

فتح بنگال

فصل اول - کلایو کی لشکر کشی

باب گزشتہ میں سفرن کی مہم تک مشرقی ساحل ہند کے سوانح ۱۷۸۵ء تک بیان کیے گئے
ہیں تاکہ انگریزوں کے اُن تعلقات کا مسلسل حال بیان ہو جائے جو ہندوستان میں فرنچ کے
ساتھ تھے۔ اب یہ ضرور ہے کہ چند گزشتہ سالوں کا حال لکھیں کہ اُن سے بنگال کے واقعات
کا حال معلوم ہو۔ انگریزی حکومت کی عالیشان اور وسعت ملک کے دو زمانہ میں اوّل تاج

وہ ہے کہ یوروپین قوموں سے انگریزوں کے لڑائی جھگڑے تجارت کی منفعتوں کے لیئے شروع ہوئے اور سواحل ہند پر پولیٹیکل علوئیت و فضیلت حاصل کرنے کے لیئے لڑائیوں پر ختم ہوئے۔ کل سترہویں صدی میں تجارت میں رقابت کی گرمبازاری رہی فرانسیسیوں کے ساتھ بیس سال کے قریب ۱۷۴۹ء سے ۱۷۶۳ء تک لڑائی رہی جسکے سبب سے ہندوستان میں انگریزی سلطنت قائم ہوئی۔ دوسرا زمانہ وہ ہے جسکا حال اب ہم لکھتے ہیں جسکے اندر ہند کے والیان ملک سے انگریز کارزار کرتے رہے۔

یہ لڑائیاں اس لیئے نہ تھیں کہ تجارت میں غلبہ حاصل ہو یا ملک کے قطعات قبضہ میں آئیں یا سمندر میں حکومت حاصل ہو۔ بلکہ کل کشور ہند میں حکومت کی علاحدگیت و فضیلت حاصل ہونے کے لئے تھیں۔ اس زمانہ کا آغاز ۱۷۵۶ء سے شمار ہوتا ہے جبکہ کلائیو اور میجر واٹسن مدراس سے جہاز نشین ہوکر کلکتہ کو نواب سراج الدولہ کے ہاتھ سے چھڑانے کے لیئے گئے ہیں۔ یہ زمانہ پچاس سال کا ہے اس کے بعد آئندہ پچاس سالوں میں انگریزی عملداری نے ملک گیری کے میدان میں بہت ٹھیر ٹھیر کر اور دم لیکر بڑی لمبی لمبی ڈنڈیں ماریں۔ اور سندھ و پنجاب کو فتح کرکے ہند کی قدرتی سرحد کو اپنی سلطنت کی سرحد بنالیا۔

۱۷۵۶ء و ۱۸۵۸ء کے درمیان جو ایک صدی گذری ہے اس میں انگریزوں کی سلطنت ہند کی تکمیل ہوئی ہے۔ ایک چھوٹی سے مغربی جزیرۂ انگلینڈ کی تجارتی کمپنی نے بحر ہند کے کنارہ پر اپنی تجارتی کوٹھیوں کو قائم کرکے یہ والاشان پرشکوہ سلطنت حاصل کی۔ انگریز خود متحیر ہوتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں نے ایسا کار عظیم کیا ہے جسکا سمجھنا عقل سے باہر ہے اور جس کی نظیر تاریخ میں پہلے موجود نہیں ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوٹری میں ہماری خوش نصیبی سے ہمارے نام کی چٹھی نکل آئی ہے۔ اس عظیم الشان سلطنت کا حاصل ہونا بڑا عجیب و غریب اتفاق ہے۔ ایک بڑا نامور عالم مثیر سیلی لکھتا ہے کہ ہندوستان کا ہمارے ہاتھ آنا انہونی بات ہے۔ اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ گئی ہے انگریزوں کے ہاتھ سے کوئی بڑا کام بے ارادہ یا اتفاق سے ایسا نہیں ہوا جیسا کہ ہند کا فتح کرنا۔ ہندوستان کا فتح ہونا بڑا عجیب و غریب اس معنی کر ہے کہ پہلے کوئی کام اسکے مشابہ نہیں ہوا تھا۔ جسکے سبب سے ان آدمیوں کو اسکے وقوع کی توقع ہوتی جو ڈیڑھ صدی سے کمپنی ہند کا انتظام کررہے تھے

یہ خیال جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے وہ ان واقفیتوں سے باطل ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ تھوڑی سی فوج جو جنگ آزما یا مہذب ہو وہ ہندوستان کو آسانی سے فتح کرے اس کی مثال یہ موجود ہے وسط ایشیا سے بابر بارہ ہزار آدمی لیکر آیا اور ۱۵۲۶ء میں پانی پت میں دہلی کے اس بادشاہ کو شکست فاش دی جسکے پاس ایک لاکھ سپاہ اور ہزار ہاتھی تھے۔ بابر خود لکھتا ہے کہ مجھے اس ہیبت ناک دشمن کے شکست دینے میں کوئی سختی اور دشواری نہیں اٹھانی پڑی اس فتح سے وہ شمالی ہند کا مالک ہو گیا اور فاتح ہند اور سلطنت مغلیہ کا بانی اول ہوا۔ بابر کے پاس وہ سامان جنگ نہ تھا جو انگریزوں کے پاس اسوقت تھا۔ بنگال میں انگریز امن و عافیت سے رہتے تھے اور سمندر کو اپنی سلطنت کا حصہ جانتے تھے۔

بابر نے جس سپاہ کو شکست دی وہ ایسی خوفناک تھی کہ اسکی برابر کوئی سپاہ انگریزوں کے مقابل میں سوا سکھوں کے نہیں آئی۔ دُنیا کا قاعدہ ہے کہ جو کام ایک دفعہ ہوتا ہے وہ بار بار ہوا کرتا ہے پس جب اٹھارہویں صدی کے آخر میں مغلوں کی سلطنت کا ادبار آیا تو عقلمند یہ سمجھتے تھے کہ اب کسی یورپین قوم کی سلطنت تبدیل ہوگی۔

سترہویں صدی کے آخر میں اورنگ زیب کے دربار میں شیخ فرانسیسی ڈاکٹر رہتا تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اگر مونشیر ڈی کونڈلی یا مونشیر ڈی ٹکورینی بیس ہزار سپاہ ساتھ لیکر یہاں آجائیں تو وہ کُل ہند کو فتح کر سکتے ہیں اور اس نے کولبرٹ (وزیر فرانس) کو جو خط لکھا ہے اس میں اول یہاں کی خاص دولتوں کو و دوم بنگال کی ضعف کو بڑے زور شور سے بیان کیا ہے کرنیل جھیں بل یہاں ہندوستان میں بیس برس سے رہتا تھا۔ اس نے شہنشاہ آسٹریا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ بنگال کو فتح کیجئے وہ بڑا سہل اور مفید کام ہے۔

وہ کہتا ہے کہ کُل ملک ہند یا ممالکت مغلیہ ہمیشہ سے ضعیف و غیر محفوظ تھی۔ اور اب بھی ہے اگر کوئی یورپ کا بادشاہ جسکے اختیار میں بحری قوت ہو اس کے فتح کرنے کا خیال نہ کرے تو یہ ایک خرق عادت ہے وہ اپنے ایک چٹکی کے لگانے سے یہاں اپنے تئیں اور اپنی رعایا کو یہاں کی بے انتہا دولت کا مالک بنا سکتا ہے۔

مُغلوں کا انتظام خراب ہے اُن کی سپاہ خستہ حال ہے بحری قوت اُن کے پاس نام کو بھی

نہیں کہ سمندر کی طرف سواحل کی محافظت کرے۔ فی الحال صوبہ بنگال سلطنت مُغلیہ کے سرکش رعایا کی حکومت میں تھا۔ اسکا محاصل قریب بیس لاکھ پونڈ ہے مغلوں کی سلطنت اسکو محکوم و مطیع نہیں کرسکتی تھی۔ وہ اور اُس کے ساتھ سارا ہندوستان سمندر کی طرف بالکل غیر محفوظ ہے۔ بنگال میں سب سے زیادہ دولت ہے وہ اور اُس کی دولت آسانی سے چھینی جا سکتی ہے۔

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ زمانہ سنہ ۱۷۴۶ء میں انگریزوں کو بہت تھوڑا سچا حال ہندوستان کا معلوم تھا تو کرنیل مل بڑی تعریف کا مستحق ہے کہ اُس نے اپنی فراست و کیاست سے بنگال کا اصل حال ایسا وسیع تحقیق کرلیا۔ اُس نے مرکزی مقامات کو دیکھا اور اُس نے اپنی انگلی سے بتایا کہ ہند میں کہاں کہاں ضعف ہے۔ اُس کی اندرونی حالت کو بتایا کہ وہ ناپائدار ہے اور بیرونی حالت کو کہا کہ اُس کے سواحل حملوں کے روکنے کے لیئے غیر محفوظ ہیں۔

بنگال میں مدتوں سے انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قایم تھیں۔ سنہ ۱۷۱۶ء میں انھوں نے فرمان شاہی حاصل کیا کہ اُن کو اجازت ہے کہ وہ ایک معین محصول ادا کرکے مال و اسباب تجارتی کی درآمد برآمد کیا کریں اور بنگال کے نواب جو اپنی طمع اور خودمختاری سے بھاری ٹیکس اُنپر لگاتے تھے اُس سے بھی وہ معاف کیئے جائیں۔ بنگال میں نواب ناظم ہونا پادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا۔ جب تک کہ سلطنت مُغلیہ میں زور زیادہ تھا یہاں کے نواب ناظموں کو وہ بدلتے رہتے تھے کہ مبادا وہ خودمختار ایسے زبردست نہ ہوجائیں کہ پادشاہی اطاعت کے حلقہ سے گردن باہر نکال لیں۔ مگر جب سلطنت مُغلیہ میں ضعف آیا تو اس دُوردراز کے صوبہ میں نوابوں نے بادشاہ کی اطاعت میں کمی اور اپنی آزادی میں بیشی کی یہانتک کہ اٹھارہویں صدی میں جب ہنودوں نے قیامت برپا کی اور وسط ایشیا سے ہند پر حملوں کا طوفان آیا تو سلطنت مغلیہ کا شیرازہ ٹوٹ گیا اور اُسکے اوراق پریشان ہوکر منتشر ہوگئے۔ بنگال کے نواب ناظموں نے بادشاہ کی اطاعت کرنی اور خراج دینے کو بہت کم کردیا۔ مرشد قلی خاں جو بڑا صاحب لیاقت تھا اُس نے یہاں کے دستور کے موافق بنگال کی نوابی اپنے خاندان میں موروثی کرلی۔ مگر سنہ ۱۷۴۲ء میں اُسکے پوتے کو علی وردی خاں نے قتل کیا۔ یہ بڑا اولوالعزم جانباز افغان تھا۔ اس نے اپنے تئیں ادنےٰ درجہ کے سپاہی سے بہار کی نائب ناظم گری کے اعلےٰ عہدہ پر پہنچایا تھا۔ اس نے بزور شمشیر اپنی جداریاست بنگال بہار اُڑیسہ میں قائم کرلی وہ برائے نام بادشاہ دہلی کا مطیع تھا۔ فی الحقیقت بجاسئے خود حاکم تھا۔ چودہ برس تک

نہایت عمدہ بندوبست کے ساتھ حکمرانی کی جس میں غیر ملک کے تاجروں کو کوئی شکایت نہ تھی اگرچہ اُس نے انگلش - فرنچ - ڈچ سے محصول کا بہت روپیہ لیا مگر ان کی محافظت بھی خوب کی اور کوئی لڑائی جھگڑا ایسا نہ اُٹھنے دیا کہ وہ اُن کو ستاتا - اپریل ۱۷۵۶ء میں اُس نے انتقال کیا اسکا نواسہ اور متبنٰی مرزا محمود جس کا خطاب سراج الدولہ تھا اُسکا جانشین ہوا - یہ نوجوان مغرور عقل و شعور سے دُور تھا - تجربہ نے اُس کی طبیعت کی وحشت کو مغلوب نہیں کیا - قدرت نے اُس کو نوابی کی لیاقت نہیں عطا کی تھی وہ انگریزوں سے اس سبب سے جلتا تھا کہ یہ جانتا تھا کہ اس کے اُن دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ مراسلت و آمیزش رکھتے ہیں جو اُس کی جگہ نوابی حاصل کرنی چاہتے ہیں -

جب اس نئے نواب کی نوابی مشہور ہوگئی تو کلکتہ میں پریسیڈنٹ کے نام انگلینڈ سے اس مضمون کی چھٹی آئی کہ فرانس سے لڑائی شروع ہوگئی ہے اس لیئے اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی دارالاقامت کو خوب مستحکم و استوار رکھے - اس وجہ سے پریسیڈنٹ نے اپنی دارالاقامت کو فصیل و حصار سے استوار کرنا شروع کیا - مگر بنگال میں انگریزوں کو اسطرح قلعہ اور حصار بنانے کی اجازت نہ تھی - نواب نے انگریزوں کے پاس ایک ایلچی بھیجا تھا جسکی مدارات انگریزوں نے ایسی کی تھی کہ جس کے سبب نواب انگریزوں سے خفا تھا اُس نے حکم ناطق نافذ کیا کہ انگریز اپنی دارالاقامت کو مستحکم اور استوار نہ کرنے پائیں - اُس وقت پریسیڈنٹ یہاں ڈریک صاحب تھا - اُس نے خوفزدہ ہوکر نواب کو اس استوار اور مستحکم کرنے کی یہ وجہ بتائی کہ وہ فرانسیسوں کی مخالفت و عداوت کے سبب سے جنھوں نے فرمان شاہی کے خلاف آخر جنگ میں مدراس کو لیلیا اور اب وہ کلکتہ پر حملہ کرنے کو ہیں - سراج الدولہ اس جواب کو سنکر یہ سمجھا کہ پردیسی اجنبی قومیں اسکی حکومت و محافظت کی حقیقت بھی کچھ نہیں سمجھتے - اُس نے برافروختہ خاطر ہوکر اپنی دارالسلطنت مرشدآباد کی کوٹھی قاسم بازار کو چھین لیا اور کلکتہ پر چڑھائی کرنے کے لیئے بہت سی سپاہ لیکر چلا - انگریزوں نے کچھ دیر تک اپنی محافظت کی - شہر سے فصیل کشادہ تھا گورنر اور بہت سے انگریز جہازوں میں بیٹھکر دریا میں نیچے کی طرف چلے گئے اور باقی نے معززانہ شرائط کے اقرار پر اپنے تیئں نواب کے حوالہ کیا - نواب نے قلعہ پر قبضہ کرکے جن انگریزوں کو قید کیا تھا انکو ایک قید خانہ

میں جسکو بلیک ہول کہتے ہیں قید کردیا۔ جس میں قیدیوں کو ایک ہی رات میں ایسی تکلیف پہنچی کہ ۱۴۶ میں ۲۳ زندہ نکلے۔

جب بنگال کے اس حادثہ جانگزا کی خبر مدراس میں آئی تو پریسیڈنٹ نے فوراً بنگال کو ایک بیڑا بھیجا جسکے کمانڈر میر بحر ویٹسن تھے اور اس کے ہمراہ ایک سپاہ کی جسکا سپہ سالار کلایو تھا۔ یہ سپاہ اسقدر تھی کہ کلکتہ کو لے لے اور چندر نگر سے فرانسیسوں کو خارج کردے اور نواب کے دارالسلطنت مرشد آباد کا قصد کرے۔ کلایو صاف لکھتا ہے کہ وہ یہ پورا ارادہ کرکے چلا تھا کہ اس خطہ میں کمپنی کی جائداد کو ایسا مستقل عمدہ حالت میں کردے کہ وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ نواب کی سپاہ سے اور ملک اور اس کی آب وہوا کی مزاحمت سے خوف کرے مدراس کی گورنمنٹ نے بھی اس مہم کے نتیجہ میں ذرا شبہ نہیں کیا۔ وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ بنگال سے سپاہ مدراس میں قبل اس سے واپس آجائے کہ لالی فرانسیسی بیڑا لیکر ساحل کورومنڈل پر آجائے

کلایو نے فوراً قلعہ سے دشمن کی سپاہ کو باہر کیا اور جب نواب نے اسکے مقابلہ کے لیئے سفر کیا تو ایک لڑائی ہوئی جسکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا کہ صلح ہوگئی۔ مگر وہ تھوڑی دیر قایم رہی۔

ویٹسن اور کلایو نے حملہ کرکے چندرنگر میں فرانسیسوں کے سارے مورچے چھین لیئے اسپر نواب اول تو خاموش رہا۔ پھر اس نے اس حملہ کرنے کی منظوری سے انکار کردیا اور چپکے چپکے بوسی کو حیدرآباد سے بلایا کہ وہ آن کر اس کی امداد کرے۔ یہ امر یقینی معلوم ہوتا تھا کہ سراج الدولہ کو جب کوئی موقع اول ہاتھ آئیگا تو وہ از سرنو جنگ کو شروع کریگا اور شرقی ساحل پر لالی حملہ کرنے کے لیئے آن پہنچے گا۔ اور مدراس کی گورنمنٹ بے صبری کرے گی کہ بنگال سے مدراس کی سپاہ واپس آجائے۔

پس اب بنگال میں انگریزوں کو یہ بڑی خطرناک دقت ومشکل پیش آئی کہ مدراس کی سپاہ جبتک واپس نہیں جاسکتی تھی کہ کلکتہ میں ایسا بندوبست نہ ہو کہ اس کو نواب سے کسی طرح کا خوف وخطر نہ رہے۔ اس لیئے جب نواب کے دربار کے ناراض ورنجیدہ خاطر اور ستم رسیدہ امراء نے کلایو پاس اپنی درخواستیں بھیجیں تو وہ اُن عہد وپیمان میں شریک ہوگیا جو سراج الدولہ کی معزولی اور میر جعفر کی مسندنشینی کے لیئے کیئے جاتے تھے۔ سازش کرنے والوں میں سب سے بڑا

میر جعفر تھا۔ پھر کلایو نے ملک میں سفر کیا اور پلاسی پہنچا جہاں نواب اپنے مورچے لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اُس کے پاس پندرہ ہزار سوار اور بیس تیس ہزار پیدل اور چالیس توپیں تھیں۔

توپ زنی سے لڑائی شروع ہوئی۔ نواب کی طرف ایک فرانسیسی توپخانہ تھا جس نے انگریزوں کو بہت ستایا۔ مگر جب انگریزوں نے فرانسیسیوں کو اپنی جگہ سے باہر کردیا اور ایک بلندی پر چڑھ گئے جہاں سے دشمن کے کیمپ کے اندرونی مستحکم مقامات دکھائی دیتے تھے تو کلایو نے دشمن کے لشکرگاہ کے ایک گوشہ پر حملہ کیا تو نواب بھاگ گیا۔ اُس کی ساری سپاہ پریشان و پراگندہ ہوگئی نواب اپنے سارے ڈیرے خیمے۔ توپ خانے اور جنگ کا کُل سامان اور پانچ سو مُردہ لاشیں چھوڑ گیا کلایو کے مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی طرف ۲۲ سپاہی مقتول اور پچاس مجروح ہوئے تھے۔ دوسرے دن صبح کو میر جعفر بہت سے سواروں کو ساتھ لیکر کلایو کی ملاقات کو آیا تو اُس کی نوابی کی سلامی اُتری۔ وہ لڑائی کے دن صرف لشکروں کے جھنڈوں کے گرد پھرا کیا کچھ اور کام نہیں کیا۔ پھر وہ دارالسلطنت مرشد آباد کی طرف گیا اور سراج الدولہ کو قتل کیا۔ کل صوبہ نے اِس نئے نواب کی اطاعت قبول کی۔

دہلی کے بادشاہ میں مطلق قابلیت نہیں تھی کہ وہ اس معاملہ میں مداخلت کرتا۔ اُسکی جگہ تو دہلی میں احمد شاہ اپنی افغانی سپاہ لئے ہوئے فرمانروائی کر رہا تھا۔ غرض اس انقلاب عظیم سے دفعۃً بنگال میں انگریزوں کو فوقیت اور علوئیت حاصل ہوگئی۔

فصل دوم۔ اُس زمانہ کی ہندی سپاہ

پلاسی میں ایک چھوٹی سی جنگ ہوئی۔ جس میں نواب کی بہت سی سپاہ شکست پاکر بھاگ گئی۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ جس میں ہندوستانی سپاہ عظیم جسکے سر پر ایک بڑے صوبے کا فرمانروا خود سپہ سالار بنا ہوا موجود تھا اُنکے مقابلہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سپاہ صف آرا ہوئی وہ کسی کی کمک اور حمایت کرنے کے لیئے جنگ کرنے نہیں آئی تھی بلکہ خود سردارانہ لڑنے آئی تھی۔ یہ جنگ اُن بہت سی لڑائیوں کی طول طویل فہرست میں اول ہے جو ہندوستانی والیان ملک اور سپہ داروں سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہوئیں۔ اس جنگ سے اس امر کی توضیح ہوتی ہے

کہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں جو ہندوستانی گورنمنٹیں اور اُن کی سپاہیں جو انگریزوں کے
مقابلہ میں آئیں وہ در اصل بڑی ضعیف تھیں - ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری ہونے
کے اسباب یہ تھے کہ اُن کے مخالفین میں ضعف و ناتوانی موروثی تھی - اور اُن میں حکومت کرنے
کی اور اپنے ملک و مال کے سنبھالنے کی لیاقت ہی نہیں تھی - انگریزوں میں یہ دونو لیاقتیں
ملک میں حکومت کرنے کی اور ملک و دولت پر قبضہ رکھنے کی موجود تھیں - جسکی وجہ سے اُن کو
ایسے ملک میں جگہ ملگئی جو بڑا آباد اور دولتمند تھا - مگر کوئی اُس کا مالک اور سر دھرا نہ تھا - یہ بھی
یاد رکھنا چاہیئے کہ بنگال میں اور اُن صوبوں میں جنکی حدیں سمندر سے ملی ہوئی تھیں -

انگریزوں کو آسانی سے جو فتوح حاصل ہوئیں اُس کی وجوہ یہ تھیں - اول وہ بہ نسبت اندرونی
اضلاع کے غیر محفوظ تھے - دوم دہلی کی سلطنت ابتر و پریشان ہو کر ضعیف ہو گئی تھی - سوم ان اضلاع
کے باشندے اور آدمی قدرتی جنگ پسند بہ نسبت اور مقامات کے کم تھے - چہارم انہیں اتفاقیہ
بدعملی و بد انتظامی تھی - مغلوں کے پچھلے بادشاہوں کی سپاہیں بہت خراب تھیں - اورنگزیب کے
مرنے تک مغلوں کی سپاہ میں ایسا زور تھا کہ اگر ساحل سمندر پر کوئی چھوٹا سا لشکر آتا تو وہ اسکو دفع کر دیتی
اگر بنگال میں کوئی طاقتور لائق نواب ناظم ہوتا تو پلاسی میں کلایو کو فتح بغیر کسی مضرت کے نہ حاصل ہوتی
چنانچہ چند سال بعد جب دکن میں حیدر علی سے لڑنے کے لیئے اور مغرب میں مرہٹوں سے کارزار
کرنے کے لیئے انگریزوں نے افواج کشی کی ہے تو اُن کو معلوم ہوا کہ اگر ہندی سپاہ تعداد
میں کثیر ہو اور اُس کے افسر لائق ہوں تو اُس سے لڑنا ایک بیحد دہشت ناک دشمن سے مقابلہ کرنا ہے -

اب ہمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ انگریزوں کو جو اول اول فتوح حاصل ہوئیں وہ اُن لشکروں پر تھیں
جن میں بھاڑے کے سپاہی ایسے تھے کہ جنمیں باہم یکجہتی نہ تھی نہ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ
وفادار و خیرخواہ تھے - اس زمانہ میں ہندوستانی سپاہ بھاڑے کے سپاہیونکی انبوہ کی بھرتی
ہوتی تھی - بعض گھرانے کے سرگروہ اُن کو اُن سرداروں کے پاس پہنچا دیتے تھے جو اُن کی
تنخواہ دینے کی قابلیت رکھتے تھے - ہندوستان میں وبا کی طرح گروہ اگروہ سپاہی تلوار اور
نیزوں کو ہاتھوں میں لیئے ہوئے سب طرف پڑے پھرتے تھے - جنمیں اکثر ایشیائی پردیسی
تھے - وہ سخت لڑائی لڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے - سب اُمرا اول اور پیچھے کی بندوقوں کی باڑ

قریب پڑتی یا اُن پر توپخانہ درستی کے ساتھ لگایا جاتا تو پھر وہ میدان جنگ میں ٹھیر نہیں سکتے تھے علاوہ اس کے اُن کے پیشوا ڈھل مل و مذبذب ہوتے جانب غالب کے طالب ہوتے اور ہمیشہ ایسی سازشیں کرتے کہ کیا اپنے آقا کو دغا دیں یا اُس کی بیخکنی کریں۔ اسلیئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ اس قسم کی سپاہ کا ہونا نہایت مضرت ناک ہتیاروں کا نامرد و کمزور ہاتھوں میں ہونا ہے۔ پادشاہ یا حاکم اعلیٰ یا غاصب سلطنت جو اس سپاہ کو اپنے پاس نوکر رکھتا اور اُس کو ساتھ لیکر میدان جنگ میں جاتا تو وہ اپنی بہترین رجمنٹوں پر بھی اعتبار کرنے میں دھکڑ پکڑ کرتا۔ اٹھارہویں صدی میں باغی صوبوں میں بعض سپہ داران بھاڑے کی سپاہ کو ساتھ لیکر کامیاب ہوگئے تھے انمیں سب سے بہتر لڑنے والے افغان تھے۔

اہل یورپ نے ہند کے اکھاڑے میں اُترتے ہی یہ تحقیق کرلیا کہ ہم نئے آنے والے تمام ایشیائی پردیسیوں سے فن سپہ گری میں بہتر ہیں اور اُن لیاقتوں میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں جو یک دل متفق مستقل لشکر کو میدان جنگ میں لیجاکر سائنس کے موافق اسطرح لڑاتی ہیں کہ اُسکو غیر تعلیم یافتہ و غیر متفق لشکر عظیم پر فتح حاصل ہوجاتی ہے۔ بنگال اور کرناٹک کے آوارہ مزاج اور ہڑ چیلا بکرنے والے نواب انگلش اور فرنچ کے سامنے لڑنے کے لیئے باغی سپاہیوں کے گروہ لاسکتے تھے جو اول ہی دہلہ سے پراگندہ ہوجاتے تھے۔ بھاگنے میں اپنے پیشواؤں کے پیرو ہوتے تھے اور فتنہ انگیزی کرتے تھے۔ اسکا سریع قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ہندوستان کی آبادی کے اہل سیف قوموں نے بہت جلد اپنی خدمتوں کو مستقل اُن پیشواؤں کے علموں کے نیچے کیا جو ہمیشہ اُنکی تنخواہیں دیتے تھے اور فتح پاتے تھے۔ جنگ میں سامنے کی صف میں ہمیشہ دکھائی دیتے اور اپنے ہموطنوں کے گروہ کے ساتھ ملکر دشمنوں سے سخت لڑائی لڑتے تھے۔ انگریزوں نے ہندوستانی سپاہ بھرتی کی۔ اُسوقت ہندوستان میں بیس لاکھ آدمی پڑے پھرتے تھے۔ جنکا پیشہ یہی تھا کہ وہ اجرت لیکر لڑتے تھے۔ اُن میں سے انگریزوں نے اپنی سپاہ بھرتی کی۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دفتر میں لکھا ہوا ہے کہ پیدل جتنے چاہو بھرتی کرلو۔ اُنکے گروہ گروہ ایک بڑے لمبے سفر کرنے پر بھاگ جاتے تھے۔ اور ہندوستان کے شہسوار (افغانی۔ تاتاری۔ ایرانی۔ مرہٹے) چھ ہفتے کے نوٹس میں کثرت سے بھرتی ہوسکتے تھے جن میں بہت سے ایسے ہوتے تھے کہ دشمن سے کھیت

بھاگ کر آتے تھے۔ انگریزی افسران سپاہ زیادہ تر ہندوستانی پیدل سپاہ پہ بھروسا کرتے تھے جو غالباً وسط ایشیا کے وحشی آدمیوں کی نسبت زیادہ نمک حلال اور خیر خواہ اور ڈسپلن کے تابع ہوتے تھے۔ ہندوستانی سپاہ کی بہادری اور خیر خواہی پہ جو انگریزوں نے اعتبار کیا تھا اُس کا حق سو برس تک اُس نے خوب ادا کیا۔ دکن میں ایسٹ انڈیا کمپنی پاس دشمنوں کے ٹھکانے لگانے کے لئے مصالحہ جنگ یہ ہوتا تھا کہ ہندوستانی توپخانہ۔ چند لال کُرتی کے گوروں کی سپاہ اور ہندوستانی پیدلوں کی تنومند پلٹنیں قواعد دان۔ اور لایٹ کیولری کے سوار اور سب کے اُوپر کوئی کاردان افسر سپہ سالار۔

اُوپر جو ہم نے اُس زمانہ کہ ہندوستانی سپاہیوں کے باب میں مشاہدات بیان کئے ہیں وہ خوب توجیہ اِس امر کی کرتے ہیں کہ کیونکر انگریزوں کو ابتدائی جنگوں میں جلد جلد فتوح حاصل ہوئیں اور اُنھوں نے اُن اضلاع کو اور خاصکر بنگال کو فتح کر لیا جو سمندر کے ساحل کے پاس تھے۔ انکو فقط یہ کام کرنا پڑا کہ پردیسی نسل کے غصب کرنے والے جو غیر مستقل فرمانروا بن گئے تھے اُن کو اُلٹ پلٹ و زیر و زبر کردیں اور بھاڑے کے سپاہیوں کے بڑے گروہوں کو جو لڑائی میں سوار اپنی تنخواہوں کے اور کچھ غرض نہیں رکھتے تھے اِس فرنگستانی اور ہندوستانی سپاہ سے پراگندہ اور منتشر کردیں۔ مغرب سے مرہٹے اور شمال سے افغان پھیلتے جاتے تھے اِن دونوں کے درمیان جو ملک تھا وہ لوٹ کھسوٹ اور بالجبر تحصیل زر سے پائمال و تباہ ہوا جاتا تھا۔

تجارت اور زراعت میں بڑی کمی آتی جاتی تھی اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی حکومتیں ایسی متزلزل اور غیر مستقل ہو رہی تھیں کہ ایک فوجکشی یا لڑائی میں ہارنے سے بالکل غارت ہو جاتی تھیں۔ مگر حواشی ہند میں جو بہ طریق بآسانی فتح کرنے کا تھا وہ مدت تک قایم نہیں رہا۔ اسلیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب انگریزوں کا عمل دخل آگے ملک کے اندر بڑھا تو اُن کی ترقی بہت آہستہ ہوئی اور ایک مدت کے لیئے وہ رُکے رہے۔

مغربی ساحل پہ جن رقیبوں حریفوں سے انگریزوں کو مقابلہ کرنا پڑا وہ بنگال نواب سے بہت مختلف تھے۔ اب مرہٹوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ جنگی قوت اُن کی بڑی قومی خصلت تھی۔ وہ پولیٹکل استقلال رکھتے تھے سپہ گری کا بہت ہیبت ناک انتظام رکھتے تھے۔ بہت سے ملک اُنھوں نے

فتح کر لیئے تھے وہ شمالی ہند میں آگے زبردستی بڑھے چلے جاتے تھے - وہ اضلاع متوسط میں سب سے زیادہ اعلیٰ و برتر تھے - ایک سپاہ انکی نظام اسٹیٹ کو بے دست و پا کر رہی تھی اور دوسری سپاہ کرناٹک پر میسور میں خراج کی اُگاہی زبردستی کر رہی تھی - وہ مسلمانوں کی حکومتوں کو ضعیف کرتی تھی اور مرہٹوں کی وہ لڑائیاں جو مسلمانوں کی سلطنتوں کو ضعیف کرتی تھیں - اور حیدرآباد میں بوسی کی سپاہ کے اقتدار کو گھٹاتی تھیں انگریزوں کے حق میں بڑی مفید اور کارآمد تھیں -

جس زمانہ میں مغلوں کی سلطنت تباہ ہو رہی تھی تو ہندوستان بے سرا ہو گیا تھا - اگر یہاں اہل یوروپ ٹھیک وقت پر نمودار نہ ہوتے تو کُل دکن اور اضلاع متوسط میں مرہٹوں کی سلطنت یقینی ہو جاتی - یہ انگریزوں کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ جب تک اُن کی سلطنت زبردست نہیں ہو گئی اُنھوں نے مرہٹوں سے مُٹھ بھیڑ نہیں کی - اس میں شبہ نہیں کہ انگریز اور کُل والیان مُلک کے درمیان جو مُلک ستانی میں برتری اور فوقیت حاصل کرنے کے لیئے جنگ آرائی ہوتی تھیں اُن میں بڑے ہیبت ناک مقابلہ کرنے والے مرہٹے تھے -

باب ششم

بنگال میں انگریزوں کی حکومت

فصل اول صوبہ بنگال کی مادی صفات

۱۷۵۷ء میں کلائیو صاحب نے فتح حاصل کی تو اس کے بعد بنگال میں انگریزوں کو تسلط حاصل ہوا جس کے اثر سے سارے ہندوستان میں اُنکا بول بالا ہوا - اس عہدہ کے حاصل ہونے سے اُن کی تجارت میں ایسی افزائش ہوئی تھی کہ جس کے ذریعہ سے دکن میں فرانسیسیوں پر انگریزوں کا فتح حاصل کرنا یقینی ہو گیا تھا - اس لیئے کہ سمندر سے لانے کا بالکل انقطاع ہو گیا تھا ساحل سمندر کے ایک حصہ میں اُن کی بستی اپنے سنبھالنے میں نقش بر آب تھی اور لنکا کے ڈلٹا اور اس کے سوا نہ خیز اضلاع زیرین میں انگریزوں کے قدم خوب جم گئے تھے - کلکتہ میں کمپنی کے گورنمنٹ کے صدر مقامات کا مستقل ہونا انگریزوں کی بیشتر قدرت کی پڑتی ڈگ تھی - ہند کے وسط میں اندرونی ملکوں کے اندر انگریزوں کی حکومت کی رسائی بنگال کی بدولت ہوئی تھی

بمبئی مدراس کے توسل سے بنگال کے سبب سے ہندوستان میں اپنی برتری کے لیئے ایک راہ مستقیم انگریزوں نے تحقیق کرلی۔ بنگال میں نرم اور غیر محفوظ طرف سے ہندوستان میں انگریزوں کا عمل دخل ہوا ہی۔ راس کماری سے شمال کی طرف مشرقی ساحل ہند پر ایک بندر بھی اور سمندری مقام بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں بڑے جہاز آسکیں اور نہ کوئی دریا ایسا ہے کہ اس میں سمندر سے جہاز آسکیں۔ خلیج بنگال کے سرے پر ڈیلٹے کی صورت کا ایک خطہ زمین ہے جس میں دریا جہاز رانی کے قابل ہیں اور اس میں اُن بڑے بڑے دریاؤں کے دہانے ہیں جو ملک کے اندر بہتے ہیں جن میں سے بعض بعض زمین کے پانی سے بھرتے ہیں۔ بعض ہمالیہ پہاڑ کی برف کے گلنے سے پُر ہوتے ہیں۔ ساحل سمندر پر صرف اس حصے میں ایسے وسیع دریا ہیں کہ وہ آبی راہیں ہیں جن میں جہاز رانی ہوسکتی ہے اور اُن کے ذریعہ سے ملک میں میلوں تک سفر کرسکتے ہیں اور اُن کے گرد اور اُن سے پرے بنگال کا سیراب اور زرخیز ہموار ملک ہے۔ جس کے باشندے بڑے محنتی جفاکش اور جنگ سے ناآشنا ہیں اور پیدا بہت کرتے اور تھوڑا کھا کے جیتے ہیں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ اٹھارہویں صدی میں بنگال زراعت و تجارت میں سارے ہندوستان میں سب سے زیادہ تونگر و متموّل تھا۔ کرنیل جیمس تبلاتے ہیں کہ بنگال میں بے انتہا دولت ہے اور سمندر کی طرف غیر محفوظ ہے۔ ۱۷۶۷ء میں ویرلیسٹ پریسیڈنٹ کلکتہ لکھتا ہے کہ بنگال کی نہایت وسیع تجارت کو ہم یہ خیال کرسکتے ہیں کہ وہ ایسا مرکز و مرجع ہے جس کی طرف سارے ہند کی کل دولت کھنچی چلی آتی ہے۔ ہند کے دور دور کے اضلاع میں اس کی صنعت کی چیزیں جاتی ہیں۔ وسط ایشیا سے کوئی راہ اس پر حملہ آوری کی نہیں ہے۔

دہلی و آگرہ لاہور سے وہ فاصلہ دراز پر واقع ہیں اُن کے لڑائی جھگڑوں سے بچا رہتا ہے مدتوں سے اس میں شمال سے پردیسی آئے ہوئے حکومت کرتے ہیں۔ مگر اس پر سمندر کی طرف سے آسانی سے حملہ ہوسکتا ہے اور وہ ہر لحاظ سے ایسی قوم کے لیئے جو تجارتی ہو اور بحری تجارت کرتی ہو جیسے کہ انگریز ہیں ایک نعمت عظمیٰ ہاتھ پھیلائے لیے ہوئے ہے۔ اس میں دریاؤں کا ایسا جال پھیلا ہوا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے دل کی شرائین ہیں۔ بنگال سے شمال مغرب کی طرف زمین باستثنائے چند مقامات کے کل ہموار ہے۔ اس میں شمال مغربی اضلاع اور اودھ [illegible]

ہیں اور پنجاب تک ہمالیہ کے نیچے تک وہ پھیلے ہیں۔ پس یہ زمین جو ہمالیہ کے نیچے سے جنوب مشرق کی طرف خلیج بنگال تک پھیلی ہے جسکے قبضے میں ہو وہ ہندوستان کے مرکز پر قبضہ رکھتا ہے جہاں سے سارے ہند پر حکومت کر سکتا ہے۔ یہ بھی خیال میں رکھو کہ ہند کے متواتر فتح کرنے والے خاندانوں نے جتنے شہر بسائے ہیں وہ ان ہی اضلاع میں آباد کئے ہیں۔ ہندوستان کے نقشے کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ہند کا اوپر کا حصہ باقی ایشیا سے عجیب مستحکم و مرتفع دیواروں سے جدا ہوتا ہے۔

ہندوستان کی زمین کی سرحدوں پر مستحکم کوہستانی حصار کھنچے ہوئے ہیں اور جنوب و مغرب میں سمندر کی طرف کوہستان نیچے ہوتے جاتے ہیں اور اُن کے ڈھلان آسان گزار ہیں۔ اور بیرونی سرحد اور زرخیز متوسط زمین کے درمیان صحرائے ہند واقع ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے زمین ہند کی زرخیزی کو جان کر جہاں تک ممکن تھا سخت محنت اٹھا کر اس کی محافظت اس طرح کی کہ اس کے گرد کوہستانی دیوار شمال مغرب اور شمال سرحدیں کھینچ دی ہے اور اس میں چند درے بنا دئے ہیں جن میں سے گذر ہو سکے۔ یہ درے افغانستان سے باہر نکلنے کی راہیں ہیں جنسے سکندر اعظم اور اس کے بعد اور حملہ آور داخل ہو کر ملک زیریں میں گئے۔

جو شخص کہ ان بے انتہا پہاڑوں میں سے اور افغانستان کی پہاڑی وادیوں میں سے گذر کر آخر پہاڑ کے کنارہ سے چڑھتا ہے دُھندلی گرد میں ہندوستان کا میدان سمندر کی طرف اس کی نظروں کے سامنے آتا ہے وہ اُن فیلنگس کا خیال کر سکتا ہے جو ایشیا کی مرتفع زمینوں سے جانباز اولوالعزم آنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوئے ہونگے۔

کوہ ہمالیہ کے کُل شمالی سرحد سے اس لیئے گذر نہیں ہو سکتا کہ اس کے کوہستانی مرتفع سلسلہ کے پیچھے مرتفع زمینیں ہیں جنکا سب سے زیادہ ارتفاع ۱۷۰۰۰ فیٹ ہے۔ پس ہندوستان کی زمین کی طرف بلند قدرتی حصار ہیں۔ لیکن جو حملہ آور سمندر کی طرف سے آتا ہے وہ ان سب محافظ حصاروں کو الٹا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ وہ حملہ آور کشادہ غیر محفوظ پانی کے دروازوں سے داخل ہوتا ہے اور وہ قلعہ کے مرکز کی طرف سے داخل کرنے جاتا ہے اور برابر ہی اندر سفر کر کے دیواروں کے نیچے نیچے جا پہنچتا ہے اور مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیتا ہے اور ان حصاروں کو اوروں کے آنے کے لیئے سد راہ بنا لیتا ہے۔ یہ وہی کام ہے جسکو انگریزوں نے ۱۷۵۷ء

و ۱۸۴۹ء کے درمیان ٹھیک ٹھیک کیا ہے۔

یہ صدی اُن کی ہندوستان میں ہندوستانی سلطنتوں کے ساتھ لڑائی بھڑائی میں صرف ہوئی ہے۔ اس زمانہ کی ابتدا میں بنگال کی فتح ہونے سے انگریزوں کی گورنمنٹ کا حقیقی مرکز دکن سے بنگال میں منتقل ہوا اور اس طرح سے وہ جنگ اور پولٹیکس کے بڑے وسیع اکھاڑے میں اُتر آئے

فصل دوم۔ اندرونی حالات اور انتظام کی ابتری

جب پلاسی میں انگریزوں نے فتح پائی تو اس کے بعد ضروری کام یہ تھا کہ بعض انتظامات و بندوبست باقاعدہ درست کیے جاتے۔ انھوں نے عہدنامے کے موافق بنگال میں میر جعفر کو نواب بنایا تھا۔ نواب نے اس عہدنامہ میں یہ وعدہ لکھ دیا تھا کہ وہ انگریزوں کے خرچ جنگ اور اُن نقصانات کا معاوضہ بہت سا دیگا جو کلکتہ کے اور کوٹھیوں کے چھن جانے سے ہوئے ہیں اور اس کی عوض میں انگریزوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ نواب کو جب لشکر کی ضرورت ہو تو وہ اس کو دیا جائیگا اور اس سے اس کا خرچ لیا جائیگا۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ایک ہندوستانی نواب جالی ملک کا خزانہ بالکل خالی ہوگیا جسکے سبب اس کی حالت ایسی ردی ہوگئی کہ نہ وہ حکومت کرسکتا تھا نہ اپنے تخت سلطنت کو سنبھال سکتا تھا اور ایسے اجنبیوں کا مطیع تھا کہ جن کے ذمے کوئی جوابدہی یا بازپرس نہ تھی اور اُن کے زیر حکم وہ سپاہ تھی جو اس کی قلمرو میں مقیم تھی۔ ایسی حالت کا ہونا ہندوستان میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ ہر فوج امداد لشکر کا میر عسکر دیسی یا پیشوا اپنی گورنمنٹ کے لئے ایسا ہی خطرناک عدو تھا جیسا کہ گورنمنٹ کے دشمن کے واسطے۔ اسوقت بنگال میں کلایو صاحب کا وہی حال تھا جو حیدرآباد میں بوسی کا۔ مگر جب حیدرآباد سے بوسی کو لالی نے بلا لیا تو وہاں سے فرانسیسیوں کی حکومت بالکل اُٹھ گئی۔ مگر اس کے برخلاف انگریزوں کا حال بنگال میں تھا کہ جس ملک کو انھوں نے فتح کیا اس میں انکی حکومت استحکام پارہی تھی۔ مگر انگریزوں کی اس ملک میں حالت ایسی مذبذب تھی کہ استحکام حکومت میں اُن کو بڑی دشواریاں پیش آئیں اگرچہ وہ ملک کے اصلی فاتح تھے مگر نہ وہ حکمرانوں کا ٹھاٹھ کرسکتے تھے نہ اس کے اختیار کرنے کے مجاز تھے وہ ایک تجارتی کمپنی کے (قایم مقام) ریپریزنٹیٹو تھے جن کو قوم کی

طرف سے یہ اجازت نہ تھی کہ وہ ملکوں کو فتح کیا کریں۔ پس مجبوری کسی ایسے ہندوستانی حکمران کی بظاہر تعظیم و تکریم کیا کریں جو در اصل اُس کا ماتحت معاون ہو۔ کوئی بات اِس سے زیادہ نظمی نہیں پیدا کر سکتی کہ سول گورنمنٹ اپنے تئیں خود مختار قوت یا سٹیٹ کے مفسد فرقہ کے تابع ہو کر کم رتبہ بنا لے۔

بنگال میں خاص زیادتیاں اور ظلم ایسے ہوتے تھے کہ اُنھوں نے اُس کی حکومت منقسم اور غیر منقسم کی برائیوں کو بہت بڑھا دیا تھا۔ اُن کی تفصیل یہ ہے۔ اوّل نواب اور کمپنی میں سے ہر ایک کو روپئے کی اشد ضرورت تھی اور کمپنی کو تو یہ ضرورت اس سبب سے تھی کہ مدراس میں فرانسیسوں اور انگریزوں کی لڑائیاں ہو رہی تھیں اُن کی اعانت کے لئے بہت روپیہ نا گزیر بھیجنا پڑتا تھا۔ نواب کو روپیہ کی اشد ضرورت اس سبب سے تھی کہ اُس کو یہ تو پسند نہ تھا کہ وہ اپنی سپاہ کو موقوف کر کے بالکل انگریزوں کے بس میں ہو جاتا اس لئے وہ اپنی فوج رکھتا تھا۔ مگر اُن کی چڑھی ہوئی تنخواہیں ادا نہیں کر سکتا تھا جسکے سبب سے وہ بغاوت پر تلی بیٹھی رہتی تھیں اور اسکی مملکت میں بڑے بڑے رئیس مالکان زمین باغی ہو گئے تھے اور مغرب میں مرہٹے بنگال کو دھمکا رہے تھے اور ولیعہد سلطنت دہلی مع سپاہ شمالی و مغربی اضلاع میں موجود تھا جو بنگال پر دعویٰ اس سبب سے کرتا تھا کہ اُس کے باپ کی سلطنت کا وہ ایک صوبہ تھا۔

پس نواب کے ملک کے اندر مفسدوں اور باغیوں کے فساد و بغاوت مٹانے کے لیئے اور باہر کے حملوں کے روکنے کے لیئے سپاہ کی ضرورت تھی۔ دوم کمپنی نہ محض نواب کی بڑی زبردست کمک کی سپاہ تھی کہ اُس کی آمدنی کا بڑا حصہ سالیانہ اپنی امداد کے معاوضہ کا مانگتی تھی۔ افغانوں اور مرہٹوں کا پیشہ سپہ گری رکھتی تھی کہ اپنے نقصانات و خدمات کا معاوضہ لیتی وہ تو ایک جماعت تھی جسکو یورپ کو باقاعدہ روپیہ بھیجنا پڑتا تھا اُسکا مقصد اولی اب تک تجارت تھا جب اُس نے دیکھا کہ اب ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تو اُس نے ملک کے عمدہ پیداوار کا اجارہ لے لیا۔ اُس نے اپنی تجارت کا دامن نہیں چھوڑا اور اسکے ساتھ پولیٹکل کو دامن چولی کا ساتھ بنا لیا۔ تجارت اور حکومت کو آپس میں اسطرح ملا دیا کہ پہلے کوئی اسکی نظیر نہیں تھی جسکے سبب بنگال میں ایسی خرابیاں پیدا ہوئیں کہ وہ قابل برداشت نہیں اور بنگال کی حالت بڑی بگڑ گئی تھی

ہندوستان کی انگریزی عملداری کی تاریخ میں یہی ایک ایسا زمانہ ہے کہ جسکے سبب سے انگریزوں کے نام پر بڑا دھبا لگتا ہے سنہ ۱۷۶۰ء سے سنہ ۱۷۶۵ء تک چھ برس کلایو صاحب یہاں سے جاکر ولایت میں تشریف فرما رہے تو اُن کی غیر حاضری کے سبب سے کمپنی کے معاملات ایسے حاکموں کے ہاتھ میں آئے جو تجربہ کار اور اپنے کام کے لائق نہ تھے اور یہ زمانہ وہ تھا کہ جس میں نہایت مستحکم مدبرانہ حسن انتظام کی اشد ضرورت تھی۔ کلایو صاحب نے اپنی دور اندیشی سے یہ پیش بینی کر لی تھی کہ اس انتظام سے کام نہیں چلیگا اور نہ وہ قایم رہے گا۔

انہوں نے سنہ ۱۷۵۹ء میں پٹ وزیر اعظم انگلینڈ سے یہ عرض کیا تھا کہ جب بنگال میں انگریزی قوم کی پوری بادشاہی حاصل ہو جائیگی تو دو کروڑ روپیہ کی آمدنی کی میں امید کرتا ہوں۔ اس اثنا میں انھوں نے جو اندرونی انتظام کہ اُن سے ہو سکتا تھا وہ کیا اور بڑا زور اسپر ڈالا کہ ولیعہد سلطنت دہلی اس صوبہ سے باہر چلا جائے۔ مگر جب وہ سنہ ۱۷۶۰ء میں ولایت چلے گئے تو باہر کی طرف سے حملے از سر نو ہونے شروع ہوئے اور بنگال کا انتظام بالکل اس سبب سے بگڑ گیا کہ نواب اور کمپنی کے ایجنٹوں میں ان بن بیڈھب ہو گئی۔

کمپنی سے نواب پرخاش اسلیئے کرتا تھا کہ اس کی حکومت مٹ نہ جائے۔ وہ دل سے مخفی خط و کتابت کرتا تھا۔ بمقتضائے طبع بشری وہ اپنی حکومت و اختیار کا آزادانہ اظہار کرتا تھا۔ وہ کمپنی کے رقیبوں سے اس لیئے سازشیں کرتا تھا کہ اس کو یہاں سے اکھیڑے اور اس کو دق کرے۔ مرہٹے جو اس کے ملک کو برباد کر رہے تھے اُن کے برخلاف وانگریزوں کے ساتھ ملکر لڑنے سے گریز کرتا تھا کہ اگر کمپنی کو ایک شکست ہو جائیگی تو اس کی بنیاد ہل جائیگی۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ نہ انگریز نہ نواب اچھی طرح حکمرانی کر سکتے تھے۔ دونو کو رعایا ناپسند کرتی تھی۔

ان برسوں میں درحقیقت ملک میں کوئی صاحب حکومت فرمانروا نہ تھا۔ ملک میں انگریزی سپاہ تھی جسکو تنخواہ اچھی طرح ملتی تھی اور خوب قواعد جانتی تھی۔ ملک کی الگزی کیٹو گورنمنٹ اور سپاہ کے لیئے خزانہ کی معموری نواب کے ذمے تھی جسکو اپنے افسروں کی طرف سے یہ خوف لگا رہتا تھا کہ اُن میں سے کوئی اُس کو پوشیدہ مار نہ ڈالے اور کمپنی کی طرف سے یہ اندیشہ رہتا تھا کہ وہ اُس کو مسند ریاست سے نہ اُتار دے۔ بنگال میں جو انگریزی تاجر آئے تھے اُن کا یہی مقصود

یہ تھا کہ دولت سے اپنی تھیلیوں کو پُر کیجئے۔ جب اُن کو خوب پیٹ بھر کر دولت ہاتھ آجاتی تھی تو وہ ولایت کو چلے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں اُنھوں نے دیکھا کہ نہ نواب ہے کوئی مزاحمت کرنے والا ہے اور نہ کسی پبلک اوپی نین کا اُنپر غلبہ ہے نہ کوئی قانونی جوابدہی اُن کے ذمہ ہے۔ اس ملک میں کوئی قانون ہی نہیں ہے۔ ایسی حالتوں میں انسان کی طبیعت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں وہ اپنی ہوا و حرص و طمع کے موافق کام کیا کرتا ہے۔ بعض انگریز بھی ایسے تھے کہ انھوں نے عزت و عدالت و دیانت کا پاس و لحاظ نہیں کیا اسے دیانت بر تو لعنت پر عمل کیا۔ اُن سے پہلے جنھیں شغل و مرہٹے لوٹتے تھے ایسے ہی وہ لوٹتے تھے۔ مگر انتظام کے ساتھ باقاعدہ بیوپار میں دولت کی ہوس نے اور اُس کے وصول کی رسائی نے اُنکے کونشنس (انوار ایمانی) کو تاریک کیا اور ایک عام نافرمانی اُن میں پھیل گئی۔

۱۷۶۵ء میں جب کلایو صاحب ہندوستان میں دوبارہ آئے ہیں تو اُنھوں نے کمپنی کو یہ کیفیت لکھی ہے کہ۔ ایسے ملک میں جہاں دولت بافراط ہو اور گورنمنٹ کا کوئی اصول سوا خوف و دہشت کے اور کچھ نہ ہو اور ہمارے ہتیار ہمیشہ فتح حاصل کرتے ہوں وہاں یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہے کہ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے میں دولتوں کی طمع و ہوس جلد اختیار کی جائے اور ایسے صاحب حکومت و ذی اختیار آدمیوں میں جنکا کوئی مقابلہ نہیں کرسکے بیشتر حرص و رشوت ستانی اور زیادہ ستانی کو غلبہ ہو جائے۔ ضرور اس عام بداخلاقی نے ملک کے محاصل پر اثر کیا اور میر جعفر اور کمپنی کے درمیان پرخاش کی آتش زیادہ بھڑکائی۔ اور فریقین کی مالی حالتوں میں دشواریاں اور دقتیں پیدا ہوئیں۔

نواب نے اُن فوجوں کے لیئے روپے کے حاصل کرنے میں کچھ جد و جہد نہیں کی جس پر کمپنی کی ساری قوت کا مدار تھا۔ فوج کے خرچ کی بقایا چڑھتی چلی گئی اور خوفناک ہوگئی۔ آخرکار پریسیڈینٹ اور کونسل نے اس جھگڑے کو یوں نپٹایا کہ میر جعفر کو معزول کیا اور میر قاسم کو اسکی جگہ بٹھایا۔ میر قاسم سے اس معاملہ میں پخت و پز پہلے ہی سے ہو رہی تھی۔ وہ میر جعفر کا دیوان تھا اس نے اپنی نوابی کے لیئے انگریزوں کو بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کرلیا۔ یہ تبدیلی اس طرح ہوگئی کہ کسی کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔ میر قاسم نے نوابی کو میر جعفر سے زیادہ روپے کے وعدہ پر خرید لیا تھا

مگر اپنے وعدے کو ایفا نہ کر سکا۔ اِس لئے پہلے سے بہت زیادہ معاملہ کی صورت بگڑ گئی اور کمپنی اور قاسم کے درمیان بڑا خطرناک بگاڑ ہوگیا۔ بدنیتی کا کچھ علاج نہ ہوا جسکے سبب سے خزانے خالی ہوگئے۔ حکومت کی صورت بگڑ گئی۔ محاصل مُلکی میں کمی ہوئی۔ بالائی ہند سے راہوں کے پرخوف و خطر ہونے سے تجارت بند ہوگئی۔ انگریز اپنی پولٹکل برتری کے سبب سے یورپ کے لئے نکاسی مال کے اجارہ ہی میں کامل نہ تھے بلکہ بنگال کی اندرونی تجارت میں کل اسباب تجارت کی معافی محصول کے لئے اپنے تئیں مستثنےٰ بنانے میں اپنی حکومت کو کام میں لاتے تھے اور کمپنی کے انگریز اور اُن کے ہندوستانی ملازمین اِس معافی محصول کا بہانہ بناتے۔ نواب کی حکومت کو نہیں مانتے تھے۔ نواب کے افسران مال سے کمپنی کی کوٹھیوں کے ملازم اُنسے جھگڑنے کے لئے ہتھیار لیکر لڑنے کو کھڑے ہوتے تھے۔ یہ انگریزوں کا دعویٰ معافی محصول کا بالکل بیہودہ اور انصاف کے خلاف تھا۔

کمپنی اور نواب کی آپس کی ان رگڑوں سے آگ نکلی کہ مسٹر ایلس پٹنے کی کوٹھی کے افسر نے ہیکڑی اور اکھڑ پنے سے شہر پٹنے کو لے لیا۔ اِس پیش دستی سے اُسکا مطلب یہ تھا کہ اُسکی کوٹھی پر نواب حملہ کرنے نہ پائے۔ اگرچہ ایلس صاحب نے شہر تو لے لیا مگر وہ اُس کو قبضہ میں نہ رکھ سکا جب وہ اُلٹا پھرا تو کل اُسکا گروہ گرفتار ہوگیا۔ لیکن کمپنی کی سپاہ آن پہنچی اور اُس نے نواب کو شکست دیدی جسکے سبب سے نواب کو ایسا غصہ چڑھا کہ اُس نے اپنے سب قیدی انگریزوں کو مار ڈالا اور سرحد سے باہر جاکر نواب وزیر سے جا ملا۔ اِس بدعملی کے انتظام کے المناک نتائج جو ظہور میں آئے تو کمپنی ہوش سے کام کرنے لگی اور اُس نے اپنے کل اختیاروں کو چھوڑ دیا جن پر ملامت کیجاتی تھی اور میر جعفر کو پھر مسند ریاست پر بحال کیا۔

سنہ ۱۷۶۵ء میں میر جعفر مر گیا جسکے سبب سے نواب کے کٹ پتلی ہونے کی وجہ سے جو نظام تھا وہ ختم ہوگیا۔ اِس سال میں کلایو صاحب بھی ولایت سے آگئے تھے اُنھوں نے شہنشاہ دہلی سے بنگال بہار اڑیسہ کی دیوانی کی سند حاصل کی اور دیوان کا خطاب اپنے لئے لیا۔ جسکے سبب سے اس ملک میں کمپنی کو سب طرح کی حکومت حاصل ہوگئی اور دولت کی قوت شمشیر کے زور پر بھی سبقت لے گئی اور گورنمنٹ کے تمام رشتوں کی جوابدہی کمپنی کے ذمے ہوگئی۔

فصل سوم - بیرونی پولٹکس

اب اندرونی معاملات کو چھوڑکر ان بیرونی تعلقات کا ذکر کرتے ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان کے عام پولٹکس سے رکھتے تھے - جب نواب وزیر پاس میر قاسم پناہ لینے آیا اور دہلی کا برائے نام شہنشاہ اُس کے خیمہ میں ٹھیرا تو وہ یہ سمجھا کہ شہنشاہ دہلی کی سلطنت کی بحالی کا خوب موقع ہاتھ آیا ہے بنگال پر حملہ کرنا چاہیئے - مگر ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور اس حملہ آوری سے اصلی مقصد اُس کا یہ تھا کہ ملک جسقدر چھن سکے اُسکو چھینیئے اور اُس کو اپنی سلطنت سے الحاق کیجیئے - گنگا کے کنارے پر بکسر میں وہ انگریزوں سے لڑا میجر ہیکٹر منرو نے اُس کو شکست فاش دی - پھر صلح ہوگئی جسکے نتائج اعظم آخر کار انگریزوں کو حاصل ہوئے - انگریزوں کی یہ فتحیابی بادشاہ کو اُن کے خیمے میں لائی - اُس نے وزیر کو ڈرایا اور کمپنی کی سپاہ کو گنگا پار بنارس اور الہ آباد تک آگے بڑھایا - یہ پہلی دفعہ تھی کہ انگریزوں نے بنگال کی شمال مغرب میں قدم آگے بڑھایا جسکے سبب سے اُن کو بالائے ہند سے ایک تعلق پیدا ہوا - یہاں اُن کو ایسے نئے نئے کام پیش آئے جس کے سبب سے وہ بہت جلد آگے بڑھ گئے -

بنگال کے شمال مغرب میں کوہ ہمالیہ کے نیچے تک ایک وسیع کشادہ ہموار ملک ہے جس میں گنگا جمنا اور بہت سے دریا بہتے ہیں - اُس کو انگریزوں نے تین حصّوں اودھ - ممالک شمالی و مغربی و پنجاب پر تقسیم کیا تھا - اِس وسیع ملک میں اٹھارہویں صدی کے وسط میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد بدنظمی اور طوائف الملوکی کا بڑا طوفان اُٹھا - دارالسلطنت دہلی اور دارلحکومت آگرہ و لکھنؤ و بنارس کے گرد جیسی لڑائیاں ہوئیں ایسی ہند کے کسی اور حصّے میں نہیں ہوئیں - اِس وسیع زرخیز ملک میں دو سو برس سے حکومت شخصی چلی آتی تھی اسنے کوئی ریاست و حکومت ایسی باقی نہیں رکھی تھی کہ وہ حملہ آوروں کی سدراہ ہوتی - حملہ آوروں کے لیئے شاہراہیں کشادہ تھیں کوئی اُن کا مزاحم و مانع نہیں تھا - جب اٹھارہویں صدی میں ایسی سیل آئی کہ اُس نے سلطنت کو درہم و برہم کیا تو کوئی مقامی ایسا بند بندھا ہوا نہیں تھا کہ وہ اس سیل کو روکتا - کیا سارے ملک پر اورنگ زیب کا خوف چھایا ہوا تھا کیا پچاس برس کے بعد فقط سلطنت کا نام رہ گیا اور

اور بادشاہ دغاباز مکار وزیروں کے یا الوالعزم غاصبوں کے ہاتھ میں ایک آلہ یا سر کی تصویر بن گیا فقط ایک بڑے نام کا سایہ ہو گیا۔ سارے صوبے و ناظم باغی ہو کر اپنی جدا ہی ریاست و سلطنت جمانے لگے اور اس کو اوروں سے ملک چھین کر بڑھانے لگے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بادشاہ دہلی کی طرف سے دکن میں نظام مقرر ہوا تھا مگر مدت ہوئی کہ اس نے اس وسیع ملک کا اپنے تئیں بادشاہ بنا لیا تھا۔ بادشاہ کو نواب وزیر نے گنگا کے مشرق میں شمال میں اودھ کی سلطنت کو قائم کر لیا تھا جسکی حدود بہت دنوں تک بدلتی رہیں اور وہ سو برس تک قائم رہی۔ روہیلوں نے جو کوہستانی افغان تھے اور بڑے بہادر اور الوالعزم تھے روہیلکھنڈ لیکر دبا کر ایک جدا ہی اپنی حکومت جمائی تھی۔ جاٹوں میں سے ایک خوش نصیب دانشمند جاٹ نے جمنا کے پار بھرت پور کی ریاست بنائی تھی۔ آگرہ میں بادشاہ کی ٹوٹی پھوٹی سلطنت کی طرف سے ایک ناظم رہتا تھا۔ دہلی اور اسکا بادشاہ دونو ایک اور وزیر کے قبضے میں تھے۔ پنجاب میں بادشاہ کی طرف سے جو ناظم مقرر ہوتا تھا۔ اس کو ان حاکموں سے لڑنا پڑتا جو کابل کا فرمانروا مقرر کرتا اور سکھوں سے جن کو جوش مذہبی نے دیوانہ بنا رکھا تھا مقابلہ کرنا پڑتا۔ یہ ایک سرسری بیان ان رقیبوں کا ہے جو سلطنت و ملک کے حاصل کرنے کے لیئے ہنگامۂ جنگ برپا کرتے تھے۔ مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا کہ پولٹیکل اصولوں سے اور سلطنت کے نظم و نسق سے واقف ہوتا یا کوئی استحقاق سلطنت رکھتا۔ وہ کھلاڑی نہیں ہوتا ایک بڑا داؤں لگا دیتا غارتگروں اور راہزن گروہوں کے سرگروہوں سے بازی جیت لیتا۔ ان میں سے ہر ایک اپنی شخصی لیاقت پہ بھروسا کرتا تھا جسکے پاس روپیہ ہوتا یا جسکا اعتبار ہوتا وہ خزانہ شاہی میں روپیہ دیکر حکمرانی کا فرمان شاہی حاصل کر لیتا اور بعض سرکش اضلاع سے خراج زمین وصول کر لیتا۔ اب اگر وہ ان اضلاع کے زمینداروں کے مقابلہ میں غالب آیا تو ان اضلاع کا مالک ہو جاتا۔ پھر اور آگے اپنا ملک بڑھاتا اور اگر رعایا نے اپنے میں سے کسی لایق آدمی کو سردار بنا کر اسے نکال دیا تو پھر یہ سردار اپنی قوم میں اعلے اور برتر ہو جاتا اور ایک چھوٹی سی ریاست کا بانی ہوتا اور اپنے خاندان کو حکمران بناتا۔ اس قسم کے فسادوں سے حقوق اراضی کی نوعیتوں میں ایسی بوقلمونی پیدا ہوئی جسکے تصفیہ میں انگریزوں کو مدت کے بعد بڑی تشویش اور دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں۔ بالائی ہند میں یہ فسادات مچ رہے تھے کہ اخیر ۱۷۵۸ء میں مرہٹے حملہ آور ہوئے اور پنجاب

سپاہ چڑھا لائے کہ اپنی فتوحات کی تدابیر کو عمل میں لائیں۔ مغلوں کی سلطنت کی تباہی کا حال تو یہ ہوا تھا جیسے کہ شکستہ جہاز کا سمندر کی لہروں میں ہوتا ہے۔ عالمگیر ثانی دہلی کا بادشاہ جو مدت سے قیدیوں کی طرح رہتا تھا قتل کیا گیا پھر تو سب آنے والے حملہ آوروں کے لیئے میدان صاف ہو گیا سب نے دل کھول کر لڑائیاں شروع کر دیں لیکن ایسا فسادِ اگر قائم رہتا ہے تو اکثر اس جنگ میں مستغرق ہو جاتا ہے جو الگ الگ مفسدوں کے فریقوں کے برگزیدہ پیشواؤں کے درمیان ہوتی ہے ادھر مرہٹوں کی قوت بہت جلد بڑھ گئی وہ جنوب و مغرب سے ٹڈی دل کی طرح اُمنڈ آئے اُدھر شمال مغرب سے احمد شاہ ابدالی نے اپنے افغانوں کے جرگوں کو ساتھ لیکر متواتر حملے کرنے شروع کیئے پس ایک کے یا دوسرے کے کیمپ میں امرا آئے جنھوں نے اپنی امارت بذات خود پیدا کی تھی۔ اور وہ اولوالعزم جانباز جو سلطنت کے آپس میں جھگڑے بکھیڑے کرتے پھرتے تھے جمع ہوئے۔

۱۷۵۷ء میں احمد شاہ افغانی سپاہ ساتھ لیکر دہلی میں آیا تو اس نے دہلی کے بادشاہ کا وزیر اعظم نواب نجیب الدولہ کو مقرر کیا جو بادشاہ کے ان چند رفیق امرا میں سے تھا جو لایق فایق اور پولٹکس سے آگاہ تھے اور لاہور میں اس نے اپنا ایک نائب مقرر کیا کہ وہ پنجاب کے ملک میں اس کے نام سے فرمانروائی کیا کرے۔

اس طرح سے احمد شاہ افغان کا بادشاہ شمالی ہند پر اپنا قبضہ و دخل کر کر کوہستانی دروں سے گذرتا ہوا اپنے ملک کو واپس چلا گیا تو پھر مرہٹوں کی بن آئی بیدھڑک انھوں نے سارے ہندوستان میں لوٹ مار کا طوفان مچا دیا۔ بالاجی باجی راؤ اب موروثی پیشواؤں میں جو مرہٹے راجاؤں کے وزیر اعظم تھے زیادہ لایق تھا۔ سارے مرہٹوں کے جاگیردار اس کی مٹھی میں تھے راجہ کا خاندان اس کی قید میں تھا۔ وسط ہند میں تو وہ اپنا تسلط اور مرہٹوں کی فرمانروائی بڑھا رہا تھا اور اس کا بھائی رگھوناتھ راؤ شمال کی طرف بڑی سپاہ ساتھ لیکر گیا سیندھیا اور ہلکر بھی اس کے قوت بازو تھے۔

رگھوناتھ نے دہلی فتح کر لی نجیب الدولہ کو باہر نکال دیا اور لاہور کی طرف اپنی سپاہ رواں کو لیکر گیا اور وہاں احمد شاہ نے جو حاکم مقرر کیا تھا اس کو بھی خارج کیا اور پنجاب میں اپنی سلطنت کا سکہ جمایا۔ گرینٹ ڈف صاحب ایک مشہور مورخ مرہٹوں کی تاریخ کے لکھتے ہیں کہ یہ کار عظیم جسکا اوپر ذکر ہوا مرہٹوں کے اقبال کی معراج تھی کہ دکن کے گھوڑوں نے اپنی پیاس کو دریائے سندھ کے پانی

سے بچایا۔ ہر کمالے را زوالے بعد اس کے اُن کے اقبال کا زوال شروع ہو۔ شمالی ہند پر قبضہ کرنے کے لئے وہ بہت دور دراز چلے گئے جسکے سبب سے وہ اپنی جنم بھوم سے دور جا پڑے۔ شمال میں بیشمار نہایت بہادر مسلمان موجود تھے۔ انھوں نے احمد شاہ ابدالی کو اشتعال اس سبب سے دلایا کہ لاہور سے اس کا قبض و دخل مرہٹوں نے اٹھا دیا تھا۔ وہ مرہٹوں کا ایسا ہیبت ناک دشمن تھا کہ جسکی برابر کسی دشمن سے اُن کو اب تک پالا نہیں پڑا تھا۔

جب دہلی میں مرہٹوں کا تسلط ہوا تو بالائی ہند کے کل مسلمان روسا و امرا کو ان سے خوف پیدا ہوا انھوں نے یہ سوچا کہ مرہٹوں کے ہاتھ سے بچنے کی کوئی صورت سوائے اسکے نہیں ہے کہ ہم کسی بڑے بہادر جنگ آزما کو اپنا رہبر اور پیشوا بنائیں۔ نجیب الدولہ نے احمد شاہ ابدالی کو یہاں بلانے کے لیئے اپنی کوششوں میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ اس افغان بادشاہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی اس دعوت کو بے تامل بسر و چشم قبول کیا اس کو مرہٹوں سے اپنا انتقام بھی لینا تھا۔ ۱۷۵۹ء کے موسم سرما میں وہ شمالی مغربی دروازوں سے گزرتا ہوا پنجاب میں آیا اُسکے ساتھ افغانستان کے سارے جنگی آدمی پیچھے ہو لئے۔ اس نے ایک ہی حملہ میں لاہور کو تسخیر کر لیا اور شمالی ہند سے مرہٹوں کے تمام افسروں کو نکال دیا۔ ہلکر اور سیندھیا جو دکن سے آگے ملک میں لوٹ مار کر رہے تھے ایک کے بعد دوسرے کو شکست دی اور آگے سفر کر کے جمنا کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ پیشوا نے پونا سے ایک لشکر عظیم روانہ کیا کہ جو ملک ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسپر پھر قبضہ کرے اور جو نقصانات ہوئے ہیں اُن کا تدارک کرے۔ اس سپاہ کے ساتھ مرہٹوں کے سارے فوجی سردار ہو لئے اور احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ کل مسلمانوں کے رئیس امیر شامل ہوئے۔

جب آئندہ جنگ کے موسم کا آغاز ہوا تو دونو سپاہیں آپس میں کچھ گفتگو عہد و پیمان کی کر کے اور بہت سے ایک دوسرے پر داؤں گھات لگا کر دہلی کے قریب پانی پت کے میدان میں جنگ آرا ہوئیں۔ صدہا برسوں میں بھی کبھی ہندو مسلمانوں کے درمیان ایسی جنگ عظیم اعلیٰ درجہ کی نہیں ہوئی۔ احمد شاہ کے ساتھ اٹھائیس ہزار افغان سوار چلے تھے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی جو سپاہیں اس کے ساتھ ہو گئی تھیں تو اس لشکر کی تعداد اسی ہزار سواروں اور پیدلوں کی ہو گئی تھی مرہٹوں کی باقاعدہ سپاہ پچپن ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیدلوں کی تھی اور پندرہ ہزار پنڈارے

(لوٹ مار کے لیئے پھرنے والے) اسکے علموں کے پیچھے آئے اور لشکر میں بیشمار مسلح لیٹروں کی بھیڑ لگ گئی۔ طرفین کے توپخانوں میں بان کی توپیں بڑی زبردست تھیں۔ صبح کو مرہٹے اپنے لشکرگاہ کے مورچوں سے برآمد ہوئے اور ایسا تندی وزور سے حملہ کیا کہ جو آگے آیا اسنے ہٹایا۔ ایرانی بندوقچیوں کی شتری رنبورک زنوں کی اور ہلکے ہتیار رکھنے والے سواروں کی صفوں کو درہم برہم کردیا۔ احمد شاہ کے وزیر نے غصّے و مایوسی کی حالت میں اس دُھڑتے کے روکنے کی بیفائدہ کوشش کی۔ یہ لڑائی ویسی تھی جیس میں بزدل نوابوں کو دکن میں انگریز شکست دسے رہے تھے۔ بڑے معرکے کی جنگ تھی۔ احمد شاہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور سارے ہتیار لگا لیے اور پیدلوں کو ساتھ لیکر نہایت سنجیدگی و تحمل سے حملہ کیا اور سواروں کو جتنے وہ جمع کرسکا حکم دیا کہ وہ پاس پاس ہوکر اور تلواروں کو ہاتھوں میں لیکر اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کر حملہ کریں وہ مرہٹوں کی جانب راست میں قلب سپاہ پربانوں کی بھرمار کے پیچھے حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر مرہٹے بڑی بہادری سے لڑے لیکن جب اُن کا سپہ آرا مارا گیا یا بھاگ گیا تو اُن کی صفیں تتر بتر ہوگئیں اور اُن کو بالکل شکست فاش ہوگئی اور بہت مرہٹے مر گئے۔ پھر نہ اُن کو لڑنے کے حواس نہ بھاگنے کا ہوش نہ بچنے کا سوچ نہ جینے کا بچار رہا۔

ایشیا میں اکثر ایسی قطعی فتح نمایاں کے بعد ایک نیا خاندان فرمانروا اور ایک نئی وسیع سلطنت قایم ہوا کرتی ہے۔ اس وقت شمالی ہند مرہٹوں سے بالکل پاک صاف ہوگیا تھا اور احمد شاہ بھی اُن فتح کرنے والوں کے ادا و انداز رکھتا تھا جنہوں نے ابتک دہلی و آگرہ میں خاندان شاہی قایم کیئے تھے۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ پانی پت میں فتح تو ایسی بڑی ہوا اور اُس کے نتایج ایسے چھوٹے ہوں کہ دونوں میں کچھ مناسبت نہ ہو۔

اگر احمد شاہ پنجاب میں ایک طاقتور سلطنت قایم کرتا جسکی بنیاد افغانستان میں سندھ سے پار ہوتی اور وہ جنوب کی طرف دہلی اور گنگا تک پھیلتی تو ہندوستان کی تاریخ کچھ اور ہی ہوجاتی اور ہند میں انگریزوں کا اقبال دوسری صورت پکڑتا۔ لیکن احمد شاہ کی سپاہ غنیمت کے مال سے ایسی مالا مال ہوتی تھی کہ اُس نے اپنے کوہستانی ملک کی مراجعت پر اصرار کیا اور چلی گئی۔ شمالی ہند میں مسلمانوں کا تسلط بتدریج کم ہوتا گیا اور پنجاب میں پھر چالیس برس تک بدعملی رہی۔ یہانتک کہ اس میں سکھوں

عملداری ہوگئی جسکی عمر بہت تھوڑی تھی - احمد شاہ کی مراجعت کے بعد افغانستان سے ہندوستان
پر چند حملے ہوئے - ہندوستان سے احمد شاہ کی کنارہ کشی نے عملاً وسط ایشیا کے حملہ آوروں کی راہ جو
فتحمند ہندوستان پر ہوتے تھے اُس وقت میں مسدود کردی کہ بنگال میں اول فتح کرنے والے سمندر
کی راہ سے آکر سلطنت قایم کر رہے تھے-

باب نہم

مرہٹے اور میسور سنہ ۱۷۶۵ء سے سنہ ۱۷۷۱ء تک

فصل اول لارڈ کلایو کی پولیسی بنگال میں ۱۷۶۵-۱۷۷۰ء

اب ہم پھر ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں- گو مرہٹوں کو
پانی پت میں شکست فاش پانے سے صدمۂ عظیم پہنچا مگر پھر بھی ہند میں کوئی اور والی ملک اُنکی برابر
قوت و ہمت و جرأت و چستی و چالاکی نہیں رکھتا تھا- مرہٹوں نے یہ اصول اختیار کیے کہ ہر ایک
صاحب اقتدار مسلمان سے ایسی عداوت کیجیے کہ جس میں مصالحت کی صلاحیت ہی نہ ہو اور
زور و ظلم سے دولت کی زیادہ ستانی و بیش جوئی کیجیے اور اس سے کبھی سیر نہ ہو جیے- اُن کے
غارت گر حملوں کا خوف و خطر کُل رؤسا و امرا پر خاص کر جلیل القدر مسلمانوں پہ چھا گیا وہ سب
اُن کی مخالفت کرنے پر متفق ہوئے - اسکا نتیجہ انگریزوں کے حق میں اس لئے مفید ہوا کہ جو والیان
ملک اور ذی اقتدار امرا مرہٹوں سے برگشتہ ہوتے وہ انگریزوں کی طرف آن کر ملتے- بالائی
ہند میں اسوقت تو نواب وزیر اودھ کا بول بالا ہو رہا تھا وہ سنہ ۱۷۶۵ء میں بنگال کی فتح کرنے میں
دوبارہ ناکام رہا تو پھر اُس نے بڑی خوشی و رغبت سے کمپنی سے اپنا اتحاد پیدا کیا - لارڈ کلایو جیسا
بہادر سپاہی تھا ویسا ہی مدبر ملکی بھی تھا اُس کی مراسلات سے اُس کی رزانت رائے اور پیش بینی
خوب ظاہر ہوتی ہے وہ سنہ ۱۷۶۵ء میں ہندوستان سے ولایت سے پھر آیا اب اُس کو اندرونی انتظامات
اور بیرونی مصالحت کے باب میں بہت سے پورے اختیارات مل گئے تھے اُس نے دیکھا کہ
گورنمنٹ کی کمانیاں بدعملی و رشوت ستانی کے سبب سے چلتی نہیں تو اُس نے اعلیٰ درجہ کی لیاقت
سے از سر نو انتظام جدید کو مرتب کیا اور وہ پبلک پولیسی ایک انگریزی عملداری کی اپنے ملک

ہیں پایدار کرنے کی دوسری غیروں کے ساتھ تعلقات کے منضبط کرنے کی اختیار کیں۔

کلایو صاحب نے سب سے اول یہ کام کیا کہ کمپنی کو بادشاہ سے دیوانی دلوائی جسکے سبب سے کمپنی کی کایا پلٹ گئی اور اس کی صورت بدل گئی یا وہ تاجروں کی مسلح جماعت کے بغیر کسی جوابدہی کے سردار تھے یا اب ملک کی آمدنیوں کے جوابدہ منتظم ہو گئے اور اس سبب سے ملک میں غبن و تغلب و دغا و فریب بڑے سخت ہو رہے تھے اُن کو دل لگا کر مٹا دینے کا اختیار بغیر کسی واسطے کے حاصل ہو گیا اور کمپنی کی اصل حکومت اور نام کے نواب بنگال کی برائے نام حکومت میں جو متواتر جھگڑے اور فساد رہتے تھے وہ بھی اس تدبیر سے ختم ہو گئے۔ کلایو صاحب نے لکھا اب یہ وقت قریب آ گیا ہے کہ جس میں ہم فیصلہ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں کہ آیا ہم ایسے تاجر ہی رہینگے کہ ہندوستانی گورنمنٹ کے انتظام اور مداخلت بیجا و طعن و تشنیع کے تابع ہوں یا اپنے حقوق اور قبض و دخل کو بزور شمشیر سنبھالیں۔ جس سے کمپنی کو بہت سے فائدے حاصل ہوں یا اس مطلب کو اور لفظوں میں یوں ادا کریں کہ کمپنی علانیہ آزادانہ حکومت کے ڈھنگ اختیار کرے۔ کلایو صاحب نے یہ فیصلہ حق کیا کہ بغیر اس کے کسی اور بات سے ہم کو استوار پایدار رفعت مرتبت یہاں حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ انگریز اپنے تئیں ہندوستانی گورنمنٹ کے رسوں سے کھینچنے سے یا انقلابات کی ترکیبوں سے جب اُس کی کل ٹوٹ جائے یہاں اپنے تئیں قایم نہیں رکھ سکتے اور نہ وہ اس حکومت کو ترک کر سکتی تھے جسکے رہنمائی کے ذمہ کے وہ پابند ہو گئے تھے۔

کلایو صاحب کی تدابیر میں سے پہلی تدبیر تو اوپر بیان ہوئی اور دوسری تدبیر یہ تھی کہ انھوں نے نواب وزیر اودھ کے ساتھ رابطہ اتحاد کو انتہا پر پہنچایا۔ ۱۷۶۴ء میں جو نواب وزیر سے جنگ ہوئی تھی اس کے بعد کمپنی کو اختیار تھا کہ ان دو باتوں میں جس بات کو چاہے پسند کرتی اول یہ کہ شمالی مغربی سرحد پر جو بڑے اضلاع تھے اُن کو اپنے فتح کے استحقاق سے اپنے ملک میں شامل کرتی دوم یہ کہ اس ملک میں جس میں نواب وزیر کا حق مشتبہ تھا اور اس میں سے وہ باسانی خارج ہو سکتا تھا نواب کو اس میں دوبارہ صاحب حکومت بنا دیتی تاکہ وہ کمپنی کے اغراض کا معاون ہو جائے۔ لارڈ کلایو نے بے تامل دوسری بات پسند کی اس نے اودھ کے اضلاع کو بحال کر دیا

جسکی بنا اس بات پر تھی کہ صحیح پولیسی کی ہر علت کمپنی کے ملکی قبض و دخل کی توسیع برخلاف تھی۔ اس فیصلہ سے اکثر ان آدمیوں کو مایوسی ہوئی جو یہ چاہتے تھے کہ دہلی کے بادشاہ کے ساتھ دہلی جائیں۔ لارڈ کلایو یہ چاہتے تھے کہ ہمارے قبضے میں جو بنگال و بہار و اڑیسہ ہیں ان ہی پر ہماری امداد ہماری فتح ہمارا قبضہ محدود رہے کوئی گورنر اور اس کی کونسل اگر عقل و ہوش اس کے بجا ہیں آگے کو بڑھنے کی پولیسی کبھی نہیں اختیار کریگی۔

اگر کلایو صاحب کی رائے بیہودہ اور باطل اور لغو بھی تھی۔ مگر یہاں کوئی کمپنی کے کل نظام کو اول بالکل بدل کر اس کو نئے ڈھنگ کا بنا دے تو یہ پولیسی کبھی اختیار ہو سکتی ہے اس لئے کلایو صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ اودھ کی سلطنت کو تقویت دے جسکے سبب سے بنگال اور شمالی اضلاع کے درمیان ایک دوست کی سلطنت قائم ہوگئی۔ اگست ۱۷۶۵ء میں یہ اصول جو لارڈ کلایو نے اختیار کیا تھا وہ انگریزوں کی سرحدی پولیسی کی بنیاد تھی جو آخری صدی تک قائم رہی۔

یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اس نازک وقت میں کمپنی کے معاملات کے ہندوستان میں جو کارفرما اور رہنما تھے ان کا مقصد اولے یہ تھا کہ کمپنی کے قبضہ میں جو ملک ہے اسکی وسعت کی حد بندی ہو جائے اور فتوح کی تدابیر کا بالکل انسداد ہو جانے اور ہندوستان کے والیان ملک کے ساتھ ایسے ارتباط سے پرہیز کیا جائے جو غیروں کے ساتھ لڑائی میں پھنسا دے۔ جنھوں نے یہ خوب جانچ لیا تھا کہ انگریزوں کے آگے ان کی مرادیں و مقاصد آنے والی ہیں اور جو یہ خیال کر سکتے تھے کہ سلطنت مغلیہ جو شکستہ ہو کر ریزہ ریزہ ہوئی ہے اس کے یہ سب ریزے پولیٹکل کشش سے ایک مستحکم پیوستہ حکومت کے گرد جمع ہونگے ان کے نزدیک یہ امر صاف تھا کہ اگر کمپنی تجارت کرنے کو فتح کرنے کے لئے چھوڑ دیگی اور مغلوں کی سلطنت کے بیٹھ جانے سے جو ملک بے سر پڑا ہے اس میں اپنی سلطنت عظیم قائم کرنی چاہے گی تو بانی سلطنت کے لیے ایسی جگہ خالی ہے جو اس کو بنا سکے بنائے۔ کسی شخص نے کلایو صاحب کی برابر اس امر کو زیادہ صاف نہیں دیکھا کہ جب نواب وزیر اودھ پر فتحیابی ہمارے ہتیاروں کو بنگال سے پرے لے گئی تو دوسرا قدم آگے ہم سے وہ کار عظیم کرائیگا کہ جس سے پیچھے ہٹنا ناممکن ہوگا۔

۱۷۶۵ء میں کلایو صاحب کہتے ہیں کہ آخرکار ہم ایسے وقت طلب زمانہ میں آگئے جس کو

ہمنے پہلے سے دیکھ لیا تھا - یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہم کو اس امر کا فیصلہ کرنا ضرور ہوا کہ ہم کل ملک اپنے ہی لئے لے لیں - میر جعفر علی خان نواب بنگال مرگیا اسکا حرامی بیٹا نابالغ ہی - شجاع الدولہ اپنی مملکت میں خوفزدہ حالت میں ہے وہ ہمارے قبضہ میں ہے اس کہنے کو مبالغہ مشکل سے کہہ سکتے ہیں کہ کل سلطنت مغلیہ میں کل ہمارا تسلط و اختیار ہوگا اس ملک کے باشندے نہ کسی کے احسان کو نہ کسی عہد و پیمان کو مانتے ہیں اُن کی فوجیں قواعد سے ناآشنا ہیں نہ حکم کو مانتی ہیں نہ ہماری سپاہ کی طرح اُن کو تنخواہ دیجاتی ہے - کیا اس میں شبہ ہوسکتا ہے کہ یوروپین کا ایک لشکر عظیم ہمکو خود مستقل بادشاہ نہ بنا دیگا - وہ صرف ہند کے والیان ملک کو نہ ڈرائیگا بلکہ ہم کو ایسا ہیبت ناک بنائیگا کہ نہ فرینچ کو نہ ڈچ کو نہ کسی اور دشمن کو ہمارے ستانے اور دق کرنیکا عزم ہوگا -

ڈو صاحب نے [illegible]ء میں ہندوستان کی تاریخ لکھی ہے جس میں اُنھوں نے اپنے خیالات لارڈ کلایو ہی کے سے ظاہر کئے ہیں - وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے ہندوستان کی حالت نہایت مختصر بیان کرنے میں کوشش کی ہے جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطہ عظیم تھوڑی سی قواعد داں سپاہ سے مغلوب و محکوم ہوسکتا ہے - دس ہزار یوروپین پیدل اور اُن کیساتھ کمپنی کی قواعد آموختہ سپاہ فقط ہندوستان کے فتح کرنے کے لئے ہی کافی نہیں ہے بلکہ اگر اس کے ساتھ درست پولیسی و احتیاط کیجائے تو مدت دراز تک تاج انگلینڈ اسکو اپنا باجگذار رکھیگا - یہ امر جو ہمنے پیش کیا ہے اُن اشخاص کو خلاف قیاس معلوم ہوگا جو اہل ہند کی طبیعت و ذہانت سے ناآشنا ہیں مگر جنھوں نے اِن دونو باتوں پر غور کر کے سوچا ہے انکے نزدیک وہ صرف قابل عمل ہی نہیں بلکہ آسان بھی ہے -

ڈو صاحب کے پولٹیکل خیالات اس نتیجہ سے جو ظہور میں آیا بالکل صحیح ثابت ہوئے مگر بنگال اور دکن کی لڑائیوں سے یہ معلوم ہوا کہ ڈو صاحب نے سپاہ کی مقدار کا تخمینہ کم کیا تھا - جو پولٹیکل معاملہ فہم اور عمدہ جج ہیں اُن کے نزدیک اس زمانہ میں بھی انگریزوں کو وہ علو حاصل تھا کہ کوئی ہندوستانی قوت اُن کی برتری کی مزاحم نہیں ہوسکتی تھی - بشرطیکہ انگریزوں کا کوئی یوروپین رقیب بیچ میں نہ آن دھمکے -

انگریزوں کی بڑی مزاحمت جو اب تک ممکن الوقوع تھی وہ یہ تھی کہ ہندوستان میں کوئی یوروپین

سلطنت اپنے کارہائے نمایاں کے جلوے دکھاتے یا کوئی بڑا زبردست قوی حملہ آور وسط ایشیا سے نمودار ہوکر بالائی ہند میں اپنی حکومت جمائے اور انگریز ساحل بحری سمندر پر ہی پڑے رہیں۔ مگر جب سے سمندر کی طرف سے کسی یوروپین قوم کے حملہ کا اندیشہ باقی نہیں رہا تھا کہ انگریزوں نے فرانسیسیوں کو یہاں رہنے نہیں دیا تھا۔ اور افغانستان کی طرف سے آخر کو وہ سب راہیں جلد مسدود ہونے والی تھیں جن سے دو ہزار سال پہلے سکندر اعظم سے لیکر احمد شاہ ابدالی تک ہند میں حملہ آور آتے رہے تھے۔ اب احمد شاہ نے امیر کابل کے خاندان کی بادشاہی بنیاد جمائی جو ڈیڑھ سو برس تک اُن قوموں کے جرگوں کا امیر بنا رہا جو افغانستان کی وادیوں اور کوہستانوں میں مستحکم و مستقل آباد ہیں۔ یہ ناہموار کوہستانی ملک اُن رستوں کو بند کرتا ہے جو ہندوستان میں ماوراءالنہر اور شمال مشرق ایران سے آنے کی ہیں۔ اس ملک میں آزاد جنگ جو قومیں رہتی ہیں جو ایسی زبردست اور طاقتور ہیں کہ انھوں نے دو دفعہ ایک مہذب سلطنت سے لڑنے میں اپنے جوہر مردانگی دکھائے۔

ایک اور بات ہم اضافہ کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جو بیرونی حملہ آوروں کے آنے کے شمال مغربی دروازے تھے اُن پر دوہرے قفل پڑ گئے تھے۔ ایک قفل تو یہ تھا کہ افغانستان کی سلطنت قائم ہونے کے سبب سے وہ راہیں جو وسط ایشیا کے حملہ آوروں کے سپاہ کے آنے کی ہند میں تھیں بند ہوگئیں۔ اور دوسرا قفل یہ پڑا کہ خود افغانوں کو پنجاب کے سکھوں نے ہند میں آنے کے لیئے روک دیا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں اسلام کے ساتھ عداوت کرنے میں سکھوں کا جوش مذہبی دیوانگی کے درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ سکھوں میں سپاہیانہ اور جنگ آزمائی کی بڑی لیاقتیں تھیں۔ بہت جلد انھوں نے ستلج اور سندھ کے درمیان اپنی سلطنت جمالی اور اسلامی دنیا سے ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد و رفت مسدود و منقطع کردی جس سبب سے پھر وسط ایشیا سے مسلمانوں کا آنا ہند میں بند ہوگیا۔

ستلج کے نیچے آگے جنوب مشرق میں دہلی سے لکھنؤ کے پرے تک مسلمانوں کی ریاستوں کا ایک علاقہ تھا جس میں گنگا جمنا کے دوآبے کے زرخیز کل اضلاع شامل تھے مگر اُن کو شمال و مغرب میں سکھ اور مرہٹے دھمکا رہے تھے۔ اِن ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست اودھ کی تھی۔

جسکے ملک میں شمالی مغربی اضلاع کمپنی کی سرحد بنگال میں واقع تھی۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ۱۷۶۵ء میں نواب اودھ اور لارڈ کلایو کے باہم عہدنامہ لکھا گیا تھا اور اسی زمانہ میں مغلوں کے مفلس بادشاہ سے نواب اس بات پر بگڑ رہا تھا کہ اس کو خراج کا بہت روپیہ بادشاہ کو دینا پڑتا ہے پس اس زمانہ میں انگریزوں کو اس جانب سے کچھ خوف و خطرہ نہ تھا۔ ہند و مسلمان کی ریاستوں کی مجانست اور مذہبی مخالفت نے شمالی مغربی ہند میں ایک قسم کی معادلت موازنت قوت پیدا کر دی تھی اور اسپر لارڈ کلایو کی پولیٹیکل مصالحت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ پس ان وجوہ سے بنگال کی حد پر کسی خلل و خوف کا اندیشہ نہ تھا۔ انگریز چالیس برس تک بے کھٹکے خوشی و کامرانی کے ساتھ فرمانروائی کرتے رہے +

فصل دوم۔ دکن میں مرہٹے اور حیدر علی

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ ۱۷۶۵ء میں بنگال میں کسی طرح سے انگریزوں کو تسلط حاصل ہو گیا اب انھوں نے اس مقام میں اپنا قیام کیا جہاں سے توسیع ملکی کے لیے ان کے آگے قدم بڑھیں لارڈ کلایو نے یہ ارادہ اپنا قطعی مصمم کر لیا تھا کہ بنگال ہی میں اپنے قبض و دخل و فتوح کو محدود رکھیں۔ وہ اپنے اس ارادہ میں ایسا کامیاب ہوا کہ جانشین نے سرحد میں مقرر کی تھیں وہ فی الحقیقت اٹھارہویں صدی کے آخر تک آگے نہیں بڑھیں۔ جبکہ شمالی ہند کے ملکوں میں مرہٹوں کی غارتگریوں نے اس موازنت و معادلت کو درہم برہم کر دیا کہ جس سے انگریز مزاحمتوں سے محفوظ تھے تو اب ایسا زمانہ آیا کہ کسی طور سے ہند میں انگریزوں کے لیئے امن و عافیت و مصالحت کا نہ تھا بلکہ اس کے برعکس وہ زمانہ مستقل جنگ کا تھا جس نے شدت سے انگریزوں کے خزانہ کو کشمکش میں اور کبھی کبھی انگریزوں کی سلطنت کو جوکھوں میں ڈالا۔

۱۷۶۶ء میں پھر زمانہ نے اپنا رنگ بدلا کہ اس سنہ کے بعد انگریزوں کے لڑائی جھگڑے ہندوستانی سلطنتوں سے مدراس اور بمبئی میں شروع ہوئے۔ ضروری پولیٹیکل دباؤ کے مرکز وسیع کچھ مدت کے لیئے دکن اور مغربی ساحل ہندر کی طرف حرکت کی میسور میں مسلمانوں سے اور دوسرا ہندوں میں مرہٹوں سے جو لڑائیاں ہوئیں وہ انگریزوں کی توسیع ملک کے مانع و مزاحم ہوئیں۔

میسور اور مرہٹوں کی قوت عظیم کی سرشت و خاصیت ایسی تھی کہ ہند کے میدان میں انگریزوں کی لڑائی ابتک ایسے دشمنوں سے نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اب سخت قومی دشمنوں سے جنگ کرنی پڑی۔ گزشتہ تیس سالوں میں کل ہندوستان میں متواتر پے بہم لڑائیوں کا غلبہ برپا رہا ان میں دست زور بالا رہا۔ جنکی تیغ اسکی دبگ رہی۔ لڑائیوں میں تلوار کے زور سے صلہ عظیم کے حاصل ہونے نے اکھاڑے میں جنگ آزماؤں کی جماعت کو ابھارا جو زیادہ قوی الکثرت آدمیوں سے تھے۔ جو سلطنت مغلیہ کی بربادی کی ابتدا میں خاندان کے سبب سے یا اتفاق سے سب سے زیادہ آگے بڑھے تھے۔ اس زبردست جماعت میں حیدر علی میسور میں ایسا جوانمرد تھا جس میں قدرتی ذہانت و عقل ایسی تھی کہ اس نے صرف اپنی شجاعت و دلاوری سے برتری اور فوقیت حاصل کی۔ اس میں اجورہ دار سپاہیوں کے گروہوں کے منتظم بنانے کی قابلیت ایسی تھی کہ وہ اس اقبالمند نامور کے علم کے نیچے ہمیشہ کھنچے چلے آتے تھے۔ اور اسی جماعت میں قوموں یا فرقوں یا جنگ جو گروہوں کے سردار اور پیشوا تھے جیسے کہ مرہٹے۔ بھرت پور کے جاٹ۔ پنجاب کے سکھ۔ رُہیلے افغان۔ ان میں سے ہر ایک قوم میں باہم ہم نسل ہونے کا یا ہم مذہب ہونیکا یا ہم ملک ہونیکا رشتہ اصلی یا فرضی تھا اور وہ سب اپنی محافظت یا حملہ کرنے کے لئے ایسے باہم پیوستہ ہو جاتے تھے کہ اس میں ایک قسم کی قومیت و عصبیت معلوم ہوتی تھی۔ ایسی قوم میں آپس کے لڑائی جھگڑوں سے ضعف آجاتا تھا اور وہ کمزور ہو جاتے تھے۔ لیکن انہیں سے بعض کی اصلی جڑیں اس سرزمین میں بوئی گئی تھیں اس لیئے ان میں لایق جنگ اور مطلق العنان حیدر علی والی میسور کی اوروں سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی قوت اور جیہ مقابلہ کرنے کی طاقت تھی۔ جسکے سبب دکن میں انگریزوں کا ایک نیا سلسلہ لڑائیوں کا جاری ہوا۔

مرہٹوں اور سکھوں اور رہیلوں میں ایک طرح کی قومیت و عصبیت پائی جاتی تھی اس لیئے اُن سے انگریزوں کے سپاہیوں کو سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں۔

جب انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال پر پورا تسلط حاصل ہو گیا تو پھر اُس نے پولٹیکل جوکھوں اور جنگی مہموں کی راہ میں بڑے انکسار و بیدلی و ناخوشی سے قدم رکھا۔ ۱۷۶۷ء میں لنڈن کے ڈائرکٹروں نے کلکتہ کے پریسیڈنٹ کو یہ چٹھی لکھی۔

بنگال و بہار و اڑیسہ کی دیوانی کا حاصل ہونا ہند کی اس جانب میں ہمارے خیال کئے
منتہا ہے ساحل سمت رہپہ کرناٹک کی محافظت سرکاروں پر قبضہ اور بمبئی کی طرف اسکے علاقوں
اور سالسٹی - بسین - سورت کے قلعہ پر دخل رکھنا ہم کافی جانتے ہیں - اگر ہم اُن حدود سے
عبور کرینگے تو ہم ایک ملک کو حاصل کرکے دوسرے ملک کو حاصل کرنا چاہینگے یہانتک کہ ہم جب
تک چین سے نہیں بیٹھیں گے کہ ہم کل ہند کو محکوم نہ کرلیں کہ جس کے سبب سے ہمکو اپنی قوت
کو تقسیم کرنا پڑیگا اور اس وجہ سے کل ہند ہاتھ سے جاتا رہیگا - طلب الکل فوت الکل اور اسکا انجام
یہ ہوگا کہ کل ہندوستان سے ہماری بالکل جڑ اکھڑ جائے -

یہ خط اسوقت لکھا گیا ہے کہ اونر ایبل کورٹ پاس ایسی خبر آئی تھی جس سے وہ دہل کر خوف
زدہ ہوگیا تھا - اگرچہ انگریزوں نے جنوبی مشرقی ساحل پر فرانسیسیوں کو رہنے نہیں دیا مگر ہنوز
وہ امن و عافیت سے دور تھے - بنگال کے زرخیز صوبہ کے انگریز بالکل مالک سمجھے جاتے تھے
اسپر سمندر کی طرف سے کسی بحری حملہ کا اندیشہ نہ تھا اور خشکی کی طرف نواب اودھ ایک دوست
کا ملک تھا جسکے سبب سے اس طرف سے حملہ کا خطرہ نہ تھا - مگر مدراس میں سمندر کے کنارہ پر
انگریزوں کے پاس ملک تھا - اس کی خشکی کی طرف صرف کرناٹک کی ریاست تھی جس میں نواب
حکومت کرتا تھا اور اس کے غیر معین محافظ انگریز تھے مگر نواب پر زیادہ بھروسا نہیں ہوسکتا
تھا - اس کے ہمسایہ میں سرحدوں پر جنگجو اور طامع حیدر علی اور مرہٹے اپنی حکومت پھیلائے
ہوئے پھر رہے تھے - صرف حیدر آباد کا نظام انگریزوں کا دوست تھا وہ پولٹیکل وسوسوں
اور اندیشوں کے سبب سے مذبذب ہوگیا تھا -

حیدر علی کا باپ ایک سپاہی تھا جس نے معمولی اجورہ دار سپاہیوں کے گروہ میں برآوردہ
ہوکر چھوٹے سے افسری کا عہدہ نایک کا حاصل کیا تھا - حیدر علی نے معمولی فطرتوں سے
اپنی سپاہ کو پہلے ہندوستانی رئیسوں کا خدمتگذار بنایا اور اپنی اقبالمندی کا جلوہ دکھایا - پھر
اس سپاہ کو اپنی الوالعزمی سے آزاد و مطلق العنان بنانے میں کام میں لایا - اسیطرح کچھ دولت
جمع کی اور سپاہ کے پیشوا و رہنما ہونے میں ناموری اور شہرت حاصل کی اور میسور میں اپنا کل
اختیار حاصل کیا اور دکن میں جس زمین کے اوپر پاؤں رکھا اسکو اپنے ہاتھ میں لے لیا - اور

اور اپنی عالی ہمتی و والا فطرتی و دلاوری ایسی دکھائی کہ اُس کے سارے ہمسائے جو اِس قسم کی
تدابیر کرتے تھے اِس سے خوف کھانے لگے۔ اس کے یہ دو بڑے سخت دشمن تھے ایک مرہٹے اور
دوسرا نظام حیدرآباد۔ مرہٹوں سے دو لڑائیاں لڑا۔ نظام کے ملک کا ایک بڑا حصہ دبا بیٹھا
اور میسور سے کرناٹک تک دھمکانے لگا جسکی محافظت کی جوابدہی مدراس گورنمنٹ کے ذمہ تھی۔

یہ ٹھیک وقت وہی ہے کہ جس میں لارڈ کلایو نے شاہ عالم شہنشاہ ہند سے بنگال کے
معاملات عظیمہ کو طے کیا تھا۔ اسی بادشاہ سے لارڈ موصوف نے حسب ضابطہ فرمان حاصل کیا
جسکے موافق مدراس کے شمال میں جن اضلاع کو سرکار خمسہ کہتے ہیں وہ کمپنی کو بادشاہ کی طرف سے
عطا کیے گئے تھے۔ اِن ہی اضلاع سے ۱۷۵۹ء میں انگریزوں نے بوسی کی سپاہ کو خارج کیا
تھا۔ اس عطیہ کے دینے میں بادشاہ کی کوڑی خرچ نہیں ہوئی تھی۔ اِس لیے کہ یہاں اسکی بادشاہی
محض برائے نام تھی۔ لیکن یہ اضلاع انگریزوں کے قبضے میں جب سے تھے کہ اُنھوں نے فرانسیسیوں سے
لیے تھے مگر نظام نے کبھی حسب ضابطہ اُن کو انگریزوں کو نہیں دیا تھا۔ اِس لیے بادشاہ نے یہ اضلاع
جو انگریزوں کو عطا کیے تھے پھر نظام کا ناراض ہونا بے وجہ نہ تھا۔ لیکن نظام روپیہ کے ہونے سے
بڑا خفیف ہو رہا تھا اور حیدر علی کی طرف سے خائف تھا جس سبب سے نظام نے انگریزوں سے
آشتی کر لی کہ مدراس گورنمنٹ نے کچھ مبہم طور سے اس سے عہد و پیمان کر لیا کہ لڑائی کی حالت میں
وہ اُس کی معین و معاون ہو گی۔ انگریزوں اور نظام نے مرہٹے پیشوا سے عہد و پیمان کیے
جس سے دس ہزار سپاہ نظام کو اجرت پر دیدی۔ ابھی انگریزوں اور نظام کے عہدنامہ پر دستخط
نہ ہونے پائے تھے کہ حیدر علی نے ایک لشکر جرار اپنا حیدرآباد کے ملک پر چڑھا دیا۔ نظام
نے عہدنامہ کے موافق فوراً مدراس گورنمنٹ سے درخواست کر کے سپاہ بلائی۔ اس اثنا میں پیشوا
نے اضلاع میسور کو خوب تباہ کیا حیدر علی نے اُس کو روپیہ دیکر اپنے ملک سے اس بلا کو ٹالا وہ
اُس روپیہ اور غنیمت کو لیکر سیدھا اپنے گھر چلا گیا تاکہ غنیمت میں سے نظام کو ساجھا نہ دینا پڑے
پھر نظام مدراس کی سپاہ کو ساتھ لیکر میسور کی طرف گیا حیدر علی سے بجائے لڑنے کے اندر ہی اندر
عہد و پیمان کر لیے جسکے موافق اب وہ دونوں کمپنی کی مخالفت پر جھکے۔ کچھ جلد جلد چھیڑ چھاڑ ہوئیں
مگر انگریزوں نے نظام کے ساتھ سرسری طرح پر معاملہ کر لیا۔ اُس نے انگریزوں کے ساتھ علیحدہ عہد و

دریمان کر لئے اور لڑائی کا سارا زور حیدر علی کے سر پر جا پڑا جس نے اپنے تئیں ثابت کیا کہ وہ ان
معمولی ہندوستانی والیان ملک سے زیادہ دلیر و بہادر و زبردست و مستعد ہے جسکا تجربہ
اتبک کمپنی کو ہوا ہے۔

مدراس گورنمنٹ نے حیدر علی پر فوج کشی کا انتظام بُری طرح سے کیا میدان جنگ میں
جو افسر بھیجے گئے اُنھوں نے اپنے کمانڈر کو آگے بڑھنے سے روکا۔ رسد کا انتظام جین
ٹھیکہ داروں کو دیا تھا اُنھوں نے بدمعاشیاں و دغا بازیاں کیں۔ مرہٹوں کو یہ خوب موقع
ہاتھ آیا کہ کرناٹک میں اُنھوں نے غارتگر سفر کیا۔ اُنکی یہ لوٹ جبتک جاری رہی کہ میسور کے سوا
ملک کو پامال کرتے ہوئے مدراس کی نواح میں آ گئے کمپنی کا خزانہ بہت سا خالی ہو گیا تھا کہ
شرم خیز طول طویل جنگ کا خاتمہ سنہ ۱۷۶۹ء میں صلح پر ہو گیا۔ اگر اس فوجکشی میں بنگال سے خزانہ
کی فیاضانہ مدد ہوئی ہوتی تو مدراس کی کل آمدنی خرچ ہو جاتی۔ لنڈن میں ڈائرکٹروں کو جب
یہ تحقیق ہوا تو وہ بہت ناراض اور خفا ہوئے کہ روپیہ جسکی اُمید پر وہ تجارت ہند میں اپنی
دولتیں لگاتے ہیں اور اُس کے لیے وزراء انگلینڈ کو اپنے ساتھ متفق کرنے کے لیے خزانہ
شاہی کو بہت روپیہ ادا کرتے ہیں وہ ان بے ثمر لڑائیوں میں ضائع ہوا جنسے سوائے اس
کے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوا کہ انگلش کو مشرقی پولٹیکل فند فریب کی چالیں اور مشرقی
دوستوں کی اتحاد و وداد کی قدر و قیمت معلوم ہو گئی اور سوائے اسکے اگر لڑائی کے شروع
میں پولٹیکل غلطی ہوئی تھی تو اُس کے ختم ہونے پر اُس سے بدتر غلطی ہوئی۔ عہدنامہ میں لکھا
گیا کہ سب معاہدہ کرنے والے جن میں اعلیٰ تر انگلش و حیدر علی و مرہٹے تھے آپس میں ایک
دوسرے کے رفیق و معین و معاون ہیں بشرطیکہ اُن میں کوئی ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہو بلکہ
ہر ایک فریق نے یہ قول و قرار کر لیا تھا کہ جب آیندہ لڑائیاں ہوں تو ایک دوسرے کا ممد و
معاون ہو اور اسی طرح کا عہد و پیمان نظام سے انگریزوں نے کر لیا۔ پس اب مدراس گورنمنٹ
کی حالت یہ ہو گئی کہ ان تینوں بڑے جنگ جو والیان ملک کی جہاں کہیں لڑائی ہو اُن کی
وہ معین و معاون ہو۔ پس اس طرح سے جب سال آیندہ میں مرہٹوں اور والی میسور کی لڑائی
ٹھنی تو بموجب عہدنامے کے دونوں نے انگریزوں سے امداد طلب کی۔ مدراس گورنمنٹ پر آخر لڑائی پر پہلے

ڈائرکٹر لعنت ملامت کر چکے تھے - اس لیئے اس نے کچھ یہ فکر نہیں کیا کہ یہ جو دو اس کے ہیبت ناک ہمسائے ہیں تو آپس میں ان میں سے کسی کی معاون ہو کر دوسرے کو نقصان پہنچائے اس لیئے اس نے ہر ایک کی مدد سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ان کے معاملے میں کسی طرح کی وہ مداخلت نہیں کریگی جسکی وجہ سے اس کے دونو دوست ناراض ہو گئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مرہٹوں نے حیدر علی کو فاش شکستیں دیں تو اس نے اسکا سبب یہ بتلا دیا کہ انگریزوں نے اس کے ساتھ بے ایمانی سے وعدۂ امداد کو ایفا نہیں کیا - بس اسوقت سے وہ انگریزوں کا ایذا رسا دشمن ہو گیا اور ان سے انتقام لینے کے موقع کا منتظر ہوا جو اس کو جلد ہی سے ہاتھ آ گیا +

باب دہم

فصل اول - پارلیمنٹ کی تحقیقاتیں

اب ہم برٹش انڈیا کے پولٹیکل تاریخ کے اس زمانہ کے آستانہ پر پہنچ گئے ہیں جس میں وارن ہیسٹنگز کی گورنمنٹ کا بیان ۱۷۷۲ء سے ۱۷۸۵ء تک کیا جاتا ہے - یہ وہ زمانہ ہے کہ انگلش اور ہندوستانی سپاہیانہ قوموں کے درمیان حکمرانی میں برتری اور فوقیت حاصل کرنیکا بڑی سرگرمی سے جھگڑا شروع ہوا جسکے سبب سے ہندوستان کے معاملات پر پارلیمنٹ متوجہ ہوئی اور پہلی دفعہ ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کی ترتیب و تنظیم میں سنجیدگی کے ساتھ اس نے کوشش کی -

جب لارڈ کلایو ۱۷۶۷ء میں ولایت کو تشریف فرما ہوا تو بنگال کے اصلی فرمانروا کمپنی تھی - مگر اسکی حکومت برنام کے نواب کی حکومت کا پردہ پڑا تھا جو فرسودہ ہو کر تار تار ہو گیا تھا - کلکتہ و مدراس میں پریسیڈنسی کونسلوں کو شہروں کی حدود سے باہر بلا واسطہ کچھ حکومت حاصل تھی - مگر کل بنگال اور کرناٹک میں ان کو بواسطہ بڑے اختیارات یہ حاصل تھے کہ وہ فوجوں کے ایماندار سپہ سالار تھے اور ملک کے محاصل کے کلکٹر - لیکن بنگال میں سرکاری آمدنی کمپنی کو ادا کی جاتی تھی لیکن ان کے پاس لندن سے تاکیدی احکام آتے رہتے تھے کہ وہ باقی اور انتظامات

میں علانیہ مداخلت کرنے سے پرہیز کریں۔
اب نواب تو کمپنی کا صرف پنشن خوار تھا اُس کے نائب کو تمام سرشتوں اور صیغوں کا کمپنی خرچ دیتی تھی۔ اور برائے نام کُل اکزیکیٹو اور جوڈیشیل گورنمنٹ اُس نائب کے ہاتھ میں دے رکھی تھی یعنے ہندوستانی افسر تمام ملک کی آمدنی تحصیل کرکے۔ سرکار کمپنی کو دیتے تھے اور باقی سب کام حکومت کے فوجداری وغیرہ وہ خود کرتے تھے۔ کلکتہ میں کلایو کا جانشین ویریسٹ ہوا وہ لکھتا ہے کہ پریسیڈنٹ اور کونسل بار بار قطعاً منع کئے گئے ہیں کہ وہ ہندوستانی افسروں پر کبھی اپنے نام سے سرکاری حکومت کا اعتبار نہ کریں اور اُن کو حکم ہے کہ وہ اپنے تاجرانہ خصائل کو جو اپنے آئین تھے خوش سلیقگی اور احتیاط کے ساتھ قایم رکھیں۔ لیکن بظاہر اِن احکام کے نتائج تمثیلاً یہ بیان کیئے جاتے ہیں کہ تجارت و زراعت میں تنزل ہوا اور نقدی میں کمی آئی۔ مصائب عامہ بڑھتی گئیں اس لیئے کہ ہندوستانی افسروں پر کوئی قید نہیں تھی وہ شتر بے مہار تھے۔ کمپنی ملک کی آمدنی کا بہت سا حصہ پاتی تھی جو رعایا دیتی تھی۔ مگر رعایا کی محافظت کا اختیار کچھ نہیں رکھتی تھی۔ ویریسٹ نے اس نظام کے برخلاف دل کھول کر اعتراض کیئے۔ اِن بُرائیوں کے گھٹانے کے لیئے ایک بیہودہ کوشش یہ کی کہ کمپنی کے انگریز ملازم ہندوستانی افسروں کے کاموں کے لیئے سپروائزر یعنے نگران حال مقرر ہوئے۔ ۱۷۷۳ء میں یہ ہوا کہ پارلیمنٹ کے احکام سے کُل اکزیکیٹو اور جوڈیشیل انتظامات باقاعدہ و آئین مقرر ہوئے۔ گو اُن کی بنا ناقص تھی۔ ابتک ہندوستان کے انگریزوں کی تاریخ میں لکھا جاتا ہے کہ تجارتی کمپنیوں میں کیا کیا آپس میں لڑائی اور جھگڑے اور سمندری قزاقوں سے اُن کی لڑائیاں کیا کیا ہوئیں۔ مگر اب آخر کو یہ تحریر ہونا شروع ہوا کہ ایک کامیاب قوم کی رہبری (قایم مقام) کے سبب کمپنی اور ہندوستانی والیان ملک کے درمیان کیا کیا لڑائیاں ہوئیں۔
یہ آخر بیان سوائے اسکے کچھ اور نہ تھا کہ ایک عام غیر منتظم لڑائی کُل ہندوستان میں پھیل رہی تھی سلطنت مغلیہ کے اضلاع سے ضعیف ریاستیں بنی تھیں اب اُن کی یہ نوبت آئی تھی کہ وہ سب ایک زبردست دلیر حکومت کے پاؤں تلے لرزاں ہو رہی تھیں۔ ابتک انگریزوں کا کام صرف یہ کرنا ایسا سبب تھا کہ اُن کو اپنی محافظت کے لیئے مجبوراً اپنے دشمنوں کو تباہ کرنا پڑتا تھا۔ مگر اب ایک نیا زمانہ اُن کے لیئے آگیا تھا کہ وہ پھر بنانے میں کوشش کرتے تھے۔ اِس لیئے کہ بنگال میں سوء انتظام

انگریزوں نے ایک اچھی پولٹیکل عمارت بنانے کے واسطے جگہ صاف کر لی تھی اور بے انتہا منتشر لڑائیوں کی تاریخ اب نظم و نسق میں جد و جہد کرنے سے بدل گئی تھی۔ یعنی جنگ و جدل کی تاریخ نظم و نسق کی صورت میں آگئی تھی۔ انگلینڈ میں کبھی خانگی مہمات و معاملات میں گورنمنٹ کا مداخلت کرنا عام پسند فرض نہیں ہوا مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو قومی حکومت کے ماتحت رکھنا نہایت ضروری سمجھا گیا اس زمانہ میں انگلستان کی تہذیب کی تکمیل ایسی ہوگئی تھی کہ اس کی رعایا کو سول اور مذہبی آزادی حاصل ہوگئی تھی۔ اس نے اپنا یہ فرض جانا کہ ایک ملک جس میں سخت بد انتظامی نے پاؤں پھیلا رکھے ہیں اور صدہا سال سے اس میں کوئی حکومت سوائے نہایت مطلق العنان و خود مختار فرمانرواؤں کے نہیں رہی جن میں اکثر پردیسی ہیں اس کے جواب دہی خود بخود ہمارے ذمے ہے۔ ہندوستان میں انگریز دور دراز فاصلے سے مہذب پولٹیکل اصول لائے جنکے موافق تجربۃً بنگال میں معاملات کا انتظام باقاعدہ بنانا ایک وسیع ایجاد کی ابتدا تھی۔ اس کے پھیلانے میں ابتدا میں بعض غلطیاں صادر ہوئیں مگر آخر میں کل ہندوستان میں اس کے اندر کامیابی ہوئی۔

زرخیز صوبہ بنگال کا حاصل ہونا تعجب خیز تھا اور یہ بات بے اعتبار نظر آتی تھی کہ چند تجارتی ہاتھ سلطنت کی دولت کا سودا مول لے لیں۔ اس امر نے برٹش پارلیمنٹ کی توجہ کو بیدار کیا اور ہندوستان کے معاملات و حالات کی نگرانی کی ضرورت پر زور ڈالا۔ ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلایو نے بنگال کے سب صیغوں کی کل آمدنی کا چار کروڑ روپیہ۔ اور کمپنی کی نقد آمدنی کا بعد منہائی کل اخراجات کے ایک کروڑ ستر لاکھ روپیہ کا تخمینہ کیا۔ کورٹ ڈائرکٹر جب اس مال و دولت کے مالک ہوئے تو انھوں نے اپنے حصہ کی قیمت بڑھائی۔ اُن کا سرمایہ دو کروڑ ستر لاکھ روپیہ کا ہو گیا اور فی حصہ ساڑھے بارہ فیصدی نفع تقسیم ہوا۔ ہندوستان سے کمپنی کے ملازم مال و دولت سے ایسے مالا مال ہو کر انگلستان گئے کہ انھوں نے بڑی بڑی جائدادیں اور جاہ و منصب کے اعلےٰ عہدے خرید لیے۔ ہاؤس آف کامنس میں ایلڈرمین بیکفورڈ نے بیان کیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ایسی دولت کمائے گی کہ وہ انگلینڈ کی رعایا کے لئے وسایل ایسے پیدا کریگی کہ جو اس کے سر پہ سے بعض ناگوار بوجھوں کو ہلکا کرینگے۔

صاحب موصوف کا یہ اشارہ کافی تھا۔ عاقل کے لئے ایک اشارہ کافی ہوتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ

نے اسپر عمل کرنے میں پہلو تہی نہیں کی۔ پھر کمپنی کو کارٹر (فرمان شاہی) تجارت کے دینے کا نظام ایسا تھا کہ وہ تھوڑی مدت کے لیئے ملا کرتا تھا اور پھر از سر نو اور دیا جاتا تھا۔ اس سبب سے گورنمنٹ کو بہت جلد موقع ہاتھ آیا کہ بازار کے بھاؤ پر کمپنی کو فرمان شاہی عطا کرے۔

۱۷۶۶ء میں وزیر اعظم کو اس اطلاع دینے سے کہ پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں جو عنقریب ہونے والا ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات پر توجہ کی جائے گی۔ گورنمنٹ اور کمپنی کے درمیان ایک بڑا مباحثہ معاملہ کرنے میں ہوا اور ایک قانون جاری ہوا کہ کچھ برسوں تک کمپنی چالیس لاکھ روپیہ سالانہ بادشاہ کو دیا کرے۔ بعد ازیں ۱۷۷۳ء میں جو تحقیقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ کمپنی کا خرچ ۱۷۶۵ء سے بڑھکر ستر لاکھ روپیہ سے ایک کروڑ ستر لاکھ روپیہ ہوگیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ۱۷۶۵ء میں برٹش گورنمنٹ کو نقد محصولات سے اور چار کی کفالت سے اور کمپنی کے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ملنے سے کچھ ہی کم دو کروڑ روپیہ سالانہ اوپر آمدنی بہ نسبت کمپنی کی آمدنی کے ہوئی۔ تو برٹش قوم نے کمپنی کے فائدوں میں ناانصافی سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ حقیقت میں کلایو کی فتوح سے جو اضلاع حاصل ہوئے تھے انکے محاصل کو سٹیٹ جمع کرکے اس میں سے بطور خراج شاہی کے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرتی تھی۔ مگر ان محاصل ملکی کے قبضہ میں آنے نے کمپنی کے تجارت کے نظام میں ایک انقلاب پیدا کیا کہ ۱۷۶۶ء میں سرکاری آمدنی کا بڑا حصہ تجارت میں اس طرح لگا یا جاتا کہ اسباب اور خام پیداوار اور صنعت کی اشیا خرید کرکے یورپ کو بھیجی جاتیں۔ جسپر برک صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ اور ملکوں میں تجارت سے آمدنی حصول ہوتی ہے اور بنگال میں کل اجنبی بحری تجارت میں جس کا کمپنی کے پاس اجارہ ہے ملک کی آمدنی خرچ کی جاتی ہے ملک کے پیداوار بیچ اس سخت کوشی کا نتیجہ ظاہر ہوا۔

لارڈ کلایو ایسا عالی دماغ روشن ضمیر تھا کہ وہ اپنی مستقل طبیعت کے سبب سے سب سرشتوں کا انتظام بخوبی رکھتا تھا۔ وہ ۱۷۶۷ء میں ولایت چلا گیا تو ہر سرشتہ کی چستی میں سستی آئی۔ خزانہ فضول کاموں میں۔ نمونوں میں ضائع ہونے لگا اور گورنمنٹ کے ایجنٹ (اہلکار) اپنے رنج کی تجارت کرنے لگے۔ مدراس گورنمنٹ حیدر علی سے مضرت ناک لڑائی میں

معروف ہوئی جسکا اوپر بیان ہوا ہے اور ۱۷۷۰ء میں ایک خطرناک قحط نے بنگال کو غارت کیا
اب انگلینڈ میں جو کمپنی کے ڈائرکٹروں کے انتخاب کرنے کا سالیانہ نظام تھا اُس میں فریقوں
کی طرف داری و تعصب کے سبب اور اندرونی سخت فسادوں کی بُرائیاں پیدا ہوئیں - باوجود ان
برائیوں اور خطاؤں کے سنجیدگی کے ساتھ پارلیمنٹ نے جب تک تحقیقات نہیں شروع کی
کہ کمپنی نے یہ نتیجہ ظاہر کیا کہ ہم چالیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کا نہیں دے سکتے - کمپنی قرض سے
ایسی زیر بار ہو رہی تھی کہ خزانہ شاہی سے قرض لینے کی خواستگار تھی - کمپنی نے جو اس صورت
سے اپنے دوالہ نکلنے کا اقرار کیا تو لارڈ نورتھ کی وزارت کے سامنے کمپنی کا قصور مختلف پیرایہ میں
نہایت روشن طور پر ظاہر ہوا - جس نے اُن کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا اور اُن کو یقین دلایا کہ فوراً
اصلی اصلاح کی ضرورت ہے -

اِس زمانہ کی حالات عامہ میں بھی تبدیلیاں اور اصلاحیں ظہور میں آرہی تھیں - لارڈ کلایو
نے یہ سچ کہا تھا کہ فی الحقیقت ایسٹ انڈیا کے معاملات اس عام ابتدائی انتشار میں شریک ہیں
جو اسوقت برطانیہ اعظم کی بڑی مملکت میں سمندر کے پار پھیل رہا ہے جو فی الحال ایسی
جلد جلد حاصل ہوئی ہے کہ ہنوز اس میں انتظام نظم و نسق کی فرصت نہیں ملی - انگلش میں
ہنوز اس تحقیقات کے درپے ہیں کہ رعایا یا اُن لوگوں کی جو اپنے ہم نسل و ہم قوم نہوں کیونکر
نگرانی کی جائے اور اُن ملکوں کی جو بہت ہی اصل میں خصائل ہیں مقام میں جیسی شمالی امریکہ
کی کولونی اور اضلاع ہند نہایت جداگانہ ہیں کس طرح انتظام کیا جائے - اب تک اُنکو دور دراز کے
ملکوں میں اور مختلف قسم کی رعایا پر حکمرانی کرنے کی مشکل قسمیں تجربہ بڑے پیمانہ کا حاصل نہیں ہوا
تھا - زمانہ حال کی کل تاریخ میں اسکی کوئی نظیر بکار آمد اُن کی آنکھوں کے سامنے موجود نہ تھی -
جس سے وہ مستفید ہوتے -

وہ دیکھ رہے تھے کہ تابع ملکوں کی گورنمنٹ کے پہلے تمام تجربے نہایت معتدل اخلاق
کے ساتھ یہ کیے جاتے ہیں کہ وہ ناکامیاب ہوسے - مگر جب یوروپ میں ۱۷۶۳ء میں جنگ
ہفت سالہ کے بعد انگلینڈ کو امن و عافیت حاصل ہوئی تو اس زمانہ میں انگریزوں کو فرصت ملی کہ
اُنھوں نے اپنی مملکت پر جو اُن کے ملک سے باہر تھی غور و خوض کی - سمندر کے پار جو بکھری

اور جنگی کامیابیاں ہوئیں تو قوم نے وہاں اپنی جائداد میں بہت برتری چاہی اور ہندوستان کے لیئے تازہ فرض عام دلوں میں یہ پیدا ہوا کہ ایک بڑی سلطنت کی آمدنی سے تاجروں کی جماعت کا کچھ سروکار نہیں ہے۔ صورت حال کی ضرورت نے اور قومی نفسے کی خاص علامات کے ظاہر ہونے نے ملکہ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا کہ اس نے کمپنی کے کاموں میں مداخلت شروع کی۔ کمپنی کو خزانہ کی دقتیں و دشواریاں ایسی پیش ہو رہی تھیں کہ وہ اس تحقیقات کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ جسکا کامنس ہوس نے حکم دیا تھا اور نہ وہ اس قومی استحقاق پر مباحثہ کرسکتے تھے جسکا دعویٰ قوم نے اس وجہ سے کیا تھا کہ کمپنی نے بہت سا ملک حاصل کیا تھا۔

اس معاملہ میں کمپنی نے اول تو سخت کوشش کی بعد ازاں پارلیمنٹ کی مداخلت سے بچنے کے لیئے دہلی کے شہنشاہ کے برائے نام شاہی کے سایہ میں پناہ لی اور یہ بہانہ کیا کہ یہ ملک بادشاہ نے ہم کو دیا ہے۔ اس مقولہ میں انھوں نے لارڈ کلایو کی اس نصیحت پر عمل کیا کہ ۱۷۶۶ء میں دیوانی اس سبب سے قبول کی گئی ہے کہ بنگال پر کسی جایز حکومت کو حاصل ہونا ناگزیر تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے یہ کہا کہ کمپنی کا یہ اظہار کرنا کہ وہ پولیٹکل اعتبار سے آزاد ہے نہایت نامناسب ہے

بنگال میں لارڈ کلایو کا سول انتظام یہ تھا کہ قانون و عدالت و تحصیل مالگزاری کا انتظام نواب بنگال اور اس کے دو نائبوں کے ہاتھ میں کمپنی نے دے رکھا تھا۔ ایک نائب نواب کا مرشدآباد میں رہتا تھا دوسرا پٹنے میں۔ جب زر مالگزاری جمع ہو جاتا تھا تو کمپنی کو دیدیا جاتا تھا۔ اس عرصہ میں کمپنی کے ملازمین کمپنی کی تجارت کے بیوپار میں مصروف رہتے تھے اور اپنی نجی کی تجارت عظیم بھی کرتے تھے اور جب حسب مراد ان کے پاس دولت جمع ہو جاتی تھی تو وہ ولایت چلے جاتے تھے۔ پس حکومت اعلےٰ جسکے ذمے رعایا کی بہبودی فرض ہوتی ہے وہ ملک کے نظام سے کچھ سروکار نہیں رکھتی تھی۔ نواب اور نائب نواب اور ان کے ماتحت ملازم جنکے ہاتھ میں بالکل انتظام تھا ان کے دل میں رعایا کی مرفہ الحالی کے لیئے ذرا حس نہیں تھی جو اعلیٰ حکومت کو ہونی چاہیئے وہ کمپنی کے واسطے زر مالگزاری جمع کرتے تھے اور اس روپیہ کو جمع کرنے میں جیبیں بھی ان کی بھری جاتی تھیں اور کمپنی کو جب تک اپنا روپیہ وصول ہوتا جاتا تھا انتظام کی جوابدہی سے

سے اپنے تئیں بری الذمہ سمجھتی تھی پس اس دوہری حکومت سے کوئی فریق حسن انتظام کا جوابدہ نہیں تھا اور رعایا پر بڑا زور ظلم ہوتا تھا۔ ہندوستانی افسروں کے ماتحت وہ سارے محکمے تھے کچھ تھوڑا سا انتظام انکا کمپنی کے گماشتے کرتے تھے۔

گورنمنٹ کی ماہیت واحد اور غیر منقسم ہوتی ہے اسکی کل نہیں چلتی اگر چلانے والی قوت کے سب مرکز آخر کار اول محرک کے ماتحت نہوں۔ یہ محرک اول خواہ سلطنت شخصی ہو یا سلطنت جمہوری۔

بنگال میں کلایو کے چلے جانے کے بعد بے سری ابتری ہو رہی تھی۔ دوعملی نے جسکا اوپر بیان ہوا جوابدہی کو منقسم کر رکھا تھا۔ فوجداری و پولس و مال کے افسر مختلف گروہ تھے جو اپنے متناقض اغراض کی وجہ سے مختلف نظاموں کے موافق کام کرتے تھے جنکا کوئی مشترک سردار نہ تھا وہ بدنظمی میں ایک دوسرے کی ہمسری کرتے تھے۔ قوانین ناطقہ نافذ نہ تھے۔ ملک میں بہت تھوڑا ہی انصاف ہوتا تھا سوائے اسکے تینوں پریسیڈنسیوں میں سے ہر ایک اپنی صلح و جنگ آزادانہ جداجدا کرتی تھی اس باب میں کچھ آپس میں تعلق نہ رکھتی تھی کمپنی کی مستقل سپاہ گیارہ ہزار سپاہی تھی۔ اور سول و ملٹری سررشتے جو بڑھ گئے تھے انکا خرچ ان فنڈوں سے اٹھتا تھا جو تجارت میں لگے ہوئے تھے خوش نصیبی سے اور نیز ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملکی آمدنی کی بدنظمی نے اسکے سرمایہ تجارت میں تنزل پیدا کیا جس سے انگلنڈ میں یہ یقین ہوا کہ کمپنی تنزل کی راہ پر کیسی مضرت ناک حالت کی طرف چل رہی ہے کمپنی نے وزراء سلطنت سے خزانہ کی امداد کی درخواست کی جسکے جواب میں انہوں نے دو سلیکٹ کمیٹیاں مقرر کیں کہ وہ ایسٹ انڈیا میں کمپنی کی سٹیٹ کی حقیقت و حالت اور برٹش معاملات کی تحقیقات کریں۔

یہ سچ ہے کہ پارلیمنٹ نے بہت سے رزولیوشن پاس کئے تھے مگر ایسے رزولیوشن نہیں پاس کئے تھے کہ جو حقوق شاہی کو استحکام دیتے اور ہندوستان میں نہ عمل کیا جاتا جب ۱۷۶۲ء میں فرانسیسی اور انگریزوں کے درمیان صلح کے عہد و پیمان ہو گئے تو انہوں نے کمپنی سے ان اضلاع کا دعویٰ کیا جو کمپنی نے لڑائی میں ان سے چھینے تھے تو کمپنی اس دعوی پر بڑ بڑائی کہ انگلنڈ کے بادشاہ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی جماعت کے اس جائز مال پر جسمیں دوسرے کا کوئی حق نہ ہو مداخلت کرے۔ اور پیچھے برک صاحب نے بھی جو اس زمانہ میں کمپنی کا مخالف نہ تھا بیان کیا کہ کمپنی کے پاس

جو ملک ہے وہ دہلی کے شہنشاہ کا عطیہ ہے۔ اس کی مرضی پر انتظامات اور محکموں کی صفائی موقوف
ہیں یہ حکومت و دولت کی عجیب قسم ہے جس سے انگلینڈ کا قدیمی کونسٹی ٹیوشن محض ناآشنا ہے
برک صاحب کا یہ خیال بہت کچھ سچ تھا کہ پارلیمنٹ کی اس تحقیقات کا منشا یہ ہے کہ خزانہ شاہی
کے لیے کمپنی سے روپیہ طلب کیا جاوے جس سے کمپنی خائف تھی لارڈ نورتھ جو کثرت رائے سے
دونو کامنس ہوس و لارڈس ہوس پر حکمراں تھے کمپنی کے برخلاف تھے اور کمیٹیوں نے بھی ملعون
رپورٹیں بھیجیں اور کامنس ہوس نے اپنے رزولیوشنوں میں یہ ظاہر کیا کہ جو ملک مال جنگی قوت سے
یا والیان ملک سے صلح کرنے سے حاصل ہوئے ہیں وہ سٹیٹ کے حق میں متعلق ہیں بنگال میں جو
کلایو صاحب نے کارروائیاں کیں تھیں وہ یہ قرار پائیں کہ قوم کے لیے مضر تھیں اور ان سے قوم کی
بے عزتی ہوئی اسلیے اسکے مجرم ٹھیرانے کی تحریک کی گئی کلایو صاحب نے بڑے زور سے سب طرح سے
اپنی تئیں الزام سے بری کیا اور تحریک مذکور باتفاق رائے نامنظور ہوئی۔ اور یہ رزولیوشن پاس ہوا
کہ رابرٹ لارڈ کلایو نے بڑی قابلیت و لیاقت سے ملک کی خدمات عظیمہ کیں۔ آیندہ سال
نومبر ۱۷۷۴ء میں اس کی موت نے اس شجاع مدبر کے زمانہ کا خاتمہ کیا شجاعت۔ فراست۔
کیاست۔ دلیری۔ پولیٹکس کی عجیب ذہانت۔ اور سپہ گری کی ذکاوت نے کلایو کو ایسا آدمی
بنایا تھا کہ شاذ و نادر ہی ایسے آدمی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں اسکی ذات میں
ان صفات کے اجتماع نے ہندوستان کے حالات کے لیے اسکو سب طرح سے موزوں و مناسب
بنا دیا تھا۔

فصل دوم اول حکمرانی کا قانون (گورننگ کونسٹی ٹیوشن)

سنہ ۱۷۷۳ء میں آخرکار دو ایکٹ پاس ہوئے۔ ایک یہ کہ کمپنی کو وزرا ایک کروڑ چالیس روپے اس کے
سب قراروں کے ایفا کرنے کے لیے قرض دے۔ دوسرے ایکٹ نے کمپنی کی گورنمنٹ کونسٹی ٹیوشن۔
(قانون) کو بدل دیا اور ہندوستان میں اسکے انتظام کو پالیمنٹری خطاب دیا۔ ان باتوں میں [illegible]
میں حکمراں گروہ کے جدید انتظام میں انتظام بیرونی کی اصلاح میں لارڈ نورتھ کے ایکٹ کے قواعد
نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ ہے جب تک کمپنی کے تجارت کے فرمان شاہی کی مدت ختم نہ ہوا اس کے
ممالک مقبوضہ اور محاصل ملکی اسکے قبضہ میں رہیں۔ پادشاہی حق کی بنا جو متزلزل تھی وہ اس ایکٹ سے

استوار کیگئی کہ ہر جگہ برٹش رعایا پر پارلیمنٹ کی حکومت عظمیٰ لنڈن میں کورٹ ڈائرکٹرز اور
کورٹ اوف پروپرائٹرز اولی گارچی (حکومت امرا) کے نمونے پر بنائے گئے۔ کہ
انکے ممبروں کی تعداد گھٹا دی گئی مگر روپیہ کے حاصل کرنے کے اعتبار سے انکے اختیار
بڑھا دئیے گئے۔ انڈیا میں گورنر جنرل مع اپنی کونسل کے مقرر ہوا اور اسکا تقرر پارلیمنٹ نے
کیا۔ اسکو اختیار تینوں پریسیڈنسیوں پر دیا گیا اور اسکے اندر یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کونسل
کی کثرت رائے پر تمام معاملات متنازع فیہ فیصل کئے جائیں۔ کلکتہ میں گورنر جنرل کا ہم پہلو
ایک سپریم کورٹ قائم ہوا جسکے اختیارات کی تحدید بری طرح کی گئی تھی۔
اب یہ بات آسان ہے کہ یہ انتظام کی کل جو بھدی و بیڈول بنائی گئی بمقابلہ آخر لذات کے
ایسی ہے جیسے ریل گاڑی کے سامنے چھکڑا۔ اس لئے انتظام کی کل گاڑی کے ابتدائی اصول کے
عمل کو روکا جب ایشیا میں کوئی ملک ہندوستانی والی ملک کے تفویض کرنے سے یا فتح کرنے سے
حاصل ہو تو سب سے اول یہ ضرورت ہو کہ کوئی مقامی گورنمنٹ عظمیٰ مقرر کیجائے جسکو اختیارات
عظیمہ دیئے جائیں اور ان کی تعریف اچھی طرح کر دی جائے اور وہ مرکزی گورنمنٹ کے عام
تابعین میں کام میں لائے جائیں اور یہ اختیارات علاقہ رکھتے ہوں۔ مقدمہ کی حالتوں سے
رعایا کی خصلت و سیرت سے انکی معاشرت کی حالت سے نئے صوبوں کے فاصلوں سے
جو صدر مقام سے رکھتے ہوں۔ اکزیکیوٹو اور جوڈیشل محکمے ایک دوسرے سے بالکل جدا
ہوں۔ یا کسی ایک حاکم اعلیٰ کے ماتحت کم و بیش ہوں۔ یا ہر صورت میں احکام اور قوانین
یا قواعد جو کسی گروہ پر عمل میں آئیں وہ صاف صاف بیان ہو کر مشتہر کیئے جائیں سب سے اچھی
تدبیر جائے یہ کیجائے کہ ایک شخص صاحب اختیار حاکم ہو کہ وہ اپنی قوت پر اور حکومت پر اختیار
بے جواب دہی لے کر ضرورت کی حالت میں معاملات کا فیصلہ کیا کرے۔ ۱۷۷۳ء کلکتہ میں اکزیکیوٹو
حکومت تو کونسل کی کثرت رائے کے حوالہ ہوئی گورنر جنرل کو ایک ووٹ (رائے) دینے کا
اختیار تھا۔ کونسل میں ہر حکم پر مباحثہ ہوتا جب اسمیں اختلاف رائے ہوتا تو کوئی تدبیر بغیر سخت
مباحثہ کے نہیں چلتی گورنمنٹ میں عملی مستعدی اور اتحاد کی صورت ہوتی ہے اس کے برخلاف
یہاں صورت تھی۔ اکزیکیوٹو اور جوڈیشل حکومتوں کی حدود کا حال جب تک نہ کھلا کہ انمیں

متواتر لڑائی جھگڑوں کا طومار نہ بندھا اسکے سبب سے انمیں اس قسم کی لڑائی شروع ہوئی۔
جیسی کہ فریقین کی کسی سرحد پر ہوتی ہے جسمیں ہر فریق اپنا انتقام لیتا ہے ان تمام تشاجروں
میں حکومت شاہی مبہم اور حسب ضابطۃ القوانین ہی۔ اور پارلیمنٹ جو طرفین کی مقبول ثالث
تھی وہ بحری سفر کے چھ ماہ کے فاصلہ پر بیٹھی تھی۔

یہ جو نیا قانون گورنر جنرل اور اسکی کونسل کا بنا تھا اسکو سہل کارروائی میں چند آفتیں
پیش آئیں اول کونسل کی رایوں کے ووٹوں پر گورنر جنرل کے کاموں کا مدار ہوتا۔ دوم
دونو محکموں اکزیکیوٹو اور جیوڈیشل کی منازعت سوم کسی قانونی محکمہ عظیم کے انگلنڈ سے
زیادہ نزدیک نہ ہونے سے جو ان آپس کے جھگڑوں میں ثالث بالخیر بنکر فیصلہ کرتا اور جوڈیشل
اور اکزیکیوٹو محکموں کے اختیارات کے احاطوں کی حدبندی کرتا۔ گورنر جنرل ایسے قوانین
نہیں بنا سکتا تھا کہ جنکو جج اپنے حسن اخلاق سے مان لیتے اسکے برخلاف جج کسی نہ کسی بنا
پر یہ دعوی رکھتے تھے کہ ہمکو یہ تمام اختیار ہے کہ اکزیکیوٹو گورنمنٹ کے اور اسکے افسروں پر جو قانون
کی جو شکایتیں ہوں اُن کو سنیں اور احکام جاری کریں جنکا میلان یہ ہو کہ وہ اکزیکیوٹو
گورنمنٹ کے احکام کے درجے کو اپنے احکام کے درجے سے کمتر و فروتر بنائیں انمیں سے ہر
فریق بموجب اپنی اغراض اور تنازعات کے بادشاہی کے سوال عظیم کی توجیہ نظری کرتا تھا
کمپنی کی طرف سے وہ اس رنگ کے استدلال میں چھپایا جاتا تھا کہ جو ملک اسکے پاس ہے وہ
شہنشاہ دہلی کا عطیہ ہے یا ہندوستانی والیان ملک سے عہد و پیمان کے موافق لیا گیا ہے جسکے
سبب شاہ انگلنڈ کی طرف سے ان ججوں کا مقرر کرنا ہی بے اصل ہے اس لیئے انکے
بہت سے احکام رد کیئے جاتے تھے اب دوسری طرح سے یہ استدلال ہوتا تھا کہ کمپنی کے
قبضے میں جو ملک تھا بالطبع اسکا مالک بادشاہ انگلنڈ تھا جس سے یہ استنباط ہوتا تھا کہ سپریم
کورٹ کے فرمان و پروانے وہاں جاری ہو سکتے تھے جہاں کمپنی کی عملداری تھی بس کلکتہ میں جو
جج تھے وہ ہندوستان کی عدالتوں پر اختیار رکھتے تھے اور ولیٹ منسٹر ہال کے ضابطہ کو بنگالی
زمیندار پر عمل میں لاسکتے تھے۔ آئین پارلیمنٹ کے موافق کمپنی کے کل ملازمین پر سپریم کورٹ
کو حکومت دی گئی تھی تو بنگال کے کل زمینداروں کے گروہ کو جو زر مالگذاری جمع کرکے اسمیں سے

سٹیٹ کا حصہ سرکار کمپنی کو دیتا تھا وہ اپنے قانون کے حد کے اندر سمجھتے تھے۔ انتظام کی شکایت
کی نالشیں ججوں ہی کے محکمے میں ہو سکتی تھیں جب نالشیں ہوتیں اور انہیں سمن جاری ہوتے تو
انکی تعمیل میں کلکتہ تک آنے جانے میں خرچ کی زیرباری اور سفر کی تکالیف لوگوں کو تباہ کیئے دیتی
سپریم گورنمنٹ اپنے ساتھ طول طویل دستور العمل لائے جسکے موافق مقدمات میں بہت
کثیر خرچ کرنا پڑتا تھا اور ججوں کو اختیارات ایسے دیئے گئے کہ وہ ہندوستانیوں کے سمجھ میں ایسے
ہی نہیں آتے تھے جیسے کہ اسرار الٰہی۔ اس سبب سے ہندوستانیوں نے سپریم کورٹ کو اپنے
لیئے بلائے عظیم کا آ جانا اور اسکو انکی کیوں کے ظلموں سے بچانے کی پناہ گاہ نہ جانا۔ برک
صاحب اپنی رپورٹ میں کورٹ ڈائرکٹرز کو لکھتے ہیں کہ جہاں تک آپ کی کمیٹی نے تحقیقات کی ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی العموم سپریم کورٹ ہندوستانیوں کے لیئے خوفناک ہے۔ اور ملک کی
گورنمنٹ کو اس نے حیران و پریشان کیا اور کسی برائی کے دور کرنے کی کوئی اصلی اصلاح
نہیں کی ہے اب اس امر کے مشتبہ ہونے سے کہ ملک کا مالک کون ہے شاہ دہلی یا انگلستان کا
بادشاہ اور دستاویز حقیقت ملک کس کے پاس ہے اور یہ جو دو بڑے انتظامی صیغے سپریم
گورنمنٹ و سپریم کورٹ کے ہیں انکے اختیارات کی حدود کیا ہیں ان سب باتوں نے پیچیدگیاں
پیدا کیں ورنا گزیر ایسی بیتیں ہر طرح کی گفتگوئیں و ر تو تو میں میں ہونے لگیں کونسل و سپریم کورٹ
کے جج اپنے اختیارات کے حدود پر ایسے لڑتے تھے جیسے دو دشمن ایک دوسرے سے کسی ملک
پر لڑتے ہیں اور . . . . نہ مالگذاری کے باب میں کمپنی کے افسر بنگالیوں پر اپنے
بے انتہا اختیار رکھنے کے مدعی تھے اور جج یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ کمپنی کے خزانہ میں
روپیہ بھرنے کے لیئے جو رعایا پر ظلم ہوتے ہیں انکا انسداد کریں۔ ہر طرف معقول دلائل موجود
تھیں جج اس بات پر بیٹھے تھے کہ وہ اپنے اختیارات سے ہندوستانیوں کی حمایت
کریں اور صدر کونسل کو یہ ناگوار خاطر تھا کہ تحصیل زر میں کوئی انکی مزاحمت کیجائے۔ اصل سچی
بات یہ ہے کہ کلکتہ سے باہر بالکل قوانین نہ تھے اور کمپنی کی کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی اور
نہ انکا یہ میلان خاطر تھا کہ کوئی باقاعدہ حکومت بنائی جائے۔
ان سببوں سے پیچیدگیاں اور دقتیں پیدا ہوئیں۔ وارن ہیسٹنگز اور اسکے کونسلروں کے درمیان

بڑی مشہور و معروف مخالفتیں ہوئیں گورنر جنرل اور کونسلر خوب لڑتے رہے مگر جب اُن کی لڑائی سپریم کورٹ سے ہوئی تو وہ آپس میں متفق ہو گئے۔

یہ باتیں اس لئے بیان کی گئی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جب انگلینڈ کی ایشیا میں حکمرانی شروع ہوئی تو کونسی انگریزی قانون جاری کئے گئے اور انکا کیا نتیجہ پیدا ہوا ۱۷۷۳ء کے ایکٹ نے اول اول کمپنی کے خود مختارہ غیر معین حکومت کی کچھ محدود و مقررہ صورت بنائی اسے آیندہ زمانہ میں انگلو انڈین گورنمنٹ کی صورت بنی۔ کلکتہ میں گورنر جنرل مقرر ہوا وہ انتظام کا مرکز و مرجع قرار دیا گیا اسی کو سب نے اپنا سردار مانا۔ تینوں پریسیڈنسیوں کو غیر ملکوں سے جو تعلقات تھے انکے اندر اسی کو اختیارات دیئے گئے۔ اور انگلش پارلیمنٹ کے قانون کے موافق اسکو حکومت دی گئی اس طرح سے گورنمنٹ کی بنیاد بڑی لمبی چوڑی مستقل پڑی مگر اس بنیاد پر اندرونی انتظام کی عمارت کچھ بنائی گئی تھی اسکا بنانا وارن ہیسٹنگز کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے انتظام سے ایسی حالتوں میں بنائے کہ کونسل سے اسکی ناموافقت ہو اور پولیٹکل معاملات میں پیچ پر پیچ پڑے ہوں اور غیروں سے لڑائیاں ہو رہی ہوں اور ہر قسم کی مالی دشواریاں پیش ہوں۔

باب یازدہم

گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کا عہد حکومت
۱۷۷۲ء سے ۱۷۸۵ء تک

فصل اول روہیلوں کی لڑائی
۱۷۷۴ء

۱۷۷۲ میں وارن ہیسٹنگز بنگال پریسیڈنسی میں کلکتہ میں گورنر مقرر ہوا تھا اور ۱۷۷۴ میں ہندوستان کا اول گورنر جنرل مقرر ہوا اور ۱۷۸۵ عیسوی کے موسم بہار میں یہاں سے ولایت گیا اس زمانہ کی انگریزی عملداری کی تاریخ اس کے تحت حکومت اور نام سے منسوب کی جاتی ہے۔

جس وقت میں کہ وہ گورنر جنرل مقرر ہوا ہے مرہٹوں کا زور و شور تھا سو برس سے ان کی
قوت بڑھ رہی تھی ستلج سے لے کر راس کماری تک ہندوستان کی ہر ریاست اور سلطنت
مرہٹوں سے خائف تھی اور وہ سب والیان ملک کو دھمکاتے چوتھ لیتے تھے ۱۷۶۱ سنہ میں ان کو
پانی پت میں بڑی شکست فاش ہوئی تھی جس کے سبب سے وہ بڑے پریشان اور حیران ہوئے
تھے اور پنجاب سے نکالے گئے تھے مگر مغربی ہند میں وہ سب والیان ملک پر بالا دست
تھے اور راجپوتانہ اور بندیلکھنڈ کو وہ لوٹتے تھے۔ اور اپنی فرصت میں ان ملکوں سے چوتھ
وصول کرتے تھے اور گنگا و جمنا کے دوآبہ کے زرخیز اضلاع میں متواتر لوٹ مار کرتے تھے اور
نواب وزیر کی قلمرو کو اور روہیلکھنڈ کو اور دہلی۔ آگرہ۔ الہ آباد کے گرد مسلمانوں کی ریاستوں کو
اجاڑتے تھے۔ اگرچہ مرہٹوں کی فوجیں قزاقانہ زیست بسر کرتی تھیں اور انکے افسر اکھڑ اور
ناتعلیم یافتہ تھے جنکا کام ملک گیری کرنا اور چوتھ وصول کرنا تھا مگر انکا سول انتظام اور
خاص کر مالگزاری کی تحصیل کا کام برہمنوں کے حوالہ تھا جو اس وقت میں سب سے زیادہ
بہتر عہدہ داروں کی قابل جماعت تھی۔ مرہٹوں کا فن سپہ گیری یہ تھا کہ سواروں کا جم غفیر
جنکے ہتھیار ہلکے ہوتے کسی ملک میں جاتے اور اسکو پامال کرتے اور اپنے مقابلہ کرنیوالوں کو
حیران و پریشان کرتے اور اگر وہاں سے پھر آتے تو بہت سا مال غنیمت ساتھ لاتے۔
اور اگر وہاں رہ پڑتے تو آمدنی ملک سے چوتھ وصول کرتے۔ وہ لڑائیاں بیقاعدہ لڑتے
تھے مگر دولت باقاعدہ ترکیب سے حاصل کرتے تھے جس کے سبب سے انکے سردار پیشوا ایسی گراں
فوج گردان رکھتے تھے کہ وہ ہندوستان کے ہر والی ملک کو ڈراتے تھے۔ اگرچہ حیدرآباد کی مستحکم
سلطنت بہت وسعت رکھتی تھی مگر وہ مرہٹوں کی برابری نہیں کر سکتی تھی۔ مرہٹوں کی تعداد
اور چستی و چالاکی و تیز دستی و پھرتی کی استعداد ایسی تھی کہ حیدر علی بھی انکی مساوات کا
دم نہیں بھر سکتا تھا گو وہ فن غارت گری میں استاد کامل تھا۔ اور میسور میں اپنی حکومت کا ڈنکہ
بجاتا تھا۔ روہیلوں اور نواب وزیر پر مرہٹے وبا و مرض کی طرح نازل ہوتے تھے جو ان سے
اپنے ہی اضلاع عظیمہ بچا سکتے تھے جو سلطنت مغلیہ میں سے انکے حصہ میں آئے تھے ہر ایک فریق
مبتلا رہا تھا کہ ہندوستان میں جو برتری اور فوقیت حاصل کرنے کے لئے لڑائی ہونیوالی ہے

اسمیں انگریزوں کے رقیب سب سے بڑھ کر مرہٹے ہونگے درحقیقت بالاے ہند میں کوئی
قوت ایسی نہ تھی کہ مرہٹوں کی برابر انگریزوں کی سلطنت کے پھیلنے کی مانع و مزاحم و سخت
مقابلہ کرنے والی ہوئی۔ ان سے مدتوں کے بعد سکھ جو ۱۸۴۶ء میں ستلج سے پار اُترے۔
انگریزوں کی سلطنت کے آگے بڑھنے کے مانع ہوئے۔

۱۷۷۲ء میں جب بنگال گورنمنٹ کا عہدہ وارن ہیسٹنگز نے لیا ہے تو مرہٹوں کے مختلف سرداروں
نے اپنی اپنی جدا جدا ریاستیں و حکومتیں قائم کرنی شروع کر دی تھیں مگر انہیں سے کسی نے
پیشوا کے ساتھ متحد ہونے کو چھوڑا نہ تھا۔ ۱۷۷۲ء سے وارن ہیسٹنگز کے کل عہد حکومت میں
ایسٹ انڈیا کمپنی کی حالت اور طریقت کے کل معاملات ہند میں ہندوستانی سرداروں کیساتھ
تعلقات بدلنے میں محکوم تھے۔ شاہ عالم شہنشاہ دہلی الہ آباد میں رہتا تھا اور اس خراج
سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا جو ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلایو نے اُسے دینے کا عہد کیا تھا۔ بنگال کے
شمالی مغربی اضلاع میں مرہٹوں کی ایک سپاہ اپنی سالانہ غارت گری کرنے آئی۔ تو
شاہ عالم نے اُس سے درخواست کی کہ وہ اُس کی مدد کر کے دوبارہ اس کو دار السلطنت
دہلی دلا دے اسکی یہ درخواست مرہٹوں نے منظور کر لی۔ مرہٹوں کی سپاہ کی مدد سے ۱۷۷۱ء
میں وہ پھر دہلی میں آ کر اپنے تخت سلطنت پہ بیٹھا مگر مرہٹوں نے بادشاہی کوٹھی کی اوجھل بنا
کے شکار کھیلا اور زیادہ اضلاع کی تسخیر کے لئے بہانا بنایا اور بہت دولت حاصل کی۔ مگر
اس بیچارے بادشاہ کو بے کس مفلس بنا محتاج رکھا۔ اب شمالی ملک کے قریب بیٹھے اپنی فوجوں
کے تانتے لگا رہے تھے اور بالا دست مسلمان رئیسوں کو اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ انگریزوں کو
ان سے خاص یہ سروکار تھا کہ وہ ان سے اضلاع کوڑا و الہ آباد جو بادشاہ نے کمپنی کو
دیوانی کے ساتھ عطا کئے تھے بادشاہ کے نام کا بہانہ بنا کے مانگتے تھے کہ وہ انکو حوالہ کئے
جائیں یہ اضلاع دونو بنگال اور اودھ کے سرحدوں پہ واقع تھے انمیں مرہٹوں کا عمل
دخل ہوتا دونو کی امن و عافیت کے حق میں زہر قاتل ہوتا۔

اودھ کے شمالی سرحد پہ جو زاویہ ہمالیہ پہاڑ کے الگ دریائے گنگ کے درمیان ہے
اسکے اندر جو ملک ہے اسپر روہیلا افغانوں نے اپنا عمل دخل کر لیا تھا وہ مرہٹوں کے

ہاتھ سے بچنے کی عام لین کا ایک بڑا الکار آمد حصہ تھا اسپر اول دفعہ ۱۷۷۱ء میں اور
دوبارہ ۱۷۷۳ء میں مرہٹہ حملہ آور ہوئے بنگال کی کھلی ہوئی سمت کو اودھ اور اودھ کی
کھلی ہوئی طرف کو روہیل کھنڈ گھیرے ہوئے تھا لیس روہیلوں نے مرہٹوں سے بچنے کے لیئے
نواب وزیر سے درخواست کی کہ وہ ہماری مدد کرے۔ نواب تو خود اپنے ملک کے فکر میں بیٹھا
ہوا تھا اُس نے مرہٹوں سے لڑنے کے لئے انگریزوں سے اپنے ساتھ شریک ہونے کی درخواست
کی کلکتہ کی گورنمنٹ نے رو برٹ بار کے ماتحت ایک انگلش برگیڈ بھیجا اور اس کو ہدایت
کی کہ وہ نواب وزیر کی امداد میں سعی کرے اور جو عہد و پیمان ہوں انمیں وہ وزیر کا طرفدار
رہے۔ روہیلوں اور وزیر کے درمیان ایک عہدنامہ لکھا گیا اور اسکی تصدیق انگریزی کمانڈر
نے کی وزیر نے منظور کیا کہ روہیلے چالیس لاکھ روپئے اسکو دیں وہ مرہٹوں کو نکال دیگا، یا ہمیشہ کے
نکال دیگا۔ اس عرصہ میں برسات آگئی مرہٹے خود بخود روہیل کھنڈ سے واپس چلے گئے۔
لیکن ۱۷۷۳ء کے شروع میں وہ پھر آنکر روہیلوں کو دھمکانے لگے تو اُس وقت اودھ روہیلوں
اور انگریزوں کے لشکر آپس میں مل کر مرہٹوں سے لڑنے گئے اور مرہٹوں کو مجبور کیا کہ وہ پرے
ہٹیں تو وزیر نے روہیلوں سے اپنا زر موعود مانگا حافظ رحمت خاں نے جو روہیلوں کا سب سے
بڑا سردار تھا ٹالم ٹولے کے جواب بھیجے جسپر وزیر سر رو برٹ بار کی طرف مخاطب ہوا جس نے
عہدنامہ کی تصدیق کی تھی مگر وہ اسکے پورا کرانے کا ضامن نہ ہوا تھا۔
ان معاملات سے روہیلوں کی لڑائی شروع ہوئی جسکے سبب وارن ہیسٹنگز پر طرح طرح کے
الزام لگائے گئے اور پارلیمنٹ کی طرف اسپر طعن و تشنیع ہوئی اور اسپر پولٹکل جرم لگایا گیا
اس وقت کل مقامات میں صاف صاف سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا وزیر کو یہ شک تھا
کہ بادشاہی ضلع میں جو روہیلوں کے سرداروں کا گروہ غاصب ہے۔ وہ ضرورت کی صورت
میں مرہٹوں کے ساتھ مل کر اس سے لڑنے لگے گا اور اسکی کوئی وجہ بھی نہ تھی کہ روہیلے ایسا
نہ کرتے نواب وزیر سے خود مرہٹوں نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم دونو ملکر روہیلوں پر حملہ
کریں اور انکے ملک کو آپس میں تقسیم کرلیں مگر نواب وزیر کو یہ عقل تھی کہ اگر میں قزاقوں کے
ساتھ ملکر اپنے ہمسایہ کا گھر بلیا میٹ کردونگا تو انکو اپنے دروازہ کا دربان بنا دونگا

اس سب سے بہتر میرے لیئے یہ بےخوف و خطر راہ ہے کہ انگریزوں کے ساتھ اتحاد پیدا کروں جنکے سپاہی یقینی میدان جنگ میں مجھے فتح مند کرا دینگے جس سے انگریزوں کا بھی بڑا مطلب نکل آئیگا کہ انکے ملک میں مرہٹوں کے جانے کی راہیں مسدود ہو جائینگی اس لیئے وہ میری تقویت کرینگے۔

۱۷۷۳ء میں وزیر نے گورنر جنرل سے بنارس میں ملاقات کی اور اس سے کہا کہ روہیلوں نے مرہٹوں کے وعدہ کو ایفا نہیں کیا اسلیئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ سپاہ سے میری مدد کر کے روہیلکھنڈ کا مالک بنا دیجیے اور اس حسن خدمت کا معاوضہ خاطر خواہ لے لیجیے۔ گورنر جنرل نے نواب وزیر کی درخواست کو منظور کر لیا اور اپنی کونسل کو لکھا کہ ہمارا دوست روہیلکھنڈ کے لے لینے سے ایک پوری پیوستہ سٹیٹ کا مالک ہو جائیگا جسکے سبب سے گنگا کیطرف سے ہمیں غیروں کے حملوں کی راہ مسدود ہو جائیگی اور اس دوست تک ہماری فوجکی رسائی اپنی محافظت کے لیئے یا غیروں سے لڑنے کے لیئے مساوی ہو جائیگی اس سے انکو دولت ملیگی جسکا حصہ ہمارے ہاتھ بھی آئیگا اسکو امن و عافیت حاصل ہوگی بغیر اسکے کہ خوفناک قوت کو بڑھائے اسکی سرحد مرہٹوں کے قریب ہوگی جنکا وہ تنہا مقابلہ نہیں کر سکتا جسکے سبب سے وہ ہمارا دست نگر دوست رہیگا۔ اور ہمارے ساتھ اس کا رشتہ اتحاد مضبوط ہوگا۔ ۱۷۷۴ء میں وزیر اور انگریزوں کی سپاہ نے ملکر روہیلکھنڈ پر حملہ کیا روہیلے خوب بہادری سے لڑے مگر وہ انگریزوں کی سپاہ کے آگے نہ تھم سکے انہوں نے کچھ دلیرانہ حملے کر کے شکست پائی حافظ رحمت خاں میدان جنگ میں کام آئے اور روہیلوں کی قوت بالکل شکستہ ہو گئی روہیلکھنڈ وزیر کے قبضے میں آ گیا جسکے سبب سے اسکے پاس ملک بالائے گنگ سے ہمالیہ تک آ گیا اور مغرب کی طرف سے حملہ آوروں کے روکنے کے لیئے دریا حد ہو گئی انگلش پولیٹکل اغراض کے خیال سے نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ انگریزوں نے اپنی سلطنت کی شمالی مغربی سمت میں اسطرح پوری محافظت کر لی کہ سرحد کے بیکار آمد بڑے حصہ پر بجائے غیر معتمد ہمسایہ کے ایک معتمد و مطیع دوست کی سلطنت قائم کر دی اور یہ امر [illegible] کہ اس علاقہ میں [illegible] کی [illegible] اسلیئے کہ پیچھے بہت برسوں تک انگریزی سلطنت کی

شمالی مغربی کی سرحد پر کسی نے کوئی خلل اندازی نہیں کی اور انیسویں[19] صدی کے شروع میں انگریزوں نے نہیں سے اور آگے سلطنت بڑھائی گو یہ فایدہ حاصل ہوا جنمیں رہیلوں پر جنکے ساتھ دوستانہ عہد و پیمان نہ تھے کوئی انگریزوں کیطرف سے حملہ آوری میں زیادتی نہیں ہوئی مگر اس معاملہ میں ہسٹنگز کی پولیسی کے ایسے معقول عذرات نہیں پیش ہوئے کہ وہ آسانی سے اس تجارتی اصول کے موافق قبول کئے جائیں کہ دور دراز کے ملک کے گورنر کو حکم ہے کہ وہ سب باتوں سے زیادہ اس بات پر خیال رکھے کہ جو ملک اُس کے سپرد ہوا ہے اسکی سرحد کو وہ محفوظ و امین رکھے۔

فصل دوم ۔ مرہٹوں کے ساتھ لڑائیاں (۱۷۷۶-۱۷۸۲) اور میسور کے ساتھ لڑائی (۱۷۷۸ سے ۱۷۸۳ تک)

اگرچہ وارن ہسٹنگز ۱۷۷۵ سے سات برس تک جنمیں ایک طوفان جنگ برپا رہا جنگ کے معاملات کا نگران و معاون رہا مگر وہ خود اپنے تدبیر اور منصوبے سے رہیلوں سے ایک ہی دفعہ رزم آرا ہوا اس وقت سے لیکر آخر صدی تک مغرب و جنوب میں میدان جنگ میں ہنگامہ برپا رہا بمبئی کے پریسیڈنٹ اور کونسل کو یہ شوق تھا کہ ملک کو بڑھا کے خاصکر سالسٹی اور بسین کو قبضہ میں لاکے اور اسطرح اپنے تئیں مختار و سرافراز بنائے پونہ میں پیشوا رگوناتھ راؤ ساقط الاختیار ہو گیا تھا اس کے ساتھ بمبئی کے پریسیڈنٹ کے یہ عہد و پیمان ہوئے کہ انگریز اپنی سپاہ سے اسکی معاونت کر کے پھر اسکو پیشوا بنائیں اور وہ اسکے معاوضہ میں بعض اضلاع کمپنی کو حوالہ کریگا بمبئی کے پریسیڈنٹ کا مقصد اعظم یہ تھا کہ پونہ کی گورنمنٹ میں اپنی برتری اور علو حاصل کرے اور ملک کی آمدنی ایسی بڑھائے کہ پریسیڈنسی بمبئی اپنا خرچ آپ چلائے مگر اسکی تدبیر بری طرح سے کی اور حصول مطلب کے لئے جو وسایل اختیار کئے انکا انجام نیک نہیں ہوا ۔ جب بمبئی سے کلکتہ کو گورنمنٹ پاس اس عہدنامہ کی نقل پہنچی تو اسپر کلکتہ کو گورنمنٹ نے بمبئی پریسیڈنسی پر بڑی لعنت ملامت کی کہ بغیر ہمارے حکم کے پولٹکل اور انصاف کے برخلاف جنگ کے اشتہار میں تدابیر اختیار کی گئیں اور اپنی اس پریسیڈنسی کے خلاف یہ رائے ظاہر کی کہ اسنے ایک ایسے شخص کے لئے جو اس معاملہ میں کسی قسم کی موثر امداد نہیں کر سکتا کل مرہٹوں کی سلطنت کے فتح کرنے کا عہدہ اپنے ذمہ لیلیا اور اس نے پہلے سے یہ بھی بات کبھی نہ کی کہ اس مہم کے اختیار کرنے سے ہمکو تکالیف کے ناپیدا کنار سمندر کے اندر جہاز میں سوار ہونا پڑیگا تا کبھی حکم صادر کیا کہ کمپنی کی سپاہ بشرطیکہ کوئی خوف خطر و اندیشہ نہو واپس بلالی جائے مگر اس سے پہلے

کہ یہ خط بمبئی بھیجے دو بڑے عظیم الشان مقامات سالسٹی اور بسین انگریز فتح کرکے اپنے قبضے میں لاچکے تھے مگر بمبئی کی فوج کو جب ارا اس میں شکست فاش ہوئی تو ناممکن تھا کہ سپاہ کی واپسی عزت کے ساتھ ہوسکتی لیں اس سبب سے ہیسٹنگز نے ارادہ مصمم کیا کہ ہم کو اپنی جگہ پر قائم رہنا چاہیئے اور جو مخالف باتیں پیش آئیں انکا مقابلہ کرنا چاہیئے اسلیئے اُس نے سپاہ کمک کے لیئے بمبئی بھیجی اور اس میں کوشش کی کہ ان مرہٹوں سے مصالحت ہو جو رگھو ناتھ راؤ کے ساتھ عہد و پیمان ہونے سے ناراض ہوگئے تھے اس طرح سے انگریز ایسی لڑائی میں الجھ گئے کہ جسمیں بہت روپیہ خرچ کرنا۔ اور مدتوں تک لڑنا پڑا جو ماخذ ان باتوں کا قرار دیا گیا کہ آیندہ سات سالوں میں ہیسٹنگز کو بے حد عداوتوں اور دشمنیوں میں مصروف رہنا پڑا آخر ان کے لئے جانفشانی کرنی پڑی انتظام کرنے میں پریشانی اور حیرانی اٹھانی پڑی۔ نیکنامی و شہرت میں بٹّا لگا۔ مختلف اوقات میں دو نو بمبئی و مدراس معرض خطر اور جوکھوں میں آگئے۔ گو یہ بے نتیجہ لڑائی ایسی بدمعنگی و پراگندہ ہوئی کہ اسکے ایسے مختصر بیان کرنے میں جو سمجھ میں آئے کیسی ہی کوشش کیجئے اسمیں ناکامیابی ہوگی اس کل معاملہ کی اصل یہ ہے کہ اس زمانہ میں مرہٹوں میں آپس میں اتفاق ایسا تھا اور انکی قوت ایسی زور آور تھی کہ انگریز جو اپنی فوجیں انکے مقابل میں بھیج سکتے تھے وہ انکو ڈرا سکتے تھے نہ انکو اپنے مقام سے ہٹا سکتے تھے۔ عین وسط ہند میں مرہٹوں کا مقام ایسا تھا کہ جہاں سے وہ تینوں انگریزی منقسمہ پریسیڈنسیوں کو دھمکا سکتے تھے اور حیدرآباد اور میسور میں انگریزوں کے برخلاف سازشوں کے کرنے میں کامیاب ہوسکتے تھے اور سمندر کے مغربی ساحل پر ایسے بندرگاہ اُن پاس تھے جہاں سے وہ اہل فرانس کے ساتھ مراسلت کرسکتے تھے۔ دو چھوٹے پریسیڈنسیوں بمبئی اور مدراس میں جو گورنر تھے وہ اپنی عہدوں کے لئے لائق نہ تھے بے سوچے سمجھے اندھا دھند کام کرتے تھے وہ گورنر جنرل کی اعلیٰ حکومت سے بے حد حسد رکھتے تھے اسکی صلاح و مشورہ کو نہیں سنتے تھے اسکے احکام کو نہیں مانتے تھے اس کی ہیسٹنگز کا اپنی کونسل کی - - - - اختلاف آراے اور لندن کے صدر مقامات میں اپنے دشمنوں کے موجود ہونے سے ناک میں دم آرہا تھا۔ اگر وہ اس قابل ہوتا کہ میدان جنگ سے سپاہ کو واپس بلا لیتا اور مرہٹوں کے ساتھ صلح کرنے پر اصرار کرتا تو ان سخت پیچیدگیوں سے بچ جاتا جو اصل تنازع اور بسے حملہ کرنے سے پیدا ہوئی تھیں سالسٹی اور بسین ابتک انگریزوں کے قبضہ میں تھیں

مگر مرہٹوں کو انکار تھا کہ وہ انگریزوں کو یہ دو قیمتی مقامات دیدیتے اسی سبب ۱۷۸۲ء تک عہد و پیمان کرنے میں ایک زمانہ گذر گیا کہ ہند میں یوروپین پولیٹکس نے بڑا اثر معمول کے موافق پیدا کیا۔
اس وقت میں یونائٹڈ اسٹیٹس امریکہ نے انگلنڈ کی اطاعت سے بالکل اپنے آزاد ہونے کا اشتہار دیا تھا انگلنڈ شمالی امریکہ کی بغاوت کے مٹانے میں ہمہ تن مصروف تھا اہل فرانس نے اس موقع کو بظاہر خوب جان کر ارادہ مصمم کیا کہ جنگ ہفت سالہ میں جو مضرتیں انگلنڈ کے ہاتھ سے انکو پہنچی ہیں انکا انتقام لے۔ فرانس کے وزیر نے مخفی طور پر ایک پرچہ میں یہ لکھا کہ انگلنڈ کی عجز و ناتوانی کو عاقبت اندیشی دکھا و سمجھا رہی ہے تو فرانسیسیوں نے امریکہ میں انگریزوں کے دشمنوں کی امداد ایسی کرنی شروع کی کہ ناگزیر انگلنڈ کو فرانس سے لگاڑ کرنا پڑا ۱۷۷۷ء میں فرانسیس کا ایک ایجنٹ ہند میں آیا۔ اور اُسنے مرہٹوں سے اتحاد اس شرط پر پیدا کرنا چاہا کہ سمندر کے مغربی ساحل پر اسکو ایک بندر دیدیا جائے۔ پونہ میں پیشوا نے بطیب خاطر اس درخواست کی تائید کی جس سے انگریزوں کے کان کھڑے ہوئے اور وہ غصہ میں بھر آئے یوروپ ہند امریکہ میں معاملات کے اصل حالات ایسے تھے۔ کہ فرانسیسیوں اور مرہٹوں کا اتحاد پیدا ہوتا انگریزوں کو سخت ناگوار و ناپسند تھا اسی سال میں پیرس میں جو انگریزی سفیر رہتا تھا اُسنے ہیسٹنگز پاس خبر بھیجی کہ فرانسیس ہند پر عزیمت کی تدبیر کر رہے ہیں کہ وہاں وہ انگریزوں کے دشمنوں کی اعانت کر رہے ہیں ۱۷۷۸ء میں خبر آئی کہ سارا ٹوگا میں برگوین نے اپنے تئیں اہل امریکہ کے حوالہ کیا اور فرانس اور غالباً سپین نے بھی جنگ کا اشتہار دیا اور اُسی وقت جزیرہ بوربون سے ایک فرانسیس جہاز نے حیدر علی کے لیے جنوبی ساحل سمندر پر افسروں اور جنگی سامانوں کو اُتارا۔
اس وقت کلکتہ کی کونسل میں اگرچہ ہیسٹنگز اور جلپ فرین سیس کے درمیان سخت عداوت و مخالفت تھی مگر پھر بھی گورنر جنرل نے اپنی بالادستی سے ایسی جید تدابیر کیں کہ اُنھوں نے ان خوفو خطروں کا خوب مقابلہ کیا ہندا میں جتنے فرانسیسیوں کی دار الاقامتیں تھیں وہ سب انگریزوں نے چھین لیں بمبئی کی سپاہ کی کمک کے لیئے بنگال سے ایک سپاہ بھیجدی اور اشد ضرورت کے دباؤ کے سبب سے یہ ارادہ مصمم کر لیا کہ مرہٹوں کے ساتھ جو ابھی عہد و پیماں ہوئے ہیں وہ بالائے طاق رکھے جائیں اور رگوناتھ راؤ کی اعانت کے لیے سپاہ کو دوبارا سفر کرنے کا حکم دیدے

زمانہ حال میں شائستہ ملکوں میں ان اشخاص کی اعانت کرنی موقوف ہو گئی جو غیروں کی سلطنت کی
چھیننے کا بہانہ دغا و فریب سے بناتے ہیں اسکا کچھ سبب تو یہ ہے کہ شائستہ قوموں نے جو باہم
ملکی قانون بنائے ہیں انمیں اس طرح کی اعانت ممنوع کی گئی ہے مگر اس کی کارروائی ملعون
نہیں کیگئی ہے اسکا سبب زیادہ تر یہ ہے کہ تجربوں کے ایک طویل سلسلہ نے ثابت کیا ہو کہ ایسی
مہمات صرف دشمنوں کو برانگیختہ و افروختہ خاطر کرتی ہیں مگر پہلے سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ
انہیں علی العموم آخر کار اپنی اصل مقصود کے حاصل کرنے میں ناکامیابی ہوگی ایک زمانہ میں یورپ میں
دشمن کے حیران اور ناتوان کرنے کی معمولی ترکیب یہی تھی اور ایشیا میں وہی اب تک عام پسند
چلی جاتی ہے ہندوستان کے انگریزوں کی تاریخ میں بھی بعض اسکی مثالیں ہیں جو باستقلال
متنبہ کرنے والی ہیں اسکی ایک مثال یہ ہے کہ رگوناتھ راؤ کے پیشوا بنانے میں انگریزوں کا
پشت پناہ بننا ایک بڑا خطرناک منصوبہ تھا اسواسطے دوسری دفعہ میں اس مہم کا انجام
نہایت زبون اور مضرت ناک ناکامیابی کے ساتھ ہوا۔ اس مہم میں ملٹری اور سول (جنگی ملکی)
سرکار فرماؤں نے فاش غلطیاں کیں اور بڑی بےعزتی کے ساتھ پسپا ہوئے اور سوائے اسکے کچھ
اور نہ حاصل ہوا کہ مرہٹوں کو انگریزوں کے ساتھ بجائے مستقل بغض و عناد ہو گیا۔ گرینٹ ڈف صاحب
جو مرہٹوں کی تاریخ کے بڑے مؤرخ لکھتے ہیں کہ بمبئی کے گورنمنٹ نے مرہٹوں کے فتح کرنیکے لیے
بلیاکانہ تھوڑی سی سپاہ بھیجی اور اسکا اہتمام ان آدمیوں کو سپرد کیا جو انکے کرنے کے لائق
نہ تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں اور تقریباً اس صدی کے آخر تک مرہٹے انگریزوں کے مدِ
مقابل اور [illegible] کی ٹکر تھے۔
جب میدان جنگ میں دوسری دفعہ انگریزوں کو شکست ہوئی اور ہزیمت اٹھانی پڑی اور مرہٹوں
کے بڑے بڑے سرداروں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے میں کوششیں ناکام رہیں نہیں بعض آدمیوں نے جو شاہی
کاروبار میں بڑے استاد تھے ہیسٹنگز کو بھی اپنے فریبوں سے ہرادیا تو پھر وہ ایسے دشمن کے ساتھ ایک
طویل جنگ کے پھندے میں پھنس گیا جو بڑا پھرتیلا [illegible] جست و چالاک سپاہ رکھتا تھا
میسور میں چند سالوں سے حیدر علی اپنی کفایت شعاری سے خزانہ کو جمع کر رہا تھا اور جزیرہ نما
دکھن میں اپنی حکومت کے جمانے میں قوت صرف کر رہا تھا اس سے ۶۷ء میں انگریزوں نے اپنا

بگاڑ کر لیا تھا جب سے اسکے دل میں اندر ہی اندر انگریزوں کی عداوت کا جوش اٹھ رہا تھا اب
اسکا علانیہ ظہور ہونے لگا جب کلکتہ کی گورنمنٹ نے یہ اپنا ارادہ مصمم کر لیا کہ فرانسیسیوں کی
دارالاقامتوں کو انگریز اپنے قبضہ میں کر لیں تو اس لئے مدارس گورنمنٹ پاس اپنا حکم بھیجا کہ وہ
فوراً بندر ماہی پر جو فرانسیسیوں سے علاقہ رکھتا ہے قبضہ کر لے اسلئے کہ وہ جزیرہ نمائے ہند
کے جنوب و مغرب میں ایسا بندر ہے کہ جہاں سے فرانسیسیوں اور حیدر علی کے درمیان
مراسلت بخوبی ہو سکتی ہے یہ بات خیال کرنے کی ہے کہ اسی وجہ سے حیدر علی نے
اس امر کی ترجیح دی تھی کہ یہ مقام اسکی حراست میں ہے اسلئے مدارس گورنمنٹ سے درخواست
کی کہ وہ اسکو اپنا ہاتھ نہ لگائیں اور اسپر یہ اضافہ بھی کیا کہ اسکے ماتحت ہی اسکے باشندے
اسکی رعایا ہیں اگر اسپر حملہ ہوگا تو اسکو اسکی محافظت کرنی پڑیگی باوجود حیدر علی کے اس
لکھنے کے ۱۷۷۹ء میں انگریزوں نے اس وقت ماہی پر قبضہ کر لیا کہ حیدر علی مرہٹوں کے بعض بیرونی
اضلاع کو جا گیر رہا تھا مرہٹوں اور انگریزوں کے درمیان جو جھگڑا ہو رہا تھا اس سے بالطبع اپنے
مقبوضات میں چند کرنے سے اسنے فائدہ اٹھایا جب حیدر علی کے اس ظاہر اتفاقی حکم کا
جو ماہی کے باب میں دیا تھا انگریزوں نے کچھ پاس و لحاظ نہیں کیا تو انگریزوں کے ساتھ حیدر علی
کی بخشش اور بڑھ گئی اور وہ اس سے کم نہیں ہوئی کہ بغیر اسکی اجازت کے اس ملک کے حصہ میں سے
انگریزی سپاہ نے گذرنے کی احمقانہ کوشش کی۔

اس زمانہ میں یعنی اٹھارھویں صدی کے آخر چوتھائی حصہ میں ہند میں انگریزوں مرہٹوں و
حیدر علی کی قوتوں کے درمیان مثلثی موازنت قائم کر لی تھی انمیں سے اگر دو قوتیں ملکر تیسری
قوت سے لڑتیں تو اسکو جان جوکھوں لاتیں ۱۷۷۹ء میں یہی ہوا کہ جب جنگ فرانس کے غوغا نے انگریزی
گورنمنٹ سے جھٹ پٹ ایسی تدابیر کرائیں کہ انگریزوں کی اول مرہٹوں سے لڑائی ہوئی اور دوم
حیدر علی سے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں و حیدر علی نے ملکر انگریزوں سے جنگ شروع کی ۱۷۸۰ء کے موسم بہار
میں ہندوستان میں انگریزوں کا اقبال اپنے عروج کی وجہ سے بہت ہی نیچے گر گیا تھا اور دراز کی طول طویل
لڑائی کے خرچ نے کلکتہ میں بنگال کے مخازن خالی ہو گئے تھے اور کونسل میں گورنر جنرل اور اسکے شریک
مخالف غیر فریق کے درمیان ایسی لڑائی جھگڑے ہوئے تھے کہ جسکے سبب اندرونی ضعف و ناتوانی مخازن کی

آمدنی رو گئی تھی۔ آخر کو ایک ممبر فرانسیس کے ساتھ اُسکا جھگڑا یوں ختم ہوا کہ دونوں نے پیچھے ہاتھ
میں لیئے اور ایک نے دوسرے پر چھوڑے فرانسیس زخمی ہوا اُس زخم کو بغل میں لیکر ولایت چلا گیا
بمبئی میں فنڈس (سپاہ کے خرچ کے مجتمع سرمایئے) بالکل خالی ہوگیئے کہ کونسل نے بدلائل معقول اطلاع
دی کہ گھر میں سپاہ کی تنخواہ دینے کے لیئے روپیہ نہیں ہے اُسکو باہر کارگر خدمتوں پر رکھنا پڑتا ہے
دکن میں حیدر علی نے مرہٹوں سے صلح کر لی تھی اور نظام حیدرآباد پر یہ زور ڈالا کہ وہ انگریزوں سے
مخالفت کرنے میں آپ کے ساتھ متفق ہوجائے تاکہ تینوں فریق کا اتحاد ہو جائے۔ جولائی ۱۷۸۰ء
میں وہ پہاڑوں پر سے کرناٹک کے میدانوں میں ایک لشکر جرار لیکر اُترا۔ مدراس میں اس خوف کی پہلے
سے آگاہ کرنے والی علامتوں پر کچھ توجہ نہ کی جاتی تھی اور وہ حقیر سمجھی جاتی تھیں مدراس میں سر طامس
ریو بولڈ ایسا نالائق اور بڑا گورنر تھا کہ وہ یہاں سے اپنے گھر ولایت جاتے وقت یہ لکھہ گیا کہ مجھکو اطمینان
ہے کہ مدراس پریسیڈنسی میں میری رخصت کے وقت کامل امن آمان و چین و چان ہے اس کے
جانے کے چند مہینے بعد حیدر علی جس کی ہتیاروں کی مدتوں سے شہرت ہو رہی تھی ملک کرناٹک
پر بجلی کی طرح آن گرا اور اسکے سواروں نے مدراس کے قرب و جوار تک ملک کو لوٹا۔ انگریزی سپاہ جو
اسکے مقابلہ کے لئے بھیجی گئی اس نے شکست پائی۔ خزانہ بالکل خالی تھا شہر میں سامان رسد موجود
نہ تھا جو آسانی سے اس حالت میں حاصل ہوسکتا کہ حیدر علی نے دلیرانہ بڑے زور سے مدراس پر
حملہ کیا۔

ہیسٹنگز نے کچھہ توقف نہیں کیا کلکتہ سے روپیہ بھیجا اور سر آئر کوٹ کے ماتحت کمک بھیجی جس نے شہر مدراس
کے ہمسایہ سے حیدر علی کے ہٹا دینے کا انتظام کیا مگر دفعتہً پھر ایسا حملہ ہوا کہ گورنر جنرل کی ساری
تدبیریں کام نہ آئیں اب حیدر علی اور مرہٹے ایک ہی وقت میں ہیسٹنگز کے ہاتھ کے پاس تھے
اسکا خزانہ خالی ہوگیا تھا اسکی سپاہیانہ قوت میں خلل آگیا تھا اس نے مرہٹوں کے سرداروں کے
اتحاد میں پھوٹ ڈالنے کے لیئے جو کوششیں کیں تھیں وہ سب اکارت گیئں تھیں اسکو ایک سپہ سالار
گوالیار کے شمال مغرب میں لڑنا تھا دوسرے پیشوا سے بمبئی کے قریب اس نے مرہٹوں کے ساتھ صلح
کرنے کی شرائط پیش کیں گو وہ مرہٹوں کے حق میں مفید تھیں مگر اُنہوں نے انکو مانا نہیں مرہٹے کے
سرداروں میں سب سے زیادہ بڑا سربرآوردہ سپہ سالار ہونے کو تھا اس وقت اُسنے اپنے فتح کا کو

وسط ہند سے شمال کی طرف آگرہ اور دہلی کی جانب بڑھا یا تھا اگرچہ اسکا یہ آگے بڑھنا
بنگال کے بازو کو دھمکا تا تھا مگر وہ انگریزوں کے سب سے زیادہ مستحکم مقام سے ایسے فاصلہ پر آگیا تھا
کہ جس سے اُس پر زد لگ سکتی تھی۔ انگریزی سیاہ سے اسکے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں
کپتان پوپ ہم نے بڑی بہادری سے قلعہ گوالیار کو سیندھیا سے لیا اس بہادر نے بڑی دلیری
سے قلعہ پر زینے لگا کے اسکو فتح کیا تھا مگر افسوس ہے کہ اسکا نام فراموش شدہ بہادروں کے ناموں
میں داخل ہو گیا ہے اب سیندھیا کو معلوم ہوا کہ اُس کی مقصد برآری انگریزوں کے ساتھ ملاپ
کرنے میں ہے جسکا انتظام یہ ہوا کہ انگریزوں نے اسکو اجازت دیدی کہ وہ مغلوں کے بادشاہ کے
پاس دہلی کے گرد جو چند اضلاع باقی ہیں انمیں وہ اپنے ارادہ کو پورا کرے اس شرط پر کہ انگلش اور اسکے
مقبوضوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرتا ہے اس طرح سے وارن ہیسٹنگز نے بہت سے نقصان اُٹھا کر
آخر کو مئی ۱۷۸۲ء میں صلح پر اس لڑائی کو ختم کیا جسمیں انگریزوں کی نیکنامی تھی اور نہ اُن کے
اغراض کے لئے مفید تھی اور جس کے سبب سے ہیسٹنگز کو ان معاملات کے کرنے کی ضرورتیں پیدا
ہوئیں تھیں جو پیچھے اُسکے ماخوذ ہونے کی وجوہ قرار پائیں ہیسٹنگز نے لکھا ہے کہ ۱۷۸۱ء
میں وہ لوگ مدراس اور بمبئی کی محافظتوں میں اس قدر روپیہ خرچ ہوا ہے کہ مالی حالتیں اسکو بہت
دق کرتی ہیں اس پر ان دشواریوں کا بار آن پڑا کہ اُس نے راجہ بنارس سے ایک بڑی گراں
اعانت زر چاہی جسکی سبب سے ایک مشہور بلوہ ہوا ایسی مالی حالت کی خرابی کے سبب سے کہ سیاہ
کے خزانہ کے صندوقوں میں کوڑی نہیں رہی تھی جس نے اودھ کی بیگموں سے روپیہ لینے پر مجبور کیا
بیگموں کے خواجہ سرا اس روپیہ کے دینے کے لیئے جھگڑا کرنے لگے جسکے رکھنے کا کوئی
استحقاق بیگموں کو نہ تھا مگر وہیں سوال یہ ہے کہ گورنر جنرل نے جس طرح سے بیگموں سے روپیہ
لیا اُسکا بھی وہ مجاز تھا۔ مگر ان دونوں معاملات کا حال میری تاریخ عہد انگلشیہ کی جلد
اول میں مفصل لکھا ہے یہاں اتنا ہی مختصر حال لکھنا کافی ہے انگریزوں کے مرہٹے بڑے
ایذا رساں دشمن اس سبب سے ہو گئے تھے کہ انکی فوجیں دور دور کا گشت اور رنگ برنگ کی
جولانیاں کرتی تھیں انکا صدر مقام پونہ تھا جہاں سے وہ بمبئی کے سر پر سوار ہو کر اسکو
دھمکاتی تھیں مگر مرہٹوں کے اتفاق میں ضعف اس سبب سے آگیا تھا کہ انکے سرداروں میں باہم

نفاق تھا جیسے پیشوا نے سیوا جی کے وارثوں سے سلطنت چھین کر اپنی بادشاہی جمائی
تھی ویسے ہی مرہٹے سردار پیشوا سے سلطنت چھین کر اپنی بادشاہی جمانی چاہتے تھے۔
اسکے برخلاف حیدر علی کی سپاہیں تھیں کہ انکا حکمراں ایک ہی تھا جسکی وہ اطاعت کرتی تھیں
وہ جزیرہ نمائے ہند کے ایک گوشہ میں بڑی کارگزار جرار فوج کے ساتھ اپنے مستحکم مورچے جمائے
بیٹھا تھا جہاں سے وہ مدراس کے میدانوں اور سمندر کے دونو طرف کے ساحلوں پر بہ
آسانی رسائی رکھتا تھا غرض اسکے اس مقام نے اسکی لیاقت نے اسکی سپاہیانہ ہنرمندی
نے اسکی شجاعت و ہمت و جرأت نے بڑا خوفناک دشمن اسکو بنا رکھا تھا جو اُس سے اکیلا
صف آرائی کرکے لڑتا حیدر علی مدت سے یہ سوچے ہوئے تھا کہ ساحل سمندر کے غیر محفوظ
ہونے نے ہند کو ضعیف اور انگلنڈ کو قوی کر رکھا ہے اسلیئے اُس نے بڑی سرگرمی سے کوشش
کی کہ ایک جنگی بیڑا تیار ہو جائے حال کی جنگ میں جو انگریزوں کے ساتھ میں ہوئی تھی
اسکو پورا بھروسا تھا کہ اسکی امداد کے لیئے وہ فرانسیسی بیڑا آجیگا جو جزیرہ بوربن میں اس لیئے تیار
ہو رہا ہے کہ ہند میں انگریزوں کی آمد و رفت کا سد کرے جب یہ بیڑا ساحل کورومنڈل پر
نمودار ہوا تو حیدر علی کرناٹک میں انگریزوں کے متفرق مقامات کی تسخیر میں مصروف تھا۔
جنکا سلامت رہنا اسکی مرحمت و شفقت پر موقوف تھا۔ اگر فرانسیسی بیڑا اسکے ساتھ
شریک ہو کر کام کرتا تو کدالور کا قلعہ عظیم انگریزوں کے ہاتھ سے نکل جاتا لیکن فرانسیسیوں کا
امیر البحر بوربن کو واپس چلا گیا سر ائر کوٹ نے حیدر علی کو دبا کر پورٹو نوون
میں گھیر لیا اور اسکو شکست فاش دیکر لنگڑا کر دیا اور اس فتح سے کشادہ ملک کو دو
بارہ حاصل کر لیا اسکے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ امیر البحر سفرن جس سے بہتر فرانس میں کوئی
امیر البحر نہیں ہوا ۱۷۸۲ء میں ساحل بحر پر ایک بیڑا لیکر آیا جو پہلے بیڑے سے بہت بڑا تھا اس کا
منشا یہ تھا کہ ہند کے مضبوط بیڑے سے مقابلہ ہو جسمیں انگریزی فوج فرانسیسی بیڑے کی سپاہ کی برابر
نہیں تھی اس وقت حیدر علی میں پہلی سی قابلیت نہیں رہی تھی۔ فرنچ اور ڈچ کے پاس جو مقامات
تھے انپر انگریزوں نے اپنا قبضہ کر لیا تھا اس لیئے ساحل سمندر پر کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں
سفرن اپنی سپاہ کے لیئے سامان رسد بہم پہنچاتا اور اپنے جہازوں کی مرمت کرتا مگر

اس کو یہ کامیابی ہوئی کہ اُس نے جہازوں سے دو ہزار فرانسیسی سپاہ خشکی میں اُتاری اور
اس سے حیدر علی کی ایک فوج کثیر ملی ان دونوں متفقہ سپاہیوں کا کرنیل بیلی وینٹ
کے ہندوستانی برگیڈ نے مقابلہ کیا دشمنوں کے سپاہیوں نے اسکو بالکل نیست و نابود کر دیا
پھر خلیج بنگال میں ہیوز و سفرن کے درمیان پانچ بحری لڑائیاں ہوئیں اگر سفرن کے
کپتان اسکی پوری طرح سے امداد نہیں کرتے تو اسکی بحری تدابیر تعریف کے قابل ہیوز کو شکست
دیدیتیں اب دوسری طرف ہیوز اور اسکی سپاہ نے اپنے جہازوں کو ایسی ثابت قدمی
و تندہی سے لڑایا کہ انگریزی ملاحوں نے اپنے بہادرانہ تحمل سے فرانسیسی بیڑے کی سپاہ کو
اس سپاہ تک نہیں پہنچنے دیا کہ خشکی میں اُتری تھی سنہ ۱۷۸۲ء کے ابتدا میں بوسی فرانس سے
ایک بڑی کمک فرانسیسی پیدل سپاہ کی لیکر آیا مگر دسمبر سنہ ۱۷۸۲ء میں حیدر علی اس
دنیا سے رخصت ہو چکا تھا جسکے سبب سے انگریزوں کو اپنے دیرینہ دشمن سے فراغت
ملی اگرچہ اُسکے بیٹے اور جانشین سلطان ٹیپو نے فرانسیسی سپاہ کے ساتھ کام کر کے کڈالور
کے سامنے انگریزی لشکر کو بیچ جنگی حالت میں شکست دی لیکن کوئی صدمہ عظیم اسکو نہیں
پہنچا تھا کہ جولائی سنہ ۱۷۸۳ء میں انگلنڈ اور ترکوں کے درمیان مصالحت کی خبر آئی تو
سفرن نے یوروپ کو سفر کیا اور سلطان ٹیپو تنہا رہ گیا جس نے آخر کو شرائط صلح کو بکراہ
منظور کر لیا جب سنہ ۱۷۸۵ء کے موسم بہار میں واران ہیسٹنگز گورنر جنرل کے عہدہ سے مستعفی ہوا تو
جنگ کا زمانہ جو تقریباً دس برس تک رہا ختم ہو چکا تھا اور ہندوستان کے والیان ملک سے
انگریزوں کی صلح تھی یہ دیکھنا چاہیئے کہ یوروپ میں کل اٹھارھویں صدی میں فرانس و انگلنڈ
کے درمیان متواتر لڑائی اور آشتی باربار جتنے دنوں رہیں اتنے دنوں تک ہند میں بھی ان
دونو قوموں میں جنگ و صلح میں تبدیلیاں ہوتی رہیں جتنی مدت تک ہند میں انگریزوں کے
رقیب فرانسیس ہے تو دونو قوموں کی کمپنیوں کو ضرور تھا کہ اپنی اپنی گورنمنٹ سے صلح یا جنگ کے
لیئے حکم طلب کرتے - جب یہ رقابت موقوف ہوگئی تو فرانسیسیوں نے اپنی دارالاقامتوں کو ساحل
بحر پر قائم رکھا لیکن اُنکے جہاز انگریزوں کے جہازوں کو ہمیشہ دھمکاتے رہے - ہند میں
انگریزوں کے عمل و دخل کی ترقی بحری لڑائیوں کے نتیجہ پر منحصر تھی اسلیئے ہندوستان میں انگریزی

گورنمنٹ فرانسیسیوں کی لڑائی سے ایسے خائف رہتے تھے کہ جب فقط افواہ یہ ہوتی تھی کہ فرانسیسی
ساحل بحر پر آ اترے ہیں تو وہ لڑائی کا سامان تیار کرنے لگتی اور جب یہ معلوم ہوتا کہ کوئی ہندوستانی
والی ملک جزیرہ موریشس میں فرانسیسیوں سے خط و کتابت و آمیزش رکھتا ہے تو یقینی وہ
سخت دشمن سمجھا جاتا اور جہاں تک جلد ممکن ہوتا اسپر حملہ کیا جاتا اور کبھی لائق نہ رکھا جاتا
ہندوستان میں انگریزی عملداری کے اکھیڑنے کے لیئے بار بار جو فرانسیس تدابیر جنگ
کرتے ہر دفعہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ انگریزی عملداری بجائے تناقص ہونے کے متزاید ہوتی۔
باستثنا اس لڑائی کے جسکا خاتمہ ۱۷۸۳ء میں ورسیلز کی صلح پر ہوا اس پُر آشوب زمانے کے بڑے
حصے میں انگریزوں پر انکے بڑے بڑے زبردست دشمن غالب آ رہے تھے ساری دنیا میں
انگریز ایسے دب رہے تھے کہ انکو ہند پر قبضہ رکھنے کے لیئے ایسے بڑے کام نہیں کرنے پڑتے
تھے جیسے اور جگہ دشمنوں سے پیچھا چھٹانے کے لیئے سنہ ۱۷۸۱ء میں انگلینڈ کا کوئی دوست نہ تھا
اور دشمن بڑے بڑے اسکے مخالف تھے یورپ میں بڑی کل بحری قوتیں فرانس سپین ہولنڈ اور
شمالی امریکہ میں کولونیوں کی قوت انگلینڈ سے مقابلہ کر رہی تھیں ایشیا میں اسکی وحشیانہ جنگ
ان دو نہایت جنگجو اور سلیقہ مند ہندوستانی قوتوں سے ہو رہی تھی جو فرانسیسیوں سے
سروکار و آمیزش رکھتی تھیں فرانسیسی یہاں بھی وہی صف آرائی کام میں لاتے تھے جس سے ان کو
شمالی امریکہ میں کامل کامیابی حاصل ہو چکی تھی امریکہ کی کولونیوں میں انگریزی عملداری بری
مقابلے کے سبب سے نہیں اٹھ گئی تھی بلکہ بحری دشمنوں نے انگریزوں کی آمد و رفت پر بحر اٹلانٹک کے
پار بیڑا دبا کر ڈالا تھا مگر بحر سفرن مشرق میں انگریزوں کی مخالفت میں یہی ہتھیار کام میں لاتا تھا
جسنے یہ سبق انگریزوں ہی سے سیکھا تھا کہ یورپ سے دور دراز کے ملکوں میں عملداری بحری قوت سے
حاصل ہو سکتی ہے فرانسیسیوں نے بڑی کوششیں کیں کہ سواحل ہند سے انگریزوں کے بیڑوں کو ہٹا کر انکی
راہ ہند میں جانے کی بند کر دیں اور ہندوستان میں جو انگریزوں کے دشمن ہوں انکے کیمپ میں کمکیں
بھیجیں انہوں نے سیلون میں ایک نہایت عمدہ بکار آمد بندرگاہ ٹرنکومالی پر قبضہ کر لیا جس کی زیر
نظر ہند کا جزیرہ نما تھا حیدر علی کے ساتھ ملکر بدراس کو فرانسیسی لیلیتے اگر سفرن انگریزی امیر
بحر کو مغلوب کر لیتا۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایسے شور و شر و فساد و عناد کے عصر میں

اور اسکے بعد کچھ عرصہ تک ہند میں انگریزی عملداری کی حدود نہیں تبدیل ہوئیں اپنی جگہ پر بدستور
قائم رہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ انگریزوں کے پاس مدراس و بمبئی کی تباہی سے بچانے کے لئے روپیے
کے مخازن اور سپاہ کی جمعیت موجود تھی ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ کا گورنر جنرل بنگال میں تھا جسکے
پاس کبھی لڑائی نہیں پہنچی اسکا حاکم ایسا ذہین و منتظم تھا کہ شاذ و نادر ہی ایسے آدمی ہوتے ہیں
اس زمانہ میں ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ ایسی نہ تھی کہ وہ لڑائی کے خرچوں کو یوروپ کی
طرح قرض لیکر چکاتی ہیسٹنگز کو ملک کی آمدنی یا ہندوستانی والیان ملک سے زر موجود جو
امداد سپاہ کے لیئے مقرر تھا لیکر یہ سارے خرچ اٹھانے پڑتے تھے۔ بنگال نے صرف روپیہ اور
سپاہ ہی کا انصرام نہیں کیا بلکہ پولیٹکل ہدایتیں سپاہ کے رہنما ایسے بھیجیں جنہوں نے تمام
مشکلوں کو سہل کیا اور مغربی و جنوبی پریسیڈنسیوں پر جو آفات و مصائب نازل ہوئیں انکو
دفع کیا آخر کو جب مرہٹوں سے صلح ہو گئی اور حیدر علی مر گیا اور خلیج بنگال میں سفرن باوجود
شجاعت اور ذہانت کے انگریزی بیڑے پر غالب نہ آسکا تو اس میں شک نہیں کہ رزم آرائی نے ہند
میں انگریزوں کی قوت کو ثابت کر دیا اور اسکے بنیاد کے مستحکم ہونے کا امتحان ہو گیا۔ اگرچہ
۱۷۸۳ء میں ہندوستان میں فرانسیس کے ساتھ صلح کی نوید ٹھیک وقت میں آنے سے دکن میں
انگریزی سپاہ کو بڑی دشواری سے رہائی ہوئی مگر ساحل ہند پر فرانسیسی جہاز انگریزی جہازوں
سے تعداد میں زیادہ تھے خبر اسطرح ہوئی کہ جسوقت سفرن پاس فرانس سے مراسلات آگئے
تو اسنے کہا الحمد للہ کہ صلح ہو گئی وہ یہاں سے چلا گیا۔

اس جنگ کے ختم ہونے سے صرف وہ زمانہ ختم ہو گیا جسمیں انگلستان اور والیان ہند کے درمیان
ایک طول طویل جنگ ہوئی تھی اور جسمیں انگریزوں کی عملداری ایک وقت میں معرض خطر میں آگئی
تھی انگریزی عملداری اس طول طویل لڑائی سے بغیر کسی نقصان کے باہر نکل آئی اور اسکو کچھ خلل
و زلل نہیں عائد ہوا یہ سب کچھ فقط وارن ہیسٹنگز کی مردانگی و فرزانگی کا نتیجہ تھا جس کسی کو
وارن ہیسٹنگز کے عہد حکومت پر مباحثے جو سو برس سے چلے آتے ہیں دیکھنے منظور ہوں وہ میری
تاریخ عہد انگلشیہ کی جلد اول میں دیکھ لے ہم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ انگریزوں کی قومی تاریخ کے اس
زمانہ میں کہ نہایت نازک تھا وارن ہیسٹنگز نے ہند میں انگریزی عملداری کو قائم و سلامت رکھا

اس وقت میں سمندر سے پار دنیا میں جہاں جہاں انگریزوں کا عمل دخل تھا وہ معرض خطر
میں تھا اس لیئے کہ تمام یوروپ کی بحری قوتیں انگریزوں کے برخلاف ہو گئیں تھیں جنگ
ہفت سالہ کے عرصہ میں انگریزوں کو جو فتحیابی فرانس پر ہند میں اور شمالی امریکہ میں ہوئی
اسّے انگریزوں کو ایک قوی رقیب سے آزادی حاصل ہو گئی اب یہ خیال ہو چلا تھا کہ پہلے کی نسبت
انگریز آیندہ امن و عافیت سے رہینگے لیکن جس وقت غیروں کی رقابت سے نجات ہوئی اس
وقت اندرونی تکالیف دو نصف کرۂ زمین میں شروع ہوئیں مغرب میں اہل کولونی نے آزادی
کا ڈنکہ بجایا اور مشرق میں ہندوستانی والیان ملک نے باہم اتحاد انگریزوں کی فوقیت مٹانے
کے لیئے کیا اور فرانس جو مایوس و مردود ہو گیا تھا اُسنے دونو حرکتوں کی جو انگریزوں کی مخالفت
میں ہوئیں تائید کی۔ امریکہ میں باغیوں نے بعد ایک سخت جنگ کے انگریزی جھنڈے کے
ٹکڑے اڑا دیئے اور آخر کو ہند میں بعد ایک طول طویل لڑائی جھگڑوں کے انگریزی جھنڈا زیادہ
استحکام کے ساتھہ قائم ہو گیا۔ نہ میسور کی سخت عداوت کو نہ مرہٹوں کے متواتر حملوں کو
ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ وہ انگریزی عملداری کے قلمرو میں سے ایک ایکڑ زمین بھی وارن
ہیسٹنگز کے قبضے سے نکال لیتے۔

ہیسٹنگز نہ امراء انگلستان سے کوئی رشتہ رکھتا تھا اور نہ اُس وقت میں اسکا کچھہ اپنا اثر پارلیمنٹ
میں تھا کہ جسکے کامنس ہوس میں بڑے عالی تبار خاندانی صاحب اختیار تھے وہ کونسل میں اپنے
دشمنوں سے گھرا ہوا تھا اور اس کے آقا جو ایسٹ انڈیا کمپنی تھے وہ بھی اسکے سہارا دینے
میں ڈھیلے تھے اسکے شرکا اس سے وحشیانہ مقابلہ کرتے تھے اور اسکے ماتحت جو پریسیڈنسیاں
تھیں وہ اسکی بُری طرح اطاعت کرتی تھیں اسکو اس وقت میں کمپنی کے تجارت کے کارخانوں کو
نیا بنانا تھا اور اسکے ساتھہ ہی مدراس یا بمبئی کی فاش غلطیوں کے سبب سے دور دراز کی لڑائیوں
کے لیئے جو پولیٹکس کے خلاف تھیں خرچ کا بہم پہنچانا تھا وہ آمدنی میں سے ان خرچوں کو اٹھاتا
اور اسباب تجارت کو خرید کر کے بھیجتا ولایت میں اس تجارت پر کمپنی کے حصوں کے نفع کی
تقسیم موقوف تھی۔ انگلینڈ کی طرح وہ بے تکلف روپیہ قرض لیکر ہند میں کام نہیں چلا سکتا تھا
ان سب کاموں کے انصرام کے لیئے اسکو بنارس اور لکھنؤ میں تحصیل زر کے لیئے معاملات کرنے

پڑے جنکو وہ لوگ اسکے جرائم سمجھتے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ ایک وردراز زمین میں کیا کیا جوکھوں اور نقصان ہو رہے تھے جب وہ ہندوستان سے انگلستان میں گیا تو اسکو وزارت انگلنڈ نے مجرم قرار دیا اور اسکا مقدمہ سات برس تک دائر رہا اس التوائے مقدمہ سے وہ بڑا زیر بار ہوا آخر کو وہ ان سب الزاموں سے بری ہوا جو اسپر نندکمار اور بنارس اور لکھنؤ اور حیدر علی اور مرہٹوں کی سازشوں کے باب میں لگائے گئے تھے —

باب ۱۲ دوازدہم

ہیسٹنگز اور کورنوالس کے درمیان کا زمانہ

فصل اول ہندوستان کی حالت ۱۷۸۵ء میں

سر جیمس میکنٹوش کا قول ہے کہ ایک ہی نسل میں انگلش نے مغرب میں ایک سلطنت کھوئی۔ اور مشرق میں ایک اور سلطنت حاصل کی۔ اس قول پر یہ اضافہ کیا جاتا ہے کہ انگریز صرف اسی کے مقر نہیں ہیں بلکہ وہ اسکے بھی مقر ہیں کہ فرانسیس پولیٹکل دولت ہم کو ہمارے نقصان کا معاوضہ ملگیا۔ جنگ طویل میں جسکا خاتمہ ہوا تھا فرانسیسی بحری قوت نے انگلنڈ کے ہاتھ سے شمالی اور امریکہ کی کولونیوں کو نکلوا دیا امریکہ کی آزادی کی طرفدار ہو کر ایسے لڑائی میں انگریزوں کے ساتھ مصروف ہوئے کہ کمزور ہوگئے کہ پھر انہیں یہ طاقت نہ رہی کہ آئندہ ایشیا میں انگریزوں کے معاملات میں دخل دیتے اور بحری قوت میں انگریزوں کی رقابت کرتے ۱۷۸۳ء سے ہند کے معاملات میں انگریزوں کا ایک قسم کا توقف ہوا صرف یہ تغیر ہوا کہ ہند میں میسور کی طاقت کے ساتھ ابتدائی آزمائش ہوئی اور انگلنڈ میں پارلیمنٹ میں ہندوستان کے سوالات کی بابت مباحثے شروع ہوئے فرانس کے ساتھ دس برس تک صلح رہی — اٹھارھویں صدی کے آخر عشرہ میں یوروپ میں ایک تازہ وحشتناک طوفان زور شور کے ساتھ اٹھا کہ وہ الٹ کر ہندوستان میں پھر آیا اور اس نے ہندوستان میں انگریزی عملداری کی توسیع کی ان سد راہوں کو جو باقی تھیں ہموار کردیا اگر ہم ہندوستان میں انگریزی عملداری کے

عملداری کے بڑھنے کا اندازہ اس طرح کریں کہ سلطنت میں ملک کتنا زیادہ
ہو گیا تو بیس برس کے عرصہ کو زمانہ وقوف سلطنت شمار کر سکتے ہیں جو سنہ ۱۷۶۵ء
سے سنہ ۱۷۸۵ء تک گذرا ہے۔ اول سنہ میں کلائو نے دیوانی حاصل کی تھی اور دوسرے
سنہ میں ہیسٹنگز ہندوستان سے ولایت چلا گیا تھا۔ سچ ہے کہ سنہ ۱۷۷۵ء میں بنگال کے
شمال مغرب میں اودھ سے بنارس و غازی پور کے ضلعے حاصل ہوئے مگر ان دونوں
ضلعوں میں مدت سے انگریزی پولیٹکل کا غلبہ تھا فقط اس منتقل ہونے سے یہ دونوں ضلعے
انگریزی عملداری میں شمار ہونے لگے۔ بمبئی کے نزدیک دو بڑے بیکار آمد چھوٹے
مقامات بسین و سالسٹ بھی ہاتھ آئے تھے لیکن ہیسٹنگز کی گورنر جنرلی کے عہد میں
ہندوستان میں انگریزی عملداری بڑھنے سے بہت دور رہی جو ملک انگریزوں کے
قبضہ میں تھا اسپر بھی گرفت رکھنے کے لیئے بہت زور کرنا پڑتا تھا اسپر حملے ہوتے
تھے بعض اوقات انگریزی سپاہ کو شکستیں ہوتی تھیں اور مدراس کا پریسیڈنسی
کا شہر بڑی خطرناک حالت میں رہتا تھا اصل حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں انگریزوں
کا غلبہ اور برتر ہونا قطعاً نہیں قائم ہوا تھا پہلے نصف صدی میں جن قومی سلطنتوں
کا ہندوستان میں عروج خوب ہو رہا تھا انہیں انگریز اپنے تئیں ہر طرح سے زیادہ
زبردست ثابت کرتے تھے مگر انکے رقیب حسد سے ان سے مقابلہ کرتے تھے
اور انگریزوں کی سلطنت بہ نسبت اور ہندوستانی والیان کے نسبتاً بڑھی نہ
تھی۔ انگریزوں نے جو لڑائیوں کی برداشت کی اس سے دو باتیں صاف عیاں
ہو گئیں اول یہ ثابت ہوا کہ یورپ کی بحری قوتیں سب متفق ہو کر انگریزوں کو سمندر
سے باہر نہیں کر سکتیں اور نہ آنے سے ان بڑے شاہراہوں کی حکمرانی کو چھین
سکتی ہیں جو یورپ و ایشیا کے درمیان ہیں دوم اس وقت یہ بات خوب کھل
گئی کہ جب تک انگریز اپنے مادری ملک سے سمندر کے باہر آمد و رفت کو محفوظ و
مامون نہ رکھینگے اور جب تک بنگال پر انکا بے بہا قبضہ بے خلل رہیگا تو انکو
مرہٹوں سے نہ ٹیپو سے کوئی مستقل و اصلی نقصان پہنچیگا ان دو دشمنان ک

جنگ کے تماشا قوموں کا وسط ہند اور دکن میں ہونا بے شک انگریزوں کے لیے سازگار
ہوا لیکن اگر کوئی دشمن تازہ دم آریائی میں ملک اور دستگاہ رکھنے والا بالائی ہند میں اپنی
سلطنت قائم کر لیتا تو وہ انگریزوں کو بعض جوکھوں میں ڈال دیتا۔ یہ امر آسانی سے
وقوع میں آسکتا تھا اسلیے کہ اب تک وسیع اور زرخیز ملک شمالی اور مغربی ہمیشہ نہایت
بڑی و بہت مستحکم سپاہیانہ فرمانروائی کا تخت اور مقام رہا ہے لیکن ہندوستان
میں ہمیشہ خوش اقبالی انگریزوں کے ہمرکاب رہی اسکے سبب سے اٹھارھویں صدی کے آخر میں
جس وقت کہ مرہٹوں و رہیلوں کے خاندان بڑے قوی اور زبردست دھمکانے والے تھے۔
انگریزوں کی شمالی مغربی سرحد سے ایسے پرے تھے کہ ان سے انگریزوں کو بنگال میں کچھ
خوف و خطر نہ تھا مغلوں کا بادشاہ اپنے قدیمی مردہ شان و شکوہ کے سر پر تاج
لگائے بیٹھا تھا اور دہلی کے آس پاس حکومت کرتا تھا لیکن اس کے اسم گرامی کا سایہ
پھر بھی گرد کے اضلاع میں ایسا چھیلا ہوا تھا کہ ایک نئی سلطنت میں انکو مستجذب نہیں ہونے
دیتا تھا سلطنت مغلیہ کی آخر پستی نے پولٹکل خلل پیدا کیا اور پنجاب سے جو افغان چلے
گئے انکی جگہ سکھوں نے بھرتی شروع کی جنکا عروج اور باہم پیوستگی کا انتظام جلد جلد
ترقی کر رہا تھا یہ جو نیا فرقہ متحدہ ہندؤں کا پیدا ہوا وہ مرہٹوں کی نسبت بہت
زیادہ ہم نسلی و ہم مذہبی و ہم ایمانی کے رشتوں سے آپس میں البتہ تھا سکھوں میں یکایک
جوش و خروش تھا سپہ گری انکی جان تھی یہ باتیں جیسی انہوں نے دکھائیں ایسی ہندؤں نے
ابتک سیکھی نہیں و کھائی تھیں ایشیا میں سب منظر عجیب کو سب جانتے ہیں کہ جب کوئی تحریک بلوہ
انگیز ہوتی ہے اور وہ مذہبی رنگ پکڑتی ہے اور اسمیں مذہبی دیوانگی کسی بدحالی و مذہبی
پیشوا کے ماتحت مجتمع اور مصائب کی متحمل ہوتی ہے تو وہ بڑی ہولناک ہوتی ہے اور
پولٹکل دنیا میں ایک بڑی شور انگیزی اور سب طرف اپنی شر افشانی کرتی ہے۔
جب سکھوں کا اول پیشوا شہید ہوا اور پسر مغلوں کے آخر بادشاہوں نے بہت ظلم و ستم
کیا ان دلیر کسانوں کے گروہ میں اسلام سے نفرت قلبی پیدا ہوئی اور وہ مسلمانوں کے
جانی دشمن ہو گئے احمد شاہ نے انکو دبایا اور انکا حال شکستہ و خستہ کیا جب پنجاب پر

اسکی گرفت ڈھیلی ہوئی تو سکھوں میں آپس میں اتحاد بڑا قوی ہو گیا ۱۷۸۵ء میں پنجاب کے وسط میں دریائے ستلج اور جہلم کے درمیان وہ کل ملک پر بالکل متسلط ہو گئے اور دہلی کے قریب مسلمان والیان ملک کو دھمکانے لگے اور مشرق میں گنگا کے پار تک سلسلہ ہند میں غارتگری سفر کرنے لگے۔

بنگال میں انگریزی عملداری کے لیئے یہ امر نہایت بے محل اور بیکار آمد ہوا کہ بالائی ہند میں ہندوؤں کی ایک قوم کھڑی ہوئی جو قومی تعصب سے بھری ہوئی تھی۔ انگریزوں کو ہمیشہ سے اور فی الحال بھی یہ اصلی خوف دامنگیر رہتا تھا کہ ممکن ہے کہ وسط ایشیا کی کسی جنگ جو قوم کا کوئی سردار سپہ آرا ہند پر حملہ آور ہو۔ انگریزوں کے معراج کے لیئے صرف یہی ایک سد راہ تھی کہ کوئی مغربی قوم ہند پر حملہ آور ہو۔ لیکن سکھوں نے یہ ناممکن کر دیا تھا کہ کوئی ایسی سپاہ وسط پنجاب میں داخل ہو سکے بغیر اسکے کہ سکھ اپنے ایمان اور باپ دادا کی ملک کی محافظت کے لیئے لڑنے مرنے جان دینے کے لیئے تیار ہوں اور وہ اس کام میں اپنی بلند حوصلگی اور جوش دلی دکھائیں جن سے معمولی مذہب ہندوؤں کا نا آشنا ہے۔ پس ۱۷۶۲ء کی ابتدا میں سکھ ایسے طاقتور تھے کہ انھوں نے احمد شاہ کی آخر مہم کو منتشر کر دیا اور بیس برس بعد اسکا جانشین زمان شاہ مجبور ہو کر لاہور سے چلا گیا۔ پس آخر سے تمہ مہم نے ان حملوں کے طول طویل سلسلہ کو منقطع کر دیا جو سات سو برس سے مسلمان فاتحین کا چلا آتا تھا کہ وہ شمال سے ہندوستان میں آتے تھے اور اپنے خاندانوں کی سلطنتیں جماتے تھے جنکی سلامتی اس پر موقوف ہوتی تھی کہ پہاڑوں کے پرے سے انکو سہارا اسی طرح ملتا تھا کہ پہاڑوں کے پرلے ملکوں کے مسلمان باشندے آنکر انکی سپاہیوں میں بھرتی ہوتے تھے اب اس سے آگے زمانہ میں سکھ فقط یہی قابلیت نہیں رکھتے تھے کہ دریائے سندھ کی لین کو تازہ حملہ آوروں سے محفوظ و مامون رکھیں بلکہ انھوں نے ان راہوں کو منقطع کر دیا تھا جنسے وسط ایشیا سے ستلج کی جنوب میں مسلمانوں کی سلطنتوں میں سپاہیوں کی آمد ہوتی تھی اب شمالی سرحد پر سکھ اپنی مستعدی و چستی و چالاکی سے افغانوں کو دھمکاتے رہتے تھے اسکا اثر یہ تھا کہ شمالی ہند میں لڑنے والی قوموں میں معادلت و موازنت تھی جسکے سبب سے انگریزوں کو یہ فائدہ عظیم پہنچا تھا کہ

آخر چوتھائی اٹھارھویں صدی میں ملکی اپنی شمالی مغربی سرحد پر انکا کوئی ایذا دینے والا اس وقت موجود نہ تھا کہ وہ میسور اور مغربی مرہٹوں کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف تھے ہیسٹنگز نے انگریزی عملداری کے لئے بنگال میں اودھ کو آڑ اور اوٹ بنایا تھا جسکا کافی اثر یہ تھا کہ اس سے مرہٹہ گردی کے حملے رکے رہے لیکن اگر وسط ایشیا کے لوہے کے ہتھیار اپنا وار کرتے تو اس سے بہت تھوڑا ہی سا فائدہ حاصل ہوتا۔ سکھوں کو مسلمانوں کے ساتھ خشمناک عداوت تھی انہوں نے پردیسی مسلمانوں کو باہر روکے رکھا اور دہلی یا لاہور کے قدیمی اسلامی سلطنت کے خرابہ پر نئے خاندان اسلامی کی فرمانروائی کو قائم نہ ہونے دیا جسوقت کہ سکھوں کی قوت مستحکم ہو رہی تھی تو انیسویں صدی کے شروع سالوں میں انگریزوں نے دکن میں اپنے رقیبوں کو گر مجبور کر مغلوب کر لیا تھا اسکے بعد اب وہ شمال کیطرف متوجہ ہوئے نہ انکے عقب میں نہ ان کے چپ راست میں قریب کا خوف تھا۔

ستلج کے دونو جانب میں سکھوں کا مقام ایسا تھا کہ وہ اس وقت میں ان مرہٹوں کے حملوں کے روکنے کے لیئے مفید تھا جو سیندھیا کے ماتحت شمال کی طرف آگے بڑھے چلے آتے تھے یہ اولی العزم عالی ہمت سیندھیا دیجی راؤ کوشش کر رہا تھا کہ اضلاع بالا میں کوئی اپنی آزاد ریاست محدود کر لے۔ اس نے دہلی میں جو شاہانہ سلطنت کے لیئے فریق آپس میں لڑ رہے تھے انمیں سے ایک کو اپنا دوست بنایا اور ۱۷۸۵ء میں اس نے لشکر جرار کے ساتھ اس ارادہ سے سفر کیا کہ بادشاہ دہلی کے وزیر اعظم کا خطاب حاصل کرے۔ شہنشاہ دہلی کے بڑے بیٹے نے انگریزوں سے استعانت چاہی ہیسٹنگز کو ہندوستان سے جانے سے پہلے یہ بڑی ہوس ہوئی کہ وہ دہلی کو سپاہ بھیجکر شہنشاہ دہلی کو اپنی جگہ پر پھر قائم کردے اور اسکی دارالسلطنت میں انگریزوں کا رعب داب سب سے زیادہ بڑھادے لیکن کمپنی کو باوجودیکہ مرہٹوں کی اس نئی مقام میں عظمت شان پیدا کرنے سے خوف پیدا ہوا مگر اسکو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ سیندھیا کی مہم کا مقابلہ کرتی یا قریب المرگ سلطنت دہلی کے پھر دوبارہ زندہ کرنے میں کوشش کرتی ہیسٹنگز نے بہت اپنی ناخوشی سے اپنے اس منصوبے کو چھوڑا کہ وہ عمل میں نہیں آسکتا اسوقت اسکا کرنا قبل از وقت تھا۔

یہ منصوبہ بیس برس بعد لارڈ ویلزلی کے عہد میں پورا ہوا کہ انگریزی سپاہ نے دہلی کیطرف سفر کیا اور
مرہٹوں کو وہاں سے نکال باہر کیا اسی اثنا میں ہیسٹنگز چلا گیا سیندھیا نے آگرہ اور دہلی پر قبضہ
کر لیا اور ایسا خود اعتماد ہوا کہ اسنے شہنشاہ دہلی کے نام سے صوبہ بنگال کا خراج طلب کیا جسمیں
انگریز بادشاہ دہلی کے نام سے سلطنت کرتے تھے —

جب ۱۷۸۶ء میں ہندوستان میں لارڈ کورنوالس آیا ہے تو اسنے دیکھا کہ ابھی تک انگریزونکی
لڑائیاں مرہٹوں سے مغرب شمال مغرب میں اور ٹیپو سلطان فرمانروائے میسور سے دکن میں چلی
جاتی ہیں لیکن انکے سوائے انگریزوں کے برخلاف پولیٹکل یا ملٹری میدان میں کوئی بڑا رقیب
نہیں ہے —

فصل دوم پارلیمنٹ کے روبرو معاملات ہند

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ اس وقت سے کہ یوروپ کی قوموں کو ہندوستان میں قیمتی منفعتیں حاصل ہوئیں
تو ہندوستان کے سانحات و واقعات میں بتدریج اہل یوروپ کا زیادہ دخل اور اثر ہونے لگا
ایشیا کی کمزور اور ضعیف سلطنتوں نے زیادہ مستعد و جدید پولیٹکل گروہوں کو اپنی طرف
کھینچنا شروع کیا مغرب میں جو لڑائیوں کی آگ سلگتی اسکے شعلے مشرق میں پہنچتے اور ایک بر اعظم
میں جو ہتھیاروں کی کھٹاپٹ ہوتی تو اسکی گونج دوسرے بر اعظم میں پہنچتی انگریزی قوم اور
ہندوستان کے درمیان ارتباط تماس بڑھتے جاتے تھے جسکے سبب سے دونوں زیادہ قریب کی رشتہ مندی
بڑھتی جاتی تھی اور انگلنڈ میں لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہندوستان میں ہم نے بڑی عظیم الشان
چیزیں حاصل کر لی ہیں اسمیں ہمارے قومی حقوق اور فرائض ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ ہندوستان کے
معاملات کو انگلستان کے پولیٹکس کے اندر لائیں ۱۷۸۳ء میں یوروپ اور امریکہ میں مصالحت ہو گئی —
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دس سال کے بعد انگریزوں کو دوسری دفعہ موقع ملا کہ وہ اپنے دور دراز ملک مقبوضہ
کی خبر لیں کہ اسکی حالت کیسی ہے اور نظم و نسق کیا ہے امریکہ میں ان کے ہاتھ سے کولونیاں نکل گئی تھیں
اسلیئے انکو مشرق میں جو نئی سلطنت حاصل ہوئی تھی اسکا زیادہ تردد و فکر رہنے لگا اسمیں شبہ
نہیں کہ ہند میں انگریزوں نے ایک سلطنت عظیم حاصل کر لی تھی اگرچہ آخر سات سالوں کی لڑائیوں اور
ہمیشہ کے لڑائی جھگڑوں نے انگریزی عملداری کو جوکھوں میں ڈال دیا تھا مگر آخر کو نتیجہ عامہ اسکا یہ تھا کہ

انگریزوں پر سخت دباؤ پڑنے کی حالت میں بھی انکی فوقیت اور برتری حکومت میں کوئی خلل نہیں عائد ہوا بلکہ اسکو اور زیادہ استحکام حاصل ہوگیا۔ وارن ہیسٹنگز نے اپنے گورنر جنرل کے ختم ہونے پر یہ لکھا کہ آخر جنگ نے تمام عظیم الشان والیان ملک کے نزدیک ثابت کر دیا کہ اگر وہ سب اپنی قوتوں کو متفق کریں اور انگریزوں کے دشمن فرانسیسیوں سے مدد لیں تو بھی وہ اس قابل نہیں ہونگے کہ مشرق میں انگریزوں کی جو مستحکم قوت ہے اسکو تباہ کر سکیں یا ان کی ملک کا کوئی حصہ چھین سکیں۔

اس یقین سے کہ کمپنی ہندوستان کی مالک ہوگئی ہے اور تاجروں کی جماعت کو جو طاقت ہونی چاہیئے اس سے بہت زیادہ قدرت و قوت اسکو حاصل ہوگئی ہے اور ایسی طاقت ور ہوگئی ہے کہ برٹش کونسٹی ٹیوشن میں خلاف ضابطہ معلوم ہوتی ہے اور اس سے خوف بھی لگا ہوا اس سبب سے ہسٹنگس صاحب نے جو کمپنی کے نظام پر حملہ کیا وہ بڑا اثر پذیر ہوا اس وقت فوکس وزیر اعظم تھے اور برک صاحب انکے دائیں ہاتھ تھے فوکس نے ایسٹ انڈیا بل اسلیئے پیش کیا کہ کمپنی کی حکومت پارلیمنٹ کے مقرر کیے ہوئے کمشنروں میں منتقل ہو اس بل پر برک صاحب نے اپنے اسپیچ میں کمپنی کے ملک کی وسعت کو بہت توسیع دی اور انکے خود مختار مطلق حکومت (حکومت شخصی) کو بہت بڑھا کر بیان کیا کہ کوہستان ہمالیہ سے جو راس کماری تک باستثنائے چھوٹے چھوٹے مقامات کے کمپنی کے نام سے یا صرف والیان ملک کے نام سے جو قطعی ماتحت کمپنی کے ہیں فرمانروائی ہوتی ہے کمپنی کے تمام ممالک مقبوضہ کا مجموعہ جرمنی کے سلطنت کے متساوی ہے۔ یہاں اس بیان میں کچھ مبالغہ ہے اور کمپنی کی عملداری کو جرمنی کی سلطنت کی برابر کہنا بڑی غلطی ہے لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ ایک صدی سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ جنگ پلاسی کے بعد پچیس ۲۵ برس کے عرصہ میں کل ہندوستان کی حکمرانی میں فوقیت اور برتری حقیقتہً کمپنی کو کامل طور پر حاصل ہوگئی تھی اسمیں شک نہیں کہ برک صاحب نے جو کمپنی کی عملداری کا تخمینہ کیا تھا وہ قوت کے اعتبار سے صحیح تھا کل ہندوستانی ریاستوں کا ضعف تحقیق ہوگیا تھا اور کمپنی کی سلطنت کی بنیاد کا کام نہایت مستحکم بن گیا تھا آیندہ واقعات نے بہت جلد

ہیسٹنگز کی اس رائے کی تصدیق کردی کہ انگریزی عملداری کے والا اقتداری و برتری
کے ماتحت ہندوستان کا عروج قومی مستقل اعلیٰ بلند اقبالی کی تحفظ ان باتوں سے
ہوسکتا ہے کہ توجہ و محافظت و تحمل و بردباری ہو انتظام پورا و قوی و معین اسکے بیچ
قدرتی مخازن کی مصلحت آزادانہ اپنا کام کریں۔
چند سال سے کامنس ہوس کے کمیٹیوں کے روبرو ایسٹ انڈیا کمپنی کے انتظام و
اہتمام و اصول قوانین کی تحقیقاتیں ہورہی تھیں ممبران کمیٹی نے بالاتفاق رائے
یہ فیصلہ کیا کہ ہند میں ممالک مقبوضہ کے انتظام کے منضبط ہونے کی بہت سی اصلاح کی
ضرورت ہے ان کمیٹیوں نے اپنی رپورٹیں بھیجیں اور ۱۷۸۲ء میں رزولیوشن اسوقت
پیش ہوئے کہ جب پرانے پولیٹکل فریق شکست پاکر برخاست ہورہے تھے۔ اور
فریق جدید اپنے سرگروہوں کے ماتحت مرتب ہورہا تھا اور شہر متفقہ وزارت اسی
حالت میں تیار ہورہی تھی کہ مخالف فریقوں میں مخالفت کی آگ کے بڑے اونچے
شعلے اٹھ رہے تھے ان رزولیوشنوں میں کمپنی کے موجود نظم و نسق پر بڑی
لعنت ملامت کی گئی اور ڈائرکٹروں سے درخواست کی گئی کہ وہ ہیسٹنگز کو
ہند سے واپس بلالیں ورنہ اور رزولیوشن پاس ہوا کہ گورنر جنرل اور اسکی کونسل
کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں انکی تحقیقات بالتصریح کی جائے فوکس نے جب نہ وزیر اعظم کا
عہدہ لیا تو اس نے کمپنی کی کونسٹی ٹیوشن کے بالکل بدل جانے کا بل بنایا اسکی تائید برک
صاحب نے اپنے سپیچ میں کی اور ہیسٹنگز اور کمپنی کو بڑی خشمناک دشنام دیں اور دونوں
کو ظالم اور جابر ہونے کا مکروہ الزام لگایا کمپنی کے بعض ملازمین کے برخلاف بدافعالی
اور غلط کاری کے تحریرات سچی کافی لائی تھیں مگر ہیسٹنگز اعلیٰ درجہ کی خصائل اور قابلیتیں
رکھتا تھا اور بڑا راست باز منتظم تھا جس نے اپنے ملک کی خدمات عظیمہ بڑی حسن لیاقت سے
کی تھیں ایک متعصب گروہ بغض و عداوت و حسد سے بے احتیاط تعصب سے گستاخانہ اسکی
خالص دیانت میں کھوٹ کا کلنک لگاتا تھا اور اسکے پبلک کاموں کو توڑتا مروڑتا تھا اس
گروہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا کہ وہ ہمت و جرأت و استقلال کی ایسی آزمائشوں میں

آیا ہو جیسے کہ ہیسٹنگز آیا تھا جن ترقیات کا مقابلہ ہیسٹنگز نے کیا بہت ہی تھوڑے
آدمی کر سکتے ہیں اس طرح سے انس پورٹ اور رزولیوشن نے اراکین پارلیمنٹ کو فرقوں
کی لڑائی کی الجھن میں ایندھن رکھ دیا۔ پارلیمنٹ میں اس بل پر سخت مقابلہ ہوا ۱۷۸۳ء
میں فاکس و برک کو شکست ہوئی اور وہ اپنے عہدوں سے معزول ہوئے اور انڈیا بل
پارلیمنٹ نے نامنظور کیا اور پٹ عہدہ وزارت پر سرفراز ہوا ۱۷۸۴ء میں پارلیمنٹ میں اسنے
یہ اپنا ایکٹ پاس کرایا کہ کل سول و ملیٹری و ریوینیو کا اہتمام و انتظام ان چھ
کمشنروں کے سپرد ہو جنکو بادشاہ مقرر کرے اور ہند کی اعلیٰ گورنمنٹ گورنر جنرل اور اسکے
تین ممبروں کی کونسل کے حوالہ ہو انکو چھوٹی چھوٹی پریسیڈنسیوں پر صلح و جنگ کے معاملات
میں و آمدنی ملک و خرچ کے باب میں پورا اختیار ہو اور پھر ۱۷۸۶ء میں ایک قانون
پیچھے پاس ہوا جسکے موافق گورنر جنرل کو اختیار دیا گیا کہ وہ غیر معمولی ضرورتوں میں
اپنے ذمہ جوابدہی لیکر بغیر اپنی کونسل کے اتفاق آراء کے کام کرے۔

یہ انتظام ڈبل گورنمنٹ کا کہ کمپنی ایک وزیر کے ماتحت ہو اور وزیر بلا واسطہ
پارلیمنٹ کا جوابدہ ہو ۱۸۵۸ء تک جاری رہا جس میں بادشاہ نے ہندوستان کی عنان
سلطنت خود تنہا اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ وہ منصوبہ تھا جسکو سو برس پہلے پٹ وزیر اعظم
نے سوچا تھا پٹ کے ایکٹ کا خوشگوار بڑا اثر انڈیا کے گورنمنٹ کے انتظام میں ہوا۔
اور اس سے بڑی ترقی اسکی ہوئی۔ اسنے ان سب بڑی مزاحمتوں اور روکوں کو جو
گورنر جنرل کی کونسل بری طرح سے کرتی تھی دور کر دیا اور ماتحت گورنمنٹوں میں جو
ہیسٹنگز نے برائیاں بتائیں وہ دور ہو گئیں۔ غرض پٹ نے اپنی وزارت کے سال اول
میں ایک مشہور بل انڈیا پاس کرایا جسکے سبب سے ایسٹ انڈیا کمپنی کا سول و ملیٹری
انتظام انگلینڈ میں ایک بورڈ آف کنٹرول کے سپرد ہوا اور ہندوستان میں اسکا انتظام کیلئے
بلا واسطہ جوابدہ برٹش گورنمنٹ ہوئی۔ کلایو اور وارن ہیسٹنگز کے زمانہ کی طبعی
موت آئی جتنے پہلے گورنر ہوئے تھے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے اور ہیسٹنگز
اول و آخر ایسٹ انڈیا کا گورنر جنرل تھا جو بیہودہ اور غیر منتظم حکومت کے کفارہ کے

بڑھانے کا بکرو بنا اور کلکتہ اور لندن میں کارکنان سلطنت کے فریقوں کی عداوت اور حکومت منقسمہ کے سبب سے آفت میں گرفتار ہوا اب آئندہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو حکومت نے مختلف طرح سے ترکیب پائی اور اس نئی کل کی قوت روز افزوں نے بہت جلد نتائج میں اپنے تئیں نمایاں کیا۔

باب ۱۳ سیزدہم

لارڈ کورن والس کا انتظام ۱۷۸۶ء تا ۱۷۹۳ء

فصل اوّل نیا گورنر جنرل

برٹش انڈیا میں جو حکومت کرنے کا نیا قانون آئین پارلیمنٹ نے بنایا اس نے اکزی کیوٹو حکمرانی اور جوابدہی کو ایک بے خلل نہل بنا پر صاف قائم کیا اور گورنر جنرل کو بھی بڑی تقویت دی۔ کہ انگلینڈ کی وزارت سے اسکے بہت قریب کے تعلقات پیدا ہو گئے پارلیمنٹ نے اپنا پہلا گورنر جنرل لارڈ کورنوالس کو مقرر کیا وہ بڑا نامور سپاہی اور ڈپلومیٹسٹ تھا اور یہ یقینی امر یہ تھا کہ انگلینڈ کے سب سے زیادہ قوی وزارت اسکی پشت پناہ ہوگی از روئے قوانین پارلیمنٹ نے اسکو اعلیٰ درجہ کے اختیارات سول اور ملٹری دیئے وہ تینوں پریسیڈنسیوں کا گورنر جنرل اور نیز کمانڈر انچیف مقرر ہوا یہ حکمرانی و فرمانروائی کے اختیارات ایسے آدمی کو دیئے گئے جسکا درجہ بلند تھا جسکی شہرت بڑی تھی جسکی پٹ وزیر اعظم اور ڈنڈاس وزیر سے یکتا دلی تھی ان سب باتوں نے ملکر ان مزاحمتوں کو اٹھا دیا جنہوں نے ہیسٹنگز کی راہ کو بند کر رکھا تھا اور یہ پہلی دفعہ تھی کہ انگلینڈ کے رعایا پر حاکم کو ہندوستان میں اصلی فرمانروائی کی اوصاف کا لباس پہنایا گیا یورپ ایشیا میں کورنوالس کی پولیٹکل بلند پائگی نے اسکی عظیم الشان حکمرانی میں بڑی امداد کی لارڈ نورتھ کی گورنمنٹ میں شامت زدہ بد اطوار لڑائیاں ہو رہی تھیں وہ موقوف ہوئیں انکے بعد مشرق و مغرب میں انگلینڈ کے لئے مصالحت کا زمانہ آیا۔ یورپ میں جو انقلاب عظیم کا طوفان اٹھا تھا۔ اسکا اثر ۱۷۹۳ء تک ہندوستان میں نہیں معلوم ہوا یہ فرصت کا زمانہ ان کاموں کیلئے نہایت مناسب معلوم ہوا کہ میسور میں ایک ہندوستانی سبب سے

بڑھے ہوئے بے باک دشمن کو ایک ضرب ایسی لگائی گئی کہ جس سے برٹش حکومت کا پایہ مستحکم ہو گیا
اور ہندوستانی والیان ملک سے بخیر و عافیت دوستیاں ہو گئیں جو اچھے وقت میں
قائم رہیں مگر جب یوروپ کے ہلچل کے طوفان کی لہریں سواحل ہند پر آئیں تو فوراً وہ کافور ہو گئیں
بات ایسے انگلش بادشاہی علانیہ ہند میں اس گورنر جنرل کے ماتحت قائم ہو گئی جسکو تمام و
کمال فرمانروائی کے اختیارات پارلیمنٹ نے دئیے تھے ایک سند یافتہ تجارت کی کمپنی جو گورنر
مقرر کرتی تھی اب اسکی جگہہ پارلیمنٹ گورنر جنرل مقرر کرنے لگی اور کورنوالس کے گورنر جنرل ہونے
سے انگریزی عملداری کی ترقی متزاید کا زمانہ شروع ہوا اول وارن ہیسٹنگز نے بنگال کی بد نظمی
کی ابتری کو درست کیا اور اسکے بعد گورنمنٹ نے تمام سرشتوں میں باقاعدہ منتظم ضوابط کی
بنیاد کی داغ بیل لگائی مگر وارن ہیسٹنگز کے انتظام میں انگلنڈ کے اندر جھگڑوں و باہر کی
لڑائیوں نے خلل اندازی کی لیکن اسکے آیندہ اندرونی انتظام علی الاتصال جاری رہا۔
قوانین نافذ ہوئے بڑے دستور بڑے زور سے دبائے گئے اور بنگال میں بندوبست استمراری
ہوا جسکے سبب سے ابتک ہندوستان میں لارڈ کورنوالس کا نام رعایا کی زبان پر چلا جاتا ہے ـــ
اس زمانہ سے آگے انگلنڈ میں لینڈ ٹیکس (ٹیکس آراضی) استمراری مقرر ہوا تھا اسی کیموافق
انہوں نے بنگال کے کل صوبوں میں بندوبست استمراری کردیا تینوں فریق زمیندار اور
رعایا اور گورنمنٹ بندوبست اراضی میں اپنے اپنے اغراض رکھتے ہیں اس بندوبست
استمراری کے ہونے سے زمیندار نہال ہو گئے رعایا کے دعوے کھٹملے میں پڑ گئے گورنمنٹ
افزایش آمدنی کا نقصان ہوا لگان کی آیندہ کیسی ہی افزایش ہو زراعت کی کیسی ہی
ترقی و توسیع ہو اسمیں گورنمنٹ کوئی حصہ لینا نہیں لے سکتی تھی رائج روپیہ جس میں
زر مالگذاری ادا ہوتا ہے اگر اسکی قیمت گھٹ جائے تو اس نقصان کے پورا کرنے کے
لئے جمیع اراضی کو وہ نسبتاً بڑھا نہیں سکتی تھی لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ اس بندوبست استمراری
کی بدولت بنگال نہال و مالامال ایسا ہو گیا کہ ہندوستان میں کوئی صوبہ اسکی برابر
دولتمندی میں نہ تھا اور نیز اس زمانہ سے آگے انگریزی عملداری میں کسی
پولیٹکل خوف و خطر کا کھٹکا نہیں رہا بتدریج ایک پختہ و مستقل فرمانروائی قائم ہو گئی

اور رعایا کو گورنمنٹ پیرو اعتقاد و اعتبار حاصل ہو گیا جو محنت پرداز کی بڑی کمائی کو چلاتا ہے۔ اس مغربی بادشاہی کی نئی حالتوں میں رعایا اپنے گھروں کو سنوارنے لگی تو برٹش سرحد پر شاذونادر ہی کسی سنجیدہ دشمن نے دھمکا یا ہو کبھی اسمیں دشمن کا گذر نہیں ہوا۔ اب انگریزی عملداری کا درجہ بغیر کسی پردہ کے اول درجہ کی ہندوستانی فرمانرواؤں میں داخل ہو گیا لیکن ابتک بظاہر برٹش گورنمنٹ نے اپنی بزرگی و برتری کو ظاہر نہیں کیا تھا اسکی صلح و جنگ والیان ملک سے ایسی ہی ہوتی تھی جیسے کہ برابر کے ہمسروں میں ہوتی ہے۔ ہندوستانی والیان ملک انگریزی سفارت کا استقبال کرتے تھے اور انگریزوں سے دوستانہ عہد و پیمان کرتے تھے۔ انکے خانگی معاملات میں انگریزوں کا کچھہ دخل و تعلق نہ تھا۔

فصل دوم اول جنگ ٹیپو سی

(۱۷۹۰-۱۷۹۲)

جب لارڈ کورنوالس نے اپنے عہدہ کا کام لیا تو انگریزوں اور ہندوستانی والیان ملک کے درمیان صلح تھی مرہٹوں نے نظام کو اپنے ساتھ متفق کرکے ٹیپو والی میسور پر ایک حملہ کیا تھا۔ سلطان ٹیپو ایسا متکبر و خودسر ہو گیا تھا کہ اس سے سب اسکے ہمسایہ نفرت کرتے تھے اور خوف کھاتے تھے۔

اس حملہ میں لارڈ کورنوالس نے شریک ہونے سے انکار کر دیا لیکن اپنی سپاہ باگذار جنگ میں بھیجدی۔ ٹیپو بڑا مبصر و تیز بین تھا اس نے انگریزوں سے جو خوف و خطر تھا اسکو پہلے سے دیکھ لیا تھا اور انکے مقابلہ کے لئے اپنی طاقت کے بڑھانیمیں کسی بات کو نہیں اٹھا رکھا تھا۔ میسور کے فرمانروا نے دیکھا کہ ساحل سمندر پر آخر دفعہ فرانسیس اسکے ساتھ دوستی کرنے کے لئے آئے ہیں اسکی رسائی ساحل سمندر تک ساتھی اور وہ فرانسیسیوں کی دارالاقامتوں سے تماس رکھتا تھا اس نے کسی طرح سے اپنے باپ کی اس پالیسی کو نہیں ترک کیا کہ انگریزوں کی فوقیت سلطنت کے

نشو و نما کو روکنے کے لیئے اہل یوروپ کی اور قوموں کی مدد و اعانت یقینی ضرور ہے مگر وہ
یوروپین معاملات کی حالت سے بالکل جاہل تھا اسلیئے اس باب میں جو تدابیر کیں وہ بے سود
ہوئیں اور وہ بہت جلد اسکی تباہی کے آنے کا سبب ہوئیں ۱۷۸۷ء میں سلطان ٹیپو نے اپنا سفیر
قسطنطنیہ بھیجا گو اسکے جانے کا اثر بالکل کچھ نہیں ہوا مگر سلطان روم نے اسکے سفیر کا استقبال
ایسی دکھلاوٹ کا کیا کہ جس سے غالباً بدبخت والی میسور کی جرأت بڑھی اور اس نے اپنی قوت کا
اور اس پولیٹیکل تواضع کی اصلی قیمت کا حساب غلط کیا اس سال میں شہنشاہ لوئی شانزدہم نے اسکے
سفیر کا خیر مقدم کیا اشرافانہ ڈپلومٹیک برتاو نے جو بالکل بے اصل تھے اسکو یہ دھوکا دیا کہ وہ اپنے
جاہ و منصب کا غلط اندازہ کرنے لگا اور انہوں نے انگریزوں کے شبہ کو جو اسکی طرف تھا بیدار
کیا اور انسے یہ ارادہ مصمم کرایا کہ اس خوفناک مراسلت کو جو ٹیپو اور فرانسیسوں کے درمیان میں سب سے
اول موقع پاکر منقطع کرے یہاں جو آپس میں ایک دوسرے پر بے اعتباری کا دور بند ہو رہا تھا
اس نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ پارلیمنٹ کے آنکھوں سے ہندوستان کے معاملات کی قدرتی سیل کے
روکنے میں یا اسکی حالتوں کے اتفاقی دباو کے مقابلہ کرنے میں کوشش کرنا بیہودگی و سبک حرکتی ہے
پٹ کے ایکٹ کا منشا یہ تھا کہ فتح کی تدابیر کے درپے ہونا برٹش قوم کی تمنا اور عزت کی پولیسی کے
برخلاف ہے گورنر جنرل پر لازم ہے کہ وہ دشمنوں عداوتوں نہ پیدا کرے یا ایسے صلحناموں میں
شریک نہ ہو کہ جسکے سبب سے کسی ہندوستانی سٹیٹ سے لڑنا پڑے یا اسکو دشمن سے بچانے کی
کفالت کرنی پڑے الا اس صورت میں کہ اپنے ملک یا اپنے دوستوں کے ملک پر کسی حملہ کی بلا نازل ہو تو
محافظت کے واسطے اسکے دور کرنے کے لیئے جنگ و پیکار اختیار کیجائے کورنوالس نے ابھی ہندوستان
میں قدم رکھا ہی تھا کہ نظام نے ٹیپو سے لڑنے کے امداد مانگی کوئی جنگ کی دھمکی قریب تھی۔
ایکٹ مذکور نے گورنر جنرل کو نظام کے ساتھ دوستانہ محافظت کرنے سے جو ٹیپو سلطان کے
جوڑ توڑ کو روکنے سے باز رکھا لیکن اسنے نظام سے یہ وعدہ کیا کہ پرانے صلحنامہ کے موافق
وہ کمک کے لیئے فوج وہاں بھیجدیگا جہاں نظام کو اسکی ضرورت ہوگی جسکے سبب سے دشمنیاں
بجائے گھٹنے کے اور زیادہ بڑھ گئیں اس لیئے کہ ٹیپو نے اسکو بوجہ معقول یعنی ساتھ انگریزوں کے
لڑنے کی تمہید جانا یہ تمام حسدیں و رطرفین کی تیاریاں بظاہر انگریزوں اور سلطان ٹیپو کے

درمیان لڑائی کے لیئے ہو رہی تھیں جس نے لورڈ کورنوالس کو ایکٹ مذکور کے معانے پر لحاظ کرنے
میں تمام شبہات سے خلاص کیا ٹیپو سلطان نے راجہ ٹراونکور پر ناحق حملہ کیا باوجودیکہ اسکو
اس باب میں تنبیہات ہو چکی تھیں کہ یہ ریاست مذکور انگریزوں کی حراست میں تھی لارڈ کورنوالس
نے ٹیپو سلطان سے لڑنے کے لئے مرہٹوں اور نظام کو اپنے ساتھ متفق کیا۔
اور ان سب متفقہ فوجوں نے ملک میسور میں سفر کیا اور ٹیپو کو مغلوب کیا اور اسکو اسی کی دارالسلطنت
میں محصور کرلیا اور ایک سال تک لڑائی رہی اسکے بعد ٹیپو ۱۷۹۲ء میں صلحنامہ پر دستخط کرنے کے لیئے مجبور
کیا گیا جسکے سبب سے اسکے خزانے گھٹ گئے اور نصف ملک ہاتھ سے نکل گیا جسمیں ملیبار کا ضلع
تھا جو مغربی ساحل بحر پر واقع تھا اس وقت سے ہمیشہ ٹیپو سلطان اس دُھن اوں کے گھات میں
لگا رہتا تھا کہ کسی طرح سے انگریزوں سے انتقام لینے کے وسائل ہاتھ آئیں وہ اپنی بے کسی
کی حالت میں اس بیہودہ امید کے ساتھ وابستہ ہوگیا کہ انگریزوں سے لڑنے کے لئے غیر
ملکوں سے دوستی پیدا کرنا اسکے ہاتھوں کو تقویت دے سکے گا۔ اسلئے مرہٹوں سے اور فرانسیسیوں سے
زمان شاہ امیر افغانستان سے عہد و پیمان کیئے جنہوں نے اسکی امداد کرنے کا ایسا وعدہ
کیا جو انگریزوں کو اشتعال دلانے اور رنجیدہ کرنے کے لیئے کافی تھا فرانس کے ساتھ جو ٹیپو سلطان
نے معاملہ کیا اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ۱۷۹۳ء میں فرانسیسی انقلاب عظیم کے ہونے سے جو یوروپ میں
فرانس اور انگریزی میں فساد ہوا تو میسور پر انگریزوں نے اپنی دشمنی کا پورا زور ڈالا۔

فصل سوم مرہٹوں اور میسور کی پیچیدگیاں و جھگڑے

اس اثناء میں مرہٹوں کے اگلے سردار مہادیجی سیندھیا نے جسکو شہنشاہ دہلی نے اپنی سلطنت
کا وزیر اعظم مقرر کیا تھا شمال میں فتوح عظیم حاصل کرنے سے اور ایک سخت لڑائی میں اپنی رقیبوں
کو شکست دینے سے اپنی طاقت و شوکت و عظمت و صولت کو بہت بڑھا لیا اسکا پولیٹکل
مقصد اعظم یہ تھا کہ وہ خود مرہٹوں کی ان معاہدوں سے آزاد ہو جاے جو آپس میں موافقت
کرنے کے ہیں مگر ان معاہدات اتحاد کو وہ توڑنا نہیں چاہتا تھا وہ ایسا فرزانہ و دانا تھا
کہ جانتا تھا کہ ہند میں انگریز بہت جلد سب پر حکمرانی میں فائق اور برتر ہو جائینگے اسلئے وہ

وہ کسی دشمن کے دبانے کے لیئے انکے متحد ہونے کرنے پر ذرا سا بھی اعتبار نہیں رکھتا تھا
خواہ یہ دشمن میسور کا مسلمان فرمانروا ہی کیوں نہو اور ٹیپو ضعیف ہو گیا تھا۔ تو
ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ صرف مرہٹوں کی سپاہیانہ قوت دریائے ستلج سے لیکر
ساحل سمندر تک ایسی ہے جس سے انگریزوں کو مقابلہ کرنے کا خوف ہے۔ مرہٹے بڑے
ملک کے مالک ہو گئے تھے اُنکے سرداروں کے پاس وہ سپاہیں تھیں جو خوب مسلح و باسامان
تھیں جنھوں نے راجپوتوں کے ضعیف راجاؤں کو مغلوب کر لیا تھا اور وہ یقینی تھوڑی
سی مشکل اٹھا کے دو مسلمانوں کی سٹیٹ اودھ اور حیدر آباد کی اجرہ دار سپاہیوں کو
شکست دے سکتی تھیں لیکن ان سپاہیوں کے سپہ سالاروں کا مقتضائے طبع یہ تھا کہ وہ
اپنے الگ الگ دارالسلطنت بنائیں اور جن اضلاع میں ہیں انہیں اپنی سلطنت کو
اپنے لیئے آزاد بنائیں اسلیئے ناگزیر انہیں آپس میں بڑا بغض و کینہ پیدا ہوا اور انکے آپس
کی رفاقت کے معاہدوں میں بالاستقلال خلل پڑا۔ سنہ ۱۷۸۶ء میں مہادجی سیندھیا
کا مطلق العنان و آزاد ہونا تسلیم کیا گیا تو بہت جلد اُس نے اپنا سامان جنگ اور
ممالک پر قبضہ بڑھا لیا اب وہ دہلی کے گرد تمام ملک پر عمل و خل رکھتا تھا اور اس کے
پاس ایک لشکر جرار ملازم تھا اسکی پولیسی یہ تھی کہ انگریزوں کی حکومت کو جو اپنی بے
اور سارے ہند کو مطیع بنانے کے لیئے دھمکا رہی ہے اسکے برخلاف ہم سب کو متفق
ہونا چاہیئے لیکن برٹش گورنمنٹ کی غلبہ و حکومت کی افزایش سے جیسے مرہٹے مخالف ہو
رہے تھے ایسے ہی وہ سیندھیا کے غلبہ و حکومت کے بڑھنے سے ڈرتے تھے اسلیئے پیشوا اسکے
پیرو بننے میں جلدی نہیں کرتا تھا اور نہ اسکے منصوبوں میں شامل ہوتا تھا۔
سنہ ۱۷۹۴ء میں مہادجی سیندھیا دفعتہً مر گیا وہ بڑا عالی ہمت و اولوالعزم تھا پولیٹکل
لیاقت ۔۔۔۔ اور فن سپہ گری میں بڑی ذہانت رکھتا تھا اُسنے بہ نسبت اور
ہندوستانی رئیسوں کے یہ نیا نظام بڑے اندازہ سے کیا کہ اپنے پلٹنوں کو فرنگستانی
افسروں سے قواعد سکھائی اور اسکے ساتھ کارگیر توپخانے جرنیل موزوں کیلئے لیکن
مرہٹوں کے سردار جو بڑے دوراندیش عاقبت بین تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس نظام کے

سبب سے اگرچہ ہم ایسے ہوگئے کہ کوئی ہندوستانی دشمن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ راجپوتوں کی سپاہ ہیں ہمارے سامنے میدان جنگ میں نہیں ٹھہر سکتیں مسلمان سپاہیوں کی نئی بھرتی کا لشکر ہم سے نہیں لڑ سکتا لیکن غالباً جب ہم اپنے سنجیدہ لڑنے والوں دشمنوں سے مقابلہ کرینگے تو یہ نظام جدید ہمارے لیئے مضر ہوگا۔ یہ سردار دیکھتے تھے کہ فرنگستانی ترکیب سے رزم آرائی کرکے انگریزوں کو ان ہی کے ہتھیاروں سے مارنا ہے لیکن ان قواعد دان سپاہیوں و توپخانوں نے ان ہمارے بہادرانہ سفروں اور ہلکے پھلکے ہتھیاردار سواروں کے ہزاروں گروہوں کو دفعتاً دشمن پر بجلی کی طرح جا پڑنے کو پھر جیسی تو بالاکی سے واپس آنے کو پابزنجیر کردیا ہم اپنی اسی سپہ گری سے سوا سو برس سے مغلوں کے جرار لشکروں پر فتح و ظفر حاصل کرتے تھے اور مختلف موقعوں پر انگریزی فوج کے کمانڈروں کو میدان جنگ میں دق او مغلوب کرتے تھے ڈوپلے اور کلایو کے زمانوں میں قواعد دان سپاہ کو خدمت گزار بنانا ایک بڑے کارگر آلہ ضرب کی داخل کرنیکی برابر تھا جسکو کوئی سوائے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے کوئی نہیں جانتا تھا اس قسم کی حیرتناک برتری جس طرف ہو وہ اول ہمیشہ مظفر و منصور کرادیتی ہے لیکن مہذب و شائستہ قوموں میں اسلحہ جنگ اور انتظامات حرب کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ فن سپہ گری میں اعلے درجہ کی ترقی ہو۔ اور قیمتی سامان جنگ کی افراط ہو اور اعلے درجہ کے تعلیم و تربیت یافتہ افسروں کا ایک قوی مجمع آئندہ کام میں لانے کے لیئے موجود ہو۔ مشرقی سردار ایسی باتوں کو جلدی سے نہیں اختیار کر سکتے تھے ان کے سپاہی ان نئی چیزوں کے استعمال کرنے عادی نہ تھے۔ سپہ گری کی کل تاریخ آخر زمانہ تک ثابت کرتی ہے کہ ایک اکھڑ غیر مہذب قوم ناتجربہ کار بے سامان لیکن مضبوط کثیر التعداد گریز پا بے قاعدہ لڑائیوں میں غالباً کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرسکتی ہے۔ چنانچہ امریکہ۔ ایشیا۔ افریقہ میں انگریزی قواعد دان سپاہیوں کو یہ تجربہ ہوچکا ہے کہ اسکو فاش شکستیں ہوئیں بریڈک کی شکست جو اوہیو میں ہوئی تھی زمانہ حال کی افغان اور ٹرنسوال کی چالاک بیقاعدہ سپاہیوں سے انگریزوں کی لڑائیاں ہوئیں جو اپنے ہی ہتھیاروں کو اور لڑائیوں کی ترکیبوں کو کام میں لاسکے کامیاب ہوئیں اور انگریزوں کو شکستیں دیں علاوہ بریں مرہٹوں نے اہل یورپ کی

وضع وطرز سپاہ آرائی کو جتنا اختیار کیا اتنا ہی اپنی اس ترقی کا نقصان اٹھایا جو انکو قومی اتحاد و مذہبی رابطے اور ہموطنی کی وابستگی سے حاصل ہوئی تھی اس نئے انتظام میں وہ سپاہی چاہتے تھے جو باقاعدہ اپنے پیشہ سپہ گری کو جانتے ہوں وہ جہاں مل سکیں ہم پہنچا کے فہرست سپاہ میں داخل ہونے چاہئیں۔ انکے لئے افسر غیر قوم و نسل کے ہونے چاہئیے اس طرح سے یہ ایک اجنبی عنصر نرالا ایسا جلد بڑھتا گیا کہ مرہٹوں کی فوجیں جو رہ وار سپاہیوں اور قواعد دان پیادہ سپاہیوں کا ایک مجموعہ بن گیا جنکے توپ خانوں کے افسر غیر ملکوں و غیر قوموں کے بہادر سردار ہونے لگے۔

بے شک اس زمانہ سے آیندہ مرہٹوں کے ساتھ اور بعد ازاں سکھوں کے ساتھ لڑائیاں جتنی انگریزوں کی ہوئیں انکی یہ صفت لازمی تھی کہ وہ بہت تیزی کے ساتھ ہوتی تھیں اور بہت نقصان اٹھا کر نفع ملتا تھا مگر یہ فتحیں قطعی ہوتی تھیں اور انکے صدمے دشمنوں کو اس سبب سے دبا تے تھے کہ وہ باقاعدہ سپاہیوں کی پیوستہ قوتوں پر قریب کے مقاموں سے کھینچائے جاتے تھے پھر اپنی جگہ پر دوبارہ نہیں کھڑے ہوسکتے تھے اور چونکہ ان تمام ہندوستانی ریاستوں اور خاندانوں کی بقا جنسے کہ انگریزوں کی لڑائیاں ہوئیں فتح پانے پر منحصر تھی تو جب ایک دفعہ مغلوب ہو جاتے تو پھر انکی سلامتی بالکل انگریزوں کی مرحمت و مکرمت پر موقوف ہو جاتی۔ تقریباً ہر صورت میں ہندوستانی رئیسوں کے ملکی القاب ان کے مقبوضہ ملک سے اخذ ہوتے تھے انہیں بہت تھوڑی سی قومی ہمدردی ہوتی تھی حاکم کا معزول ہونا فقط رعایا کے لیے ایک حاکم کا بدلنا ہوتا تھا۔ ہندوستانی رئیسوں نے جو فرنگستانی سپہ گری کی ترکیب کی تقلید کی اس نے انکو دھوکا دیا اور جال میں پھنسایا اسے وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہم اس نظام سے انگریزوں کے ہمسر و برابر ہو جائینگے مگر اسی نظام سے انکو یہ نقصان پہنچا کہ وہ اپنی طاقت کا غلط تخمینہ کرنے لگے انکے سپاہیوں کے بڑے بڑے کارخانے اجنبی افسروں کے ماتحت ہو گئے جنکا برباد کرنا یا پراگندہ کرنا انگلش گورنمنٹ کا مقصد اعظم ہوگیا انگریزوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی آسان بات نہ تھی کہ وہ ہندوستان میں اپنے روپیہ کے بل سے اور مصالحہ جنگ سے اپنی قواعد سپاہ کو اتنا بڑھا لیں جتنی فوقیت و برتری سلطنت کے لیے اسکی ضرورت ہو اسکے برخلاف ہندوستانی رئیسوں کے لئے کوئی بات اس سے زیادہ مشکل نہ تھی کہ جب انکی توپوں اور

تو اعداد ان سپاہیوں کا نقصان ہو جائے تو وہ اسکی درستی کر سکیں۔ اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ جب ہندوستانیوں اور انگریزوں کے مابین ایسی ملٹری اور پولیٹکل غیر مساوات ہو تو ہندوستان میں متواتر لشکرکشیوں میں ہر ایک کے اندر آخر سو برسوں میں نتیجہ یہ ہو کہ انگریزوں کے قبضہ میں ملک بڑھتا چلا جائے حقیقت میں اسی طرح برٹش گورنمنٹ کے ماتحت کل ملک بتدریج آ گیا۔ وہ سب اعلےٰ درجے کے رئیسوں میں ابتک باقاعدہ صف آرائی میں بہتر اعلےٰ تھی اور اسکا استقلال ثبات کسی سرگزشت میں ایک حاکم یا جنرل کی زندگی یا قسمت پر یا ایک لڑائی پر موقوف تھا۔ سمندر پار اسکے پاس دولت و سپاہ کے خزانے و ذخیرے موجود تھے۔ جہاں سے چلے آتے تھے۔

لارڈ کورنوالس کو جب میسور کی جنگ سے فراغت ملی تو اسکا مقصد یہ تھا کہ دکن میں امن عافیت کے لیئے مرہٹوں اور نظام حیدرآباد کو سمجھایا جائے کہ وہ اسکے ساتھ اس عہد پر راضی ہو جائیں کہ ہر ایک ٹیپو کے برخلاف اس ملک کا کفیل و ضامن ہو جائے جو جنگ کے ختم ہونے کے وقت اسکے قبضے میں تھا اس درخواست کو نظام نے تو فوراً اس لیئے قبول کر لیا کہ وہ مرہٹوں سے ڈرتا تھا لیکن مرہٹوں نے اسکے منظور کرنے سے اسلئے انکار کیا کہ انکی نیت میں نظام کا ملک غارت کرنا تھا مسلمانوں کی دو بڑی بڑی ریاستیں اودھ اور حیدرآباد دیں تھیں جو ملک اور آمدنی کے لحاظ سے نسبتاً ضعیف تھیں اور پولیٹکل میزان میں بہت تھوڑا وزن رکھتی تھیں برٹش گورمنٹ کی ان سے بڑی غرض متعلق تھی کہ انکو قبل از وقت تباہ و غارت نہونے دے اس وقت اودھ بالکل برٹش کی حراست میں آ گیا تھا وہی اسکے محافظ تھے۔ یہ نظام جیسیں کسی ہندوستانی رئیس کے خاندان کی محافظ برٹش گورمنٹ ہوئی تھی وہ اس بات سے نقیض رکھتا تھا کہ انہیں کوئی ہندوستانی فرمانروا مطلق العنان آزاد ہو اسلیئے کہ محافظ سلطنت اپنی سپاہ سے تو ملک کی محافظت کرنی اختیار کرتا ہے اور ہندوستانی فرمانروا کا یہ عہد ہوتا ہے کہ وہ اس سپاہ محافظ کا خرچ ادا کریگا لیکن یہ خرچ ادا کرنا اسکے اختیار سے باہر ہوتا ہے سوا اسکے کوئی ایشیائی خاندان سلامت نہیں رہ سکتا جب تک کہ لائق آدمی انہیں متواتر پیدا نہ ہوں اور انکی حکومت کرنے کی لیاقت کا ثبوت امتحان اور انتخاب سے نہ ہو لیکن نظام جو محافظ ہونے کا ہے وہ موروثی حق کو سہارا دیتا ہے اور بڑے مستعد غاصبوں کے ہاتھ سے

نالائق وارث ریاست کو معزول نہیں ہونے دیتا وہ انہیں ناکامیاب نہیں ہوتا کہ جلد یا دیر کر مسند ریاست پر اس حالت میں بیٹھ جائے کہ کوئی قدرتی وارث ریاست باقی نہ رہے اور جس میں حکمرانی کی لیاقت کا تنزل نمایاں ہوا جس سے اندرونی بدنظمیوں نے پاؤں پھیلائے اور اسکی مالی حالت ضیق میں آگئی۔ اندرونی سرکشیوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون رہنے نے کاہلی اور بری الذگی پیدا کیں۔ آمدنی ملک کی بدنظمی نے محافظ سپاہ کے خرچ کے زر موعود کا بار بڑھا یا نظام محافظت کے سبب سے بھی یہ بدنظمی پیدا ہوئی تھی اسلیئے وہ جاری رہی۔ پچھلے زمانہ میں حیدرآباد میں بھی ایسی علامتیں جب نمایاں ہوئیں تھیں کہ برٹش اس کی محافظ ہوئی۔

ان ایچ پیچ الجھیڑوں کے معاملات کی تاریخ ہمیشہ اس کام میں آتی ہے کہ وہ ان عجیب و غریب مشکلات متواترہ کی توضیح کرتی ہے۔

جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کو ہند میں گھیرا جہاں نیوٹرلیٹی اور نن انٹرفیرنس لیے طرفی و بیدخلی کی پولیسی نے صرف بانتیجہ نااتفاقی کے بیچوں کو بخنتہ کیا اور آخر کو گورنمنٹ انگریزی کو مجبور کیا کہ وہ ان خرابیوں کا علاج کرے جنکو وہ روک سکتی تھی ملک میں کوئی اور بڑی قوت انتظام کے قائم کرنے سے غرض نہیں رکھتی تھی البتہ زبردستوں کو زبردست تشکار کرتے تھے اور ہمیشہ یہ خوف رہتا تھا کہ غالباً سپاہ کا سردار جو اپنے رقیبوں کے مغلوب کرنے میں کامیاب ہو وہ اپنے زور کو انگریزی عملداری کے برخلاف کام میں لائے ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ انگریزوں کو یہ بات یاد ہے کہ اٹھارہویں صدی میں یورپ میں انکے ہمسایہ کی قوموں میں کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی جسمیں انگریزی جزائر نے اپنے تئیں شریک ہونے سے باز رکھا ہو باوجودیکہ انگریزوں پاس کوئی سرزمین یورپ میں سوا جبرالٹر کے نہیں تھی لیس ہمیں حیرت کا سبب تھوڑا ہی سا ہے کہ انگریزوں کے ممالک مقبوضہ دور دور کا فاصلہ جابجا رکھتے تھے اور غیر ملکوں کے متصلے ہوئے تھے۔ اور ان پر سب طرف سے سوا سمندر کی جانب کے آسانی سے حملے ہو سکتے تھے۔ اسپر بھی انگریزوں نے ہند میں جہاں بقول ارتھر ولزلی کے کوئی چیز ایسی نہیں تھی کہ جسکو ملک یا حد کہہ سکیں انگریزا دل ناخواستہ سلطنت حاصل کرنے کے لیئے ان لڑائیوں اور فسادوں میں انگریزوں کو شریک ہونا پڑا جو اس زمانہ میں متواتر ملک کی حکومت کو امن و عافیت کی بنیاد ان کو زیر و زبر کر رہے تھے

فصل چہارم کورنوالس کے انتظام کا اختتام

لارڈ کورنوالس کے نظم و نسق کے اعمال و نتائج بتلاتے ہیں کہ انگریزوں کے واسطے کل ہند میں اپنے گرد لڑائیوں کا بے اعتنائی سے دیکھنا اور نچلے بیٹھے رہنا کیسا مشکل تھا انگلنڈ میں کمپنی کے گورنروں پر عام الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ وہ لڑائیوں میں بے ضرورت و ناحق مستغرق ہوتے ہیں اور اپنے ہمسایہ کے ملکوں کی طمع میں حرص سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ سنہ ۱۷۸۴ء میں وزارت انگلنڈ کے اختیار میں جو معاملات ہند کی کارروائی بلا توسط آئی تو اس سے یہ سمجھا گیا کہ گورنمنٹ کی اس صورت کا آغاز ہونا مفید مطلب ہوگا کہ اس سے معدلت گزینی اور تحمل کسر نفسی اور تمام اولوالعزم مہمات سے دست برداری حاصل ہوگی۔ لارڈ کورنوالس کی برابر ہند کے کسی گورنر جنرل کو یہ احکام سرگرمی سے نہیں دیئے گئے کہ وہ معدلت گزین اور سب سے زیادہ صلح کل ہوں اور یہ تمام احکام پارلیمنٹ کے ایکٹ سے موثق کیے گئے جو خاص اس مطلب کے لیے نافذ ہوا تھا کہ جنگ جوئی اور توسیع سلطنت کے لیے گرمجوشی نہ کیجائے۔ اس باب میں پہلے کا ایکٹ بڑی شد و مد سے جاری ہوا تھا اور ۱۷۹۳ء میں ایک اور ایکٹ میں یہ اعلان ہوا کہ فتوح کے منصوبوں کے درپے ہونا اور سلطنت کو وسعت دینا ایسی تدابیر ہیں جو اس قوم کی تمنا و عزت و پولیسی کے برخلاف ہیں پس جبتک کہ گورنر جنرل کو ہوم گورنمنٹ سے حکم اور اختیار نہ دیا جائے وہ مجاز نہیں ہے کہ کسی لڑائی کا اشتہار دے یا کوئی عہد و پیماں ایسا کرے جسمیں لڑنا پڑے۔ یا کسی ہندوستانی والی ملک کی ریاست کی محافظت و درخواست کا کفیل ہو۔ الا اس صورت میں کہ برٹش قوم کے ساتھ جنگ آرائی کا آغاز ہو یا اسکی تیاری ہو۔

لارڈ کورنوالس جنکی معدلت گزینی و بلند رائی کبھی مشتبہ نہیں ہوئیں وہ مجبور تھا کہ اسکو کلکتہ میں قدم رکھتے ہی سامان جنگ تیار کرنا پڑا اور اسکو بہت جلد تحقیق ہو گیا کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ پر عمل کرنے سے وہ برائیاں پیدا ہوتی ہیں جنکے دور کرنے کے لیے وہ وضع کیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ کا ایکٹ جن باتوں کو منع کرتا ہے اگر اسپر عمل کیا جائے تو گورنر جنرل کو مجبوری زبردست طاقتوں و حملوں کو اور ہندوستانی ریاستوں کی باہم آمیزشوں و سازشوں کو دست بستہ ہو کر دیکھنا پڑتا ہے اور بد اخلاقی

جب تک باز رہنا پڑتا ہے کہ معاملات کی نوبت یہاں تک بڑھ جائے کہ اسکے اپنے ہی
ملک کی عافیت و امن معرض خطر میں آجائے اور حقیقت میں حکماً وہ جھکا یا جائے لیکن اسپر
بھی کورن والس کی نیک نیتی پر ایسا اعتماد تھا کہ جب وہ ۱۷۹۳ء میں ہند سے رخصت ہولیے
تو انگلنڈ میں لوگوں کے دلوںمیں عام نقش یہ تھا کہ اُسنے اپنے عہدہ پانے کے بعد جو مرحلے
کیا وہ آشتی طلبی و اپنے مقام میں قائم رہنے کی پولیسی کے لئے تھا۔ حقیقت حال اسکے
برخلاف تھی کہ یہ وہ زمانہ تھا جسمیں انگریزوں نے بڑی رزم آرائیوں اور ملکوں کے الحاق کرنے کے راستہ
پر قدم رکھا تھا یہ امر واقعی ہے کہ جب پارلیمنٹ کی ماتحتی میں براہ راست انڈیا آیا تو فوراً اس کا
نتیجہ یہ تھا کہ توسیع ممالک کے لیئے انگریز برانگیختہ ہوئے اور اسمیں انہوں نے تساہل نہیں کیا یہ
ایک بڑی تعجب خیز توضیح قدرتی زوروں کے اصرار کی ہے جسنے انگریزی سلطنت کے آگے
بڑھنے کی تحریک کی مسٹر سینسر وال پول اپنی تاریخ انگلنڈ میں بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ کا
ہر ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر ملکی پسند کرتا تھا اور منع کرتا تھا کہ کمپنی اپنے ملکوں کو بڑھائے۔ اور
اگر قانون اسلیئے نافذ ہو کہ کمپنی جنگ کرنے کی شامت زدہ میلان کو روکے تو اسکے نظم و نسق کو
ضرر پہنچاتا ہے لیکن یہ امر تاریخانہ محقق ہے کہ جب ہند کے معاملات کمپنی سے نکل کر بادشاہی
سے متعلق ہوئے تو وہ زمانہ جنگ و فتح آیا کہ کبھی پہلے نہیں آیا تھا۔ ہندوستان میں انگریزوں
کی بڑی بڑی لڑائیوں کا آغاز ۱۷۵۹ء سے ہوا اور زمانہ جو ۱۷۸۶ء و ۱۸۰۶ء کے درمیان
گذرا اسمیں برٹش انڈیا میں باستثناء تھوڑے زمانہ کے اول ۲ دو گورنر جنرلوں کورنوالس اور
ولزلی نے حکمرانی کی جنکو وزراء انگلنڈ نے مقرر کیا تھا اور پارلیمنٹ کے روبرو جوابدہی کرنا
انکے ذمے تھا یہی زمانہ طول طویل جنگوں کا اور بہت سے ملکوں کے فتح کرنے کا یا انکے الحاق
کرنے کا ہے۔ یہ تحریری امر ہے کہ انگریزوں کی عملداری کا بڑا کار ظاہر ہوتا لارڈ ولیوزلی کے
زمانہ تک) زیادہ تر ان دو گورنر جنرلوں کے عہد میں ہوا ہے انگریزوں کی فرمانروائی کی
بنیادوں کے داغ بیلیں تاجروں نے لگائیں اور کلایو نے بنگال میں بنیاد کے اندر
پتھر رکھے اور اسپر پہلی منزلیں ہیسٹنگز نے بنائیں اور اوپر کی عمارات رفیع الشان پارلیمنٹ کے
اور گورنر جنرلوں نے تعمیر کیں۔

ہندو انگلنڈ کے قریب کی رشتہ مندی اور ہند میں انگریزوں کے جوکھونکی وقعت۔ اس
ایشیائی علاقہ کو یوروپ کے پولٹکس کے سیل میں ایسی زیادہ لائی کہ جب فرانس اور انگلنڈ میں
لڑائیوں کا دریا چڑھاؤ پر آتا تو وہ اپنا چڑھاؤ ہند پر بھی لاتا اور اسکے واقعات کو لگے بہاتا
فرانس جسمیں اکثر انقلابات ہوتے رہتے ہیں انگلنڈ کی اسکے ساتھ ایک بڑی طویل طویل لڑائی
۱۷۹۳ء میں شروع ہوئی جسکا اثر بہت جلد ایشیا میں انگریزوں کے پولٹکس کے مزاج پر پہنچا۔
اس زمانہ میں بونا پارٹ نے اپنی طبیعت میں ایشیائی فاتحین کی خودمختاری اور مطلق العنانی پیدا
کرکے سپاہیانہ سفر کیا اور سلطنتوں کو زیروزبر درہم و برہم کیا۔ قلمروؤں کی حدود کو مٹایا۔
موروثی حقوق سلطنت کو خاک میں ملایا اور اپنی تلوار کی دھار سے اپنے لیئے نئی سلطنتوں کو
تراشا اور انکی حدود مقرر کیں اپنی تفریح طبع کے لیئے وہ ایشیا کی طرف جھکا اسنے دیکھ لیا
کہ یہاں بے انتہا جنگ کرنے والی اور خودمختارانہ انتظام کرنے والی ذہانت کے لیئے
بے حد و پایان وسعت ہے جسمیں وہ قدیمی وضع کی بودی گورنمنٹوں کو منہدم کرکے فرصت
میں بالقرینہ خوش صورت سلطنتیں بنایا کرے نپولین انگریزوں کو سمندر میں تو کوئی نقصان
پہنچا نہیں سکتا تھا وہ خشکی میں انپر صدمہ پہنچانا چاہتا تھا۔ اسلیئے ایشیا میں فتوح حاصل
کرنے کا اور بھی زیادہ شوق رکھتا تھا اسکے دل میں ہمیشہ یہ منصوبہ رہتا تھا کہ برٹش انڈیا پر
چڑھائی کیجیئے ایشیا کے فتح کرنے کے واسطے اول اور آخر مہم یہ کی کہ مصر پر دھاوا قبضہ کیا اور
۱۷۹۸ء میں مصر میں سفر کیا اور منجملہ اور مقاصد کے اس اپنے مقصد کا بھی اعلان کیا کہ وہ
انگریزوں کو مشرق میں انکے ممالک مقبوضہ میں شکار کرنا اور آبنائے سویز کو قطع کرنا چاہتا ہے۔
یہ دھمکی ہمیشہ کی طرح اس کام میں آئی کہ انگریزوں نے ہند میں ملکوں کے الحاق میں جلدی و شتابی
کی ایک طرف تو خوف زدگی اور کینہ توزی اسلیئے بڑھتی جاتی تھیں کہ انگریز دیکھ رہے تھے کہ
فرانسیس مرہٹوں اور سلطان ٹیپو کی ساتھ سازشیں و آمیزشیں کر رہے ہیں اور اپنے سپاہیوں
اور افسروں کو انکے سپاہیوں میں بھرتی کر رہے ہیں۔ دوسرے طرف انگریزوں کا تسلط
غلبہ پڑھتا جاتا تھا اور ہندوستانی والیان ملک فرانسیس عہد و پیمان سے اپنی حفاظت
میں دلیر ہو کر ایسے قدموں پر چلتے تھے کہ وہ انکو تنزل کی راہ میں اندھیرے منہ گراتے تھے

اب انگلنڈ اپنے ایشیائی ممالک مقبوضہ کی بیش قیمتی کو بالکل سمجھنے لگا تھا اسکو ہمیشہ سے اُس مداخلت پر رشک و حسد تھا جو کوئی یوروپ کی قوم کرتی وہی ہندوستان میں انکے عروج کی مانع و حارج بار بار ہوتی تھی لیں اب جو فراسیسیوں و انگریزوں میں لڑائی ہوئی تو یہ رشک و حسد اپنی انتہا کو پہنچ گیا —

سنہ ۱۷۹۳ء لارڈ کورنوالس اپنے چلتے وقت یہ آخر کام کر گیا کہ تمام فراسیس و ارالاقامتیں فراسیسیوں سے چھین لیں جب ہندوستانی والیان ملک کا رخ فراسیسیوں کی طرف ہوتا یا وہ ان سے عہد و پیمان کرتے تو وہ اسکو ایک ہیبتناک چنگاری سمجھ کر فوراً بجھا دیتا ۔ جب لارڈ کورنوالس چلے گئے تو انکے جانشین لارڈ مورننگٹن کے آنے تک سر جان شور گورنر جنرل رہا جسکا پھر لقب لارڈ ٹین متھ ہوگیا وہ بڑا محتاط صاحب حزم و کمال ہوشیار و مدبر تھا اسکو یہ اصول پسند نہیں تھا کہ وہ اپنے تعلقات یا جوابدہیوں کو ہندوستانی والیان ملک کے سبب سے بڑھائے ۔ جب نظام پر مرہٹوں نے حملہ کیا تو اسنے انگریزوں سے مدد مانگی سر جان شور نے اسکی مدد کرنے سے بیمروت ہو کر انکار کر دیا جسکے سبب سے انگریزوں کا بڑا یگانہ دوست بیگانہ ہو گیا اور بڑے بڑے دشمنوں کی ہمت و جرات بڑھ گئی ۔ نظام کی بڑی تمنا تھی کہ انگریزوں کے ساتھ دوستی و اتحاد ہو اُس نے انگریزوں سے درخواست کی کہ آؤ ہم آپس میں عہد و پیمان کر لیں ایک دوسرے کے ملک کی محافظت و کفالت کرینگے تو برٹش گورنمنٹ نے اس سے پہلو تہی کی اور حیدرآباد کی حمایت اس سبب سے نہیں کی کہ اس سے مرہٹے خفا ہو کر ٹیپو سلطان کے ساتھ سازش کر کے اس سے اپنا عوض لینگے ۔ برٹش گورنمنٹ کی اس بیمروتی و تنگدلی اختیار کرنے سے خطرناک نتائج کا ظہور ہوا کہ مرہٹوں نے حیدرآباد کے ملک پر حملہ کیا اور نظام کی سپاہ کو پراگندہ کر دیا اور اس کو نہایت ذلیل سخت شرائط ماننے پر مجبور کیا اس فتح سے مرہٹوں کی طاقت اور شہرت بہت بڑھ گئی اور انگریزوں نے نظام سے جو اسطرح علیحدگی اختیار کی تو وہ ان سے نہایت ناراض ہو گیا اور اُس نے فراسیس افسروں کے ماتحت قواعد داں پلٹنیں بہت بڑھائیں اور ان افسروں پر ایسا اعتبار کرنے لگا کہ کبھی پہلے نہیں کرتا تھا اور انگریزوں کے جدا ہونے پر بڑا برافروختہ خاطر تھا لیکن جب نظام نے اپنی قواعد داں سپاہ کو سرے منڈا اور فراسیسی افسروں کے ماتحت زیادہ کر کے درست

کرلیا تو سر جان شور نے فوراً مداخلت کی کہ نظام کو اس کام سے باز رکھے۔ گورنر جنرل کو
یہ خوف تھا کہ اس سے برخلاف ہونے اور لڑنے کے لئے مبادا میسور اور مرہٹوں میں
اتفاق ہو جائے امید اسکو یہ تھی کہ یہ دونو قوتیں جو آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور بدگمانی
رکھتی ہیں دیر کریا جلد آپس میں ایک دوسرے کو صدمہ پہنچائینگیں لیکن لڑائی کے وقتوں میں
صلح مندپاس کے کھڑے رہنے والے کے وضع و انداز شاذ و نادر ہی اپنے ہمسایہ کی سیٹ
(ریاست) کی شان یا غرض کے مناسب و موزوں ہوتی ہے اسکی مثال حال میں اس لئے انگریزوں
کے دونو دشمنوں کی عقل جنگ آرا کو برانگیختہ کرکے آپیر دہشت ناک حملے کرائے۔ مرہٹوں کے
خلاف میں جو نظام کی امداد انگریزوں نے نہیں کی۔ انگریزوں نے جو نظام کو مرہٹوں کے
لیے چھوڑ دیا تو اسکا نتیجہ خلاف ظاہر ہونا شروع ہوا اسلیئے کہ اسکے سبب سے مرہٹوں نے
اپنی دولت و صولت و سطوت کو بہت بڑھا لیا۔ انگریزوں کی عظمت جتنی کم ہوتی گئی اتنی
مرہٹوں کی بزرگی بڑھنی شروع ہوئی اسکے سوائے سلطان ٹیپو اپنی یہ وحشیانہ امیدیں اور
ارمان رکھتا تھا کہ انگریزوں سے اپنا انتقام لیجئے اور آخر لڑائی میں جو نقصان ہوئے
ہیں انکو پورا کیجئے اسکو یقین تھا کہ نظام کی قوت ایسی ضعیف ہو گئی ہے کہ وہ تمام حیدرآباد
کا ملک اس صورت میں تسخیر کرسکتا ہے کہ انگریز اسکے مقابلہ کرنے سے روک دئیے جائیں
انگریزوں کی قوت کے برخلاف کام کرنے کے لیئے وہ اپنی ان بے سود کوششوں کے
درپے ہوا کہ رقیبوں سے دوستی پیدا کرنے لگا اسنے امیر کابل شاہ زمان پر زور ڈالا
کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرے ۱۷۹۷ء میں شاہ زمان نے پنجاب میں سفر کیا اور لاہور کو
لے لیا جس سے انگریزی گورنمنٹ کو دہشت اسلیئے پیدا ہوئی کہ اسکے آنے سے کل شمالی
ہند میں ہل چل پڑتی سارے مسلمان اسکے جھنڈے کے نیچے کھڑے رہنے کے
لیئے آمادہ ہوتے نواب اودھ میں بالکل یہ قابلیت نہ تھی کہ وہ کوئی کارگر اسکا
مقابلہ کرتا اگر یہ امیر کابل دہلی کو آگے بڑھا چلا آتا تو بڑا غدر مچتا اور ایک دہلکہ
پڑجاتا اسلیئے خوفناک انقلاب میں بیشک انگریزی ہر ایک جمعیت کو بنگال کی سرحد
کی محافظت کے لیئے شمال کی طرف آنا پڑتا لیکن زمان شاہ ۱۷۹۹ء میں مجبوراً

اسلیئے مراجعت جلدی سے کرنی پڑی کہ اسکو اپنے مغربی اضلاع کی محافظت ایرانیوں
سے کرنی پڑی اس عرصہ میں ٹیپو نے ایک مخفی سفارت بحر ہند کے پار آئل اوف فرانس
میں بھیجی اور فرانس سے اوفنسو- اور ڈیفنسو دوستی کی درخواست کی یعنی اگر
ہم میں سے کوئی کسی پر حملہ کرے یا ہم میں سے کسی پر کوئی اور دوسرا حملہ کرے تو دونوں
صورتوں میں لڑائی میں آپس میں متفق ہوں- فرانسیس گورنر نے اسے قبول کرلیا اور حسب
سررشتہ گزٹ میں اسکو مشتہر کردیا ۱۷۹۹ء میں بونا پارٹ نے سلطان ٹیپو کو قاہرہ
سے خط لکھا کہ اب آپ کو اطلاع ہوئی ہوگی کہ میں بحر احمر کے کناروں پر بیشمار لشکر
جرار جسکو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا ساتھ لیکر آگیا ہوں میری یہ بڑی آرزو ہے کہ انگلش
کے آہنی جوئے کے تلے سے آپ کو نکال لوں،، اور ٹیپو سے یہ درخواست بھی کی کہ وہ کوئی
ایک ایجنٹ بھیجدے لیکن مصر میں خود فرانسیس جلدی سے الگ ہوگئے اور بحر و بر کی طرف سے
اجنبیوں کی مداخلت کی افواہیں مردہ ہوگئیں تو سلطان ٹیپو اکیلا انگریزوں کی دشمنی کے لیئے
چھوڑ دیا گیا جنکو اسنے بہت دہشت دلائی تھی اسکا بہت جلد وہی خاص مآل ہوا جو ان
مشرقی فرمانرواؤں کا ہوتا ہے جو یوروپ کی قوموں کے فسادوں میں اپنی قسمت آزمائی
کیا کرتے ہیں—

باب ۱۴ چہاردہم

گورنر جنرل لارڈ ولزلی (۱۷۹۸ – ۱۸۰۵ء) –

فصل اول میسور – (۱۷۹۹ء)

لارڈ مورنگٹن جنکا پیچھے خطاب مارکوئس ولزلی اپریل ۱۷۹۸ء میں کلکتہ کو جاتے ہوئے
رستہ میں راس میں جہاز سے اترے یہ وہی تاریخ تھی جسمیں ٹیپو سلطان کا سفیر جہاز سے
آئل وف فرانس سے مراجعت کرکے منگلور میں جہاز سے اترا تھا- یہاں کے فرانسیسی گورنر
نے صرف سفیر کا بیباک استقبال ہی نہیں کیا بلکہ اس نے اشتہار دیکر معزز اہل شہر بلائے

کہ وہ میسور کے علم کے نیچے سپاہ میں اسلیئے بھرتی ہو جائیں کہ ہند سے انگریزوں کو لڑکر باہر نکال دیں گورنر جنرل کے پاس تیجے تیچھے جو ہدایتیں آئیں انہوں نے بلاشبہ اسکو تنبیہ کیا کہ ٹیپو نے جو فرانسیسیوں سے اسطرح معاملات کیئے ہیں وہ میسور کیطرف سے لڑائی کا پیغام ہے ہند کے بورڈ کمشنروں کے پریسیڈنٹ ڈنڈاس صاحب نے گورنر جنرل کو عام اصول کے طور پر یہ لکھا کہ مجھے اسبات کی بیان کرنے میں ذرا تامل نہیں ہے کہ فی الحال ایسی حالتوں میں ٹیپو کی سپاہ میں کسی فرانسیسی لشکر کا داخل ہونا خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ہو ہم کو اس خیال کرنے کا مستحق کرتا ہے کہ اسکو براہ راست دشمن جنگ خیال کریں لارڈ مورنگٹن جب کلکتہ میں آگئے تو چند مہینے کے بعد انہوں نے مشتہر کیا کہ ہندوستانی والیان ملک کی کسی گورنمنٹ میں فرانسیسیوں کے فریق کا کونسل میں بڑھنا ایک بڑی دہشتناک خرابی ہے اسکا استیصال فوراً کرنا چاہیئے۔

جب معلوم ہوگیا کہ ٹیپو کا سفیر جو آئل ووف فرانس کو گیا تھا اس نے فرانسیسیوں کے ساتھ دفعہ وار تفصیلات جیسکے معنے اوپر بیان ہوئے ہیں، دوستی ہی نہیں حاصل کی ہے جسکا ظاہر مقصد یہ تھا کہ ہندوستان سے انگریزی قوم کا اخراج ہو بلکہ بعض فرانسیسی افسر و سپاہی بھی میسور کی سپاہ کے لیئے لایا ہے تو گورنر جنرل نے اسکا یہ نتیجہ نکالا کہ اب اسکے واسطے بجا بناء جنگ قائم ہوگئی۔ انکی جنگ جو لی کی گرم جوشی میں آسانی سے حرارت آئی وہ فوراً ٹیپو پر حملہ کرنے میں اسلیئے بالفعل باز رہے کہ وہ اسکے لیئے تیار نہ تھے اور خزانہ میں بڑا خسارہ تھا اور سپاہ کو کارے میں کمپنی کی ساکھ بہت گھٹ گئی تھی مدراس کی سپاہ میں یہ قابلیت نہ تھی کہ میدان جنگ میں لڑنے جائی اور لارڈ مورنگٹن کو بالکل اعتبار نہ تھا کہ اسکے دوست نظام اور مرہٹے اسکے ساتھ شریک ہوکر لڑینگے وہ ان کے جمع ہونے کو ناممکن جانتا تھا۔ ابتک عدم مداخلت کی پولیسی کے ثمرات یہ ظاہر ہو رہے تھے کہ نظام ضعیف ہوگیا تھا وہ انگریزوں سے محبت و مودت نہیں رکھتا تھا۔ ٹیپو بڑی لڑائی کے لیئے تیاریاں کرتا تھا۔ مرہٹوں کی قوت اپنے پاؤں دور دور پھیلاتی تھی۔ سنہ ۱۷۹۲ء سے سنہ ۱۷۹۸ء تک انگریزوں کے کسی کے طرفدار نہ ہونے نے ٹیپو اور مرہٹوں کے

مخازن جنگ کو بڑھا دیا اور انہوں نے اپنے کمزور ہمسایوں کے ملکوں کو فتح کر کے اپنی مملکتوں کو
بڑھا لیا کرولہ میں جو نظام نے شکست پا کر اپنے ہتھیار ڈال دئیے تو اسکی سلطنت جو ہندوستان
میں اعلیٰ درجہ کی تھی کمزور ہو کر مرہٹوں کی ایک باجگذار ریاست ہو گئی۔ صرف چودہ ہزار
سپاہ جنکے افسر فرانسیسی تھے اسکی پشت پناہ تھے۔ لارڈ مورننگٹن نے لکھا کہ حیدرآباد میں جو
قواعد دان پلٹنیں ہیں وہی ہمارے اور نظام کے مابین محبت و مودت کے نہ ہونے کی اصل جڑ
ہیں اسکو یقین تھا کہ اگر وہ میدان جنگ میں ٹیپو سے لڑنے جائیں گے تو وہ یقینی ٹیپو کے
پاس جا کر اس سے ملجائیگیں مرہٹوں کی راجدھانی پونہ میں دولت راؤ سیندھیا کا عمل
دخل رعب داب پورا تھا اسکے ممالک متوسطہ ہند میں بڑی قلمرو تھی اور شمال مغرب میں اُس نے
دہلی تک ملکوں کو اپنے تحت میں الحاق کر لیا تھا اودھا اور بنگال کے ممالک مقبوضہ کے بازوؤں میں
اس کے سپاہی پھیلے ہی تھیں خلاصہ یہ ہے کہ ممالک متوسطہ و شمالی ہند میں بڑا جلیل القدر فرماں
سیندھیا تھا اور پیشوا اور نظام کے گورنمنٹوں کے ڈرانے اور دھمکانے کی مبہم وضع وہ رکھتا تھا
اور وہ مرہٹوں کی اس پولیسی کو کہ وہ انگریزوں کے ساتھ شریک ہو کر ٹیپو سے لڑیں ناپسند
کرتا تھا۔ اس زمانہ میں لارڈ مورننگٹن نے پاس امیر کابل شاہ زماں کا خط آیا جسمیں اُس نے
لکھا کہ ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ میرا ہے اور میں آپ سے اس مطلب کے لیئے امداد
کی درخواست کرتا ہوں کہ دہلی کے شہنشاہ شاہ عالم کو مرہٹوں کے ہاتھ سے نجات دلاؤں۔
ایسی حالتوں میں گورنر جنرل نے ٹیپو کے ساتھ زمانہ سازی کی کہ اول اس سے مطمئن ہونے
کی درخواست کی اور اسکے ساتھ ہی مصالحت ثلاثہ کے پختہ کرتے میں اپنے تئیں مصروف کیا
حیدرآباد اور پونہ کے اراکین سلطنت کے ساتھ جو مشتبہ تعلقات تھے ان کی ڈپلومیٹک
صورت میں منتظم کیا خزانہ کی حالت کو سنبھال کیا اور اس کی سپاہ کو قوی کیا اوّل انہوں نے یہ کام
کرنا چاہا کہ نظام کے ساتھ ایسے عہد و پیمان کیئے جائیں کہ وہ حیدرآباد میں جو فرانسیسی پلٹنیں
ہیں انکو برخاست کر دے۔ نہایت دانائی اور فرزانگی و استقلال سے اس کام کو انجام
دیا نظام کی ان پلٹنوں کی جگہہ حیدرآباد میں ہمیشہ رہنے کے لئے وہ سپاہ آگئی جسکے افسر
انگریز تھے پونہ سے بھی اسی قسم کی درخواستیں کیگئیں لیکن مرہٹوں کی گورنمنٹ انگریزوں

علاوہ برتری پہ ذرا اعتبار نہیں کرتی تھی اور نہ وہ انکی امداد کی محتاج تھی پیشوا نے طبعاً
اس انتظام کیطرف بہت تھوڑی کشش ظاہر کی کہ سب سڈری دوستی کے نام سے ایک
سٹیٹ روپیہ کا انصرام اس سٹیٹ کے لئے کرے جسکے لیے وہ فوجی ماتحت ہو اور وہ اسکے
لئے سپاہ کو بہم پہنچائے سب سڈری کے معنے یہ ہیں کہ ایک سٹیٹ دوسری سٹیٹ کی امداد زر
عہد و پیمان کے موافق اسلئے کرے کہ وہ اسکے معاوضہ میں جنگ میں اسکی اعانت فوج سے
کرے۔ باوجود اسکے میسور سے لڑنے کے لئے نظام و پیشوا نے انگریزوں کے ساتھ اتفاق کیا
ٹیپو سلطان سے درخواست کی گئی کہ معقول شرائط پر وہ اپنے فرانسیسی اتحاد کو چھوڑ دے
اور انکی سپاہ سے ہتیار لے لے اس نے ان درخواستوں کے ماننے میں تجاہل یا کنارہ کشی کی
تو پھر متفقہ سپاہیوں نے سنہ ۱۷۹۹ء کے شروع میں اسپر حملہ کرنے کے لیے سفر کیا دشمنوں کے ساتھ
میدان جنگ میں ٹیپو نے فائدہ کوشش کرکے سری رنگ پٹن میں محصور ہونے میں مجبور ہوا
اور محاصرہ جب تک جاری رہا کہ ہی میں قلعہ پہ حملہ ہوا اور وہ فتح ہوا اور ٹیپو قلعہ کے دروازہ
پہ لڑکر جاں بحق تسلیم ہوا جسکے سبب سے میسور میں مسلمانوں کی ریاست کا تھوڑے عرصہ میں
خاتمہ ہوا اور لارڈ مورننگٹن نے ٹیپو کی سلطنت کے حصے کچھ آپ لیئے کچھ اپنے دوستوں مرہٹوں اور
نظام کو دئیے جو باقی رہا اس میں اس راجہ کی سلطنت قائم کی جسکو حیدر علی نے
خارج کیا تھا یہ ریاست مدتوں تک انگریزوں کے قرقی میں ہی اب فی الحال قدیمی
خاندان اسمیں اچھی طرح سلطنت کرتا ہے۔

ان جنگی و ملکی مہمات میں کامیابی کا سبب زیادہ تر یہ تھا کہ اس فوج کشی میں کرنیل
آرتھر ولزلی سپہ سالار تھے انہوں نے یہاں پہلی دفعہ اپنے جوہر دکھائے تھے پھر انکی شہرت ناموری
کا ستارہ ساری دنیا میں چمکا۔ وہ بلند ہوا کہ وہ ڈیوک فخر انگلستان اور ڈیوک
ولنگٹن ہوئے تو اس وقت وہ ایک ماتحت عہدہ رکھتے تھے مگر اپنی عالی دماغی
و روشن ضمیری سے لارڈ مورننگٹن کو وہ نیک صلاحیں و مشورے دیتے تھے کہ اس
جنگ کا خاتمہ جلد اس خیر و خوبی کے ساتھ ہو گیا۔

اکتوبر سنہ ۱۷۹۹ء میں کامنس ہوس میں گورنر جنرل کے لئے شکریہ کے ووٹ دئیے گئے

اس نے فرانسیسیوں کی خوفناک سازشوں و منصوبوں کا مقابلہ برابر کی لیاقت
اور مستعدی سے کیا خاص کر دکن میں انکی قوت اور اثر کو معدوم کر دیا اور انڈیا میں
برٹش ایمپائر کو مستقل امن و عافیت و آسودگی و اقبالمندی کی بنا پر قائم کر دیا۔
غالباً پبلک تحریر میں یہ شاہانہ لے پہلی دفعہ سُنی گئی ہے جس سے پہلے پارلیمنٹ میں برٹش
گورنمنٹ کی جوابدہیوں اور جاہ و منصب کی افزائش کے برخلاف مباحثوں کے راگ
گائے جاتے تھے۔

یہ سچ ہے کہ ٹیپو کے اقبال کے ستارے ادبار کی برجوں میں آ گئے تھے اگرچہ وہ جاہل
اور مہیب تھا مگر اس میں وہ اوصاف ضرور تھے جو ایشیا میں فرمانروا ہونے کے لیے
چاہئیں ہیں جسکے سبب سے اسکا نام ہند کے فرماں فرماؤں کی فہرست میں داخل
ہوا اگرچہ اسمیں اعلیٰ درجہ کی لیاقت و قابلیت نہیں تھی اس عقل و شعور سے اسکو مس تھا
جو نہایت قابل و لایق تہ بردست ایشیائی فرماں رواؤں کو اہل یورپ کے ساتھ
مٹ بھیڑ کرنے سے باز رکھتی ہے وہ اس ایک طوفان میں بہ گیا جو بلسورے ہی بڑی
بڑی سلطنتوں کو مغلوب کر رہا تھا وہ دنیا کی بڑے دُور کے حصہ سے ان واقعات کے
سبب سے اٹھتا تھا جنکا سمجھنا بالکل ٹیپو کی سمجھ سے باہر تھا وہ بالکل اسکے بس کا نہ تھا اب
وہ اس دریا میں چھپل کود کر آیا۔ جو انگریزوں کو انضمامی نتائج کے قدرتی فیصلوں ہندوستان
میں اعلیٰ درجہ کی برتری و فضیلت پہ لے گیا ٹیپو فرانسیسیوں کے ساتھ اس وقت شریک
ہوا کہ انکی انگریزوں کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ کسی طرح سے مصالحت نہیں ہو سکتی تھی
فرانسیسیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ ہم انگریزوں کو آج ایشیائی ممالک مقبوضہ سے بالکل خارج
کر دینگے ٹیپو صریح مشتبہ ہو سکتا تھا کہ انگریز اسکے ہاتھ سے تلوار چھین سکتے ہیں جو اپنا
ذرا سا بھی ارادہ اپنے وار چلانے کا جنگ میں کرتا ہے وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ جب
اسکے دوست بہت دور دراز فاصلہ پر بیٹھے ہیں تو وہ ہندوستانی جنکا اُس نے ڈرایا
تھا انگریزوں کی پشت پناہ تھے اسکی سرحد پر قریب موجود ہیں لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ
انگریزوں کی درخواستوں کے ماننے کے یہ معنی ہیں کہ انکی حکومت کی اطاعت کیجائے

کہ سپاہ کے ہتھیار لے لیئے جائیں یہی آزادی بھی جائے اور اس والی ملک کے درجہ
پر تنزل قبول کیا جائے کہ جسکے غیروں کے ساتھ تعلقات اور فوجی سررشتے انگریزی
پولیسی کے موافق منضبط کیئے جاویں اسکی تند مزاجی و سرکشی طبیعت بھلا ان باتوں کی
کب متحمل ہوتی اسلیئے اس نے مایوسانہ انگریزوں کے ساتھ جنگ کی۔
ایسے آیندہ اکثر یہی صورت حال وقوع میں آئی گو اس میں ایسی شدت نہ تھی اور ایسی
ریاستوں اور صاحب ریاستوں کے لیئے یہی اختیار جنگ یا صلح کے پسند کرنے کا دیا گیا۔
تاریخ بیان کرتی ہے کہ بتدریج جن ریاستوں نے اطاعت اختیار کی اور جو ریاستیں بزور
شمشیر فتح ہوئیں وہ سب ایک بادشاہی کے ماتحت جمع ہوتی گئیں بالفعل انڈیا
میں برٹش ایمپائر کی یہی صورت و شکل اور قانون و آئین بڑے بڑے صوبوں اور بہت سی
سطیع ریاستوں کے ساتھ ہیں کہ وہ سب ایک سلطنت میں داخل ہیں۔ قدیمی مغلوں کی
سلطنت کی عمارت اسی طرح بتدریج فتوح سے بنائی گئی تھی۔ جب یہ عمارت عالیشان گر کر
ٹکڑے ٹکڑے ہوئی تو یہ امر یقینی تھا کہ یہ ٹکڑے جلد کسی مرکزی حکومت کی طرف کشش کر کے
پھر یکجا ہونگے جسکی حمایت و حراست کے تمام ضعیف سردار و رئیس طالب ہونگے اسکے زبردست
رقیب نیک سائل سے یا زبردستی سے اسکی بزرگی و فضیلت و عظمت تسلیم کرنے پر ناگزیر مجبور کیئے
جائینگے جب انگریزوں کا بنگال پر قبضہ ہو گیا تو انگریزی قوت ایک مستحکم مرکز پر قائم ہو گئی اور
پھر اس نے یکساں بالاستقلال اپنا عمل کرنا آہستہ روی کے ساتھ شروع کیا اور اپنی حرکت
سے سخت مزاحمتوں کو ہٹایا لیکن صدی کے آخر میں اس نے بڑی تیز روی اور بیزوری حاصل کی
کہ انگلش والس کو ہے کے حامی قومی قوت و استقلال بلا واسطہ تھے کہ وہ انڈیا میں ممالک پر قبضہ
کریں اور ان پر آشوب زمانوں کے مزاج نے انکی کارروائیوں کو اور رنگ میں چھپا دیا
تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے زمانہ میں جو کام برا برا سمجھا جاتا تھا وہ لارڈ مورنگٹن (جواب مارکوئس
والزلی ہو گئے تھے) کے زمانہ میں ملک ضرورت کے لیئے بڑی قوی تدبیر سمجھی جاتی تھی ان دونوں
مدبران ملکی کے خیالات اور پولیسی ایک ہی تھی مگر وارن ہیسٹنگز تو اپنی سلطنت کی محافظت میں
پیچ اٹھاتا تھا مخازن محافظت اس پاس تھوڑے تھے لیکن لزلی کے پشت پناہ انگلستان میں پیر

جسکے سبب سے وہ دلیرانہ جنگہائے عظیم ملکوں کے فتح کرنے کے لئے کرتا تھا۔

فصل دوم سب سڈیری عہد و پیمان

جب ٹیپو کی ریاست کے ٹکڑے ہو گئے تو برٹش فرمانروائی دو بڑی بڑی ذقندیں لگ
لگائیں اول یہ کہ اسنے اپنے ایک دیرینہ دشمن کو ہٹایا جسکی والا جاہی نے بیس برس
تک دکن کے درمیان انگریزوں کے ممالک مقبوضہ کو معرض خوف و خطر میں ڈالے رکھا تھا اور
دکن زیرین کے ساحل بحر پر پوری حکمرانی حاصل کی جسکے سبب سے فرانسیسیوں کی مداخلت
کا اندیشہ بہت کم ہو گیا دوم گورنر جنرل نے اپنے مقصد کو برملا کہدیا کہ سب سڈیری
عہد و پیمان کا انتظام تمام ہندوستانی ریاستوں پر انگریزی حکومت کا استیلا
و استقلال ایسا قائم کرتا ہے - - - - - - کہ وہ بالکل ایسے اتحاد کی
تدابیر کرنے کے وسائل سے محروم ہو جائیں کہ انگریزی عملداری کی امن و عافیت میں خلل اندازیوں
اور برٹش گورنمنٹ میں یہ قابلیت پیدا ہو جائے کہ وہ ہندوستان میں آسودگی عوام و بہبودی
انام کو محفوظ و سلامت رکھے اور ایشیائی گورنمنٹوں کی جو ایک لازمی صفت سختی و تشدد کرنے کی
ہے اور حب جاہ طلبی کا جوش انکو چین نہیں لینے دیتا اسپر اسکو تسلط و استیلاء حاصل ہو گورنر جنرل
یہ استیلا و استقلال اس ذریعہ سے چاہتا تھا کہ ان ریاستوں کی حراست کا عہد و پیمان دوستانہ کیا
جائے جسمیں انکے حقوق کی بھی رعایت کیجائے اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ لارڈ ولزلی کی بے چین
اولوالعزمی ایشیائی معاملات میں متحمل نہ ہو سکی اس نے یہ ارادہ کیا کہ تمام ریاستوں پر جنسے کوئی
تعلق انگلش گورنمنٹ کا ہے برٹش پروٹیکٹریٹ (اعلےٰ سلطنت کا اپنے تابع ریاست کا حراست
وسعت اسطرح دے کہ انکو باصرار اسپر راضی کرے کہ وہ اپنے سپاہیوں کو کم کریں اور بیرونی
محافظت اور اندرونی امن و عافیت کے لئے سب سے زیادہ زبردست قوت انگریزی
پر اعتبار کریں چونکہ سب سڈیری عہد و پیمان کا نظام انگریزوں کی سلطنت بڑھانے میں بڑا حصہ رکھتا
ہے اسلئے ضرور ہے کہ مختصر سی توضیح اسکی کیجائے یہ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ہندوستان میں
لڑائیوں کے اندر انگریزوں کی شراکت اسطرح شروع ہوئی کہ ہندوستانی فرمانرواؤں نے

درخواست کی کہ وہ اپنے سپاہیوں سے انکی اعانت کریں پھر اسکے بعد یہ ہوا کہ انگریزوں نے
خود اپنی لڑائیاں لڑیں جنھیں ان ہندوستانی فرمانرواؤں کی۔ سپاہیوں کی مدد لی۔ جو انگریزوں
کے ہم مقصد نہ تھے یہ سپاہیں ہندوستانی رئیسوں کی نہ قواعد داں تھیں نہ قابل اعتبار تھیں
اور بہت ہی اناڑی پنے سے لڑتی تھیں جب انگریزی کمانڈر انکو ساتھ لیتے تھے تو ضرور رکھا
کہ وہ میدان جنگ میں الیا پیچھے دیکھتے تھرپیسے کہ آگا اور جب لڑائی میں کوئی موقع آتا تھا تو یہ
سپاہیں علحدہ کھڑی ہو جاتی تھیں اور لوٹ کے وقت بے تمیزی سے لوٹنے کے لیے سب طرف
نمودار ہو جاتی تھیں جس بات کی ضرورت تھی وہ یہ تھی کہ ایسے سپاہیوں کا گروہ پیدا ہو کہ جنپر
پاؤ اعتبار کیا جائے کہ وہ دشمنوں کی آتش باری میں بالاستقلال قائم ہو کر اپنی سپہ گری کے جوہر
جوہر دکھائیں اگر سپاہ کو تنخواہ باقاعدہ نہ دی جائے اور اسکو ایک افسر کے حکم ماننے کی عادت
نہ ڈلوائی جائے تو اس طرح سے بہت تھوڑا ہی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ سپاہ کو فرنگستانی افسروں
کے ماتحت کھڑا کیا جاوے بس یہ انتظام کرنا پڑا کہ ہندوستانی رؤسا جو انگریزوں کے ایل لائی یعنی
دوست تھے انسے درخواست کی گئی کہ وہ سپاہیوں کو بہم نہ پہنچایا کریں بلکہ گورنمنٹ انگریزی
کو روپیہ دیدیا کریں کہ وہ سپاہیوں کی ایک تعداد معینہ کی بھرتی کرے اور انکو قواعد داں
بنائے اور تنخواہ دیا کرے اور اسکے خرچ کے موافق روپیہ رئیسوں سے لے لیا کرے اسی کو
سبسڈی ری ایلائنس کہتے ہیں۔

ہندوستان میں جو عہد و پیمان سبسڈری کیئے گئے وہ ان سے مختلف تھے جو انگلنڈ نے
یوروپ کے سٹیٹو سے کئے تھے آسٹریا اور روس سے یہ عہد و پیمان کیا گیا تھا کہ وہ سپاہیوں کو
بہم پہنچائیں انگلنڈ انکے خرچ کے لیئے روپیہ دے یہاں اسکے برخلاف تھا کہ حیدر آباد یا اودھ
روپیہ دیا کرے اور برٹش گورنمنٹ سپاہیونکی بھرتی کیا کرے اب تک ہندوستانی رؤسا نے
زر کثیر بری طرح سے سپاہ کے لیئے خرچ کیا تھا جسکا نہ انتظام اچھا تھا نہ وہ مطیع و فرمانبردار
تھی اور ہمیشہ آپس میں لڑتی رہتی تھی اب ہنر منہ معمول منتظموں نے مفید عہد و پیمان کرکے
ہمیشہ کل فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہندوستانی رؤسا کو سپاہ کی تنخواہ کے لیئے فقط
روپیہ دینے سے یہ فائدے حاصل ہوئے کہ وہ اپنے ملک کی آمدنی کا انتظام بخوبی کریں اور

سرکش سپاہ کی بغاوت کی آفت سے بچے اور اپنے گھر میں چین و آرام سے بیٹھے لیکن سبسیڈری (زر موعودہ سپاہ کے معاوضہ کا) ہندوستانی رؤسا بہت ہی بے قاعدہ ادا کرتے تھے اس لیئے وہی پرانا دستور العمل ایشیائی جاری کرنا پڑا کہ سپاہ کے خرچ کے لیئے زمین مقرر کی جائے۔
اسوقت ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کو پنجاب سے کچھ تعلق نہ تھا اور تین سٹیٹس (ریاستوں) کی طاقت وسعت سے تعلق تھا انہیں سے دو مسلمانوں کی ریاستیں اودھ اور حیدر آباد تھیں انہوں نے لارڈ ولزلی کی اس درخواست کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہیں کیا ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی بغیر انگریزوں کی حراست کے غالباً اپنے تئیں مدت تک سلامت نہیں رکھ سکتی تھیں۔
حیدر آباد کے نظام کے ساتھ ٹیپو کی تقسیم میں بڑا فیاضانہ سلوک کیا گیا تھا۔ ٹیپو کے ہلاک ہونے سے نظام کو اپنے ایک دشمن دیرینہ سے فراغت ملگئی تھی سنہ ۱۸۰۰ء میں نظام نے برٹش گورنمنٹ کو ہمیشہ کے لیئے بہت سے ضلعے اپنی ریاست کے بعوض افزائش سبسیڈری فوج کے اسلیئے دیدیئے کہ سبسیڈری سپاہ کی جو افزائش ہوئی ہے اسکو باقاعدہ تنخواہ دی جائے نواب وزیر اودھ میں تخت نشین انگریزوں کے سبب سے ہوا تھا اسکے ملک کا حال ابتر و پریشان تھا اسکی سپاہ سرکش تھی اور اسکے خزانہ کا حال بھی اس سبب سے خراب ہو رہا تھا کہ اسکو انگلش گورنمنٹ کی سپاہ کے خرچ کے لیئے بہت روپیہ دینا پڑتا تھا۔ ان دقتوں کے سبب سے اس نے انگریزوں سے درخواست کی کہ وہ اپنی پادشاہی سے مستعفی ہوتا ہے اس درخواست پر گورنر جنرل کو بڑا غصہ آیا اور برٹش گورنمنٹ کی سب سے اول دوست کے ساتھ وہ تھوڑے صبر و تحمل کو کام میں لایا لیکن اصلی ضرورت اسکی یہی تھی کہ معاملات اودھ کا انتظام اچھی طرح کیا جائے۔ لارڈ ولزلی کے حاکمانہ عہد و پیمان کا نتیجہ یہ تھا کہ نواب وزیر نے اپنی سرحد کے سارے اضلاع کمپنی کو دیدیئے جنمیں روہیل کھنڈ بھی شامل تھا۔ وہ جس مدنی ملک سے محروم کیا گیا وہ سب سبسیڈری سپاہ کے خرچ کی برابر تھی اس انتظام سے آخر کار ہسٹینگز کا وہ سرحدی بندوبست جو تیس برس سے بڑا کارگر چلا آتا تھا ٹوٹ گیا۔
اب اودھ کی حکومت میں وہ اضلاع نہیں رہے جنپر مرہٹوں کے اور شمالی مغرب سے اور حملہ آوروں کے حملے ہوتے کل ملک کے بیرونی اضلاع گورنر جنرل نے لے لیئے جسکے سبب سے اودھ کے گرد انگریزی عملداری کے حلقے کھینچ گیئے اور وہ حملوں کی آفات سے بچ گیا اس سے برٹش گورنمنٹ کے

ملک میں یہ بڑی افزونی ہوئی کہ اسمیں ہندوستان کے قلب میں بعض بڑے زرخیز اضلاع آگئے جو گنگا اور اسکے معین دریاؤں کے اوپر کوہ ہمالیہ تک پھیلے تھے اس سے بڑی چوڑی بنیاد پر برٹش گورنمنٹ قائم ہوگئی اس سے ملک کی آمدنی بہت بڑھ گئی اور وہ بالائے ہند میں سیندھیا کی مملکت مقبوضہ کے حدود کے مقابلہ میں آگئے ۔

فصل سوم مرہٹے ۱۸۰۲ سے ۱۸۰۵ء

جب فرانسیسیوں سے مصر خالی ہوا اور انگریزوں سے صلح ایمنس میں ہوگئی تو لارڈ ولزلی کی جنگی تیزی کی کمانی ڈھیلی ہوئی اب تک وہ اپنی پولیسی کو یہ بیان کرتے تھے کہ وہ محض اپنی حفاظت اور صلح طلبی کے لئے ہے جسکی توجیہ یہ کی جاتی تھی کہ مجبوری ہند میں انگلنڈ کی سلطنت کو وسعت اسلئے دی جاتی ہے کہ فرانسیس کے عزمیت کے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس بات پر انکا اصرار تھا کہ ہندوستانی والیان ملک اپنے سپاہیوں کو کم کریں تاکہ وہ اس قوم کے مقابلہ سے انکو محفوظ رکھیں جو تمام دنیا کی سلطنتوں کے تختوں کو اپنی بے انتہا عالی ہمتی اور غارت گری کے آگے ایک کھیل اور تماشا جانتی ہے اور کبھی اس سے سیر نہیں ہوتی لیکن میسور حیدرآباد و اودھ میں فرانسیسوں کے خوف کے امراض متعدیہ دفع ہوگئے تھے لارڈ ولزلی نے لکھا کہ اب ہندوستان میں بڑی ہندوستانی ریاستیں جو برٹش گورنمنٹ سے آزاد بچے ہوئی ہیں وہ مرہٹوں کی ریاستیں ہیں ۔

یہ مرہٹوں کی ہٹ دھرمی تھی کہ باوجود فرانسیسیوں کے دغا و فریب سے بار بار متنبہ ہونے کے انکو انگریزوں پر ترجیح دیتے تھے اور انگریزی حکومت سے دلی بیزاری رکھتے تھے۔ مرہٹوں کی خصلت تھی کہ وہ نچلے نہیں بیٹھتے تھے انکا مقام ایسی جگہ تھا کہ جہاں وہ آیندہ فرانسیسیوں کے ساتھ سازشیں و آمیزشیں کر سکتے تھے بہت سے فرانسیسی افسر سیندھیا کے ملازم تھے ان باتوں کے سبب سے یہ امر گورنر جنرل کے دلنشیں ہوا کہ حزم و احتیاط و دور اندیشی کا مقتضا یہ ہے۔ کہ مرہٹوں کی سلطنتوں کی کونسلوں میں ضرور استیلا حاصل کیا جائے اور کوئی پولیٹیکل کا نظام

ایسا کیا جائے کہ مرہٹوں کے بر خلاف ایک زبردست روک ہو۔ یہ روک مسلمانوں کی ریاستوں سے سب سے بڑی عہد و پیمان سے ہو گئی تھی اور مرہٹوں کے تین طرح سردار سپند ھیا۔ ہلکر۔ راجہ ناگپور تھے جو آپس میں ایک دوسرے پر اپنے استیلاء واستعلاء کے لئے ہتیار چلا رہے تھے۔ ان تینوں سرداروں کا سردار پیشوا تھا۔ جو پونہ میں رہتا تھا۔ اسکی گورنمنٹ کو ان تینوں سرداروں کی سپاہیں جو انھی کے ملک سے پرورش پاتی تھیں دھمکا رہی تھیں اسلیئے برٹش گورنمنٹ کے لئے یہ وقت نہایت مناسب و موزوں تھا کہ وہ پیشوا سے اسکی حراست و محافظت کے لئے پیغام کرے اگر ان سرداروں کی سپاہیں پیشوا کو زیر و زبر کر کے مرہٹوں کی کل سلطنت کی مالک ہو جاتیں تو غالباً پھر وہ ملک انگریزوں کے ساتھ رزم آرائی میں پیشقدمی کرتیں۔ پھر اب تک پیشوا باجے راؤ انگریزوں کے ساتھ سیدھی عہد و پیمان کرنے سے گریز کرتا لیکن اسکا ہلکر سے سخت بگاڑ ہو گیا تھا اسنے اسکے بھائی کو بڑے ظلم سے مارا تھا۔ اسکی دارالسلطنت پر ہلکر چڑھائی کرنے کے لئے سفر کر رہا تھا کہ پیشوا اسکی امداد کو سیندھیا آیا۔ ایک جنگ عظیم ہوئی جسمیں ہلکر کو شکست ہونے کو تھی کہ اُس نے اپنے سواروں کے ساتھ لیکر ایسا دلیرانہ حملہ کیا کہ دشمنوں کے سپاہیوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا پیشوا ایک قلعہ میں بھاگ کر گیا اور وہاں سے اپنا ایلچی انگریزوں کے پاس بھیجکر ان سے امداد کی درخواست کی پھر وہ جلد بمبئی کے پاس بسین میں چلا گیا یہاں اُس سے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ یہ عہد و پیمان کیئے کہ انگریز اپنی ایک زبردست سپاہ سے اسکی محافظت کریں اور وہ اس سپاہ کا خرچ ادا کرے اور یہ سپاہ ہمیشہ اسکے ملک میں رہا کرے اور وہ جو غیر ریاستوں سے اپنے تعلقات پیدا کرے وہ انگلش پولیسی کے ماتحت ہوں۔

اس عہد نامہ سے لارڈ ولزلی کا ایک اور مقصد اعظم یہ بھی حاصل ہوا کہ مرہٹے جو نظام کو دیا کر بے حد دعوی اسپر کرتے تھے اُن کے اندر بیچ میں پڑنے کا اختیار برٹش گورنمنٹ کو حاصل ہو گیا جسکے سبب سے حیدرآباد کی ریاست برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں آگئی

ہو گئی اب مرہٹوں کو اپنی تمام درخواستیں نظام کی بابت برٹش گورنمنٹ سے
کرنی پڑتیں پیشوا کے ساتھ اس عظیم الشان عہد و پیمان کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی
گئی اب پیشوا اپنی دارالسلطنت پونہ میں انگریزی سپاہ کو اپنی حراست کے لئے ساتھ
لیکر داخل ہوا اس سپاہ کے کمانڈر جنرل آرتھر ولزلی تھے۔ مرہٹوں کے سردار جو آپس
میں لڑ رہے تھے انکو معلوم ہو گیا کہ انکی گورنمنٹ کا مرکز انگریزوں کی حراست میں
آگیا اب لارڈ ولزلی کا نظام اپنی معراج پر پہنچ گیا تھا انگریزوں کی سب سڈری
سپاہیں چار بڑی زبردست ریاستوں کی دارالسلطنتوں میسور، حیدرآباد، لکھنؤ
پونہ میں مقیم ہو گئیں ان ریاستوں میں جو جھگڑا فساد اٹھتا وہ برٹش گورنمنٹ کی ثالثی
سے فیصل ہونے لگا انمیں کسی اور یوروپ قوم کی مداخلت بالکل خارج ہو گئی۔
لارڈ ولزلی ان ہی ستونوں پر ایک مستقل شائستہ مہذب و باضابطہ و ترتیب انتظام کے
استیلا و استقلال کی مستحکم عمارت بنا رہا تھا جسکے گرد جھر جھری منتشر و پریشان باتیں تھیں
انہیں کی جگہ پر یہ عمارت بن رہی تھی لسبین کے عہد و پیمان مرہٹے سرداروں کو ناگوار
تھے وہ یہ جانتے تھے کہ اسکے سبب سے ہمارے اتحاد کی جڑ پر تیشہ زنی ہوئی ہے اور
پونہ میں برٹش گورنمنٹ کے رعب داب و اثر کا غلبہ پایا انکی آزادی کو مغلوب کریگا۔
مرہٹوں کی سلطنت کا جو سر تھا وہ برٹش گورنمنٹ کے قابو میں آگیا تھا اسکا طبعاً یہ
اقتضا ہوگا کہ ایک عرصہ میں مرہٹوں کی اور ریاستوں و حکومتوں کو اپنی ماتحتی کی
حالت میں لائیگی انکو جو یہ خوف تھا وہی وقوع میں آیا۔ مقابلہ کے لئے انہوں نے
اپنا ارادہ مصمم کیا انہوں نے لسبین کے اس عہد و پیمان کے قبول کرنے سے پہلو تہی کی
اور یہ سوال کیا کہ پیشوا کو بغیر انکی منظوری کے ایسے عہد و پیمان کرنے کا اختیار کہاں
تھا؟ انہوں نے اپنے سب آپس کے جھگڑوں کو اٹھا رکھا اور سب کا میلان خاطر اس
طرف ہوا کہ پہلے اس خوف کو رفع کیجئے جو سب کے پیچھے لگا ہوا ہے مرہٹوں کے سرداروں
میں راجہ ناگپور جسکو عوام راجہ برار کہتے تھے بڑا رعب داب رکھتا تھا۔ وہ
برٹش کے برخلاف سازش کرنے میں کامیاب ہوا لیکن ہلکر اس میں سعید [illegible]

شریک نہیں ہوا گو اُس نے آپس کی جنگ کو ملتوی کر دیا اور بڑودہ گائکوار علیحدہ رہا۔
اور ناگپور کے ساتھ سیندھیا شریک ہوا۔ ان دونوں سے جب برٹش سفیر نے انکے ارادوں
کی وجہ پوچھیں تو اُنہوں نے اسپر کچھ التفات نہیں کیا اور حیدرآباد کی سرحد پر چڑھائی
کی۔ مرہٹے ہر وقت ملنے کو مفید مطلب اس لیئے جانتے تھے کہ انکو امید تھی کہ ہم ہلکر کو
سمجھا بجھا کر سازش میں شریک کر لینگے اور اسی وجہ سے برٹش کے لیئے یہ امر کارآمد
تھا کہ ان دو تو سرداروں پر زور ڈالا جائے کہ وہ جنگ کا یا صلح کا فیصلہ کریں۔
یوروپ میں ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی ہونیوالی
ہے انگلنڈ کے وزراء نے گورنر جنرل ہند کو آگاہ کیا کہ ایک فرانسیسی بیڑا برسیٹ میں پسٹ
کے لیئے تیار ہو رہا ہے اُنہوں نے اسکو حکم بھیجا کہ فرانسیسی اور الافاموں کو جو عہدنامہ کے
موافق واپس کی گئی تھیں اُنپر سے اپنا قبضہ نہ اُٹھائے اور سپاہیوں کی لڑائی کے لیئے تیار کر
اسی وقت میں گورنر جنرل پر اعتراض ہوئے کہ اسنے سپاہ کی خرچوں کی زیادتی اور کمپنی کی
تجارت کے تبدل آمدنی پر توجہ نہ کی اور دوسری طرف توجہ کی
جو گورنر جنرل کی نزدیک نہایت نامناسب تھے اور انکو ناگوار گذرے۔
لارڈ ولزلی نے اپنا استعفا پیش کیا اور وزراء انگلنڈ سے درخواست کی کہ تجارت کی تبدیلی
حالت کے سبب کورٹ اوف ڈائرکٹر کو جو غصہ و خوف ہوا ہے اسپر وہ اس توجہ دلی سے مشغول
ہوں جو سچی دانائی ضعیف عقل و تعصبات و جہالت و جذبات نفسانی تک وسعت رکھتی ہے۔
اسکے ساتھ ہی اُس نے بڑی پھرتی و چالاکی سے سیندھیا و راجہ ناگپور سے لڑنے کے لیئے بڑے
اعلےٰ درجہ کی تیاریاں کیں۔
جب انگریزوں و فرانسیسیوں کے درمیان پرخاش میں شدت ہوئی تو گورنر جنرل نے تمام اپنی
فوجی قوتوں کو ایک اعلےٰ درجہ کے افسر کے ماتحت یکجا جمع کرنا نہایت ضروری جانا۔ آرتھر ولزلی
نے بتلایا کہ دراصل یہ خوف بہت تھوڑا ہے کہ فرانسیس اس قابل ہونگے کہ اپنے سپاہیوں کو مرہٹوں سے
ملا دیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر انکی فوجیں خشکی میں اُتر بھی آئیں تو اپنے سب ضروری سامان
کے لیئے محتاج ہونگیں اور اپنے رسدگاہ سے انکا انقطاع ہو جائیگا لیکن پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ

یورو بین جنگ عظیم سے ہمیشہ ہند میں انگریزوں کا منصب جو کھوں میں آتا ہے لارڈ ولزلی نے
خوب دیکھ لیا کہ جس سلطنت کو وہ خشکی میں قائم کر رہا ہے اسکی سلامتی در اصل اسپر موقوف ہے
کہ سمندر میں حکمرانی یا عظمت و شان قائم رکھی جائے اس نے وزارت انگلینڈ سے یہ التماس
کی کہ جب تک کیپ گڈ ہوپ اور موریشس اہل فرانس کے ہاتھ میں ہیں ہمیشہ سواحل ہند پر ویرانی
و پریشانی رہیگی اور خشکی میں فرانس کی امداد کی امیدوں سے ہمارے دشمنوں کی ہمت و جرأت بہت
بڑھتی رہیگی خلاصہ یہ ہے کہ اس موقع پر کہ ایشیا و یوروپ میں فرانسیس سے جنگ از سر نو شروع ہوئی
رشوتیں اپنے اوپر تکلیف گوارا کرنے میں اور فوج کشی کی تیاریوں میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی کہ اس سعی
ہند میں برٹش ایمپائر کے استحکام کی اور آیندہ ہند کی بالکل آسودگی کی تکمیل ہو جائے وقتاً فوقتاً
لارڈ ولزلی نے مقاصد مذکور کے حاصل کرنے کے لیئے جو ترکیبیں کیں خواہ اُن پر کچھ ہی خیال کیا جائے
مگر یہ ناممکن ہے کہ اسکی یہ مدح و ثنا نہ کی جائے کہ اُس نے پولیٹکل افق پر خوب صفائی و دور بینائی
سے پیمایش کی -
گورنر جنرل نے ان خیالات و ارادوں کے ساتھ جنرل ولزلی کو جو مغربی ہند میں سیندھیا سے مقابلہ
کر رہا تھا اور جنرل لیک کو جو شمال و مغرب میں سیندھیا کے ممالک مقبوضہ پر حرکت کر رہا تھا احکام
بھیجے جنکا مقصد اعظم یہ تھا کہ سیندھیا کی طاقت تحلیل ہو جائے اور صلح ہو جائے جس سے برٹش گورنمنٹ
کے ہاتھ میں اتنا ملک منتقل ہو جائے جو ممالک متوسطہ میں سیندھیا کے حدار رکھنے کے لیئے کافی ہو اور اسکا
مغربی ساحل سمندر سے بالکل انقطاع ہو اور اسکو دہلی سے خارج کر دے جہاں وہ شہنشاہ دہلی کی نیابت
کر رہا ہے اور یہاں اسکو پھر ممالک متوسطہ میں واپس کر دے اور اسکے اضلاع اور شمالی ہند کے
درمیان حد فاصل قائم ہو جائے دہلی میں موسیو پیرون سیندھیا کے بڑے لائق فرانسیسی افسروں میں
سے ایک تھا اسکے زیر حکم ایک بڑی قواعد داں سپاہ موجود تھی اس کے تصرف میں ایک قلعہ متصرف تھا
جس میں شہنشاہ شاہ عالم کو قیدیوں کی طرح رکھتا تھا اور اسکے نام سے وہ حکومت کرتا تھا
اسکی سپاہ میں چالیس ہزار سپاہ کے قریب تھی اور اس کے ساتھ بڑا توپ خانہ تھا اس کے افسر
فرانسیسی تھے لارڈ ولزلی کا مقصد اعظم یہ تھا کہ اس سپاہ کو منتشر و پراگندہ کر دے اس کو سیندھیا کے
تعلق .. [illegible] سے زیادہ رہتا تھا کہ اس کو علم ان مراسلات اور سازشوں کا ہوتا تھا جو

رہٹوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہوتی تھیں۔
و بڑے جرنیل آرتھر ولزلی و لیک جنکو جنگ میں بالکل ڈپلومیٹک اختیارات دیئے گئے تھے
نگریزی سپاہ اپنے زیر حکم لیکر گئے لڑائی شروع کی اور اسمیں نمایاں فتوح اور دل خواہ مقاصد حاصل
لیے جولائی ۱۸۰۳ء میں جرنیل ولزلی نے سیندھیا اور راجہ ناگپور کو مطلع کیا کہ وہ اپنی سپاہیوں کو
نام کی سرحد سے اپنے مقام سے پرے ہٹائیں نہیں ان پر حملہ کیا جائیگا انہوں نے جنرل ولزلی
یہ جواب دیا کہ اول وہ مراجعت کرے لیکن اس مراجعت سے وہ ملک جو انکی حرکتوں سے معرض
طر میں تھا چھوڑنا پڑتا تھا اسلیئے انگریزی لشکر آگے بڑھا اور اپنے حسب ضابطہ اشتہار جنگ دیدیا
نغ جنگی دیدگاہ ممالک متوسطہ ہند کا وہ حصہ تھا جسمیں حیدرآباد کی شمالی سرحد ان دو مرہٹے
رداروں کی ممالک مقبوضہ سے ملتی تھی۔ ۱۸۰۳ء میں اسیسی میں لڑائی ہوئی سیندھیا کی سپاہ
لیرانہ اچھی طرح لڑی اور ڈی بوئن کی پرانی پلٹنیں میدان جنگ میں ڈٹی رہیں اور انکے توپخانہ
نے انگریزی پیدل سپاہ کو بڑا نقصان پہنچایا اور اپنی توپوں پر سپاہی لڑتے ہوئے مارے گئے
رجنرل ولزلی نے قطعی فتح حاصل کی اور وہ برار کی طرف آگے بڑھا اور ارگاؤں میں راجہ
گپور کی سپاہ کو شکست فاش دی اور حملہ کرکے گاول گڈھ کا قلعہ لے لیا اور سال کے ختم ہونے سے
پہلے ان دو لوٹنے والے مرہٹہ سرداروں سے ان شرائط پر صلح ہوگئی جو برٹش کمانڈر نے لکھائیں
ال مغرب میں جو جنرل لیک نے فتوح حاصل کیں وہ بھی ایسی ہی با وقعت و عظمت تھیں اس نے حملہ
رکے علی گڈھ کو لے لیا۔ دہلی میں جو سیندھیا کی سپاہ تھی اسکو پراگندہ کردیا۔ دہلی کے قلعہ پر قبضہ
یا اور بادشاہ کی ذات کی محافظت اپنے ذمے لی آخر کو نومبر ۱۸۰۳ء میں لسواری میں
ریزی اور سیندھیا کی سپاہ میں سترہ پلٹنیں قواعدداں پیادوں کی تھیں اور اسکے ساتھ عمدہ
پخانہ تھا یہی آخری سپاہ قواعدداں سیندھیا کی تھی وہ ایسی بہادری سے لڑی کہ لیک نے لکھا
اگر پیروں اور فرانسیسی افسر مرہٹوں کی ملازمت چھوڑ کے نہ چلے جاتے تو فتح کا حاصل ہونا مشتبہ
جاتا باوجود اسکے اس سپاہ نے بڑی بہادری سے وہ معرکہ آرائی کی جو اکثر شمالی ہند
سپاہیں کیا کرتی ہیں اور جب تک میدان جنگ میں وہ لڑتی رہیں کہ اسکی ساری توپیں چھین
یں اور آخرکار اسکو عزت کے ساتھ شکست ہوئی۔

ان سخت لڑائیوں کا جنمیں فتوح حاصل ہوئیں نتیجہ یہ تھا کہ وہ فوجی انتظام جسپر سیندھیا کی برتری
و علویت کی عمارت قائم تھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اسکا جو تعلق بادشاہ دہلی کے ساتھ تھا وہ جاتا
رہا پونہ میں سکار عجب اب باقی نہیں ہا وہ پیشوا کی سلطنت کا نہایت مہیب رکن تھا دونو سیندھیا
اور راجہ ناگپور نے اپنے تئیں حالتِ زار میں دیکھا کہ تمام ملک مقبوضہ انکے ہاتھ سے نکل گیا۔ اپنے
سپاہیوں کے برباد ہونے کے بعد بادلِ ناخواستہ ان شرائط پر وہ راضی ہو گئے جو برٹش
گورنمنٹ نے لکھائیں حسب ضابطہ بسین کے عہدنامہ کو تسلیم کیا اور عہد پیمان ہوئے کہ انگریزی سپاہ
اسکی محافظت کرے سیندھیا نے برٹش کو اپنے تمام شمالی اضلاع جو جمنا کے دونو طرف تھے۔ اور
اپنے مغربی ساحل کے تمام بندرگاہ اور ممالک مفتوحہ دیدیے۔ دہلی کا شہر جو شہنشاہ مغلیہ کا قید خانہ تھا
انگریزوں کے حوالہ کیا اپنے تمام فرانسیسی افسروں کو موقوف کیا اور اس امر کو منظور کیا کہ اس کی
سرحد کے قریب ایک بڑی سپاہ انگریزی رہا کرے جسکا خرچ وہ خود دیا کرے۔ راجہ ناگپور نے برار
پھر نظام کو حوالہ کیا اور برٹش گورنمنٹ کو ضلع کٹک دیدیا جو خلیج بنگال پر مدراس کے اضلاع
بالا اور بنگال کے جنوب مغربی اضلاع کے درمیان واقع تھا۔

جسونت راؤ ہلکر اس امید میں جنگ سے علیحدہ رہا تھا کہ وہ اپنے رقیب اور دشمن سیندھیا کی تباہی سے
مستفید ہوگا وہ مرہٹوں کے پٹھے غول کے ساتھ راجپوتانہ کے آزاد مقاموں میں رہتا تھا اب اس نے
یہ ارادہ کیا کہ سیندھیا کی حالت غیر محفوظ سے مستفید ہو لارڈ لیک نے اس کو اطلاع دی کہ وہ
اپنے ملک کو مراجعت کرے اور اگر وہ اس بات کو نہیں قبول کریگا تو اسپر انگریزی سپاہ حملہ آور ہوگی
ہلکر ہمیشہ اپنی مرہٹوں کی پرانی سپاہیانہ چالوں کے نظام کو اختیار کرتا۔ سبک رو سواروں کو ساتھ لے کر
ایک جگہ لوٹ مار کی پھر اور دوسری جگہ جاکر حملے کیے وہ انگریزوں کا بڑا چالاک اور
آزار رساں دشمن نکلا کرنیل مونسن کو وہ اپنے تعاقب میں بہت دور فریب دیکے لے گیا۔
اور پھر دفعۃً ان پر حملہ کیا اور اسکی تمام سپاہ کو تقریباً ہلاک کیا پھر نوامبر ۱۸۰۴ء میں دیگ میں انگریزی
سپاہ سے دلیرانہ جنگ لڑا اور اسکے دوست بھرتپور کے راجہ نے بھرتپور کے محاصرہ اٹھانے پر انگریزی
جنرل کو مجبور کیا۔ لیکن لیک کی فوج رواں نے ہلکر کا تعاقب کیا اور اس میں ایسی پھرتی و چستی
و چالاکی کی کہ ہلکر متحیر ہو گیا اور اسکی ساری سپاہ کو منتشر کر دیا۔ ہلکر پنجاب میں جاکر پناہ گزین ہوا

پھر وہ برٹش گورنمنٹ سے ان عہد و پیمان کرنے پر راضی ہو گیا جو سیندھیا اور راجہ ناگپور نے
انگریزوں سے کئے تھے اور اپنے ملک میں پھر آ گیا۔

فصل چہارم لارڈ ولزلی کی پولیسی کا رو یعنی انکے انتظامات و تدابیر کا حسن و قبح

ان سب لڑائیوں کا نتیجہ و حاصل یہ تھا کہ کل ہندوستان میں آیندہ انگریزی پولیٹکل استیلا
و استعلا برتری و علویت کا مقابلہ کرنا ناممکن ہو گیا ہندوستان میں گزشتہ بیس برسوں سے ہندوستانی
صاحب ملک فرنگستانی فوجی نظام کی تقلید کر کے سپاہیوں کو قواعددانی بتاتے تھے اس کو
ولزلی اور لیک کی فوج کشیوں نے مٹا دیا اور مرہٹوں کے ہاتھوں میں اس ہتیار کو توڑ دیا جس پر
میدان جنگ میں مقابلہ کرنے کے اندر وہ بہت بھروسا رکھتے تھے۔ مسلمانوں و مرہٹوں کی
بڑی بڑی ریاستیں بہت سی پلٹنیں اور ہزاروں تنومند سپاہی ماتحت فرنگستانی افسروں کے
رکھتے تھے انکی بجائے لارڈ ولزلی نے سبسڈری عہد و پیمان کے موافق اپنی سپاہ کے ڈویژن
مقرر کیے جنمیں بائیس ہزار سپاہی تھے جنکی چھاونیاں ان ہندوستانی ریاستوں کے اندر
یا انکی سرحدوں پر رہتی تھیں وہاں ہی ریاستوں کی آمدنی سے انکا خرچ دیا جاتا تھا اور آیندہ
سے آیندہ انہیں فرنگستانی افسروں کا نوکر رکھنا بغیر برٹش گورنمنٹ کی اجازت کے ممنوع
ہوا تھا اور اس عہد و پیمان کا اثر یہ بھی تھا کہ ہندوستانی ریاستوں کو آپس میں لڑنے کی
ممانعت تھی۔ یہ آپس کے تمام جھگڑوں کا انفصال برٹش کی ثالثی کو سپرد ہوتا تھا سپریم گورنمنٹ
فرمانرواؤں رئیسوں کے ملکوں کو حدود مقرر کر دیتی تھی جنمیں وہ حکمرانی کرتے تھے اور آیندہ
انکا آپس میں اختلاط و ارتباط کرنا کسی ایسے مطلب کے لیے جو برٹش گورنمنٹ کے حق میں مضر
ہو منع کیا گیا اور ان ہندوستانی ریاستوں و کسی ایک اجنبی سلطنت کے مابین مراسلت
اور آمد و رفت کے ابواب پر بالکل قفل لگائے گئے۔

اب تک مرہٹوں کے سرداروں نے ممالک متوسطہ ہند میں جو ملک ٹکڑے ٹکڑے کر کے
مختلف مالکوں سے اوقات مختلفہ میں چھینا تھا وہ نظام و پیشوا و راجپوتوں کے قلمرو ون سے

ایسا خلط ملط تھا کہ حقوق ملکی اور آمدنی کو آپس میں الجھیڑے میں ڈالتا تھا اور اس کے سبب سے مداخلت بیجا اور فسادوں کے بڑھانے کے لیئے بہانے پیدا ہوتے تھے۔
لارڈ ولزلی کی پولیسی یہ تھی کہ اول ہندوستان کے اس حصہ کا پولیٹکل نقشہ ایسا مرتب ہونا چاہیئے کہ ہر ایک حکمران مرہٹہ کی ریاست کی صاف صاف حدود بندی معلوم ہو دوم اسکے یہ مقاصد تھے کہ مرہٹوں کی ملک متحدہ کے درمیان بعض چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو مرہٹوں کی نہ ہوں داخل کرے اور شمالی ہند میں مرہٹوں اور برٹش کے درمیان حد فاصل قائم کرے اور ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی جو انگریزی عملداری کی سرحد پر ہوں انکی آزادی کی برٹش گورنمنٹ کفیل ہو۔ سوم وہ یہ چاہتا تھا کہ جنرل ہند کا نقشہ از سر نو مرتب ہو جسمیں مدراس کے بڑے بڑے ممالک مقبوضہ کا تسلسل بنگال کے دار المرکز حکومت سے ہو جائے اس استحکام و ارتباط کے کام کو بارہ برس بعد لارڈ ہیسٹنگز نے آگے بڑھایا۔ ڈیلہوزی نے اسکو کمال پر پہنچایا۔ لارڈ ولزلی نے تمام ہندوستان کی باستثناء پنجاب و سندھ کے ملکی تقسیم کی جو آیندہ چالیس برس تک قائم رہی اور اب تک اسکا بڑا حصہ زندہ ہے جب شاہی شہروں دہلی آگرہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور انکے ساتھ جمنا کے دونو طرف متصل ملک ہاتھ آیا اور گنگا جمنا کا دوآبہ ممالک مقبوضہ کے ساتھ الحاق کیا گیا تو انگریزی عملداری بنگال سے شمال مغرب کیطرف پہاڑ تک بڑھ گئی اور اسکی سرحد جمنا کے اوپر کی طرف قائم ہوگئی دونو کناکے ضلع کے حاصل ہونے کے سبب سے - - - - - - - - - -
پریسیڈنسیاں بنگال اور مدراس آپس میں علی الاتصال جنوب یا مشرقی ساحل سمندر پر ہوگئیں یس انگریزوں کو مملکت ہمالیہ پہاڑ سے نیچے خلیج بنگال تک ایک بڑے فراخ خطہ میں بغیر کسی فصل کے ہو گئی اور مدراس کے غایت جنوبی ضلع نے جب ساحل مغربی کا ملک حاصل کیا تو ہندوستان کے کل سواحل بحر پر انگریزوں کی حکومت کو کامل کر دیا ۔
ان سب باتوں سے زیادہ یہ بات تھی کہ لارڈ ولزلی نے مرہٹوں کو دہلی سے نکالدیا۔ اور مغلوں کے بادشاہ کی اور اسکے خاندان کی محافظت اپنے ذمے لے لی اور اس کام کے کرنے سے پولیسی میں بڑی تبدیلی کی کم از کم پچاس سال سے یہ ہو رہا تھا کہ جو کوئی غاصب سلطنت

یا اولوالعزم حیا نیا زدار السلطنت دہلی پر قابض ہوتا وہ کاغذوں پر بادشاہ کے دستخط
کرانے کا مختار ہوتا وہ بادشاہی دربار کو جو کچھ اختیار نہیں رکھتا تھا ڈراتا اور کسی اعلےٰ
عہدہ پر اپنے تئیں بادشاہ سے مقرر کرا کے فرمانروائی کرتا یا بادشاہ سے ملک اپنے لیے
لیتا اور اسکا مالک بنجاتا ابتدائی زمانہ میں انگلش اور فرنچ کمپنیوں نے یہ بڑی احتیاط کی
تھی کہ دہلی کے شہنشاہ سے اپنے لیئے دستاویز حیثیت حاصل کر لی تھی یہ مشہور ہے کہ جب امینس کے
عہدنامہ کے موافق پونڈچیری فرنچ کو واپس دیا گیا تو بونا پارٹ کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ اس نے
ہندوستان میں فرانسیسی دار الاقامتوں میں ایک بڑا ملیٹری اسٹاف بھیجا کہ سیندھیا کی
ملازمت میں جو فرانسیسی افسر ہیں انکی معرفت اسکی سفارت شہنشاہ دہلی سے مراسلت کرے
۱۸۰۳ء میں بونا پارٹ کا یہ منصوبہ کرنا وحشیانہ حرکت تھی کہ وہ خشکی میں ہندوستان کے
اندر یہ عزیمت کرے کہ ایک ایلچی سفارت اسلیئے بھیجی کہ وہ خاندان شاہی کو اس کے
ظالم دشمنوں کے ہاتھوں سے نجات دلائے لارڈ ولزلی کو فرانسیسیوں کی اس دھمکی دینے
سے کہ وہ اپنی قوت کو عظمت جلال کے ساتھ ہندوستان میں قائم کرنا چاہتے ہیں اس قدر
اطمینان حاصل ہوا کہ مجبوری اس نے اسمیں ذرا تامل نہیں کیا کہ عالیجناب شاہ عالم کی ذات
اور اسکے خاندان اور اسکی برائے نام حکومت کو برٹش گورنمنٹ کی محافظت میں لے لیا
اس نے باضابطہ انکار کیا کہ وہ بادشاہی حقوق کو کام میں لا کر یہ ارادہ نہیں رکھتا۔ کہ وہ
ریاستوں پر اپنی برتری و استعلا حاصل کرے یا فرمانروائی کرے۔ اس نے ظاہر کیا کہ
اسکا مقصد یہ ہے کہ برائے نام جو بادشاہی چلی آتی ہے جسپر پہلی بادشاہی کا پرچھانوا
تک نہیں پڑا اسکو بالکل برخاست کرے۔ انگریزی ہتیاروں نے شاہ عالم کو نہایت
ذلت کی حالت سے نکالا تھا۔ لارڈ ولزلی نے شاہانہ اعزاز کے ساتھ شہر بند قیدی بنا کے اسکا
بہت بڑا وظیفہ مقرر کر دیا۔ پچاس برس تک انتظام یہی رہا کہ ناگاہ انگریزی سپاہ کی
سرکشی سے غدر برپا ہوا جسکے سبب سے خاندان مغلیہ کی سلطنت اور خاندان کی استخوان
بوسیدہ بھی باقی نہ رہیں۔

لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹرز کو جو انگریزوں کی مشرقی سلطنت کے استحکام کے

اور ہندوستان میں امن و عافیت کے قائم کرنے کے لیئے جو لڑائیاں اور صلحیں کیں انکا
خلاصہ اپنے اخیر مراسلہ میں لکھا ہے جسکے اخیر فقرہ کا یہ مطلب ہے کہ
اب برٹش گورنمنٹ اور ہندوستان کی بڑی بڑی ریاستوں کے مابین رشتۂ اتحاد اس
اصول کے موافق مضبوط ہوگیا ہے کہ ہر ریاست کا مقصود یہ ہے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد
رکھے جس نے ان ریاستوں میں سے ہر ریاست کو اس ناجائز عظمت سے محروم کردیا ہے جو
اوروں کے حقوق اور ممالک کے غصب کرنے سے حاصل ہوئی تھی اور اس نے اپنی عظمت
سے ہر ریاست کو جدا جدا حکومت کا اختیار دیا ہے کہ اپنی ریاست کی حدود کے اندر
جو اسکے واسطے مقرر ہیں کام میں لائے بشرطیکہ وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے بیشک یہی زمانہ
ہے کہ جسمیں لارڈ ولزلی کی قوت بازو اور عالی دماغی سے ملک کی نہایت افزونی حاصل
ہوئی کہ تین ہندوستانی پریسیڈنسیاں مستقل طور پر قائم ہوئیں ۱۷۹۲ء میں مدراس پریسیڈنسی
کے علاقہ میں ساحل سمندر پر چند اضلاع تھے جنمیں انگریزی عملداری تھی لیکن ۱۷۹۹ء
اور ۱۸۰۱ء کے درمیان میسور کا حصوں میں تقسیم ہونا اور تنجور کی ریاست کا منتقل ہونا
اور حیدرآباد سے ملکوں کا انگریزوں کو ملنا اور کل کرناٹک کا کمپنی کے ہاتھ میں منتقل ہونا
مدراس کے احاطہ حکومت و انتظام میں بڑے زرخیز قطعات کو لایا جنہوں نے
جنوب میں ایک بڑی گورنمنٹ کا صدر مقام مدراس کو بنایا۔ مغربی ہند میں بمبئی پریسیڈنسی
جو اب تک سواحل بحری پر محدود و مقید تھی اور اسکے بڑی عظمت بندرگاہوں میں اور
تجارت کے کاموں کے سبب سے تھی ...... اسمیں بڑے بیش قیمت اضلاع گجرات کے
ملگئے اور گورنمنٹ کو استیلا و استعلا بغیر کسی خلل و فساد کے ہمسایہ کی کل ریاستوں میں
مرہٹوں کی دارالسلطنت پونہ میں حاصل ہوگیا۔ شمالی ہند میں مرہٹوں کا کچھ عمل دخل
نہیں رہا کہ بندیل کھنڈ کا خطۂ عظیم ہے جسمیں بہت چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں اسکے
ایک حصہ میں برٹش حکومت قائم ہوگئی اور دوسرے حصہ میں اسکا رعب داب قائم
ہوا۔ اودھ نے جو اضلاع دیئے اور سیندھیا سے جو اضلاع فتح کرنے سے
حاصل ہوئے اسمیں باآئین انتظام انگریزی ہوا۔ کلکتہ پریسیڈنسی جسکی وسعت

اور بیان ہوئی کہ خلیج بنگال سے شمال مغرب کیطرف ہمالیہ تک پہنچے تھے۔
پنجاب اسکی سرحد پہ تھا وہ اب سے آگے سلطنت عظیمہ کے حکمران قوت کا
مرکز بن گئی وہ ہندوستان کے سب سے زیادہ زرخیز اور آباد اضلاع پر فرمانروائی
پیراہ راست بلا واسطہ کرتی تھی اور وہ ہر ریاست پر اور دریائے ستلج کی ریاستوں کے
ایک مجموعہ پر بواسطہ اپنی حکومت رکھتی تھی وہ سب کو اپنے ہی احاطہ اقتدار
کے اندر رکھتی تھی اور اپنی بادشاہی کے خارجی حدود میں سب کو گھیرے ہوئے
تھی۔ پنجاب جسمیں سکھوں نے اپنے تئیں سربلند کر رکھا تھا اور دریائے سندھ کا ملک
اور نیپال کے پہاڑ انگریزی عملداری سے خارج تھے۔

باب ۱۵ پانزدہم

زمانہ وقوف سلطنت

فصل اوّل — ہندوستان میں ری ایکشن یعنی ہندوستان کے معاملات
جو ایک طرف حرکت کر رہے تھے انکا مخالف زور سے تھم جانا یا الٹا چلنا۔
لارڈ ولزلی کے عہد حکومت میں جو فتوح عظیمہ اور ملکوں کے الحاقات ہوئے
اس سے کورٹ ڈائرکٹرز چونک پڑے اور انہوں نے قرض کی افزائش کے
برخلاف رائے ظاہر کی اور افزونی سلطنت پر بھی بڑبڑانا شروع کیا۔
انکی اس مخالفت کو گورنر جنرل بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا رہا۔ مگر
جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وزراء بھی خوف زدہ ہو کر سوچ رہے ہیں کہ گورنر جنرل
بہت جلد بہت دور چلا گیا ہے (اپنے جامے سے پاؤں باہر رکھے ہیں) اور لارڈ
کیسلریگ نے اسپر اعتراض کیا اور قوم نے بھی ہندوستان کی زیادہ تر فتوح اور جنگہائے
عظیمہ کی رپورٹوں سے خائف ہو رہی ہے تو اس نے اپنے آخر عہد میں بہت اعتدال
اختیار کیا۔

لارڈ ولزلی کا علانیہ مقصود یہ تھا کہ کل ہندوستان میں بزور امن و امان قائم

کرے اور برٹش کے ممالک مقبوضہ کی بالاستقلال سلامتی اس طرح حاصل کرے کہ ہر سببہ و لی ریاست پر اسکا جاہ و جلال و استقلال ایسا ظاہر کیا جائے کہ وہ بالجبر یا دوستانہ تعلقات کے عہد و پیمان سے اس ایسی بندش میں آئے کہ اپنے تئیں برٹش گورمنٹ کو سب سے اعلیٰ حکمراں ماتحت یا سختی اختیار کرے اور آیندہ ان میں برٹش گورمنٹ کے غلبہ و ثالثی کے اختیارات کے مقابلہ کرنے میں پیش دستی کا حوصلہ باقی نہ رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائے عہد حکومت تک برٹش گورمنٹ ہندوستان کی ریاستوں کے ساتھ اس بنا پر جو کم از کم برائے نام پولیٹکل مساوات تھی اکثر معاملات تو نہیں کرتی تھی مگر اسکے برخلاف لارڈ ممدوح نے شاہانہ اصول کے موافق انگریزی پولیٹکل برتری کا اعلان کیا اس کے تمام تدابیر اور خیالات بتلاتے ہیں کہ وہ ہند میں از سر نو ایک اور شہنشاہانہ سلطنت بنانی چاہتا تھا وہ یقین کرتا تھا جو سمجھا تھا کہ ملک میں جو انگریزوں کا منصب ہے اسکا بالطبع مقتضا یہ ہے کہ ایسی شہنشاہانہ سلطنت قائم کیجائے وہی صرف برٹش گورمنٹ کی مدامی استحکام کی کفیل ہو سکتی ہے۔

سنہ ۱۸۰۵ء میں لارڈ کورنواس دوبارہ گورنر جنرل ہند مقرر ہو کر آئے جسکے سبب سے پولیسی مذکور میں ایسا تبدل واقع ہوا کہ اس نے گورمنٹ جسطرف حرکت کر رہی تھی اسکو رو کا یا بدل دیا اگرچہ اسکے دوبارہ گورنر جنرل رہنے کا زمانہ بہت تھوڑا تھا مگر اسمیں انکو اتنی فرصت ملی کہ انھوں نے مصالحت کے اصول قائم کیے جنکی انکے جانشینوں نے مدت تک پیروی کی۔

جب لارڈ کورنواس کلکتہ میں ــــ آئے تو انھوں نے دیکھا کہ خزانہ خالی پڑا ہے قرض بہت بڑھ گیا ہے اور سپاہ کے خرچ کے لیے زر نقد کی انتہی طلب ہے کہ کمپنی کا ہندوستان سے تجارت کا مال خریدکر بھیجنا بند ہو گیا ہے اور برٹش گورمنٹ کے استقلال و استیلا کا اعلان ہو گیا ہے اور جن طریقوں اور وسائل سے حکومت کا عمل حاصل کیا گیا ہے اس نے بہت جلد برٹش گورمنٹ کو پولیٹکل جوابدہیوں اور ذمہ داریوں کے ایک فراخ دائرہ میں پھنسا دیا ہے انھوں نے اپنے خیالات ظاہر کیے اور بہ اینہمہ کیں انھوں نے اپنی راہ سے مخالف راہ بتلائی اس نے یہ خیال کیا کہ سب بڑی عہد و پیمان نے صرف ہمکو ذمہ داریوں کے جال میں

پھنسا دیا کہ ہم کمزور یا متمرد ہندوستانی رئیسوں کی محافظت کریں اور بڑی مشقت شاقہ
اٹھا کے انکو سہارا دیں اور انکی آزادی کو بگاڑیں اور انکے مستحکم انتظامات کی طبعی بروے کار
ظاہر ہونے کے مزاحم ہوں اسکے نزدیک انگریزوں کے اغراض کے لیئے اسکی ضرورت نہیں
تھی کہ برٹش گورنمنٹ ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی جو انگریزی عملداری کی سرحد سے متصل
تھیں ایسی محافظ بن جائے کہ دوسری غارت گر ریاستوں کے اندر منجذب ہونے سے بچ
جائیں بلکہ اسکے برخلاف اسکی رائے یہ تھی کہ ہمارے ممالک مقبوضہ کی جو اصلی حدود ہیں اسکے
باہر انگریز کسی کے محافظ نہ بنیں ہندوستان میں کمپنی کا اس طرح پولیٹکل حصار بننا عمل میں نہیں آیا
انگریزوں کو ہمیشہ اسکی ضرورت آ پڑی کہ اپنی عملداری کی سرحد منتظم کے آگے ایک قسم کا ڈھلوان
پشتہ ایسا بنائیں کہ جسکے سبب سے خاص انگریزی اور بعض فساد انگیز یا زبردست ہمسایہ ملکوں کے
درمیان محروسہ ریاستوں یا قوموں کا ایک ٹکڑا حائل ہو جائے۔

لارڈ کورنوالس یہاں آتے ہی تین مہینے کے اندر مر گئے وہ سوائے اسکے کچھ اور کام نہیں کر سکے
کہ پولیسی کی تبدیلی بتلا جائیں۔ لارڈ ولزلی نے جو استادانہ جنگوں میں زر کثیر خرچ کیا تھا اس کے
برخلاف انگلنڈ میں جو خیالات تھے وہی لارڈ کورنوالس کے تھے انکا اثر ایسا غالب ہوا کہ آیندہ
انکے مرنے سے دس برس بعد تک برٹش گورنمنٹ نے سب سے الگ تنہا رہنے کا بہت اچھی
طرح تجربہ کیا۔ کورنوالس کی موت کے بعد کچھ مدت کے لیئے جارج بارلو گورنر جنرل مقرر ہوئے
انہوں نے یہ اصول قائم کیا کہ سلطنت کی خاص حد تک وسعت اور مقامی حکومت اور آمدنی
ایک سکڑے ہوئے دائرہ میں امن و عافیت و سلامتی کے ساتھ سستے خرچ میں حاصل ہو اسنے
ان ہندوستانی ریاستوں سے جن سے خاص عہد و پیمان نہیں تھے بالکل قطع تعلق کیا۔ یہ معلوم
ہوتا ہے کہ جب کوئی انگلو انڈین افسر گورنر جنرل مقرر ہوا ہے تو ملکوں کا الحاق نہایت
کم شاذ و نادر ہوا ہے اور آگے سلطنت بڑھانے کے لیئے حرکت موقوف ہوئی ہے۔
لیکن جارج بارلو نے پیچھے ایک قدم ہٹنا اختیار کیا۔ لارڈ ولزلی نے جو سندھیا کے ساتھ
عہد و پیمان کرنے سے معاہدہ باندھا تھا وہ چھوڑ دیا اور مرہٹوں کے ممالک مقبوضہ کے ساتھ
ملے جلے یا انکے متصل جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں وہ اپنی قسمت پر چھوڑ دی گئیں انگریزوں نے

اپنے اس ارادہ کا اعلان کر دیا کہ ہم لڑائی جھگڑوں سے جدا رہیں گے اور علی العموم ہندوستان
کے عام کاروبار میں شریک نہیں ہونگے اور اپنے ملک کی ترقی میں کوشش کرینگے اور اپنے
ہمسایوں کے جھگڑوں یا آفتوں میں کوئی حصہ نہیں لینگے بیشک اگر سر جارج بارلو ان خیالات
کو جنکا دباؤ اس زمانہ میں اسپر ڈالا گیا تھا پورے طور پر اختیار کرتا تو برٹش گورنمنٹ کو
سب بڑی عہد و پیمان سے کچھہ تعلق نہ رہتا اور ان دو بڑی ریاستوں کے معاملات میں
اسکی بزرگی کا اثر کچھہ باقی نہ رہتا جنمیں سے ایک میں مرہٹوں کا پیشوا پونہ میں حکمراں تھا
دوسرے میں حیدرآباد میں نظام فرمانروا تھا اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ لارڈ ولزلی کا کام
کیا ہوا سب اکارت جاتا اور برٹش گورنمنٹ نے جو برتری و علویت حاصل کی تھی وہ ترک
کرنی پڑتی اور ممالک متوسطہ کا میدان پھر سیندھیا کے لیئے خالی ہوجاتا اور جو سرزمین انگریز
چھوڑتے اسپر سیندھیا فوراً قابض ہوتا بے شک ان آدمیوں پر یہ بات ظاہر تھی جو یہہ
دیکھتے تھے کہ ہندوستان میں انگریزوں کا منصب کیا ہے اور اس کی پولیسی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک
پولیٹکل ابتری اس میں پھر آجائیگی انگریزوں کی عام بے اعتباری ہوجائیگی اور انکے دشمنوں کے
حوصلے اور ہمتیں بڑھ جائینگی اس لیئے گورنر جنرل نے اصرار کیا کہ جو عہد و پیمان ہوئے وہ
قائم اور برقرار رہیں اور اس نے جو منطقی اصول اختیار کیا تھا اس کے برخلاف مجبوری
اسکو یہ کام کرنا پڑا کہ حیدرآباد میں برٹش ڈپلومیٹک بڑی طاقت و زور سے سنبھالنی پڑی

فصل دوم غیر قوموں کی افواہیں

اس عرصہ میں اگرچہ سمندر کی طرف سے ہندوستان کے قریب آنے سے فرانسیسی بالکل روک دیئے
گئے تھے اور جو ہندوستانی ریاست ساحل بحر پر دشمنی کی سازشیں کرنے کے لیئے رسائی
رکھتے تھے اس سے عہد و پیمان انگلش گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد رکھنے کے ہوگئے تھے مگر پھر بھی
خوف کی علامتیں اور دہشتیں پولیٹکل کی طوفان خیز افق پر ایک اور مقام سے نمایاں ہو رہی
تھیں سنہ ۱۸۰۴ع میں شاہ ایران اور روسیوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تھی جس میں شاہ کا
بڑا نقصان ہوا تھا اس نے یوروپ میں نپولین سے امداد کی درخواست کی - - - -

اور اسی قسم کی درخواست کلکتہ میں برٹش گورنمنٹ پاس بھیجی اس زمانہ میں چونکہ ہندوستان میں تخفیف خرچ کی پولیسی غالب ہو رہی تھی شاہ ایران کی امداد کی صورت کچھ نہ ہوئی فرانسیسی اس وقت روسیوں کے ساتھ ایک سخت جنگ کر رہے تھے وہ فوراً ایرانیوں کی پیش قدمی کے لیے آمادہ ہو گئے اور انہوں نے اپنا ایلچی ایران بھیجا کہ دوستی کے عہد و پیمان کرے اور بعض مقاصد بعیدہ کی جنمیں انگلنڈ کی بڑی اغراض متعلق تھیں گفتگو کرے نپولین نے دیکھا کہ ان ایرانیوں کی درخواستوں کے سبب سے اسکو خوب موقع ہاتھ آئیگا کہ وہ اپنی تجویز تجاویز میں جو ایشیا کی فتح کرنے کی ہیں وریولی لکل آمیزشوں کے ذریعہ سے عناصر میں دوبارہ جان ڈالے گا طہران میں اسکا سفیر جنرل گارڈین گیا اسکو ہدایت کی گئی کہ اسکا مقصد اعلیٰ یہ ہو کہ فرانسیس و ترکی و ایران کی مصالحت ثلاثہ اس غرض سے ہو کہ ہندوستان میں جانے کی راہ کشادہ ہو اور اسکو یہ بھی ہدایت ہوئی کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ اگر فرانس کی سپاہ ہندوستان میں پہنچ جائے تو اسکے ساتھ کن لوگوں سے خاص کر مرہٹوں سے مشارکت کی توقع ہو سکتی ہے۔

سنہ ۱۸۰۷ء میں فریدلینڈ میں لڑائی ہوئی جس میں نپولین کو فتح ہوئی اسکے سبب سے شہنشاہ روس کی دشمنی دوستی سے بدل گئی اور فرانس اور روس آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوئے اور شہنشاہ روس الکسندر اول و نپولین کے درمیان اتحاد ہندوستان کو برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہایت دہشت ناک ہوا بالفعل روس ایک ایشیائی قوت تھی اسکا میلان یہ تھا کہ مشرق کیطرف اپنی حکومت بڑھائے اسواسطے یہ بات کوئی تعجب کی نہیں ہے کہ فرانس جو مغربی یوروپ میں قوت و سطوت و سلطنت میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا روس کے ساتھ سازش و آمیزش ہندوستان پر عزیمت کرنے کیلئے کرے جس سے خشکی کی راہ سے ہند پر حملہ ہونے کا خوف پیدا ہوا اس وقت سے ابتک یہ خوف موقوف نہیں ہوا اسکا باربار ہوتا موقت ہو گیا جبتک اسکے عمل میں نہ آنے میں کمی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی نسبتاً اسکے خوف میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اس خوف مزمنہ کا ناگزیر اثر یہ ہوا ہے کہ انیسویں صدی کی ابتدا سے ہند کے شمالی مغربی گوشہ کی طرف انگریزی گورنمنٹ کی توجہ روز افزوں رہتی ہے۔ بیشک اس سمت میں انگریزی عملداری نے بہت وسعت پائی ہے اسکی سرحد ایسی ہے کہ اسپر زخم لگ سکتا ہے اس لیے اسکی پولیسی کا مرکز یہ ہے کہ وہ بالطبع

کہ فرانس اور روس کے شاہنشاہوں میں ذاتی اتحاد ہوا جس میں تغیر نہیں ہوسکتا تھا۔
نپولین نے متواتر الیگزنڈر پر زور ڈالا کہ ہم دونو ملکر ترکی اور ایران کے اندر سے گذر کر ہندوستان
میں انگریزوں پر حملہ کریں اور انکی سلطنت کو غارت کریں اور انکی تجارت کے مخازن کا استیصال
کریں نپولین نے ہر سپاہ کو جو میدان جنگ میں اسکے سامنے آئی متواتر شکستیں دیں اور جو سازش و
آمیزش اسکے خلاف ہوئی اُس نے اُسکو معدوم کیا اور اپنی اس تجویز میں کہ تمام بحری بندروں سے
انگریزی تجارت کو خارج کر دے بڑی بڑی ریاستوں کو اپنا شریک بنایا شہنشاہ روس نے نپولین کی
درخواستوں کی امداد کو بیدلی کے ساتھ اس لیئے قبول کیا کہ وہ ایشیائی فوج کشی کی مشکلات کی مفید
واقفیت رکھتا تھا اور اسکو نپولین کی دوستی پر بھی پورا بھروسا نہ تھا روسیوں کو کسی طرح سے یہ شوق
نہیں تھا کہ وہ وسط ایشیا میں نپولین کے کہنے سے اپنے سپاہیوں کو بھیجکر مقتل کریں۔ فرانسیس
سفارت جو ایران میں گئی تو ایران میں اور اور ایشیائی سلطنتوں میں فرانسیسی ایجنٹوں کے
ہونے سے برٹش گورنمنٹ بڑی گھبرائی۔

فصل سوم غیر سلطنتوں کے ساتھ تعلقات کا بڑھنا

اس زمانہ سے وہ تاریخ شروع ہوتی ہے کہ انگلو انڈین ڈپلومیسی نے ایک بڑے دائرہ میں ایسی
وسعت پائی جو پہلے کبھی نہیں پائی تھی۔ نپولین کی جو تدبیریں ایشیا پر حملہ کرنے کی تھیں اور تمام
سازشیں جو اس نے اپنے اس منصوبے کے لئے کی تھیں انپر وزراء انگلستان کو بخوبی علم حاصل ہوا
فرانسیسیوں کی مخالفت کے لیئے اور انکی اس مہم کے روکنے کے واسطے جو بحر اسود اور کیسپین کی
طرف سے ہونیوالی تھی ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ منٹو نے تمام سلطنتوں کی فرمانرواؤں پاس
جو شمالی مغربی سرحد پر یا اس سے پرے تھے اپنی سفارت بھیجی لاہور میں رنجیت سنگھ پاس
سندھ میں افغان امیر پاس شاہ ایران پاس جو فی الحال فرانس اور روس کے مشترک غلبوں سے
بالکل دہشت زدہ ہو رہا تھا کلکتہ سے جو سفیر بھیجا گیا تھا اسکے بعد انگلستان سے بھی ایران
میں ایک سفیر آیا بہت سی تکراروں اور بدگمانیوں کے بعد یہ عہد نامہ مرتب ہوا کہ انگلستان
ایران کی امداد زر و سپاہ کے لیئے اس حالت میں کرے کہ ناحق کوئی اسپر حملہ آور ہو۔

افغانستان میں سفیر انگریزی مونٹ سٹوئرٹ الفنسٹن صاحب گئے تھے انہوں نے پشاور میں
پہنچ کر دیکھا کہ کل ملک میں آپس میں لڑائیاں ہو رہی ہیں وہاں کا بادشاہ شاہ شجاع
فقط اپنے دار السلطنت کے حواشی پر قبضہ رکھتا ہے درانی سلطنت پر مغرب کی طرف سے
ایرانیوں نے حملہ کیا ہے اور مشرق میں اسکو سکھوں نے دبایا ہے اس سلطنت کے ٹکڑے
ٹکڑے ہو رہے ہیں جنمیں جدا جدا سردار حکومت کرتے ہیں الفنسٹن صاحب نے جو شاہ شجاع سے
عہد و پیمان کئے تھے وہ اسکی شکست پانے سے [illegible] ہو گئے شاہ بھاگ کر جلا وطن ہوا
جسکو تیس برس بعد انگریزوں نے تخت سلطنت پر پھر بٹھایا اور اپنی سپاہ اور اُس کی
جان کو ٹھکانے لگایا یہ تمام تدابیر جو ایران و افغانستان اور سندھ کے ساتھ جلدی
کر لی گئی تھیں وہ سب اس وقت ملتوی ہو گئیں کہ سنہ ۱۸۰۸ء میں سپین میں بلوہ و غدر
ہوا اور روس و فرانس کے درمیان کشیدگی و بیگانگی ہوئی جسکے سبب سے نپولین یورپ کے
کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ اس نے ایشیا کی مہمات کی تدابیر کو بالکل چھوڑ دیا پھر ہندوستان
پر حملہ ہونے کا خوف فرو ہو گیا نپولین کے بالکل مغلوب ہونے تک انگریزوں کو یورپ
میں بڑی جنگ کرنی پڑی جسکے سبب سے ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ بغیر کسی خوف و خلل
کے ہو گیا تمام سواحل کی محافظت ایسے جہازوں کے بیڑوں سے کی گئی جسکا مقابلہ کوئی نہیں
کر سکتا تھا فرانسیسیوں کی سلطنت یہاں بالکل نابود ہو گئی تمام یورپ کی سلطنتہائے
عظیمہ کا تھک جانا اور تمام وسط ایشیا میں سلطنتوں کا تنزل ہونا اور انہیں حرکت کرنے کی
قابلیت کا نہ رہنا ان سب حالتوں کے سبب سے بیس سال تک انگریزوں نے بغیر کسی دغدغہ و خرخشہ
کے آزادانہ سلطنت کی جسمیں کبھی یہ افواہ بھی نہیں اڑی کہ خشکی کی طرف سے حملہ ہوگا جس سے پریشانی
ہوتی تمام سفارتیں جو ہندوستان سے بھیجی گئی تھیں انکا نتیجہ یہ تھا کہ رنجیت سنگھ کے ساتھ سرحد کے
باب میں فیصلہ ہو گیا اسکا افغانستان سے لگاڑ ہو گیا تھا اسلیئے اسکو سندھ کے پار اپنی
مملکت کے بڑھانے کا موقع ہاتھ لگ گیا تھا کہ کشمیر کو اپنی سلطنت میں الحاق کرے اور سکھوں کی
حکومت کو مستحکم کرے ان وجوہ سے وہ چالیس برس تک برٹش گورنمنٹ کا دوست رہا
انجام قبل از وقت سفارت کے کاموں کی تاثیریں کسی طرح سے بالکل وقعت سے خالی

پائے ثبات نہ تھیں ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کی ابتدائی فتوح
سے فرانسیسیوں کی رقابت ان کے ساتھ کیسی متزائد ہوئی اور آخر زمانہ میں ہندوستانی
والیان ملک ور فرانسیسیونکی مراسلت نے اور ہندوستانی ریاستوں کی سپاہ کے فرانسیسی
افسروں کے ہونے نے انگریزوں کے دلوں میں فرانسیسیوں کیطرف سے کس قدر بدگمانیاں پیدا کیں
یہ بتلایا گیا ہے کہ ان باتوں کے سبب سے لارڈ ولزلی نے ناگزیر اپنی اس پولیسی کے زور کو بڑھایا
کہ ہر مسلمان یا مرہٹے کی ریاست کو جو اسکی راہ کو قطع کرے اپنا مطیع یا دوست بنائے اور ہندوستان
کے اندر اپنے ایسے استیلا و استقلال کو قائم کرے جسمیں کچھ جھگڑا نہ کھڑا ہو سکے اسی طرح نپولین کے منصوبونکی
خبروں نے اول انگریزوں کو بحری سواحل کیطرف سے بڑی سرحدوں کی طرف متوجہ کیا اور اول دفعہ برٹش
گورنمنٹ کو بہت بڑی وسیع ایشیائی لڑائی اور ڈپلومیسی کے میدان میں اتارا جس میں وہ آپ سے آگے
بیچ میں وقفے دے دے کر مصروف ہوئی اٹھارھویں صدی کے آخر تک انگلو انڈین کے پولیٹکس کا
میدان ہندوستان کے حدود کے اندر محدود تھا اور وہ ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ
مقید تھا جنپر انگلنڈ اپنی برتری کے ناگزیر طبعی نشو و نما سے بآسانی مالک ہو گیا تھا لیکن اب
یہ پہلی دفعہ تھی کہ انگریز ڈپلومیسی کے میدان میں آئے جس میں مغربی ایشیا کے کل ممالک
کابل سے قسطنطنیہ تک یوروپ اور ہند کے ممالک مقبوضہ کے درمیانی حدود فاصل توجہ سے
دیکھے جاتے ہیں اب سے آئندہ اجنبی و بالاضافت دور کی سلطنتوں کی آزادی و پوری سلامتی
ایشیائی قوتونکی موازنت و معادلت کے لئے اور ہندوستان میں انگریزی عملداری کے سرحدوں کی
سلامتی کے لیئے ناگزیر و ضروری ہیں اس زمانہ تک یوروپین کا آپس میں ٹکریں لڑنا اور جھگڑا فساد
کرنا صرف ہندوستان کی اندرونی قوتوں کے ساتھ انگریزوں کے معاملات میں اثر کرتا تھا
لیکن اب انگریزوں نے ہندوستانی فرمانرواکو جو ان کے یوروپین دشمنوں کے ساتھ سازشیں و
آمیزشیں کرنے میں کوشش کرتا تھا تباہ کر دیا لیکن انیسویں صدی کے شروع سے انگریزوں کو
کچھ خوف اپنے ہندوستانی رقیبوں سے نہیں رہا اور انہوں نے بتدریج اول درجہ کی ایشیائی
بادشاہی حاصل کر لی اب سے قطعاً ہند کے ساتھ انگریزوں کے اغراض کا بھاری وزن
ان تعلقات کی میزان میں تولا گیا جو نہ صرف کل ایشیا کے ساتھ تھے بلکہ یوروپین

یوروپین سلطنت کے ساتھ جنگی حرکتیں یا طبیعتیں شرق میں کسی قدر انگریزوں کے منصب پر اثر کرتی تھیں
تردد فرمنہ جو اس زمانہ میں شروع ہوا وہ مخرج ان دو جوکھوں کے تھے فوجی منصوبوں کا اور قبل از
وقت ڈپلومیٹک تجاویز کا تھا جو وہ افغانستان کی لڑائیوں میں ظاہر ہوا اور اس پولیسی کا
مصدر تھا جو ہمیشہ ہند کی قدرتی حدود سے باہر انگریزوں کے محافظ ہونے کی بڑھانے
کی ہے جب سے انیسویں صدی کا آغاز ہوا تب سے ہندوستان میں انگریزوں کی برتری و علویت
بے خرخشہ قائم ہوئی اور اسی وقت سے اس اشتباہ کا آغاز ہوا ہے کہ خشکی میں یوروپین
رقیبوں کا قرب ممکن ہے جسکی وجہ سے اول پیغام سلام پھر عہد و پیمان آخر کار لڑائیاں انگلنڈ
اور اجنبی سلطنتوں سے ہوئیں جو انگریزوں کی ہندوستانی سلطنت کے قرب میں تھیں۔

فصل چہارم اندرونی استحکام

جس مدت میں کہ یوروپین جنگ ختم ہوئی انگلو انڈین گورنمنٹ نہایت حزم و احتیاط سے
مغربی ایشیا کی نگرانی کرتی رہی اور خشکی میں ہر حرکت پر جو اسکے منصب پر اثر کرتی یا
اسکو خوف میں ڈالتی تھی اسکے برخلاف اپنی محافظت کرتی رہی اس عرصہ میں انگریزوں کی
بحری قوت کی برتری اس قابل ہو گئی کہ اس نے تمام دشمنوں کو مشرقی بحیروں سے الگ
کر دیا اور ہر ایسے مقام پر قبضہ کر لیا جس سے سواحل بحری یا تجارت ہند پر کوئی آفت
آسکتی تھی کیپ گڈ ہوپ جو ایک عظیم الشان بحری مقام ہند و انگلستان کی راہ کے
وسط میں ہے اسپر بالکل انگریزوں نے قبضہ کر لیا اور سنہ ۱۸۱۰ میں لارڈ منٹو نے جاوا اور
بوربون سے فرانسیسیوں کو نکال دیا اور موریشس پر قبضہ کر لیا پس کل بحری راہیں
پناہ گاہ اور رسد گاہ اور بندر انگریزوں کے قبضہ میں آگئے سنہ ۱۸۱۵ کی جنگ عظیم کے
ختم ہونے کے بعد ایک بڑی مدت امن و عافیت کی آئی اسکے شروع میں انگلنڈ نے جنوبی
سمندر میں اپنی بڑی بیش قیمت فتوح سے کیپ سی لون و جاوا اور موریشس پہلے خرخشہ
قبضہ کر لیا ہندوستان کے سواحل سمندر پر غیر قوموں کی جو دار القرار تھیں انکو نہتا کرد
اور ہندوستان میں کوئی ایسی ریاست باقی نہیں رکھی کہ وہ اپنی قوت کو انگریزوں کی قوت کا

ہمسر جانکر برابری کا دعویٰ کرتی سب بڑی بڑی ریاستیں بسٹ رہی عہد و پیمان کی پابند تھیں جو
مغربی وسط ہند میں بڑودہ۔ پونہ۔ حیدرآباد۔ اور دکن میسور اور ترا ونکور اور شمال مغرب میں
اودھ اور اسکی ساتھ بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں یہ سب ایک ہی بادشاہی کے ماتحت محفوظ
تھیں۔ انگریزی عملداری کی سرحدوں سے پرے پنجاب میں رنجیت سنگھ کی سلطنت بڑھ رہی تھی
اور ہمالیہ پہاڑ کے جنوب کے ڈھلان پر نیپال کی گورکھا سٹیٹ تھے وسط ہند میں تین ریاستیں تھیں جن کو
برٹش ممالک گھیرے ہوئے تھے وہ ابھی حسب ضابطہ انگریزی تسلط کے اندر نہیں آئی تھیں وہ تینوں خاندانوں
سے متعلق تھیں جو مرہٹوں کے ابتک چلے جاتے تھے گوالیار میں سیندھیا اور اندور میں ہلکر اور ناگپور میں
بھوسلا۔ ان تین میں گائکوار بڑودہ کے فرمانروا خاندان کا اضافہ ہو سکتا ہے گو اسکا حال و درجہ
مختلف ہے جب سے ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ یہ امر طے ہو گیا کہ انگریز ہندوستان میں سب سے
زیادہ اعلیٰ و برتر و والا اقتدار ہیں تب ہی سے ممالک انگریزی میں باضابطہ و قاعدہ انتظام
ملکی شروع ہوا اور یہ پولیسی نظام کام میں آئی کہ حقیقت میں اب انگلینڈ پر شاہانہ حقوق و فرائض
لازم ہوئے ہیں مسلمانوں کی ریاستیں حیدرآباد اور اودھ جنہوں منت تھیں کہ انکی دوبارہ زیست
انگریزوں کی محافظت کے سبب سے ہے وہ کبھی کی غارت ہو چکی ہوتیں لیکن سلطنت کے لیے جو قبیلے
آپس میں لڑتے تھے انمیں انگریز ہی بڑے ہیبت ناک و زبردست تھے اسکے ساتھ یہ بھی ماننا چاہیئے
کہ اس زمانہ میں یہ ڈوبتی ہوئی ریاستیں اپنے بچاؤ کے عوض میں بڑا صلہ و انعام انگریزوں کو دیتی تھیں
ابتدا میں انگریز ان ریاستوں کے ساتھ اس پُر آشوب طوفان خیز زمانہ کی مروجہ ترکیبوں کے
موافق معاملات کرتے تھے اور ضرورتوں کی صورتوں میں انگریزی فوجوں کی خرچوں کی امداد کے
لئے زمینیں اور آمدنیاں بڑی بھاری لیجاتی تھیں اب وقت ایسا آگیا کہ برٹش گورنمنٹ کو اپنی
ہستی کے لیے یہ سرسری ضرورتیں نہیں پیش آئیں وہ اپنے ہی ممالک مقبوضہ سے بہت بڑی آمدنی حاصل
کرتی تھی اور مہذب و شائستہ طور پر طے شدہ عہدناموں کے موافق معاملات کو باقاعدہ کرتی
تھی اور ہندوستانی ریاستوں کی ماتحتی کا علاقہ انگریزوں کے ساتھ تھا انگریز انصاف و عدل کی
بنا پر انکے ساتھ معاملات کو درست طور پر کرتے تھے۔

اب انگریزوں کو فرصت ملی کہ وہ اپنے خانگی انتظامات کے حالات کو دیکھیں اور بڑی بڑی صوبے جو انکو

اب حاصل ہوئے ہیں انہیں ایک قسم کا باقاعدہ نظم و نسق داخل کریں حقیت اراضی کی تحقیقات کریں اور کوئی قانون کے موافق قائم کریں اول سب سے زیادہ ڈکیتی کے لیئے جو انگریزی عملداری میں پھیل رہی ہے ایسی تدابیر سنجیدہ کریں جس سے اسکا انسداد ہو۔ انگریزی مقامی عدالتوں کی نگرانی اور انتظام کریں انیسویں صدی کے ابتدا میں ان باتوں نے ایک اصلی صورت پکڑی تھی اس بالاضافت امن کے زمانہ میں باقاعدہ نظم گورنمنٹ کی جڑیں تمام ہندوستان میں بوئی گئیں۔ انیسویں صدی کے اول پانچ برس متواتر لڑائیوں میں صرف ہوئے جنمیں بڑے بڑے ملکی تغیرات ہوئے سرحدیں سرکائی گئیں اور حکومتوں کی نئی ترتیبیں ہوئیں اس زمانہ سے آیندہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت ممالک پر کوئی بیرونی اجنبی حملہ نہیں ہوا اور نہ کوئی اندرونی فساد باستثناء ۱۸۵۷ء کے کھڑا ہوا یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں ایشیا کی نامور کسی سلطنت نے ایسی پوری پولیٹکل آسائش و آرام پایا ہوگی

باب شانزدہم

لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل کا عہد حکومت

فصل اول ممالک متوسطہ ہند کی حالت

(سنہ ۱۸۱۳ء - سنہ ۱۸۲۳ء)

ہم نے اوپر اس امر میں کوشش کی کہ لارڈ ولزلی کے جانے کے بعد جو یہ خیالات و حالات نمایاں ہوئے انکی توجیہ بیان کریں کہ برٹش گورنمنٹ نے یہ اپنا ارادہ مصمم کر لیا کہ اپنی عملداری کے حدود میں اندرونی نظم و نسق کرے اور آیندہ پولیٹکل معاملات کے اندر اس اصول پر کہ جس میں ذمہ داری محدود ہو عمل کرے اور عملداری سے باہر جو اسکے اصلی فرائض ہوں انکو ادا کرے وہ باطمینان خاطر اپنے ہمسایہ کے لیئے لڑائی جھگڑوں و آفتوں و مصیبتوں کو دیکھا کرے اور کبھی کوئی سروکار ان سے نہ رکھے۔ یہ وہ پولیسی ہے کہ جسکی ابتدائی زمانہ بھی فراموش ہو گیا ہے کہ جب ناشائستہ فرمانرواؤں یا قوموں میں کوئی زبردست یورو پین سٹیٹ قائم ہوئی ہے تو امن پولیسی کے قائم رکھنے میں جو کوشش کیگئی ہے وہ سب اکارت ہوئی ہے ابتدا نظر میں وہ بہت سیدھی سادھی دانشمندانہ معلوم ہوتی ہے اور مہذب خود مطلبی اور عام نیک اخلاقی اسکے

اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے لیکن کم بختی یہ ہے کہ وہ ابتک ہمیشہ ناکامیاب رہی ہے۔
اس سے زیادہ اس نے کبھی کچھہ کام نہیں کیا کہ ایک عرصہ کے لیئے کسی منتظم حکومت کی اصلی
و ناگزیر میلان سبقت و تسلط کی مزاحمت کرے یا اسکو التوا میں ڈالے اگر وہ جرگوں کی قید
فرمانرواؤں اور سریع الزوال شخصی حکومتوں کو اپنے اندر منجذب نہ کرے تو وہ فقط اس سبب
سے پیدا ہوتی ہیں اور زندہ رہتی ہیں کہ قوانین مستقل باضابطہ و آئین موجود نہیں ہوتے
انکے موجود ہوتے ہی وہ فنا ہو جاتی ہیں بے شک یہ مزاحمت صرف چند روزہ ہی نہیں
ہوتی بلکہ اسکی مدافعت بازگشت پیدا کرنے پر تیار رہتے ہیں ایک قیام کے بعد ایک ٹھی
چھلانگ آتی ہے جیسے کہ بڑی ذقند لگانے کے لیئے چند قدم پیچھے ہٹنا پڑتا ہے ایسے ہی
استادانہ عمل مثلاً ایک خوش فہمی کے ساتھ معاملات کا تخمینہ کرنا ہوتا ہے ہندوستان
میں انگریزوں پر ناانصافی کے ساتھ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نا شیاتی کو گلنے
دیا کہ وہ آسانی سے ہاتھ میں آئے یعنے انگریزوں نے ہندوستانی حکمرانوں کو آپس میں لڑا
کٹنے دیا تاکہ وہ اسطرح کمزور ہو جائیں اور آسانی سے انکے بس میں آجائیں۔ یہ سچ ہے کہ پولیٹیکل
انجنیرنگ آرٹ میں کسی مضبوط عمارت کی بنا مفید مصالح پر اور قدرتی دباؤ سے انکے مقابلہ کے لیئے مناسب
تدبیروں پر موقوف ہے کسی سرحد کا غیر مستحکم لین پر بنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ کسی دریا کے
اوپر بند کا بودی بنیاد پر بنانا یہ بند طغیانی کے ہوتے ہی بہ جائیگا یہ حزم و احتیاط
درست نہیں ہے کہ کوئی مقام یا سرحد ایسی قائم کیجائے کہ جو پولیٹکل یا ملکی پائداری کے
قدرتی لینوں پر نہ رکھی جائے۔
ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ خاص بڑی بڑی ہندوستانی ریاستیں انگریزوں نے اپنی حراست
میں لے لی تھیں انیسویں صدی کے شروع میں لارڈ کورنوالس کو ہندوستانی ریاستوں کی
حراست و کفالت کو اپنے ذمے لے لینا جنجال کے جال کے پھندوں میں پھنسنا معلوم
ہوا اسلیئے ممالک متوسطہ و راجپوتانہ کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنی خیر آپ لیں انگریزوں نے اپنی
ساری عملداری کے گرد انتظام کی حبل متین کا ایسا حلقہ لگا دیا تھا کہ کوئی اس سے
مقابلہ نہیں کرسکتا تھا لیکن اس حلقہ سے باہر نہایت اندرونی اضلاع میں ہٹوں کے

خاندانوں کی مملکتیں اور راجپوتوں کے راجاؤں کی قدیمی ریاستیں تھیں انکو چھوڑ دیا کہ سیندھیا
اور ہلکر اور غارتگر سرغنوں کے ساتھ انہیں آزاد رہیں جس طرح چاہیں دست درازی
کریں مرہٹوں کے ملکوں میں جرگوں کے سرغنوں کی ریاستوں کا ایک مجموعہ پھیلا ہوا
تھا اور چھوٹے چھوٹے رئیس مختلف درجوں کے بڑے رئیسوں کی اطاعت کرتے تھے۔
مرہٹوں کی حدود سے پرے مغربی ریگستان کی طرف راجپوتوں کی ریاستیں تھیں
وہ بہت ضعیف تھیں وہ غارتگر سپاہیوں کے زیادہ ستانی اور ویرانہ سازی کے
مقابلہ کرنے میں باہم متفق نہ تھیں یہ راجپوتوں کی ریاستوں کا مجموعہ ہندکے زمانہ
متوسط کے استخوان بوسیدہ کا تبرک کے طور پر تھا اور جو وہ افغانوں اور مغلوں کی
سلطنتوں کے بعد باقی رہا تھا۔ اور اٹھارھویں صدی کی فتنہ انگیز طوائف
الملوکی کی ہوا کھا رہا تھا لیکن وہ آپس کے جھگڑے اور فسادوں سے خستہ و شکستہ
ہو رہا تھا اور راجپوتوں کے جرگو نکی سپاہیوں میں یہ قابلیت نہ تھی کہ مرہٹوں کی
قواعد دان سپاہ کا یا امیر خاں کے اجرہ دار افغان سپاہیوں کا مقابلہ کرسکتیں
بعض ان ریاستوں میں سے برٹش گورنمنٹ پر اعتراض کرتی تھیں کہ وہ ہماری حراست
سے کیوں انکار کرتی ہے اسپر اپنے اس حق کا دعویٰ کرتی تھیں وہ کہتی تھیں کہ
ہندوستان میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسی محافظ قوت رہی ہے جسکی صلح پسند ریاستوں نے
اطاعت اختیار کی ہے .... اور وہ اس اطاعت کی عوض میں
انکی پشت پناہ بنی ہے اور انکو دولت سرداروں اور لٹیروں کی سپاہ کے ہاتھوں
سے بچایا ہے اب برٹش گورنمنٹ ہی محافظ قوت کی قائم مقام ہے اور وہ قدرتی
محافظ ضعیف ریاستوں کی ہی جنپر ہمیشہ ظلم و ستم قزاق غارتگر لٹیرے اس سبب سے
کرتے رہتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ انکی حمایت و محافظت نہیں کرتی۔
اصول نن انٹرفیرنس (عدم مداخلت) کی اس بنا پر تائید کی جاتی ہے کہ تمام
یہ لڑائیوں اور بدانتظامیوں کی پیچیدہ عناصر بتدریج مضبوط قوی با تمکین ریاستوں کے
اندر بیٹھ جائینگے یعنی کوئی قوی سلطنت انکو دور کرکے ایک منتظم سلطنت قائم

کریںگی لیکن یہ بات جلد ظاہر ہو گئی کہ کسی بڑے آباد ملک میں کسی وبائی مرض کو مقررہ و معینہ
رقبوں میں مقید کرنا ایسا نامعقول نہیں ہے جیسا کہ پولیٹکل بدانتظامی کو ہندوستان کے مرکز
میں بڑھانا و پالنا مرہٹوں کے سرغنے سرکش ضدی ناخوش و ناراض اور قدرتی بدخواہ برٹش
گورنمنٹ کے ہیں جسنے انکی برتری و رفعت اور سطوت کو پست کر دیا ہے اور وہ سب طرح سے
اس جت و جو و تگاپو میں رہتے ہیں کہ اپنی سپاہیوں کے زوروں کو بڑھائیں اور اُن کا
عزم مُردہ میں جان ڈالیں دویم ان کے کل گرد نظم و نسق و انتظام کے منظم کا زور ہونا اور
انکو مقررہ حدود سے پرے نہ نکلنے دینا انکی ان حالتوں کے ساتھ بہت ہی ناموافق تھا
اور اسکا ہونا انکی ہستی کے لیئے ضرور تھا اسلیئے کہ مرہٹوں کے راجہ مہاراجہ بڑے بڑے
سپاہیوں کی پرورش جب ہی کر سکتے تھے کہ وہ اپنے ہمسایوں سے زبردستی چوتھ لیتے تھے
اور لوٹ مار کر نکی چٹیاں ریوشیں کی تھی سوم یہ ظاہر ہے کہ بے قاعدہ لڑائیوں کی موقوفی
نے اور مستقل حراست کے قائم ہونے نے ہندوستان کے اس بڑے حصے میں ناگزیر
مصائب کو بڑھا دیا اور ابتری و بدنظمی کی شدت کو زیادہ کیا جس کو اس قائم کرنیوالی بزرگ
گورنمنٹ نے اپنے علاقہ سے باہر کر دیا اور اُس کے اندر باضابطہ مداخلت کرنے کی ہر حق سے
ہاتھ اُٹھا لیا برٹش گورنمنٹ نے اور انکے دوستوں کی سپاہیوں کے بڑے حصوں کو متفرق و پریشان
کر دیا ان سپاہیوں کے گروہا گروہ نے جو تلوار او نیزوں سے اپنی معاش پیدا کرتے تھے
دیکھا کہ منتظم گورنمنٹ کے باڑہ کے اندر تو انکا پیشہ چلتا نہیں اس لیئے وہ جب پُر امن ضلاع سے
ان سلطنتوں میں چلے گئے جنمیں بدعملی تھی جیسی کہ کسی بلند مزروعہ زمین کا پانی نیچے کی دلدلوں میں چلا
جاتا ہے۔
اس ملک کے درمیان جسمیں ابھی عافیت و محنت پردازی نے اپنے قدم جمائی ہوں یہ ناممکن تھا کہ
دولت لٹیروں اور غارت گروں کی پولیٹکل حالت مدت تک جائز و روا رکھی جائے اس صورت میں
ضرور تھا کہ اصل پولیسی نئے اصول کے موافق بہت تیزی سے کتنا اپنا رُخ بدلے۔ برٹش گورنمنٹ
اب بیکھر میں نہیں بیٹھ سکتی تھی اور ہندوستان میں مصالحت و امن و عافیت پیدا کرنے کی
راہ میں آدھی دور چلکر نہیں ٹھیر سکتی تھی اور نہ ہم جنس آبادی کثیر کو دو مختلف و متضاد پولیٹکل

نظاموں میں چھوڑ سکتے تھے یعنی ایک حصہ کو امن و عافیت میں دوسرے حصہ کو فتنہ و آشوب میں
اگرچہ ہندوستان کے آدمیوں کی بوقلموں نسلیں اور طرح طرح کی زبانیں ہیں لیکن بحیثیت مجموعی وہ
مادی اور اخلاقی صفات لازمیہ میں باقی ایشیا سے ایسے جدا نہیں ہیں جیسے کہ ان کا ملک پہاڑوں
اور سمندروں سے الگ ہو گیا ہے۔ اس سے بڑے ملک کے اجزائے مقوم باہم پولیٹکل اور
فزیکل اعتبار سے ایسے آویزاں اور آمیزاں ہیں کہ جن میں گورنمنٹ کے متضاد انتظاموں کی
گنجائش نہیں جیسے کہ ایران میں چین میں ایشیائی ترکی میں (دو بادشاہ بہ درا قلیمے نگنجند)
جب انگریزوں کے ایام طفلی تھے تو سب سے لگاؤ رہنے کی وضع نامناسب تھی اسوقت میں
ہندوستانی ریاستوں کے زور آپس میں بٹے ہوئے اور تلے ہوئے تھے کسی کا پلہ ہلکا بھاری نہ
تھا۔ اور انگریزوں کی توجہ اسطرف تھی کہ اپنی بحری و تجارتی قوت کو قریب ہند کے سواحل بحری
پر قائم کریں لیکن یہ دیکھنے میں آیا کہ آخر نصف اٹھارھویں صدی میں انگریزوں کو اپنی
محافظت کے لیے اور فرانسیسیوں کے خارج کرنے کے واسطے مقامی جنگوئیں ضربیں لگانی
اور ملک گیری کرنی پڑی پہلے اس سے کہ فرانسیسیوں کی رقابت دور ہوئی ہو مرہٹوں نے
اور میسور کے فرمانرواؤں نے انگریزوں سے لڑنا شروع کیا وہ بالطبع انگریزوں کی قوت
روز افزوں سے حسد کے مارے جلے جاتے تھے اور فرانسیس ان کی مدد کرتے تھے جن کی
عمدہ آمادہ مسلح سپاہیں انگریزوں کو ڈراتی تھیں ان خوفوں کے دفع کرنے کے لیئے لارڈ
ولزلی نے سب سڈری سپاہیں بڑے پیمانہ پر مرتب کیں کہ برٹش گورنمنٹ ان ریاستوں کی
عام حراست و محافظت کرے جو اس کے پولیٹکل اثر کے مطیع ہوں اور جو ریاستیں اس سے
علیحدہ رہیں ان کے حدود معین کر دے میسور اور مرہٹوں کی ریاستیں اس وقت بڑی قوی اور
زبردست تھیں وہ انگریزوں کی مخالفت پر آمادہ ہوئیں جن میں سے ایک آخرکار تباہ و برباد
ہوئی اور دوسری میں قابلیت نہیں رہی انگریزوں کی برتری و علویت سارے ہندوستان
پر سایہ افگن ہوئی اب یہ وقت نہیں رہا تھا کہ جس بلندی پر انگریز چڑھے تھے اس سے وہ نیچے
اتریں یا عام حکمراں ہونے کے رستہ پر دفعتہً نچلے کھڑے ہو جائیں اب انگریزوں کو
فاتح قوت حاصل ہو گئی تھی اور انہوں نے علے الاتصال بادشاہی حاصل کی تھی اور قیصر

واجب تھا کہ ہندوستان جسکا تنزل ہوتا جاتا تھا اسکی محافظت کے واسطے پولیس
تیار کریں اگر انگریز اس محافظت سے انکار کر دیتے تو پھر کوئی دوسرا ایسا نہ تھا کہ وہ
اس کام کو اپنے ذمے لیتا چھوٹی چھوٹی ہندوستانی ریاستوں نے جب دیکھا کہ بڑی
بڑی ریاستیں نگہ کھائی جاتی ہیں تو انہوں نے برٹش گورنمنٹ کے خلاف اپنی رائے
ظاہر کی کہ شہنشاہی کا منصب تو لے لیا لیکن وہ اسکے فرائض نہیں ادا کرتی کہ ہماری
حفاظت کرے اس عرصہ میں اضلاع متوسط کی حالت بدسے بدتر ہو گئی۔ یہ دیکھا گیا کہ
اٹھارویں صدی میں ہند کے اجورہ دار سپاہیوں کا ایک جم غفیر و مجمع کثیر تھا جسکا پیشہ
جنگجوئی تھا اور آبادی کے ایک بڑے حصے نے غارتگری کے پیشہ کو اختیار کر لیا تھا جو کئی
نسلوں سے خوب پھولا پھلا چلا آتا تھا اس لٹیری جماعت کا پیشہ اسکی خانگی جانبازیوں
کے میدان کے تنگ ہونے سے غائب ہوتا جاتا تھا وہ ممالک متوسطہ ہند میں مجتمع ہوئی
یہ توقع تھی کہ وہ کم ہو گی وہ نچلی بیٹھی گی مگر اسکے برخلاف وہ ایسی زیادہ ہو گئی کہ جس سے
خوف ہونے لگا ان لیٹروں کے غولوں کا ہجوم جب وہ کل ہندوستان میں لوٹ مار کرتا
تھا تو وہ زود زوال ورگا ہے گا ہے آزار رساں ہوتا تھا مگر جب وہ حدود مقررہ
میں گھیر لیا گیا تو مہلک بن گیا اور اندرونی ممالک کو لوٹ مار سے تباہ و برباد کر دیا
چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی ایسی باقاعدہ فصدیں کھولیں کہ وہ قریب المرگ ہو گئیں
بڑے بڑے جوانمرد سپہ سالاروں نے اس امید میں کہ وہ اپنی مہیب سپاہیانہ پائداری
جو پہلی لڑائی میں کھوئی ہے حاصل کر لینگے اپنی سپاہیوں میں سپاہیوں کی بھرتی کرنا اور اپنے
خزانوں کو معمور کرنا شروع کیا۔
برٹش گورنمنٹ سے جن ریاستوں نے سب سے بڑی عہد و پیمان کئے اسکے سبب سے اجورہ دار
بے قید سپاہیں برطرف ہو گئیں اور لوٹ مار کی دنیا ایک جگہ جمع ہو کر کثیف ہو گئی ان نتائج
کے ماورا اسکے اور نتائج یہ ظہور میں آئے کہ جن ریاستوں نے انگریزوں کے ساتھ یہ عہد و
پیمان کئے انکی سپاہیانہ قوت انگریزوں کے ہاتھ میں آ گئی جسکے سبب سے انکے فرمانروا
رئیسوں کی اندرونی حکمرانی ضعیف ہو گئی اور بخوبی اعتدال کے ساتھ حکومت کرنے کی

جوابدہی ہونگی اور ذمہ داریوں کا خیال انکے دل میں اس وجہ سے کم ہو گیا کہ اگر ان کی
ریاست پر کوئی باہر سے حملہ کی آفت آئیگی یا کوئی اندرونی بغاوت و سرکشی ہو گی تو
اُسکے دفع کرنے کا علاج برٹش گورنمنٹ کریگی اسطرح سے دوستوں کی ریاستوں میں
بدنظمی کے رفع دفع کرنے کا نتیجہ یہ تھا کہ بیرونی محافظت انگریزوں کے ذمہ ہو گئی اور
رفتہ رفتہ بالکل اسکا بار برٹش گورنمنٹ کی گردن پر سوار ہو گیا انگریزی پولیٹکل پیچھے
ہٹنے یا آگے بڑھنے کی بدل سکتی تھی لیکن پھر بھی ہر جھگڑے دنگہ فساد میں ثالث یا منصف بنتی
تھی اور کل ہند میں امن و عافیت کے محافظ ہونے کی بلندی پر پایہ بہ پایہ انگریز
چڑھ گئے ۔ ان حالتوں میں جنکا ابھی بیان ہوا ممالک متوسط کے آوارہ گرد غول
صاحب ثروت و امارت ہو گئے اور بہت بڑھ گئے۔ یہانتک کہ سنہ ۱۸۱۴ء میں امیر خاں
ایک نامی آور بہادر بڑے دل گردہ کا راجپوتانہ میں رہتا تھا جسکے پاس کم از کم تیس
ہزار سپاہی تھے اور اسکے ساتھ زبردست توپخانہ تھا اس کی باقاعدہ سپاہ علی العموم
ممالک متوسط کے گرد پھرتی تھی تو وہ کسی گورنمنٹ سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا نہ کوئی اُسکا
ملک مقرر تھا وہ کوئی اپنے ذمہ پولیٹکل یا سول جوابدہی اور ذمہ داری نہیں رکھتا تھا۔
یہ ایک قطعی ثبوت ملک کی بدنظمی اور بدعملی کا ہے لیکن امیر خاں کی سپاہ بعض قسم کی قواعد
کی پابند تھی اور ایسے نظام کے موافق کارفرما تھی جو باقاعدہ لڑائیوں کے نظام سے مشابہت
رکھتا ہے اسکے سپہ سالار کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ اپنے لیے ایک مملکت تراش خراش کرکے
پیدا کرے لیکن اصلی پنڈاروں کے غولوں کا کوئی مطلب سوائے عام لوٹ مار کے کچھ اور
نہ تھا وہ بے شمار سوار قزاقوں و لٹیروں کے گروہ و غول تھے انکا عام پسند سرغنہ
چیتو تھا اسکے پاس سواروں کا شمار دس ہزار سے کم نہ تھا یہ زرخیز شاداب سرسبز
اضلاع کی لوٹ کھسوٹ سے اپنا گذارہ کرتے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے ممالک
مقبوضہ و محروسہ کو ہمیشہ دھمکاتے رہتے تھے اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ وہ پونہ و ناگپور
و گوالیار کے مختار راجاؤں کے ساتھ درپردہ سازش و آمیزش رکھتے تھے۔
ان راجاؤں کو یہ شوق نہیں تھا کہ وہ ملک ان مسلح گروہوں کو دیدیں جنہوں نے

مرہٹوں کے اضلاع کی لوٹ سے درگذر کی تھی وہ انگریزوں کے اور نظام کے ملکوں کو اجاڑ و ویران کرتے تھے اور غالباً یہ انکے دل میں بات تھی کہ اگر آئندہ انگریزوں کی فرمانروائی کے برخلاف کوئی سردار بنانا پڑیگا تو یہ پنڈارے اسکی کمک کے لیے بڑے کام آئیں گے۔

فصل دوم جنگ نیپال (۱۸۱۴ تا ۱۸۱۶)

جب ۱۸۱۴ میں نیپال کے ساتھ انگریزوں کی لڑائی شروع ہوئی تو مرہٹوں کو یہ امید ہوئی کہ اس لڑائی کی مشکلات میں انگریزوں کے پڑنے سے ہمارے لیئے کوئی نیک ساعت آئیگی گورکھو نکی قوم کوہستانی اور میدانی ہندوؤں کے باہم اختلاط سے پیدا ہوئی تھی ۱۷۶۸ میں بنگال کے محاذی ہمالیہ پہاڑ کے جنوبی ڈھلانوں کی مرتفع زمینوں اور دروں پر اپنا قبضہ کرلیا اور ادھر اور سلسلہ کے اوپر جو سلسلہ کوہستان ہے اسکے شمال مغرب میں ان اضلاع میں جنمیں گنگا جمنا کا پانی بہتا ہے پنجاب کی حدود تک فوجکشی کی اسطرح جو ملکات حاصل کی گئی تھی وہ ایک شخص کے زیر فرمان نہ تھی وہ اس گروہ کی ہاتھ میں تھی جو غالب جرگوں کے سپہ آرا افسروں کا تھا وہ اصلی راجہ کو اپنا تابع رکھتی اور اسکے نام سے نیپال میں حکمرانی کرتے تھے گورکھہ نکی سپہ کی وردی ہتھیاروں کی وضع و طرح فرنگستانی طرز کی تھی ہمیشہ سے گورکھے انگریزی نمونہ کی نقل فوجی کاموں میں بھی ہنرمندی سے اتارتے تھے انہوں نے بہت جلد پہاڑی چھوٹے چھوٹے ریاستوں کو اپنا تابع بنالیا یا انکا استیصال کردیا پھر ہمالیہ کی ترائی میں انگریزی عملداری میں دست درازی و حملہ آوری کرنے لگے چھوٹے چھوٹے راجہ جو پہاڑ کے نواحی میں رہتے تھے اور ترائی میں جو بڑی بڑی زمیندار رہتے تھے ان دونوں کے درمیان لڑائیاں ہمیشہ قدیم زمانہ سے چلی آتی تھیں اب گورکھوں نے پہاڑی مرتفع زمینوں پر قبضہ کرلیا تھا اور انگریزوں نے پہاڑوں کی ترائی پر حکومت جمالی تھی اس سبب سے دونوں کی گورنمنٹوں میں سرحدوں کی بابت ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا یہ سرحدیں بھی ایسی تھیں کہ ان پر تکرار ہوسکتی تھی اس جھگڑے کی نوبت بڑھتے بڑھتے جنگ پر آگئی نیپالی افسروں کے

انگریزی رعایا پر بڑی بے باکی سے حملہ کیا اور ان اضلاع پر قبضہ کر لیا جو بنگال سے علاقہ رکھتے تھے اور وہاں سے واپس جانے سے انکار کیا جب ۱۸۱۴ء میں انہوں نے دو ضلعوں پر قبضہ کر لیا تو لارڈ ہیسٹنگز نے اُن کے گورنمنٹ پاس ایک قطعی درخواست بھیجی کہ وہ ان ضلعوں کو خالی کر دیں جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ انگریزی سرحدی مقامات پر کھلم کھلا حملہ کیا اور انگریزوں کے پولیس کو قتل کیا گورکھوں نے اپنی باضابطہ کونسل کر کے جنگ کی تیاری کی انکو یہ یقین تھا کہ ان کے پہاڑوں کے اندر انگریز نہیں داخل ہو سکینگے۔ ہندوستان کے گرد کے سلسلہ کوہستانی کے اندر انگریزوں کو ہمیشہ سے لڑائیاں کرنی پڑی ہیں لیکن یہ لڑائی اول تھی سرحد جو جنگ کی تماشاگاہ تھی چھ سو میل طول میں تھی اور دشمنوں کے قبضے میں وہ تمام درے تھے جنسے پہاڑوں کی مرتفع زمینوں پر جانے کا رستہ تھا انگریزوں نے تین مختلف مقاموں پر جدا جدا حملہ کیا اگرچہ ایک قلعہ کے فتح کرنے میں جنرل جلیسپی کی جان گئی اور اس کو ہزیمت ہوئی لیکن سپاہ نے اپنی بہادری سے پہاڑوں کے اندر قدم جما لیے گو دشمنوں نے بڑی جوانمردی سے انکا مقابلہ کیا اور گورکھوں کو انکے مقامات سے غرب میں بھگا دیا۔
نیپالیوں کی گورنمنٹ نے مجبور ہو کر ایک عہدنامہ پر دستخط کر دیئے جسکے موافق ہمالیہ کی ترائی کا بڑا حصہ مع متصل کے جنگل کے جو جال کی مغربی سرحد ریاست نیپال سے شمال مغرب میں دریائے ستلج تک پھیلا ہے برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کیا بس تمام کوہستانی ملک جو روہیلکھنڈ اور شمالی مغربی اضلاع کے اوپر دریائے جمن تک آویزاں ہے انگریزوں کے قبضہ میں آگیا اب برٹش گورنمنٹ کی سرحد اس آلبتا سے پر ہو گئی جو ان بلند پہاڑوں پر ہے جو ہند کو تبت سے جدا کرتے ہیں اس طرح انگریزی سلطنت کا ڈانڈا میدانِ چینیوں کی سلطنت سے ملگیا جو اب انگریزی معاملات کو بڑی عقل کو کام میں لا کر دیکھنے لگی۔

فصل سوم۔ پیشوا و پنڈاروں کی لڑائی (۱۸۱۷ - ۱۸۱۸ع)

اس عرصہ میں ممالک متوسطہ میں لٹیروں کے غول کی تعداد اور بے باکی گستاخی بڑھ گئی

برھگئی مرہٹوں کی راجہ مہاراجہ بظاہر تو پنڈاروں کے حامی ہونے سے انکار کرتے تھے۔ مگر
درپردہ وہ انکے مددگار رہتے اب پنڈاروں نے مدراس پریسیڈنسی کے بعض ضلاع پر
دست درازی شروع کی اور بہت کچھ لوٹ مارکر غنیمت لیگئے اور بنگال کی سرحد کو بھی
لوٹا۔ امیرخاں جو پٹھانوں کا سرغنہ تھا اس نے جیپور کا محاصرہ کیا یہاں کے راجہ نے
انگریزوں سے استعانت چاہی بعد بہت سی گفتگو کے لارڈ ہیسٹنگز نے راجپوتوں کی
ریاست جیپور کو اپنی حراست میں لے لیا اور بھونسلہ راجہ ناگپور سے سب سڈری عہد و
پیمان کر لئے جسکے سبب سے مرہٹوں کی ریاستوں کے مجموعہ کا ایک رکن اعظم ٹوٹ گیا لیکن
راجہ اپنے اس عہد و پیمان سے بہت جلد پشیمان اس سبب سے ہوا کہ اسکی کامل آزادی
اور خود مختاری میں اس سے خلل پڑتا تھا اسکی راجدھانی میں ایک فریق ایسا رہتا تھا
کہ وہ انگریزوں سے نفرت عداوت رکھتا تھا اسکے سکھانے پڑھانے سے وہ درپردہ
پونہ میں پیشوا سے خط و کتابت کرنے لگا پیشوا کو بڑا اضطرار و اضطراب اس بات
سے پیدا ہوا تھا کہ اسکے ہمسایہ کی مرہٹوں کی ریاستوں میں اسکے معاملات کی اندر
انگریزوں نے مداخلت کی پیشوا نے اپنے سپاہیوں کو جمع کرنا اور سامان جنگ کا تیار
کرنا شروع کیا برٹش رزیڈنٹ نے اس کے جواب میں سب سڈری سپاہیوں کو طلب
کیا ملک میں ایک عذر و بلوہ کا خاص مرض پیدا ہوا جسکا ہیجان پونہ کی ریاست سے ہوا
جب جھگڑا بڑھا تو پیشوا کو خوف لگا اس نے سنہ ۱۸۱۷ء میں ایک صلحنامہ پر دستخط کر دیئے
اور سب سڈری فوج کے بڑھانے کی عوض میں ملک دیدیا اور مرہٹوں کی ریاستوں
میں اپنے بزرگی کے دعووں سے بھی دست بردار ہوا لارڈ ہیسٹنگز نے اب یہ فیصلہ
کیا کہ وقت آ گیا ہے کہ لٹیروں کے غولوں کو دبائے اور ممالک کی حالتوں کی ایسی
اصلاح کرے کہ انمیں جو لوٹ مار کا نظام ہے اسکا نام باقی نہ رہے اسکی بڑی تجویز
یہ تھی کہ کل اس ملک کی جس میں ابتری پھیل رہی ہے اسکی حدود بندی کرکے ایک مسلم
حکومت اس میں ایسی قائم کرے کہ اسکا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے کہ وہ کسی جوابدہ
حکومت کے علاقہ سے باہر ہوا اسکو یہ بھروسا تھا کہ جب کل ملک میں امن و امان این

حکمرانوں کے ذریعہ سے برقرار ہو جائیگا جنکو وہ تفریق کرکے ملک حوالہ کریگا تو برٹش گورنمنٹ کا دبدبہ
و استیلا و استقلال پورا قائم ہو جائیگا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے اسکام کو کمال کے درجہ تک
پہنچایا کہ ہندوستان کی ہر ریاست کے انگریز محافظ ہوں اور انکا استیلا و استقلال سب
ریاستوں میں پایا جائے اسکام کو لارڈ کورنوالس نے شروع کیا تھا اور لارڈ ولزلی نے اوسکو
دور تک پہنچایا تھا لارڈ ہیسٹنگز نے اسکو پورا کیا۔

اس مطلب میں عقلاً یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ مرہٹوں کے راجہ مہاراجہ دل سے شریک ہونگے
امیر خاں افغانوں کے سرغنہ کو سمجھایا گیا کہ وہ اپنی سپاہ کو برطرف کرے اور جو ملک اسکو دیا
جائے اور انگریز اسکے متکفل ہوں انمیں وہ حکمرانی کرے اس نے اس بات کو مان لیا لیکن
سیندھیا نے بادل ناخواستہ اس بات کو منظور کیا کہ وہ پنڈاروں پر انگریزی فوج کشی
کرنے میں ہمراہ ہو جسنے اپنی سپاہ کی روانگی میں التوا بظاہر اس نظر سے کیا کہ وہ دیکھ لے
کہ کیا واقعات وقوع میں آتے ہیں اونٹ کس کروٹ سے بیٹھتا ہے پیشوا نے جو عہد نامہ
لکھا تھا اسکے جوئے کی رگڑوں سے وہ زخمی ہوئے جاتا تھا اس نے علانیہ برٹش گورنمنٹ
سے عداوت و دشمنی ظاہر کی اور پونہ میں جو انگریزی سپاہ تھی اسپر حملہ کیا ناگپور کے راجہ نے
یہ اعلان کیا کہ وہ مرہٹوں کی قوم کا سر ہے اور برٹش رزیڈنسی سے لڑنے کے لیے سپاہ
بھیجی۔ اگرچہ ناگپور میں کوئی سخت لڑائی نہیں ہوئی مگر مرہٹوں کو دو نو جگہ ہزیمت اٹھانی
پڑی۔ ہلکر کی سپاہ نے پیشوا کی سپاہ سے ملنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اس نے مہدی پور میں انگریزوں
سے شکست پائی۔ پس گورنر جنرل کی پولیسی جو ہندوستان میں امن امان قائم کرنے کی تھی اسکے
برخلاف مرہٹوں کی کوشش کا خاتمہ ہوا انگریزوں کی سپاہ روان نے پیشوا کا تعاقب کیا
اسکے ساتھ دو ایک لڑائیاں تیزی و تندی کے ساتھ ہوئیں لیکن آخرکو اسکی سپاہ پراگندہ
و تباہ ہو گئی اسکے سارے قلعے چھین گئے اور اسکا تعاقب یہاں تک کیا گیا کہ آخرکو اسنے
ایک مناسب پنشن کے مقرر ہونے پر اپنے تئیں انگریزوں کے حوالہ کیا لارڈ ہیسٹنگز نے یہہ
فیصلہ کیا کہ دکن کی حکمرانی میں آیندہ اسکا اور اسکے خاندان کا کوئی حصہ باقی نہ رہے
ناگپور کی ریاست نے بھی اپنی چھوٹی بڑی ضلع برٹش گورنمنٹ کو حوالے کیے ستارہ کی ریاست

سیواجی کی اولاد کے لیے از سر نو مرتب ہوئی اور راجپوتانہ کی ریاستوں میں جدا جدا راجہ مقرر
ہوئے اور برٹش گورنمنٹ انکی محافظ و متکفل بنی مرہٹوں کے بڑے راجہ جو چھوٹے چھوٹے راجاؤں
سے خراج لیتے تھے وہ مقرر کیا گیا اور یہ شرط اسکے ساتھ ہوئی کہ خراج برٹش خزانہ کے توسط
سے ادا کیا جاوے۔ ان تدابیر سے مرہٹوں میں سیواجی کی حکمرانی کا چراغ بالکل گل ہوا اور تین بڑے
خاندان سیندھیا۔ ہلکر اور ناگپور کے بھونسلا جو اکثر برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھڑے
ہوئے تھے وہ ہندوستان میں امن و امان رکھنے کے لیئے پابند کیئے گیئے غارت گری کا
نظام جو ایک دفعہ بڑا پھولا پھلا تھا اسمیں پنڈاری باقی رہ گیئے تھے وہ ان گردان گروہوں
کی تلچھٹ تھے جنہوں نے ہندوستان میں ایک صدی سے بدنظمی و طوائف الملوکی پھیلا
رکھی تھی وہ بھی پراگندہ یا مستاصل کردیئے گیئے مرہٹوں کی ریاست کے لیئے ملکوں کی حدود
بہت اچھی طرح مقرر کی گئیں اور لوٹ مار کرنے سے جو فتوح حاصل ہوتی تھیں یا فقط بڑی
غارتگریاں ہی ہوتی تھیں وہ سب نابود کردی گئیں اس گورنمنٹ اور سوسائٹی کی حالتیں ہی
بدل گئیں جو اس نوع کے آدمیوں کو پیدا کرتی تھیں تو اس نوع کے آدمی بھی معدوم ہوگئے بس
اب سے آیندہ پبلک پولیسی کا عام اصول یہ قائم ہوا کہ ہندوستان میں ہر ریاست (پنجاب و سندھ
سے باہر) غیروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں دے اور اپنے بیرونی
جھگڑوں کو برٹش ثالثی سے فیصلہ کرائے اور اندرونی انتظام میں برٹش سے صلاح و مشورہ ان
معاملات میں لے جو بدنظمی و بدعملی کا علاج کریں بڑی بڑی ریاستوں میں برٹش رزیڈنٹ مقرر ہوا
تاکہ وہ گورنمنٹ کی اعلےٰ ضروریات کو بجالائے اور تمام سرکاری فوجیں جنکا انصرام ریاستیں
کریں وہ ہر جگہ برٹش کی ہدایتوں کے موافق اعلےٰ ملیٹری حکومت رکھیں ملک متوسطہ ہند کے
بڑے پولیٹکل بندوبست سے بڑے بڑے سپہ سالاروں کے مطیع کرنے اور مصالحت گزیں
کرنے سے اور بالادستی اور ماتحتی کے صاف صاف تعلقات کے ٹھیک ہونے سے وہ اصول جن پہ
ہندوستان میں برٹش سلطنت کی عمارت بنائی گئی سب نے بالعموم تسلیم کر لیئے آخر کو یورپین
رقیب کی مداخلت کی پرچھائیں جو پڑتی تھی وہ ایک مدت کے لیئے اٹھ گئی ہندوستانی ریاستوں سے
جو سیلاو سنلا کے لیئے لڑائیاں ہوتی تھیں انکا بھی قطعی فیصلہ ہوگیا۔ ہندوستان کی رعایا کی

آسودگی و سلامتی کے لیئے برٹش گورنمنٹ کا واسطہ بنا ہر جگہ دو سمندروں سے شمال کی طرف
دریائے سندھ و دریائے ستلج تک مانا گیا سرحد سندھ سے مغرب کی و بائیں جانب جزیرہ نما کے گرد
مشرق کی طرف سرحد برہما تک جزیرہ نما کے کل سواحل بحر انگریزوں کے زیر حکومت آ گئے ۔
انکے پاس شمال میں کوہ ہمالیہ کے مرتفع زمینوں کا ایک خطہ تھا انہیں انگریزوں کا پولیٹکل اثر تھا
مغربی کنارہ پر ریگستان کے دریائے سندھ پر منتہی ہوتا تھا ۔ اس ملک کا سب سے بڑا اور مناسب
عظیم الشان و بیش بہا حصہ براہ راست انگریزی عملداری میں تھا اور اس کے باقی
حصہ پر انگریزوں کی بادشاہی رعب داب کا اثر تھا ۔ بس اسطرح سے انگریزوں کی
سلطنت دو طرف سے قدرتی حدود پر منتہی ہوتی تھی ایک طرف سمندر تھا دوسری طرف پہاڑ
تیسری طرف اسکے سندھ کے پار کا صحرا تھا صرف یہی سمت تھی جس پر انگریزی عملداری کی سرحد مستقل
نہ تھی اور شمال و مغرب کی طرف سے اسمیں خلل اندازی ہو سکتی تھی جہاں سکھوں کی سلطنت نے
ستلج کے پاس لڑنے کی مہیب قوت رنجیت سنگھ کے ماتحت حاصل کر لی تھی ؎

باب ہفدہم

سلطنت کی تکمیل (۱۸۲۳ - ۱۸۳۷)

فصل اول ۔ برہما کی لڑائی سے لارڈ آک لینڈ کے آنے تک ۔

اسوقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی تمام لڑائیوں کی جلوہ گاہ ہندوستان کے اندر رہتی ۱۸۲۳ء میں فریق جو اس سے
خارج ہوئے تھے اور ۱۸۱۸ء میں پنڈاروں سے لڑائی کا خاتمہ ہوا تھا انکو سنوں کے درمیان پچاس سال میں انگریزوں کی دشمن ہندوستانی
ہوتی تھیں لیکن انگریزی سلطنت کی وسعت اسکو اور اجنبی ایشیائی ملکوں سے بہت قریب لے گئی
ہندوستان کی جو خاص جغرافیہ کے موافق حدود تھیں ان پر انگریزی عملداری جلد ہو گئی جسکے
سبب سے تازی وقتیں پیدا ہوئیں اور نئی قوموں کے ساتھ لڑائی کے کنارہ پر پہنچ گئیں
اول لڑائی گورکھوں سے ہوئی جو ہندوستانی نہ تھے اول انکے راجہ نے اصلی دشمنی پر انگیختہ
کیا لیکن نیپال ہمالیہ پہاڑ کے جنوبی ڈھلان پر واقع ہے اس لیئے اسکی آبادی نسل میں اور
مذہب میں زیادہ تر ہندوستان سے متعلق ہے دوسری لڑائی برہما والوں سے ہوئی

جو ہندوستان کی نسلوں سے بالکل جدا تھے اور انکی سلطنت ہند کی سرحد سے پرے تھے۔
یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جن پچاس برسوں میں ہندوستان میں جس طور سے انگریزوں کی
سلطنت قائم ہوئی تھی اسکے گرد اسی طور سے ان ہی برسوں میں اور سلطنتیں قائم ہوئی تھیں
(۱۷۵۷ - ۱۸۰۵) کے درمیان افغانستان کے خیلوں و جرگوں نے جمع ہو کر احمد شاہ کے
خاندان کی سلطنت کو مطیع کیا تھا۔ ہندو مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی ریاست پنجاب کو رنجیت سنگھ
کے زبردست ہاتھوں نے ایک بڑی خود مختار جنگی سلطنت بنایا تھا۔ ہمالیہ کے زیریں مرتفع
زمینوں کے راجاؤں کے مطیع ہونے سے نیپال کی سلطنت قائم ہوئی تھی اس زمانہ میں کہ کلائو
بنگال کو محکوم کر رہا تھا سنہ ۱۷۵۳ء میں الومپرا نے پیگو کو فتح کر کے برہما کی سلطنت کو بنایا تھا وہ بہت
وسعت پا گئی تھی جنوب کی طرف خلیج بنگالہ کے مشرقی کنارہ تک اسکی وسعت تھی اس نے
تمام کوہستانی اضلاع جو ہندوستان کی مشرقی زمین سرحد پر واقع ہیں مطیع کر لیئے تھے
اور برہما کی فوجیں مشرقی بنگال کی زمینوں کیطرف بڑھتی چلی آتی تھیں اب برہما اور بنگال کی
گورنمنٹوں میں اسطرف سرحد پر آپس میں جھگڑے ہونے لگے ان کے درمیان جو حد فاصل
تھی اسکا فیصلہ نہیں ہوا تھا اور وہ بدلنے کی قابلیت رکھتی تھی دونوں میں ہر ایک یہ چاہتا
تھا کہ دوسرے کو پرے دھکیلے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان کے میدانوں کو باقی
ایشیا سے جو ایک کوہستانی سلسلہ منقطع کرتا ہے اسپر علی الاتصال ناہموار مرتفع زمینوں
کی جھالر لگی ہوئی ہے اور اس میں قومیں مخلوط النسل کم و بیش جنگجو اور آزاد رہتی ہیں ۔
ایسی صورتوں میں کہ مہذب قوموں کی سلطنتیں وحشی قوموں سے متصل ہوتی ہیں تو وہ یہ
پولیسی اختیار کرتی ہیں کہ قوموں کے جرگوں کے زمینوں کے خطہ کو برقرار رکھ کر اپنی سرحد
بناتی ہیں یا اپنی سرحد پر چھوٹی چھوٹی ریاستوں یا سرداروں کو اپنی محافظت میں لے کر
غیروں کی دست درازی اور فتنہ انگیزی کے روکنے کے لیئے بہت پھیلی چست و
چالاک آڑ اور روک بناتی ہیں یہی پولیسی ہند میں برٹش گورنمنٹ نے اختیار کی تھی انگریزوں
کی اول لڑائی برہما والوں سے ایسی ہی ہوئی تھی جیسی اکثر لڑائیاں ہندوستانیوں سے
ہوئی تھیں کہ انگریزوں کی ریاست کچھار میں برہما والوں نے دست درازی کی ۔

اہل برہما شمال مشرق میں اس ملک کی تسخیر میں مصروف تھے جسکو اب انگریزی عملداری میں آسام کا صوبہ کہتے ہیں جو منی پور کے گرد ہے وہ کچار پر حملے کرتے تھے جو برٹش گورنمنٹ کی حراست اور محافظت میں تھا اور بنگال کے ضلع سلہٹ کو دھمکاتے تھے علاوہ اسکے اور چھوٹے چھوٹے حملے کرتے تھے اور انٹرنیشنل قانون کے برخلاف انہوں نے ایک جزیرہ پر قبضہ کر لیا جو اراکان کے کنارہ پر برٹش سے متعلق تھا انکو کبھی مہذب فوجوں سے پالا نہیں پڑا تھا اسلیئے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اسلیئے توقف کرتے کہ اپنے ہمسایہ کی قوت کو آزماتے کہ وہ ان سے مقابلہ کرنے کی کس قدر طاقت رکھتا ہے لڑائی (۱۸۲۴ء-۱۸۲۶ء) کے درمیان جاری رہی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی عملداری ہندوستان کی جغرافیہ کی حدود سے باہر آیا ایسے ملک میں قائم ہوئی جو بالکل ہند سے مختلف تھا

اسوقت لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل تھا اس نے پیگو پر فوج بھیجی یہ پہلی دفعہ تھی جسمیں انگریزوں کی ہندوستانی فوج ہندوستان سے باہر برّ اعظم ایشیا میں لڑنے گیئے۔ برمیوں نے بڑی سینہ زوری و دلیری سے انگریزی سپاہ کا مقابلہ کیا مگر آخر کو مجبور ہو کر ان شرائط پر اطاعت قبول کر لی جو انگریزوں نے پیش کیں اراکان اور تناسرم کے اضلاع انگریزی عملداری میں الحاق کیئے گیئے جسکے سبب سے وہ ساحل انگریزوں کے ہاتھ آیا جو خلیج بنگال پر ہند کی سرحد کے محاذی ہے اور اس کے سوا یہ پہلی دفعہ تھی کہ برٹش ایمپائر کے ماتحت وہ لوگ آئے جو ہندی نہ تھے برہما کی شکست کا نتیجہ اعظم یہ تھا کہ بالائے آسام۔ کچار۔ منی پور ممالک محروسہ میں داخل ہوئے یہ وہ خطہ بنگال کے پرے ہے جو شمال مشرقی کمشنری آسام میں داخل ہے۔

برہما سے جو ملک حاصل ہوا اس نے انگریزی عملداری کی شرقی سرحد کو قائم و محفوظ کر دیا اور گورکھوں کی لڑائی سے وہ ریاست فرو ہوئی جو ہمالیہ پہاڑ کی شمالی مشرق کی جانب سے انگریزوں کو ستا سکتی تھی۔ سنہ ۱۸۲۶ء میں ایک جٹ سردار نے بھرت پور میں اپنا راج قائم کر لیا لورڈ کومبرمیر نے بھرت پور کے نہایت مستحکم قلعہ کو حملہ کر کے فتح کر لیا یہ وہ قلعہ تھا کہ جسکے فتح کرنے میں سنہ ۱۸۰۵ء میں

لارڈ لیک ناکام رہے تھے پس اب ہندوستان کے اندر دو سلطنتیں تھیں ایک انگریزوں
کی۔ دوسری سکھوں کی۔ ایران سندھ بمشکل سے ہندوستان کے فرمانرواؤں کی
فہرست میں داخل ہو سکتے ہیں۔ رنجیت سنگھ نے سکھوں کی سلطنت کو معراج پر پہنچایا تھا
انیسویں صدی کے ابتدا میں رنجیت سنگھ اور برٹش گورنمنٹ کی دوستی میں دشمنی کی علامتیں
کچھ نمایاں ہوئی تھیں اس لیئے رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۹ء میں ایک عہدنامہ لکھا جس میں اس کے
ملک کی سرحد شمال اور مغرب میں دریائے ستلج قرار پائی یہ دریا ان دونوں کی ملکوں میں حد فاصل تھا
لیکن پنجاب سے پرے افغانستان کے کوہستان کے آگے کی طرف ایسی تحریکیں ہو رہی تھیں
جس سے ہندوستان میں فتنہ و فساد کا بڑا خوف لگ رہا تھا۔ روس ایشیا پر بڑھا چلا آتا تھا وہ
نپولین کی لڑائیوں کے سبب سے رک گیا تھا لیکن پھر وہ آگے بڑھا بحر کیسپین سے لے کر دریائے
اوکسس تک اسکا دباؤ پڑتا تھا ۱۸۲۸ء میں ترکومانچی میں یہ عہدنامہ ہوا تھا اس کے
سبب سے وہ ایران پر اپنا بڑا غالب اثر رکھتا تھا۔ چند سال کے بعد شاہ ایران نے ہرات پر
حملہ کرنے کی تیاریاں کیں وہ مغربی افغانستان میں اپنے بادشاہی حق کا مدعی تھا اس طرف بڑا
شہر ہرات تھا جو کلید ان تمام راہوں کی تھی جو ایران سے ہندوستان کو جاتی ہیں افغانستان
کے بعض بڑے بڑے سردار شاہ ایران سے مراسلت رکھتے تھے شاہ شجاع جو افغانستان کا
موروثی بادشاہ تھا اسکو افغانوں کے ایک نئے خاندان نے نکال دیا تھا وہ پنجاب میں جلاوطن
ہو کر آیا تھا یہاں اس نے جو اپنی تخت نشینی کے لیئے کوششیں کیں انہیں ناکام رہا اس نے سکھوں
اور انگریزوں سے امداد کی درخواست کی۔ احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں اپنی سلطنت
پیدا کی تھی شاہ شجاع اسکی اولاد میں تھا لیکن اس وقت سے چند سال پہلے ایک زبردست قوم کی
کی اولاد اسکی جانشین ہو گئی تھی۔ ایشیا میں شاہی خاندانوں کے بدلنے کا دستور مشہور ہے کہ جن
ہاتھوں میں قدرتی میلان حکمرانی کرنے کا نہیں رہتا وہ ان ہاتھوں میں آجاتا ہے جو اسکو اچھی
طرح رکھ سکتے ہیں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اٹھارہویں صدی میں مرہٹوں کی سلطنت پیشوا
وزیر کے خاندان نے تباہ کی تھی اور اسی صدی میں بعینہ اسی قسم کا انقلاب نیپال کی سلطنت
میں ہوا تھا۔

ایشیائی معاملات کا مدار عظیم افغانستان پر تھا اسکا مقام اسکی قدرتی قوت۔ اسکے بڑے قیمتی داؤں۔ گھات لگانا و چالیں چلنا یہ سب ایسے تھے جسکے سبب سے وہ ہندوستان کی فرمانرواؤں کے لیئے ایک مقام نہایت باعظمت و وقعت سمجھا جاتا تھا اب جو شاہ ایران نے اسپر دعویٰ کیا تو وہ پولیٹکل میدان میں آیا۔ انگلنڈ میں برٹش گورنمنٹ نے یہ اصول قائم کیا کہ ہندوستان کی سلامتی کے واسطے کل افغانستان کا سالم اور آزاد رہنا ضرور ورنہ گزیر ہے یہ اصول مہتم بالشان تھا۔ اسوقت انگریزی سفارت نے دریاے سندھ کی تحقیقات شروع کی تھی اور دوست محمد خاں امیر کابل نے اسکا خیر مقدم کیا تھا جسکے سبب سے اوپر کا اصول قائم ہوا تھا اسواسطے جب شاہ ایران نے جسکے ساتھ بعض روسی افسر بھی تھے ۱۸۳۷ء میں ہرات پر چڑھائی کی اور امیر کابل کو انگریزوں کی دوستی سے مایوسی ہوئی تو اس نے روسیوں کے ایجنٹ سے عہد و پیمان کی گفتگو کی پس اب یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ تمام عناصر خوف و بداعتمادی کی انتہا اپنی حد تک جلد پہنچیگی لندن میں وزراء نے ظاہر کیا کہ ہماری مشرقی ممالک مقبوضہ کی بہبودی و فلاح کا مقتضاء یہ ہے کہ ہم اپنی شرقی سرحد پر بجائے اسکے کہ وہاں کسی ایسے فرمانروا کو رہنے دیں کہ جو ہمارے دشمن کے کہنے میں چلے ایسے دوست کو فرمانروا رکھنا چاہیئے کہ وہ چڑھائیوں کا مقابلہ کرے۔

اب یہاں سے آگے زمانہ کی تاریخ ملکہ معظمہ کے عہد سلطنت سے متعلق ہے اس لیئے اسکا بیان بہت بسط و تفصیل کے ساتھ دوسرے حصہ میں لکھیں گے۔ و پر ہم نے ایک مختصر تواریخ لکھی ہے اگرچہ اس سے معلوم ہوگا کہ انگریزوں نے کیونکر ہندوستان کو فتح کیا لیکن اب ہم اسکو ایک اور پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ جو طلبا ان دونوں کو پڑھینگے انکی سمجھ میں بہت اچھی طرح آجائیگا کہ انگریزوں نے کس طرح ہندوستان کو فتح کیا۔

انگریزوں نے ہندوستان کو کس طرح سے فتح کیا۔

اس سوال کا کہ انگریزوں نے ہندوستان کو کس طرح فتح کیا؟

جواب دینا نہایت مشکل و دشوار ہے۔ اس ملک میں آبادی کثرت سے تھی وہ اپنی

تہذیب و شائستگی رکھتی تھے گو بہ تنزل وہ یوروپ کی نظر میں تھے مگر وہ قدیمی اور
اصلی تھے اور یوروپ کی پہلی تہذیب سے بہتر یا اسکی برابر تھی یوروپ کی تاریخ
میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ تقریبًا یہ ناممکن ہے کہ درحقیقت
عاقل آدمیوں پر ان لوگونکو فتح حاصل ہو جو ان سے زبان میں اور مذہب میں بالکل
بیگانہ ہوں پھر یہ کس طرح ہوا کہ پلاسی اور ایسی کی لڑائیوں اور ایک سو سال کی
جنگ آرائیوں میں انگریزی سپاہ نے بڑے بڑے سرداروں سے لڑکر فتوح حاصل کیں امر
مذکور واقعی ہے گو اس کی وجہ بیان کرنی مشکل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
انگریز اپنی قومی خاطرجمعی کو بغیر کسی رکاوٹ کے کام میں لاتے ہیں اور ہندوستان کے
ساتھ مقابلہ میں دراصل وہ آنے سے بڑے دہشت ناک ہیں۔

اس فرض سے کیا حقیقت میں مشکل دور ہو جائیگی ؟ کہ ایک انگریز سپاہی دس
یا بیس ہندوستانی سپاہیوں کی برابر ہوتا ہے تو کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ
کل ہندوستان انگریزوں سے فتح ہو سکتا ہے ؟ جب ہندوستان کی فتح شروع
ہوئی تو کل انگریز ایک کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ نہ تھے اور اس وقت میں وہ لڑائیاں
بھی لڑ رہے تھے کلایو کا زمانہ یوروپ کی جنگ شش سالہ کے درمیان واقع ہوتا
ہے اور لارڈ ولزلی نے جو ہندوستان کا بڑا حصہ الحاق کیا ہے تو اس وقت نپولین
سے انگریزوں کی لڑائی ہو رہی تھی۔ انگلنڈ ملٹری سٹیٹ (جنگی ریاست) نہیں ہے
ان زمانوں میں انگریز اس قابل نہ تھے کہ وہ کوئی بڑی سپاہ میدان جنگ میں
لا سکتے پس یوروپ کی لڑائیوں میں انگریز اپنی بیڑوں کو کام میں لاتے اور بری
فوج کے لیئے آسٹریا اور پروشیا کو روپیہ دیتے کہ وہ اپنی سپاہیں انکی امداد کے
لیئے تیار کرے پس اس بری سپاہ کی ایسی ضعف کی حالت میں کس طرح
ہندوستان کا بڑا حصہ دس لاکھ میل کا جسکے اندر بیس کروڑ آدمی رہتے تھے
انگریزوں نے فتح کر لیا ہے اگر انگلنڈ کی سپاہ اسکو فتح کرتی تو سپاہ اور خزانہ
دونو خالی ہو جاتے لیکن یہ خالی ہوتا تو کبھی ظہور میں نہیں آیا یوروپ کی لڑائیوں میں

تو انگلنڈ پر وہ قرض چڑھا جسکے ادا کرنے کی قابلیت اسمیں پیدا نہیں ہوئی لیکن ہندوستانکی لڑائیوں نے کبھی اُسکے قومی قرض کو نہیں بڑھایا۔ انگریز یہ خیال کرتے ہیں کہ انگلنڈ سے کچھہ سپاہ ہند کو گئی وہ اپنی دلیری و شجاعت و ذہانت و دانائی میں ہندوستانیوں سے ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ اُس نے کُل ہندوستان فتح کرلیا۔

انگریزوں کے اس خیال میں کچھہ غلطی ہے مرہٹوں کی آخر لڑائی ۱۸۱۷ء میں ایک لاکھ سپاہ میدان جنگ میں گئی تھی یہ وہی زمانہ تھا کہ نپولین کی لڑائی سے انگریزی سپاہ نہایت مضمحل و مجروح ہو رہی تھی وہ اس دو لاکھ سپاہ کی کچھہ امداد نہیں کر سکتی تھی جو زمانہ حال میں ہندوستان میں ہے کیا یہ سب دو لاکھ گورے ہی ہیں؟ اس میں تو گورے تھوڑے ہیں اور ہندوستانی سپاہی بہت۔ دو لاکھ سپاہ میں ساٹھ ہزار گوروں کی سپاہ ہے یعنی ایک تہائی اور یہ نسبت بھی گورے اور ہندوستانی سپاہیوں میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ہوئی ہے اس حادثۂ ناگہانی کے بعد گوروں کی سپاہ زیادہ اور ہندوستانی سپاہ کم ہو گئی ہے غدر کے زمانہ میں ہندوستان میں گوروں کی سپاہ پینتالیس ہزار اور ہندوستانی سپاہ دو لاکھ پینتیس ہزار تھی یعنی ایک پانچویں حصہ سے بھی کم ۱۸۳۰ء میں گوروں کی سپاہ پچیس ہزار اور ہندوستانی سپاہ ایک لاکھ تیس ہزار تھی یعنی ایک پانچویں حصہ سے بھی کم تھی یہی نسبت سپاہیوں میں ۱۸۳۳ء میں تھی جسمیں پہلی دفعہ برٹش انڈیا میں انگریزی قانون جاری ہوا اُس کمپنی کی گوروں کی سپاہ نو ہزار اور ہندوستانی سپاہ پینتالیس ہزار تھی اور اس سے پہلے گوروں کی سپاہ نسبتاً اس سے بھی زیادہ کم تھی یعنی ساتویں حصہ تھی اول کمپنی نے ہندوستانی سپاہ کا آغاز ۱۷۴۸ء میں کیا۔ مدراس میں کچھہ ہندوستانی سپاہی اُس نے بھرتی کیے اس میں اس نے فرانسیسیوں کی تقلید کی تھی جنہوں نے ہندوستانی سپاہ اپنی دار الاقاموں کی محافظت کے لیے رکھی تھی اسکے ساتھہ ہی اسنے بہت تھوڑی گوروں کی سپاہ رکھی جسمیں ملاح شامل تھے کہ ساحل پر جہازوں میں جنکے آگے کچھہ کام نہ تھا یا وہ آدمی تھی کہ دغا و فریب سے محصول مارنے کے لیے کمپنی کے جہازوں میں انگلنڈ میں سوار ہو کر یہاں آگئے تھے کمپنی نے پہلی لڑائیوں میں ہندوستانی سپاہ میں بہ نسبت گوروں کی سپاہ سے کمپنی کی طرف زیادہ

تھیں جیسی کہ ارکاٹ کے محاصرہ میں جنگ پلاسی اور بکسر میں جیسی ہندمیں اس کی قوت
و حکومت قائم ہوئی کبھی یہ سننے میں نہیں آیا کہ ہندوستانی سپاہ بری طرح سے لڑی یا لڑائی
کے کل صدمات کو صرف گوروں ہی نے اُٹھایا۔ انگریزی مورخوں کو یہ طفلانہ شوق ہے کہ اپنی
قومی شیخی و ڈینگ مارنے کے لیئے گوروں کی سپاہ کی بہادریوں کو بیان کریں و ہندوستانی
سپاہ کا نام نہ لیں مکولی صاحب جابجا گوروں کو لکھتے ہیں کہ بادشاہی سپاہی سمندر کے
زبردست بچے کلایو کا اور اسکے انگلش سپاہیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اگر یہ مانا جاے
کہ ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد ہمیشہ گوروں کی سپاہ سے زیادہ رہی اور وہ گوروں کی
برابر میدان جنگ میں لڑی تو یہ کل تھیوری (مسئلہ نظری) خاک میں ملجاتا ہے کہ انگریزوں
کا مظفر و منصور ہونا اس سبب سے ہوا ہے کہ انکی قدرتی بہادری میں بے اندازہ برتری تھی
اگر ان لڑائیوں میں جنمیں دشمنوں کی سپاہیں انگریزی سپاہ سے دہ چند تھیں اگر ایک
گورہ دشمن کے دس سپاہیوں کی برابر تھا تو اسکے ساتھ یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ ہندوستانی
سپاہی بھی دشمن کے دس سپاہیوں کے برابر تھا اسمیں شبہ نہیں کہ اگر کمپنی کے گورے کالے
سپاہیونمیں فرق تھا تو وہ اس قدر نسل کے اعتبار سے نہ تھا جیسا کہ وہ ڈسپلین اور ملیٹری سائنس
اور بہت سی صورتوں میں افسروں کی لیاقت کے سبب سے تھا گورے قواعدداں زیادہ تھے
بہت سی صورتوں میں انگریزی جنگی افسر جیسے فن جنگ سے خوب ماہر تھے ایسے ہندوستانی افسر
نہ تھے۔

مل صاحب نہایت مختصر طور پر ہندوستان کے فتح ہونے کی توجیہ میں کہتے ہیں کہ انگلش کی
طرف کوئی قدرتی برتری بزرگی نہ تھی ہندوستان کے فتح کرنے کے لیئے دو بڑی باتیں تحقیق
ہوئی تھیں اول ہندوستان کے سپاہیوں کا مقابلہ میں انگریزی قواعدداں سپاہیوں کے
نہایت ضعیف و کمزور ہونا دوم اہل یورپ کے ملازم ہندوستانی سپاہ کا یوروپین قواعد
کا آسانی سے سیکھ جانا۔ یہ دو نوامر فرانسیسیوں نے اول تحقیق و منکشف کئے تھے اگر یہ
مان بھی لیں کہ ہندوستانی سپاہیوں نے گوروں سے بہتر لڑتے ہیں دونوں نے بلکہ جن مہمات کا انصرام
کیا ہے انمیں زیادہ تر حصہ گورہ سپاہ کا تھا تو بھی یہ بات بالکل غلط ہے کہ یہ کہا جائے کہ

کہ انگریزی قوم نے ہندوستانی قوموں پر فتح حاصل کی ہی بلکہ یہ کہنا سچ ہی کہ ہند کی قوموں پر
فتح اس سپاہ نے حاصل کی ہے جسکا بحساب اوسط پانچواں حصہ انگریزی قوم کا تھا انگریز اپنی بہادری
کے کاموں میں اپنا حصہ لینے میں مبالغہ ہی نہیں کرتے بلکہ اس بہادری کے کام کو غلط طور پر خیال
اور بیان کرتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ سپاہ کے چار پانچویں حصے کس قوم کے تھے؟ جسکا جواب
یہ ہے کہ ہندوستان کے باشندے مشکل سے کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کو بالکل غیر قوم نے
فتح کیا ہے بلکہ زیادہ تر اس نے اپنے آپ اپنے تئیں فتح کیا ہے انصاف یہ ہے کہ انگریز
یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہند کو غیر قوم کے دشمن نے فتح کیا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ ہند کی قوموں
نے یہ پسند کیا کہ اپنی بدنظمی اور بدعملی وطوائف الملوکی کو ختم اس طرح کیجئے کہ فقط ایک گورنمنٹ کی اطاعت
کیجئے گو وہ گورنمنٹ غیر و اجنبی کیوں نہ ہو —

یہ اوپر کا بیان بھی پہلے بیان کی طرح جھوٹا اور غلطی میں ڈالنے والا ہے اسلئے کہ وہ پہلے سے فرض
کرتا ہے کہ ہند پولیٹکل کلیت رکھتا ہی سچ یہ ہی کہ ہند کے معنے پولیٹکل یا کوئی اور معنے ہی نہیں
وہ تو ایک جغرافیہ کا لفظ ہے اسواسطے وہ آسانی سے فتح ہو گیا کہ اس نے ایک ریاست کو دوسری
ریاست کے مخالفت میں لڑا کر فتح کر لیا اس طرح فتح کرنے کا خیال ڈیوپلے کو پیدا ہوا کہ ہند میں
سلطنت حاصل کرنے کا رستہ ان سب اہل یوروپ کے لئے کھلا ہوا ہے جو اپنی تجارت کا اہل
اسمیں رکھتی ہیں اس نے دیکھا کہ ہندوستان میں باہم ریاستوں کا لڑنا مرض مزمنہ کی طرح ہند کے
پیچھے لپٹا ہوا ہے کہ انکے لڑائی جھگڑوں میں اجنبیوں کی مداخلت انہیں ہوا رنت و معدلت پیدا کر گی
اس نے اس اپنے خیال پر عمل کیا بس ہندوستان میں کل یوروپین تاریخ کا آغاز فرانسیسیوں کی
اس مداخلت سے شروع ہوتا ہے جو انہوں نے حیدرآباد میں نظام کی جانشینی کے لیئے نزاع کی
سے کی جو ۱۷۴۸ء میں نظام الملک عظم کی وفات کے سبب پیدا ہوئی —

اصل واقعیت یہ ہے کہ ہند کچھ حسد و رشک اجنبیوں پر نہیں رکھتا ہے اس لیئے کہ اسمیں وحدت قومی کے
کچھ معنے نہیں ہیں یہ کہنا درست ہی کہ اس میں کوئی اجنبی نہیں اسپر پالٹکل اوپر فرد فی تہائی ہوتی
ہے انگریزوں نے اسکو اس سپاہ سے فتح کر لیا جسکے چار پانچویں سپاہی ہندوستانی تھے اور ایک
پانچواں انگلش — یہ ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ایک ملک اجنبی جو کہ تلے دب رہا ہو اور

ناگہانی ایسی واقعات آشوب انگیز پیش آئیں جو جنگی پیشے کو نفع رساں بنا دے تو سارا ملک
ایسے سپاہی پیشہ آدمیوں سے بھر جاویگا کہ وہ ہر گورنمنٹ کو خواہ موافق ہو یا مخالف دیسی ہو
یا پردیسی ملازمت کرنے کو اختیار کرلیں گے۔
بس ہندوستان کی یہ حالت تھی انگریزوں نے اسمیں اجنبی سلطنت نہیں جاری اسمیں تو پہلے ہی
سے اجنبی حکومت موجود تھی۔ ہندوستان میں معلوم ہوتا ہے کہ قومیت کا خیال ہی ابتر و پریشان
ہوگیا تھا لنگا نے و بنگا نے اور اسپین دیسی قوم و اجنبی قوم میں تمیز کرنا ہی مٹ گیا ہے یہی نہیں تھا
کہ گیارہویں صدی سے مسلمانوں ہی نے اس پر اپنی حملہ آوری اور حکمرانی کی تھی بلکہ اسکے بہت
پہلے گذشتہ زمانہ میں اسمیں قومیں آپسمیں خلط ملط ہوگئیں تھیں اور ایک قوم دوسری قوم کو
فرمانبردار بنا لی تھی۔ آریا سنسکرت بولنے والی قوم جو برہمنوں کے مذہب کی بانی تھی اس نے
خواہ کچھ ہی وحدت قومی پیدا کی ہو مگر وہ خود حملہ آور تھی وہ قدیمی قوموں کو نہ تو اپنی منہ کا
نوالہ بنا سکی نہ انکو اپنے اندر منجذب کر سکی۔ ہر جگہہ یہ قومیں قدیمی طبقہ میں نظر آتی ہیں زبانیں جو
بولی جاتی ہیں وہ فقط یہی نہیں ہیں کہ بگڑی ہوئی سنسکرت ہو بلکہ انمیں ان قدیمی زبانوں کے
الفاظ مخلوط ہیں جو سنسکرت سے بالکل نہیں ملتے۔ دکن کی زبانوں میں تو سنسکرت بالکل نہیں ہے
ہندومیں برہمنوں کا مذہب عام معلوم ہوتا ہے امتحان کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔
کہ ان مرشدان دین نے ان توہمات میں جو بالکل غیر متماثل اور ایک دوسرے
سے بے تعلق تھے وحدت ظاہری پیدا کر دی ہے بس اس بیان سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ وہ
اصول موضوعہ جنپر مغربی پولیٹکل اخلاق مبنی ہے ہندوستان میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ یہاں
جمہور انام ہمجنس نہیں ہیں جس سے اصلی سٹیٹ (ریاست) پیدا ہو اسکے لیئے زمانہ دور دراز
تک تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس یہی کافی ہے کہ محمود غزنوی کے زمانہ سے مسلمانوں کی حملہ
آوری کا آغاز ہوا سولھویں صدی میں مغل آئے اس سے بہت پہلے سے زیادہ تر ہندمیں مسلمانوں
ہی کی سلطنت تھی اس زمانہ سے بہت سی ہندوستانی ریاستوں میں رشتہ قومیت گسستہ
ہوگیا تھا گورنمنٹ کا کسی حق پر مبنی ہونا جاتا رہا تھا۔ کوئی ریاست محبت ملکی کیطرف رجوع نہیں
کرتی تھی جب ہندوستان میں معاملات کی یہ صورت ہو تو انگریز جسکو فتح ہند کہتے ہیں اسکی توجیہ بغیر

اس بات کے ماننے کے بیان ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کو یہ خیال کریں کہ وہ اور قوموں سے فروتر ہیں اور انگلش اور قوموں سے برتر ہیں انگریز یہ خیال کرتے ہیں کہ آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دیس کے لیے پردیسیوں سے مخالفانہ جنگ کرے لیکن سوال یہ ہے کہ آدمی کے دیس کے کیا معنے ہیں؟ جب اس معنے کی تشریح کرتے ہیں تو پہلے یہ مان لیتے ہیں کہ آدمی نے ایسی جمہور نام میں ورزش پائی ہے جسکو ایک ایسا بڑا کنبا خیال کر سکتے ہیں کہ وہ آدمی بالطبع اس دیس کو اپنے مان جاتے لیکن اگر اس جمہور نام میں بالکل ایک ہونے کی صفت نہ ہو بلکہ وہ ایک دو قوموں سے مرکب ہو جو ایک دوسرے سے مغائرت رکھتے ہوں ملک کو اپنا گھر نہ سمجھتے ہوں بلکہ گانوں کو تو پھر اس ملک کے باشندوں کی خطا نہیں ہے کہ وہ ملک سے محبت نہیں رکھتے پہلے ہی دفعہ اجنبیوں کے جوئے کے تلے جتنا اور بات ہے اور ایک اجنبی جوئے سے نکل کر دوسرے اجنبی جوئے کے تلے جانا اور بات ہے انگریزوں نے وہ ملک فتح کر لیا جو آبادی میں یوروپ کے برابر تھا اور اسکے لیے اہل انگلنڈ کو کوئی محنت و مشقت نہیں اٹھانی پڑی نہ اسکے لیے ٹیکسیں دینی پڑیں نہ قرض لینا نہ چندہ جمع کرنا نہ سپاہ کا ضائع کرنا پڑا نہ اور لڑائیوں کے جاری رکھنے میں اس سے ہرج ہوا لڑائی کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک سپاہ کی دوسرے روپیے کی سپاہ تو یہیں کے آدمیوں سے تیار ہو گئی جس سپاہ نے ملک کو فتح کیا اوسکے چار پانچویں سپاہی ہندوستانی تھے اور روپیہ کی یہ صورت ہے کہ جنگ کا اصول عامہ ہے کہ جنگ کا خرچ فاتح کو مفتوح دیتا ہے سو ہندوستان کی تمام لڑائیوں میں اس طرح وصول ہوا۔

جب اس واقعہ عظیم الشان کو کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کو فتح کیا غور سے دیکھتے ہیں انہیں فتح کے اصلی نتیجے جو ہیں وہ نہیں پائے جاتے کہ جب دو ریاستوں میں لڑائی ہوتی ہے تو ایک ریاست کی سپاہ دوسری ریاست پر حملہ کر کے اسکی گورنمنٹ کو زیر و زبر کر لیتی ہے۔ اور کم از کم اوسکو ایسی شرائط پہ مجبور کر لیتا ہے کہ جس سے وہ اپنی آزادی سے محروم ہو جاتی ہے لیکن یہ بات ہند کے فتح کرنے میں واقع نہیں ہوئی کہ شاہ انگلنڈ نے کسی مغلیہ بادشاہ سے یا کسی اور راجہ و نواب سے لڑنے کا اشتہار دیا ہو اسلئے تو ہند کی اول سے آخر فتح تک اپنا کچھ سروکار نہیں رکھا مگر ہاں وہ فرانسیسیوں سے جب سے انہوں نے ہندوستان میں اقامت کی۔

پانچ دفعہ لڑائیں کچھ ان لڑائی جھگڑوں کا بھی اختلاط تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستانی ریاستوں سے ہو رہے تھے۔ ہندوستان کے بنادر کے شہروں میں خاص تاجر رہتے تھے انہوں نے سلطنت مغلیہ کے زوال سے جو طوائف الملوکی پیدا ہوئی تھی اسکو دیکھا تو انہوں نے اپنی خصائل کو جنگی بنایا اور اپنے سپاہیوں کو لڑایا اور اس سپاہ کے ذریعہ سے اول کچھ ملک حاصل ہوا اور پھر سارا ملک حاصل ہو گیا یہ تاجر انگلش مین تھے جنہوں نے کچھ تھوڑی گوروں کی سپاہ کو بھی لڑایا۔

بس یہ فتح نہ تھی بلکہ ایک اندرونی انقلاب تھا جب کسی ملک میں سلطنت پر زوال آتا ہے اور اس کی گورنمنٹ شکستہ و خستہ ہو جاتی ہے تو بدنظمی اور طوائف الملوکی پیدا ہوتی ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک میں جو منتظمہ قومیں باقی رہتی ہیں انھیں آپس میں فساد اٹھتا ہے اور انھیں جو زیادہ تر قوی بازو اور غالب ہوتا ہے وہ اپنی گورنمنٹ قائم کر لیتا ہے شدہ ایسی ہندوستان میں طوائف الملوکی کی صورت مغلوں کی سلطنت کے تنزل سے پیدا ہوئی شدہ میں یہ تنزل اورنگ زیب کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا جب بادشاہی حکومت میں یہ زور نہیں رہا کہ وہ ایسی وسیع سلطنت کو سنبھالتا تو قاعدہ کلیہ جو اوپر بیان ہوا ہے شروع ہوا جہاں چھوٹی چھوٹی منتظمہ قومیں تھیں انہوں نے اپنے تئیں بڑا بنانا شروع کیا ہندوستان کی وضع کے موافق یہ قومیں زیادہ تر سپاہیوں کے غول تھے جنکے سپہ سالار کیا تو تباہی زدہ سلطنت کے صوبے دار ناظم تھے یا بعض اولوالعزم جانباز تھے جنکو اپنے عروج کے لیئے اچھا وقت ہاتھ لگا تھا کہ وہ سپاہیوں کی سپہ سالاری کریں یا آخر میں بعض مقامی قوت تھی جو مغلوں کی سلطنت کے برتری قائم ہونے سے پہلے موجود تھی اور وہ کبھی اسکی محکوم نہیں ہوئی تھی اسکی مثالیں یہ ہیں کہ حیدرآباد میں تو بادشاہ کے بڑے صوبہ نظام نے اپنی سلطنت جمالی۔ میسور میں ایک بہادر دلیر روشن ضمیر حیدر علی نے اپنا سکہ جمایا پھر اپنے تئیں فقط سپاہیانہ لیاقت سے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا۔ مرہٹوں کی بڑی ریاست متفقہ جنکا سرغنہ پیشوا تھا جو بہت سی قوت مغلوں کے وقت سے پہلے کی رکھتا تھا لیکن ان سب قوتوں کی پشت پناہ اجودار سپاہیں تھیں وہ ہمیشہ لڑائیوں میں مصروف رہتی تھیں اور آپس میں ایک دوسرے کو لوٹتی تھیں

بس ایسی حالتیں نئی قوتوں کے عروج کے لیے بڑی موئد تھیں حیدر علی پاس سوا اسکے کچھ اور نہ تھا
کہ اسکا دماغ عالی تھا اور ہاتھ سچے تھے وہ میسور کا سلطان ہو گیا ہر جگہ اجرہ دار سپاہی موجود
تھیں جو انکو تنخواہ دے اور اپنا رعب داب انپر رکھے اسکی ملازمت کرنے کو تیار تھیں ہر جو شخص ان
اجرہ دار سپاہ کا سپہ سالار ہوتا وہ بڑی بڑی زبردست خود مختار حکمرانوں کی برابر ہوتا اس لیے
کہ حکومت کی تباہی کی حالت میں صرف جنگی زور باقی رہ جاتا ہے -

ہندوستان میں ان خاص حالتوں میں مقامی قوتیں مختلف تھیں جو اتفاقی کامیابی کی صورت
میں اپنی سلطنت کا سکہ جمانا چاہتی تھیں انمیں خاص تاجر بھی تھے جنکی تجارتگاہیں سمندر کے کنارہ
شہروں میں تھیں وہ بے شک پردیسی اجنبی تھی یہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ یہاں دیسی اور پردیسی میں کچھ
تمیز نہیں بہت سی گورنمنٹیں اجنبیوں کی تھیں خود مغل ہی جنکی سلطنت تھی اجنبی تھے ایسٹ انڈیا کی
خوش اقبالی بڑی مبالغہ سے بیان کی جاتی ہے کہ وہ معجزہ اور کرامت تھی - یہ سچ ہے کہ ایسی
خوش اقبالی کی کوئی پہلی مثال نہیں ہے اسی وجہ سے کوئی شخص اسکی بابت میں پہلے سے پیشین گوئی
نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ کوئی معجزہ اور کرامت نہ تھی کہ اسمیں معجزہ و کرامت کی یہ صفت نہیں
پائی جاتی کہ اسکا سبب بتانا مشکل ہو یا اسکے اسباب دکھائی نہ دیتے ہوں اس لیے کہ ایسٹ انڈیا
کمپنی کے پاس روپیہ کا سرمایہ تھا جس سے اس نے اپنی تجارت کا کام شروع کیا تھا - وہ
روپیہ کا مقدور رکھتی تھی اسکے پاس دو تین چھوٹے قلعے تھے وہ سمندر پر فرمانروائی
رکھتی تھی اسکو بڑا فائدہ یہ حاصل تھا کہ وہ ایک جماعت تھی جسکو قانوناً یہ اختیار تھا کہ وہ اسی
طرح کام کرے جیسے کوئی ایک خاص آدمی کام کرتا ہے نہ وہ ایک لڑائی میں ماری جا سکتی
تھی نہ وہ بخار آنے سے مر سکتی تھی ہم کو اس بات پر بہت حیرت نہیں ہوتی کہ ایک خاص
آدمی اپنی ادنےٰ حالت سے ایک بڑے ملک کی سلطنت پر سرفراز ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اکثر
وقوع میں آئی ہے لیکن در اصل یہ بات زیادہ حیرت انگیز ہونی چاہیے جیسے کہ کورسیکا کے ایک غریب
اشراف کا چھوٹا بیٹا نپولین جسکی جیب میں پیسا نہ تھا اسکے دوست تھے اس نے صرف
ایک سلطنت عظیم حاصل ہی نہیں کی بلکہ اسکو بیس برس کے عرصہ سے کچھ کم میں کھو بھی دیا اسی

اسی طرح سے حیدر علی۔ سیندھیا۔ ہلکر کے عروج میں خوش اقبالی بہ نسبت ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیادہ تعجب خیز ہے انکی قسمت نے بڑی یاری و یاوری کی یہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ان واقعات کی نوع سے مختلف ہے جو اکثر واقع ہوتے ہیں اس میں یہ بات نہیں ہے کہ دو ریاستیں آپس میں سروکار رکھیں وہ اجنبی کارخانہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتی وہ ہند کی سوسائٹی میں اندرونی انقلاب ہے وہ مشابہ ان زبردستیوں یا پولیٹیوں کے صدمے ہے جو جمہور انام کے فسادوں کے بند کرتے ذرا اس بات پر خیال کریں کہ اگر یہ تاجر بالکل اجنبی نہ ہوتے تو بھی اس واقعہ کی سرشت نہ بدل جاتی فرض کرو کہ بمبئی کے پارسی تاجروں کی ایک جماعت نے یہ دیکھ کر کہ بدنظمی و طوائف الملوکی ان کی تجارت میں خلل اندازی کرتی ہے آپس میں چندہ کیا ہوتا اور اپنی گڑھیاں بنائی ہوتیں اور سپاہ کو نوکر رکھا ہوتا اور خوش اقبالی سے انکے جنریل لائق ہوتے تو اس حالت میں انکو بھی پلاسی اور بکسر کی فتوح حاصل ہوئی ہوتیں اور انہوں نے مغلوں کے بادشاہ سے ایک صوبے کی دیوانی حاصل کی ہوتی اور اپنی سلطنت کی بنیاد جمائی ہوتی اور اسکو کل ہندوستان پر تسلط حاصل ہوا ہوتا اس صورت میں واقعہ کی وہی اصلی صورت ہوتی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی مگر وہ اپنی سچی صورت نمایاں کرتی کہ وہ ایک اندرونی انقلاب کی سرشت رکھتا ہے گروہ فساد کی سرشت کے اثر پیدا کرتا ہے کہ ہر گروہ جمہور یہ چاہتا ہے کہ اس بدنظمی و طوائف الملوکی کو جو اسکے ٹکڑے اڑاتی ہے فرو کرے۔

لیکن اس واقعہ میں کوئی بات معجزہ اور کرامت کی نہیں ہے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے وہ کسی طرح بھی معجزہ و کرامت نہیں ہے اسلئے کہ کمپنی یوروپ سے تعلق قریبہ رکھتی تھی وہ ملٹری سائنس۔ جنگی سائنس اور ڈسپلن (قواعد) سے جو ہندوستان سے کہیں یوروپ میں زیادہ تھے امداد لے سکتی تھی اس بات کو فرانسیسی ڈوپلے نے سوچ کر ہندوستان کے فتح کا خیال کیا کہ ہندوستانی رئیسوں کی سپاہیں ایک لمحہ بھی یوروپین سپاہوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتیں اور اسکے ساتھ ہی اس نے یہ خیال کیا کہ ہندوستانیوں میں ... ڈسپلن (قواعد) پانے کی ایسی قابلیت ہے کہ وہ لڑائی میں ایسا ہی ثمرہ دکھا سکتی ہیں جو اہل یوروپ کی سپاہیں دکھاتی ہیں پس یہ طلسم کمپنی کے ہاتھ لگا تھا کہ جسکے سبب سے وہ ہندوستانی ریاستوں میں فقط اپنی تئیں سمجھانے لگے

نہیں ہی بلکہ رب سبقت لے گئی کسی اخلاقی اور مادی برتری کے سبب سے جو وہ دوسروں
میں داخل نہیں کر سکتی تھی یہ عظمت وشان نہیں حاصل ہوئی بلکہ ڈسپلن و جنگی نظام کے
سبب سے جسکو وہ ہندوستانیوں میں داخل کر سکتے تھے علاوہ اسکے انکو یہ فائدہ بھی
حاصل تھا کہ انہوں نے اپنے تئیں انگلش سٹیٹ کا حقیقی ری پری زنٹیٹو نہیں بنایا لیکن انکا جو
انگلینڈ سے تعلق تھا وہ بے انتہا انکے کام آیا۔ روپیہ اور سپاہی وہاں سے ملے۔
جنسے کہ انہوں نے ہند کو فتح کر لیا لیکن سند یافتہ کمپنی جو ہند اور چین میں انگلینڈ کی
تجارت کا ٹھیکہ رکھتی تھی اس سے انگلش گورنمنٹ اور پارلیمینٹ بھی ایک دلچسپی رکھتی تھی
کئی دفعہ ایسا ہوا کہ لڑائی جس میں کمپنی کو ملک ہاتھ لگا ایسی ظاہری صورت انگلش پبلک
کے روبرو رکھتی تھی کہ وہ انگلینڈ اور فرانس کی لڑائی معلوم ہوتی تھی اس لئے قوم
اپنے تہ دل سے اسکی پشت پناہ بنتی تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں کی فتح کا آغاز
کمپنی اور ہندوستانی ریاست کی لڑائی سے نہیں ہوا بلکہ اس سبب سے کہ فرانسیسیوں
نے دکن میں بنا غلبہ حاصل کر کے انگریزوں کو ڈرایا کہ وہ حیدرآباد کی جانشینی میں مداخلت
کر کے مدراس اور بمبئی میں انگریزی قرارگاہوں کو برباد کر دینگے۔ مشرق میں انگریزوں کو
جو اول مرحلہ پیش آیا وہ یہ تھا کہ فرانسیسیوں کے حملے سے انگریز اپنی محافظت کریں۔
اس وقت سے تقریباً ستر برس تک یعنی نپولین کی لڑائی کے ختم ہونے تک انگریزوں کی
لڑائیاں فرانسیسیوں کے ساتھ اپنی محافظت کے لیے ہوتی رہیں لڑائیاں سلطنت
کے نام سے ہوئیں سلطنت کا روپیہ انمیں خرچ ہوا لیکن وہ ایک خاص مدت تک قومی
لڑائیاں تھیں جنمیں انگلینڈ بہت گہرا اور عمیق اپنا تعلق رکھتا تھا سوا کمپنی کے
سپاہیوں کی انگلینڈ کی بادشاہی سپاہیوں نے بہت مدد کی ۱۷۸۶ء سے جس میں
لارڈ کارنوالس گورنر جنرل ہو کر گیا تھا ایک مدبر ملکی بڑی لیاقت کا ہندوستان میں
بھیجا جانے لگا کہ وہ تمام پولیٹکل و ملٹری معاملات پر کارفرمائی کرے۔ ہندوستان کی
لڑائیاں انگلستان میں قومی لڑائیاں سمجھی جاتی تھیں گویا کہ کمپنی اور انگلش قوم واحد تھی۔ اسی
طرح سے کمپنی کی پشت پناہ اول درجہ کی یورپ کی سلطنتیں تھیں گو انکے ساتھ ہی اس سلطنت نے

ان لڑائیوں میں جسقدر کمپنی کو ملک حاصل ہوا اور زر بہت ہی کم کی۔

برٹش انڈین امپائر یعنی انگریزوں کی ہندوستان میں شہنشاہی

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو انکا اصلی مقصود یہاں آنے سے صرف تجارت کرنا تھا انہوں نے سو برس تک کسی جنگ کا سوا اس جنگ کے جو اپنی محافظت کے لیئے ضرور تھی قصد نہیں کیا ہندوستانی ریاستوں سے لڑنے کا خیال تک بھی نہیں کیا اس زمانہ کے بعد نصف صدی تک انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ بہت سا ملک حاصل کیجیے جب انیسویں صدی کا آغاز ہوا تو پھر انکو کل ہندوستانی ریاستوں پر استیلا و استعلا کی پولیسی اختیار کرنے کی دھن لگی چوتھائی صدی بعد لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں انکی یہ مراد خاطر خواہ پوری ہوئی۔ دنیا میں سب سے بڑا کام جو بے ارادہ و اتفاقیہ انگریزوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کو فتح کیا ہے انگریز اپنی تجارت کی طرف دیکھتے تھے مگر فتح کی طرف چلتے تھے انکا مقصود ایک چیز کا حاصل کرنا تھا مگر دوسری چیز حاصل کی انکی کمپنی کے ڈائرکٹروں کی کبھی یہ مرضی نہیں ہوئی کہ سلطنت حاصل کیجائے مگر انکی مرضی کے خلاف اور زور ایسے تھے جو انکی مرضی پر غالب تھے اور وہ اپنی مرضی کو اُنپر غالب کرنیکے لیئے بیفائدہ لڑتے تھے۔ انہیں زوروں نے ہندوستان میں انگریزی شاہنشاہی پیدا کی جسکی حقیقت حال ہم کو آگے بیان کرنا مقصود ہے۔

درحقیقت تہذیب و شائستگی کی ترقی نے لڑائیوں کو موقوف نہیں کیا ہے شاید انکے بار بار واقع ہونے کو بھی کم نہیں کیا ہے لیکن پھر بھی اس نے لڑائیوں کی سرشت کی اور صورت بنا دی ہے انہیں فتح کے وہ معنی نہیں رہے جو پہلے زمانہ میں تھے کہ غارتگری کرنی یا بجبر اِمارت کی صورت پیدا کرنی فتح کہلاتی تھی اب فتوح کے حاصل کرنے کی ترغیبیں بہت کم ہو گئی ہیں فتح کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ فاتح ملک پر قابض ہو جس چیز پر قبضہ ہوتا ہے تو اُس کو قابض اپنی خوش عیشی کے لیئے کام میں لاتا ہے جیسے کوئی شخص زمین کا مالک قابض ہوتا ہے تو وہ کیا اسمیں خود زراعت کرکے متمتع ہوتا ہے یا کسی کاشتکار کو دیدیتا ہے تو اُس سے لگان لیتا ہے اب فتح کے اس معنی کے موافق ہند پر انگلنڈ

قابض نہیں ہے کہ انگلنڈ نے ہند سے زمین چھین لی ہو اور اُس سے ہندوستانی مالکان زمین
کو خارج کر کے انگریزوں کو اس میں آباد کیا ہو فتح کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ جو ملک فتح
ہو وہ فاتح کا باج گزار ہو اگر اس باج گزاری کے معنے یہ لیئے جائیں کہ رعایا ٹیکس ادا
کرے جسکا مطلب یہ ہو کہ رعایا اپنی گورمنٹ اور فوج کو جو اس کو محفوظ رکھے خرچ دے
تو یہ امر مفتوح رعایا سے مخصوص نہیں ہے ہر ملک کی رعایا کسی نہ کسی صورت میں اپنی گورنمنٹ
کا خرچ دیتی ہے اور اگر باج گزار کے معنے یہ ہوں کہ مفتوح رعایا اپنی گورمنٹ کے خرچ کے
ماسوا کچھ اور زیادہ دیتی ہے تو اس معنے کر ہندوستان انگلستان کا باج گزار نہیں ہے
ہند میں ٹیکس ایسی ہی لی جاتی ہیں جیسی کہ انگلنڈ میں پس انگلنڈ کا باج گزار ہندوستان ایسا
ہی ہے جیسا کہ انگلنڈ کا باج گزار انگلنڈ ہے ہندوستان سے جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ
سب کا سب گورمنٹ ہند کے خرچ میں صرف ہو جاتا ہے اور اس سے صرف اتنا ہی روپیہ
لیا جاتا ہے جتنا گورمنٹ کے مصارف کے لئے درکار ہوتا ہے اس کے علاوہ اس سے روپیہ
نہیں لیا جاتا اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ انگلنڈ کے لیئے ہند کو بہت طرح سے نقصان اوٹھانے
پڑتے ہیں اور مختلف طرح کے بہانوں سے زبردستی روپیہ اس سے لیا جاتا ہے ہم اس بات
کو یہاں نہیں بیان کرتے ہمارا یہاں یہ بیان کرنا صرف مقصود تھا کہ انگلنڈ کا ہند باجگزار نہیں ہے
سچ یہ ہے کہ انگلنڈ اور ہند میں جو بالفعل تعلق ہے وہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو
جنگ نے پیدا کیا ہے لیکن اس جنگ سے جو حقوق اسکے ہند پر پیدا ہوئے ہیں ان کا جو ی
علی الاعلان وہ نہیں کرتا ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظمہ نے جو اپنے ہاتھ میں سلطنت ہند کی عنان
لی ہے اسکے اشتہار میں اعلان کیا ہے کہ ہمارے ممالک ہند میں جو رعایا رہتی ہے حقوق کے
ادا کرنے کے فرائض کو ہم اپنے ذمے ایسا ہی واجب جانتے ہیں جیسے کہ اور رعایا کی پس ہند
پر فتح نے کوئی خاص حق انگلنڈ کا نہیں پیدا کیا۔

یہ بڑا لے زمانے کے محاورے استعارۃً چلے آتے ہیں کہ انگلنڈ کے تاج میں سب سے زیادہ
رونق ہوتی ہندوستان ہے اور وہ اسکا بڑا پرشان و شکوہ تابع ہے مگر بے شک انگلنڈ کا
قابض ہند ہے اسکے لئے تدابیر عملی کرتا ہے اور انتظامات کی حالتیں پیدا کرتا ہے اس میں

انگریزہی ساری حکومت کرتے ہیں۔
انگریزوں کی دو ایمپائر کہلاتے ہیں ایک برٹش انڈیا دوسرے برٹش کولونی یعنی وہ
بستیاں جو انگریزوں کے تارک الوطن ہونے سے آباد ہوئی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان
دونو ایمپائر سے انگلنڈ ایک ہی سا تعلق رکھتا ہے یا نہیں؟ دونو انگلنڈ کی خدمت
گزاری ایک سی کرتی ہیں یا نہیں؟ دونو اسکو ایک ساں براہ راست متمول یا طاقتور کرتی ہیں
یا نہیں؟ ان دونو سے انگلنڈ کے تعلق رکھنے کا حال یہ ہے کہ کولونی میں انگلنڈ کا خون ملا
ہوا ہے وہ تو انگریزی قومیت کا نئی سرزمینوں میں وسعت پاتا ہے۔ کولونی میں انگریزوں کا
جدا ہونا ایسا ہے جیسے کہ پکے پھل اپنے درخت سے جدا ہوتے ہیں یا ایک گھر میں جب بہت
سے آدمی بیاہی ہوئے زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہ دوسرے گھر میں جا بستے ہیں۔ اگر
کولونیوں کی زمینیں انگلنڈ سے پیوستہ و متصل ہوتیں تو یہ معلوم ہوتا کہ جیسا انگریزی آبادی
بڑھتی تو وہ انہیں آگے بستی ہے ظاہرا اسکی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ پولیٹکل اعتبار سے جدا کی
جائیں لیکن وہ متصل نہیں ہیں بلکہ بہت دور ہیں جس سے ایک خاص مشکل پیدا ہوتی ہے جو
اس زمانہ میں ایسی نہیں ہے کہ الکٹرسٹی اور سٹیم کی طفیل سے سہل نہ ہو کہ وہ انگلنڈ کو فائدہ پہنچاتی
ہیں اور اس سے استفادہ کرتی ہیں پس یہ ایک دلیل ہے کہ انگلنڈ ہند سے وہ تعلق نہیں رکھ سکتا
جو کولونیوں سے رکھتا ہے جنمیں کولونیوں کا خون ملا ہوا ہے گو یہ بات نہ حاصل ہے اور نہ حاصل
ہوسکتی ہے انگلش اور ہندوستان آپس میں ایک دوسرے سے ایسے بہت سا فراق رکھنے والے
ہیں کہ مشکل سے کوئی اور دو ایسی قومیں ملسکتی ہیں جنمیں ایسا افتراق ہو ان دونو میں صرف
یہ اشتراک ہے کہ دونو کی زبانیں ہم اصل ہیں اس اشتراک کے سوا ان کی سب باتوں میں افتراق
ہے ہندوؤں اور انگریزوں کی روایات و احادیث ایک بات میں نہیں ملتیں ہندوؤں کا مذہب
انگریزوں کے مذہب سے مسلمانوں کی مذہب سے بھی زیادہ بون بعید رکھتا ہے
انگریزوں کی کولونی دنیا کے ان حصوں میں آباد ہوئیں جو سب سے زیادہ آبادی سے خالی
تھیں پس انمیں آبادی کیا بالکل یا بکثرت سے انگریزوں ہی کی ہے پس کولونی اور انگلنڈ
میں تعلق ہم خون ہونے کا مادر و پسر کا سا ہے یہ تعلق ہندوستان کی آبادی سے

کبھی پیدا نہیں ہو سکتا اگر انگلستان سے انگریز تارک الوطن ہو کر ہندوستان میں بسے ہوتے تو
یہاں کی آبادی ایسی کثیر ہے کہ اس میں وہ معلوم نہیں ہوتے لیکن ایسی کوئی ہندوستان
میں آبادی نہیں ہوگی ان دونوں ملکوں کے درمیان ایک قدرتی فصل حائل ہے کہ اس سے زیادہ
اور دو ملکوں کے مابین نہیں ہو سکتا۔ قدرت نے حکم دے رکھا ہے کہ انگریزوں کی کوئی ہند
میں نہ آباد ہو۔ یہاں کی آب و ہوا انگریزوں کی اولاد کا باقاعدہ نشو و نما نہیں ہونے دیتی
بس انگلنڈ اور اسکی کولونی میں اعلےٰ درجہ کی فطری مجانست ہے اور انہیں ہندوستان میں
بادی النظر میں کم از کم اعلےٰ درجہ کی فطری مباینت ہے اسکا رشتہ تعلق غیر فطری ہے ان کے
درمیان کوئی فطری (نیچرل) تعلق نہیں ہے۔ نہ دونوں کا خون آپس میں ملا ہوا ہے نہ انکا مذہب
ایک ہے۔ انگریز عیسائی ہیں جو اس آبادی میں آتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں میں منقسم ہے نہ یہ
دونوں ہم اغراض ہیں صرف دونوں اس غرض میں شریک ہیں کہ آپس میں ایک ملک کی جنسوں کا
سودا دوسرا ملک کر لیتا ہے بعض ہندوستانی یہ تمنا رکھتے ہیں کہ یہ تعلق دونوں امپائر سے
انگلنڈ یکساں رکھے کبھی نہیں بر آئیگی۔ اس سلطنت کی جواب دہی انگریزوں کے ذمہ ہے۔
ہندوستان ایسا ملک ہے کہ اسکا ایک ایک صوبہ یورپ کے ایک ایک ملک سے زیادہ آباد ہے یہی
ملک ہے جسمیں انگریزوں نے بڑے پیمانے کی لڑائیاں لڑی ہیں ۱۸۰۳ء میں لارڈ ولسلی نے
مرہٹوں کی دوسری لڑائی میں ایک لاکھ سپاہ میدان جنگ میں لایا تھا گو انگلنڈ سے
ہند کیسا ہی دور دراز فاصلہ پر واقع ہو مگر وہ یورپین پولیٹکس کے سلسلہ سے باہر نہیں ہے
اٹھارہویں صدی میں وہ انگلنڈ اور فرانس کی شطرنج کی بساط تھا جس پر دونوں ایک دوسرے پر
چالیں چلتے تھے پھر ۱۸۷۸ء سے انگلنڈ کے اور روس کے درمیان صرف ہندوستان کے سبب سے
سرخاش چلی آتی ہے اسکی وجہ سے مشرقی سوال کے حل کرنے میں انگلنڈ کی دلی توجہ رہتی ہے
انگلنڈ اور ہند کے تعلق میں ایک بات ایسی ہے کہ اوسکی نظیر کہیں اور نہیں ملتی کہ اس کی
حکمرانی کے نظام میں کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ہند کی پبلک اوپینین کے موافق ہو جو بالکل
اپنی شاہی پبلک اوپینین سے مخالفت رکھتی ہے یہاں کی رعایا انگلنڈ کی رعایا سے دور
دراز فاصلہ پر رہتی ہے اور ان سے بالکل غریب و اجنبیت رکھتی ہے ان دونوں کے خیال

کرنے کے طریقے ہی جداگانہ ہیں وہ انگلنڈ کے رعایا سے ایسی غیر جنس ہے کہ اسکی پولیسی کے
لیئے اصول ہی جداگانہ اختیار کرنے پڑتے ہیں اسلیئے انگلنڈ کی پبلک و بی نہین جانتی ہی نہیں
کہ ان اصول کے لیئے کیا کرنا چاہیئے وہ ہندوستان کی گورنمنٹ پر بیٹھی غصہ کیا کرتی ہے اور اسنے
رنجیدہ رہتی ہے کہ وہ بالکل انگلنڈ کی گورنمنٹ کے برخلاف خودمختار ہے اور فوج کے زور
سے قائم ہے اور محاصل ملکی کی تحصیل اہل یوروپ کی طرح نہیں کرتی نمک اور افیون کا ٹھیکہ
اسنے لے رکھا ہے بالکل مالک زمین بنی ہوئی ہے اور اپنے طریقے انگلنڈ کے طریقوں سے برخلاف
رکھتی ہے براہ راست ہند نہ انگلنڈ کی کوئی خدمت گزاری کرتا ہے نہ اسکو محصول یا طاقت دیا
کرتا ہے مگر در پردہ اسکو بہت فائدہ پہنچاتا ہے جسکے سبب وہ ہند کی جوابدہیوں کا بار گراں
سر پر اٹھاتا ہے ان فائدوں میں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہند و انگلنڈ میں تجارت
کا بازار بتدریج زیادہ گرم ہوتا جاتا ہے اگر یہ تجارت انگریزوں کے ہاتھ سے اس سبب
نکلجائے کہ ملک میں پھر بدنظمی اور طوائف الملوکی ہوجائے یا اس میں کسی ایسے گورنمنٹ
کا عمل دخل ہوجائے جو تمام تجارت انگریزی کو بند کردے تو انگلستان کا ایک ارب روپیہ
کا سالانہ نقصان ہوجائے - انگریزوں پر ہند نے فورین پولیس کا بار گراں ایسا ڈال
رکھا ہے کہ اسکے مقابلہ میں اس فائدہ کے چھوٹنے کی انگریزوں کو کچھ پروا نہیں ہے اس لیئے
کہ اس زمانہ میں دنیا کی حالت ایسی ہے کہ کسی ملک کا جنگی زور سے تابع رکھنا قوم کے گلے
میں چکی کا پاٹ ڈالنا ہے اسلیئے اسکے سبب ایک سپاہ مستقل ہوجاتی ہے جسکی قوم کا اور
کاموں کے لیئے اور اپنی محافظت کے لیئے سخت ضرورت ہوتی ہے سب انگریز یہ خیال کرتے
ہیں کہ فرانس تو افریقہ اور ایشیا میں فتوح حاصل کرنے کے لیئے تدابیر کر رہا ہے اور جرمن میں
بسمارک اسکو اپنے اطمینان خاطر سے تماشا دیکھکر خوش ہورہا ہے اب اگر انگلنڈ جو ملٹری سٹیٹ
(جنگی ریاست) نہیں ہے اگر درحقیقت اپنے جنگی زور سے ہندوستان کے پچیس کروڑ
آدمیوں کو محکوم رکھے تو یہ بار گراں اسکو مضمحل کردیگا مگر یہ بات اس سبب نہیں ہے کہ انڈین
امپائر کی اصلی خصوصیت ہے جسکی تفصیل آگے آئیگی کہ زیادہ تر ہندوستان ہی کی سپاہ سے اور
ہندوستان ہی کے روپیہ سے انگلنڈ نے ہندوستان کو فتح کیا ہے اور اسکے اوپر قبضہ رکھتا ہے

ہندوستان میں صرف ساٹھ ہزار انگریزوں یعنی گوروں کی سپاہ ہے لیکن صرف یہی بوجھ
نہیں ہے جو ہندوستان انگلستان کے سر پر رکھتا ہے سوائے اس کے کہ اس فوج کو وہ
معطل رکھتا ہے اسکے ساتھ ہی وہ فورین پولیسی کی مشکل کو مضاعف کرتا ہے بیشک سب سے
اعلےٰ مسرت و نشاط کسی ملک کی یہ ہے کہ وہ سب سامان اپنے لیے اپنے ہی اندر رکھتا ہو
اور اسکو اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوگا اور قومیں کیا کر رہی ہیں وشنگٹن نے
نہایت دانشمندانہ نصیحت اپنے اہل ملک کو کی تھی کہ وہ مسرت و فرحت کو جب تک حاصل ہو سکے
حاصل کریں مگر انگلنڈ کو یہ خوشی اچھی طرح نصیب نہیں ہوئی ۔۔ اگر وہ ہندوستان کو اپنے پاس نہ
رکھے تو بالاضافت اسکو یہ خوشی حاصل ہو سکتی ہے اس کی جو کولونی امپائر ہے اس کے
ہمسایہ زیادہ تر عافیت طلب یا فقیر یا وحشی ہیں اور اس میں اہل یورپ کے سب جھگڑوں کا
فیصلہ ہو چکا ہے لیکن مشرق میں انگریزوں کی اغراض میں بہت فکر و تردد چلے جاتے ہیں ۔
ترکی میں ہر نئی حرکت ہونے پر مصر میں ہر نئی علامت کے ظاہر ہونے پر ایران میں یا دور اقصےٰ
میں یا برہما میں یا افغانستان میں ہر شور و شر پر انگریزوں کو نگرانی بڑی خبرداری و ہوشیاری
سے کرنی پڑتی ہے اسکی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ ہندپر انگریز قبضہ رکھتے ہیں اسکی وجہ سے
انگریز ایشیائی قوموں کے نظام میں بڑا منصب و جاہ رکھتے ہیں اور یہ تمام ملک ہندوستان کی
راہ میں پڑتے ہیں اسلیے انکے معاملات میں انگلنڈ صاحب غرض ہوتا ہے صرف اسی
سبب سے انگلنڈ کو انیسویں صدی میں روس کے مستقل رقابت کے پھندوں میں ایسا ہی پھنسنا
پڑتا ہے جیسے کہ اٹھارھویں صدی میں امریکہ میں فرانسیسیوں کی رقابت میں پھنسنا پڑا تھا ۔
اس سلطنت کے رکھنے اور چھوڑنے کی نسبت ارباب الرائے مختلف اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں
بعض کہتے ہیں کہ ہم کو اگرچہ ہندوستان کسی نہ کسی دن چھوڑنا پڑیگا مگر اس میں ہمکو حکمرانی
اس طرح کرنی چاہیے کہ ہم ہمیشہ اسمیں حکمرانی کرینگے انگریزی قوم کی عزت کا مقتضا یہ ہے
کہ باپ دادا نے اپنا خون بہا کے جو ملک لیا ہے اور وہ قوم کے مظفر و منصور ہونے کا
نشان ہے اسکا برقرار و قائم رکھنا ہم پر فرض ہے اور اسمیں ہندو انگلنڈ دونو
کی بہبودی اور فلاح ہے ہند و انگلنڈ کی اغراض ایسی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ

ہو گئی ہیں کہ انہیں قطع تعلق ہونا دونو کے لئے بُرا ہے انگلنڈ کی تجارت ہند کے ساتھ بہت وسعت پا گئی ہے آخر سالوں میں انگلنڈ کا کثیر سرمایہ دولت ہندوستان نے مختلف کاموں میں لگا لیا ہے - انگریزی گورنمنٹ اگر آج ہند کو چھوڑ دے تو اسکا حال اس سے بھی بدتر ہو جائے جو اس عملداری کے وقت تھا تمام ملکوں میں ہند ایسا ملک ہی کہ اسمیں بہت ہی کم قابلیت ہی کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو اپنے اندر سے پیدا کر سکے اسمیں جو کچھ تھوڑی سی یہ قابلیت بھی تھی اسکو انگریزی گورنمنٹ نے بالکل مٹا دیا اسنے بالضرورت اُن جماعتوں کو دبا دیا جنہیں فی ہانت یا عادت حکمرانی کی تھی - پُرانے شاہی خاندانوں کو امراء کی جماعتوں کو خاص کر مسلمانوں کی جماعتوں کو جو مغلوں کی سلطنت میں سب سے زیادہ اعلےٰ عہدے رکھتے تھے انگریزی عملداری سے نقصان بنسبت فائدہ کے زیادہ پہنچا ہے اس عملداری نے برہمنوں کی تاریخی باتوں میں مغربی سائنس کو داخل کر کے انکے دانشمند گروہ کے مذہبی و اخلاقی خیالات کی بنیاد ہلا دی ہے بس ایسے صورتوں میں اگر انگریز اپنی گورنمنٹ کو اُٹھا لیں تو ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں جس سے ہندوستان پر بلاؤں کا طوفان آ ئے ٭

تمت

فہرست مضامین بقید زمانہ و سنہ

باب اول - بحری تجارت کے لیے ابتدائی رقابت صفحہ ۵ سے ۱۵ تک -

زمانہ و سنہ	مضمون
سولھوین صدی	پرتگال کی تجارت کا غالب ہونا
۱۶۰۱	انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا چارٹر (فرمان شاہی)
۱۶۰۳	ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا بنا۔
سترھوین صدی	ہولینڈ کی تجارت کا غالب ہونا۔
۱۶۱۴ - ۱۶۱۸	مغلون کے دربار مین سرطامس رو سفیر انگلینڈ کا آنا
۱۶۲۲	امبوئنیا کا قتل عام
۱۶۵۱-۱۶۵۴	پہلی لڑائی انگلنڈ و ہولنڈ مین
۱۶۶۱	ایل پرتگال کا بمبئی کا دینا انگریزون کو
۱۶۶۴	فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا بنا
۱۶۶۸	پونڈچیری
۱۶۶۷	ایشیا مین تجارتی جھگڑون کا فیصل ہونا بموجب صلحنامہ بریڈا
۱۶۵۸	اورنگ زیب کی تخت نشینی
باب دوم	یورپ و ایشیا مین پولیٹکس کے اثر و تعلقات صفحہ ۱۵ سے ۱۳۱ تک
۱۶۶۰-۱۶۹۸	سیواجی کے ماتحت مرہٹون کی ترقی
۱۶۶۵	دوسری لڑائی ہولنڈ
۱۶۷۲	تیسری لڑائی ہولنڈ کے ساتھ و فرنچ سپاہ کا ساحل ہند پر آنا
۱۶۸۵	بمبئی مین انگلش کمپنی کا صدر مقام مقرر ہونا۔
۱۶۸۶	کلکتہ مین انگلش کمپنی کا صدر مقام مقرر ہونا
۱۶۸۷	کمپنی کے اختیارات کی آزادی
۱۶۸۶-۱۶۸۹	انگریزی کمپنی کی لڑائی اورنگ زیب سے
۱۶۹۰-۹۷	یورپ مین فرانس سے لڑائیان۔
باب سوم	ایسٹ انڈیا کمپنی کا استحکام ۱۳۲ صفحہ سے ۲۶۱ صفحہ تک

زمانہ و سنہ	مضمون
۱۶۹۸	لندن میں نئی اور پرانی کمپنیوں میں رقابت
۱۷۰۲	دونو کمپنیوں کا متحد ہونا
۱۷۰۲-۱۳	فرانس کے ساتھ لڑائی
باب چہارم	فرنچ و انگلش ایسٹ انڈیا کمپنیاں ۲۴ صفحہ سے ۳۳ تک
۱۷۰۷	اورنگ زیب کی وفات
۱۷۰۷-۵۰	سلطنت مغلیہ کا سریع زوال
۱۷۳۹-۴۰	ہندوستان پر نادر شاہ کا حملہ
۱۷۴۸	احمد شاہ ابدالی کا پنجاب کا تسخیر کرنا
۱۷۱۳-۴۴	فرانس اور انگلنڈ کے درمیان مصالحت کا رہنا
۱۷۲۸	اہل ڈنمارک کی کمپنی کا بالکل جاتا رہنا
قریب ۱۷۲۵ کے	اوسٹنڈ کمپنی کا تنزل
۱۷۱۵-۴۵	فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا نشو و نما پانا
۱۷۴۱-۵۱	پونڈیچیری کا گورنر ہونا ڈیوپلی کا
۱۷۴۴	فرانس کے ساتھ لڑائی کا اشتہار
باب پنجم	ہندوستان فرانسیسی ڈوپلے کی ماتحت ۳۴ سے ۵۲ تک
۱۷۴۶-۴۹	ساحل کورومنڈل پر فرنچ و انگلش کی لڑائی
۱۷۴۶	لےبورڈےنیاس کو مدراس کا حوالہ کرنا
۱۷۴۸	پونڈیچیری کا محاصرہ کرنا انگلش کا
۱۷۴۸-۴۹	ایکس لاچیپل کا صلحنامہ اور مدراس کا بحال ہونا
۱۷۴۶-۴۹	فرنچ ایسٹ انڈیا کی مالی حالت میں دقتوں کا بڑھنا
۱۷۴۹-۵۴	کرناٹک میں لڑائیوں کا متواتر ہونا -
۱۷۵۰-۵۴	فرنچ و انگلش کمپنیوں میں لڑائی

مضمون	سنہ
ارکاٹ کی محافظت کرنا کلائیو کا	۱۷۵۱
ترچناپلی کے محاصرہ کا چھوڑنا فرانسیسیوں کا	۱۷۵۳
ڈوپلے کا دوبارہ آنا اور کمپنیوں میں مصالحت	۱۷۵۴
باب ششم (چہارم) بجائے ششم کے غلط لکھا گیا ہے - فرانس اور انگلش کی دوسری لڑائی ۵۲–۵۸	
فرانس اور انگلینڈ کے درمیان دوسری لڑائی -	۱۷۵۶
لیلی کے لشکر ہندوستان میں اور فورٹ سینٹ ڈیوڈ کا تسخیر کرنا -	۱۷۵۸
لیلی کا مدراس کا محاصرہ کرنا -	۱۷۵۸–۵۹
وانڈیواش لیلی کا شکست پانا	۱۷۶۰
پانڈیچیری کا انگلش کو حوالہ کرنا -	۱۷۶۱
پانڈیچیری کا فرانس کو دینا پیرس کا صلحنامہ جنے ہندوستان میں فرنچ کی رقابت کا خاتمہ کیا -	۱۷۶۳
باب ہفتم بنگال کی فتح ۵۸ سے ۶۸	
نواب بنگال کا کلکتہ لینا	جون ۱۷۵۶ء
کلائیو کا کلکتہ کا دوبارہ لینا	جنوری ۱۷۵۷ء
جنگ پلاسی	جون ۱۷۵۷ء
باب ہشتم بنگال میں انگریزوں کی حکومت ۶۸–۸۱	
بنگال پر انگریزوں کا قبضہ	۱۷۵۷
کلائیو کا انگلینڈ جانا	۱۷۶۰
بنگال کی بدنظمی	۱۷۶۰–۶۵

سنہ	مضمون
۱۷۷۲	نواب وزیر اودھ اور رہیلون کی مصالحت مرہٹون سے بچنے کے لیے
۱۷۷۳	ہیسٹنگز اور نواب وزیر اودھ کا ملک رہیل کھنڈ پر حملہ
۱۷۷۴	رہیلون کی لڑائی اور اودھ مین رہیلکھنڈ کا الحاق
۱۷۷۵	انگریزون کو غازی پور اور بنارس کا ملنا گورنمنٹ بمبئی کا قبضہ سالسٹی اور بسین پر
۱۷۷۶	سندھ کمار گوبھرا کا ملنا اور مرہٹون کی لڑائی اور مرہٹون کے ساتھ عہد و پیمان
۱۷۷۸	فرانسیسون کی مراسلت مرہٹون اور میسور کے ساتھ
۱۷۷۸	یوروپ مین فرانسیسون کے ساتھ لڑائی ۔ فرانسیسون کے دار الامانتین ہند مقبوضہ مین مرہٹونکا انگریزون کو ہٹا دینا پونہ پر پیش قدمی ۔ پوپہم صاحب کا قلعہ گوالیار لینا ۔
۱۷۷۹	انگریزون کے برخلاف میسور و مرہٹون اور نظام کی سازش
۱۷۸۰	کرناٹک مین حیدر علی کی تاراج
۱۷۸۱	بنارس کا بلوہ ۔ قلعہ نو دولی حیدر علی کی شکست ۔ انگلنڈ کی لڑائی سپین و ہولنڈ اور فرانس سے اور امریکہ کی کولونیون سے
۱۷۸۲	بحری لڑائیان فرانس و انگلنڈ کے درمیان خلیج بنگالہ مین ۔ مرہٹون کے ساتھ صلح کے عہد و پیمان ۔
۱۷۸۳	حیدر علی کی وفات ۔ یوروپ مین عام امن امان ۔ پونڈیچیری کا پھر فرانسیسون کے حوالہ کرنا ۔
۱۷۸۴	ٹیپو سلطان میسور کے ساتھ صلح کے عہد و پیمان اور ہندوستان مین عام امن امان
	باب دوازدہم ہیسٹنگز و کورنوالس کے عہد پیمان کے درمیان کا زمانہ ۔ ۱۱۹ — ۱۲۸
قریب ۱۷۸۵	پنجاب مین سکھون کی سلطنت کا عروج
۱۷۸۵	دہلی پر مہدوجی سیندھیا کا قبضہ
۱۸۷۸	فوکس کے انڈیا بل کا پارلیمنٹ مین پیش ہونا اور نامنظور ہونا ۔
۱۸۰۱ — ۱۷۸۵	پٹ کا انڈیا ایکٹ و ہندوستان کے حالات کے لیے کمشنرون کی بورڈ کا مقرر ہونا
۱۷۸۵	ہیسٹنگز کا انڈیا سے جانا ۔

سنہ	مضمون
	باب سیزدہم بورڈ کورد لنس کے انتظامات ۱۲۸ — ۱۴۳
۱۷۸۶ء	لارڈ کورنوالس کا گورنر جنرل ہونا
۱۷۸۸-۹۰	وارن ہیسٹنگز کے الزامات کی تحقیقات
۱۷۹۰	انگریزون اور میسور کی لڑائی
۱۷۹۲	ٹیپو کا ملک دیکر صلح کرنا۔
۱۷۹۳	فرانسیون کے ساتھ پرخاش جنگ عظیم کا آغاز (پونڈیچری پر انگریزون کا قبضہ کورنوالس کا انڈیا سے جانا۔ پارلیمنٹ کا ایکٹ ہندمین لڑائی کے انسداد کے لیئے
۱۷۹۳-۹۸	سرجان شور (لارڈ ٹین متھ) گورنر جنرل۔
۱۷۹۴	مہدجی سیندھیا کی وفات
۱۷۹۵	مرہٹون کو کردلا مین نظام کا اپنے تئین حوالہ کرنا
۱۷۹۶	پنجاب پر زمان شاہ افغانستان کے بادشاہ کا حملہ
۱۷۹۸	مصر پر بونا پارٹ کی لشکرکشی
۱۷۹۶-۹۸	فرنچ و افغانستان کے ساتھ ٹیپو کی خط و کتابت
۱۷۹۸	جزیرہ فرانس مین ٹیپو کا سفیر جانا
۱۷۹۹	قاہرہ سے بونا پارٹ کا خط ٹیپو پاس بھیجنا۔
	باب چہاردہم لارڈ ولزلی گورنر جنرل کا عہد حکومت ۱۴۳ — ۱۶۳
۱۷۹۸-۱۸۰۵	لارڈ مورننگٹن (مارکوئس ولزلی) گورنر جنرل۔
۱۷۹۸	نظام کے ساتھ اتحاد۔
۱۷۹۹	دوسری لڑائی میسور کے ساتھ۔ سری رنگ پٹم پر حملہ اور ٹیپو کا مرنا اور میسور کا حصون مین تقسیم ہونا
۱۸۰۰	نظام کے ساتھ سب سڈری عہد و پیمان
۱۸۰۱	سب سڈری عہد و پیمان کے موافق نواب وزیر اودھ کا بہت سا ملک لینا انگریزون کو دینا دلوا کیجئے ملک کا حوالہ کرنا۔ مرہٹون مین آپس مین لڑائی اور پیشوا کا بھاگنا۔
۱۸۰۲	بسین کا عہدنامہ اور پیشوا کا بحال ہونا اور سیندھیا کے صلح اور پیمان۔

۱۷۸۹ء — قسطنطنیہ و پیرس کی سلاطین کو ٹیپو کا سفیر بھیجنا۔

[illegible]ی سنہ ۱۸۰۳	فرانس سے از سر نو جنگ کا ہونا
سنہ ۱۸۰[illegible]	سیندھیا اور ناگ پور کے راجہ کا متفق ہونا
۱۸۰[illegible]	مرہٹوں کی لڑائی (الیس سپاہ دار گاؤن ولاس داری)
دسمبر سنہ ۱۸۰۳	سیندھیا اور ناگپور کے راجہ کے ساتھ صلح کے عہد و پیمان
۱۸۰۴	ہولکر کے برخلاف لشکر کشی
۱۸۰۵	بھرت پور کے محاصرہ مین ناکامیابی۔ لارڈ ولزلی کا ہندوستان سے جانا
	باب پانزدہم زمانہ وقوف سلطنت ۱۶۳-۱۷۳
جولائی اکتوبر سنہ ۱۸۰۵ء	لارڈ کورنوالس کا دوبارہ گورنر جنرل ہونا
۱۸۰۵ — ۷	سر جارج بارلو گورنر جنرل
۱۸۰۶ — ۸	آخر کو کیپ گڈ ہوپ کا فتح ہونا۔
۱۸۰۷	لارڈ منٹو کا گورنر جنرل ہونا
۱۸۰۶—۸	نپولین کی تدابیر فرانس و روس کا ہندوستان پر ارادہ
۱۸۰۷ — ۸	فرانس کا سفیر ایران مین
۱۸۰۸	ایران و افغانستان و پنجاب مین برٹش سفیرون کا جانا
۱۸۱۰ — ۱۱	موریشس اور جاوا کا مفتوح ہونا
	باب شانزدہم لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل کا عہد حکومت ۱۷۳-۱۸۵
۱۸۱۳—۲۳	لارڈ موئرا (کونٹ مارکوئس ہیسٹنگز) گورنر جنرل
۱۸۱۴—۱۶	نیپال کے ساتھ لڑائی
۱۸۱۶	نیپال کا بہت سا ملک دینا اور صلح کے عہد و پیمان کرنا
۱۸۱۷ — ۱۸	پنڈاروں سے لڑائیاں
۱۸۱۷	پیشوا کا ریزیڈنسی پر حملہ اور ناگپور مین بلوہ اور ہلکر کی شکست مہدی پور مین
۱۸۱۸	پیشوا کا اپنے تئیں حوالہ کرنا بہت سے ملکون کا الحاق ہونا۔
	باب ہفتدہم سلطنت کی تکمیل ۱۸۵ - ۱۸۹

غلط نامہ مروج سلطنت انگلشیہ ہندوستان مین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۷	اپنا	اپنی	۲	۲۰	بلاحصل	بلافصل
۳	۱۶	کرنی	کرنی پڑتی ہین	۳	۲۳	رقابت	رقابت کے
۱۷	۷	ٹرنکوول	ٹرنکومالی	۲۲	۳	کے وہ	کے
۴۳	۲۱	کرناٹک	کرناٹک ہین	۴۶	۱۱	ہین	رہے
۶۰	۱۲	وافعینتون	واقعیتون	۶۰	۶	کہ نہ	کہ
؍؍	۱۲	تبدیل ہوگی	ہوگی	۶۶	۱۳	چلبر	چارلز
۷۳	۷	کی	کو	۷۲	۷	جتین	جیسے
۹۴		پھر	×	۹۵	۱۳	ہو	ہنوز
۱۰۰	۱۸	طرح	طرف	۱۰۷	۱۸	کلکتہ کو	کلکتہ
۱۱۰	۱۴	مورخ	مورخ ہین	۱۱۱	۸	کر	کروہ
۱۱۱	۱۷	کرنی	ہوگئی	۱۱۲	۶	آپ	ان
۱۱۲	۹	بڑا	بیڑا	۱۲۰	۲۲	نہ رکھین	رکھین
۱۲۲	۹	نہو	ہو	۱۱۴	۱	دفرنی	دلزلی
۱۲۶	۱۹	سیچی کای	سیچی کافی لاگی گئین	۱۲۷	۱	ترقیات	مشکلات
۱۳۱	۱۴	دشمنون ونہ	دشمنیون وکونہ	۱۳۲	۸	واؤن کے	واؤن
۱۴۹	۳	دوبڑی	ہر	۱۵۷	۱۸	انگریزی	فرانسیسی
۱۶۰	۷	سنتون	ریاستون	۱۹۱	۱۶	لو	تو
۱۹۸	۵	سکے	کو	۲۰۳	۲۳	تخریب	[illegible]

دیباچہ

عروج سلطنت انگلشیہ ہند قبل از عہد ملکہ معظمہ قیصر ہند

میرا اصل مقصود یہہ تھا کہ حضرت علیا ملکہ معظمہ کی صفات کے اور انکے شوہر والا گوہر کی ذات والا صفات کے حالات لکھون اور انکے عہد سلطنت کے واقعات خاص کر انڈیا کے تاریخی حالات بیان کرون مگر مجھے اسکے ساتھ یہہ خیال بھی آیا کہ اس عہد سلطنت کے ماقبل کی تاریخ بھی لکھدون کہ جس سے انگریزی عہد کی تاریخ ہند مکمل ہو جائے اس لیئے مین نے سر الفرڈ لائل کے رائز اوف برٹش ایمپائر انڈیا سے اور پروفیسر سیلی کے اکسپینشن اوف انڈیا سے زیادہ تر مضامین ترجمہ کرکے لکھے۔ یہہ دونو ارباب کمال فلسفیانہ تاریخ لکھنے مین کمال رکھتے ہین۔ انکی کتابون سے جو مضامین نقل کیئے گئے ہین ان مین کل واقعات مع علل اور نتائج لکھے گئے ہین۔ اپنی اور مستند کتابون سے بھی کہین کہین اضافہ کیا گیا ہے۔ انکے پڑھنے مین سوچنے و سمجھنے کی لیاقت ضرور ہے وہ ہر شخص کی سمجھ مین نہین آسکتے فقط

فہرست کتب موجودہ مولفہ خان بہادر شمس العلما محمد ذکاء اللہ صاحب

نام کتاب	قیمت	محصول	نام کتاب	قیمت	محصول
لطف السان و منتخب الامثال	۸ر	ار	عجائب الحساب	۸ر	ار
اکسیر دولت ـ دولت پیدا کرنیکے طریق ہیں ہے	۸ر	ار	رسالہ علم مساحت ٹوڈ ہنٹر	۱۲ر	ار
کیمیاے دولت	۸ر	ار	مبادی الانشا حصہ اول	۸ر	ار
فلسفہ سیاسیہ و مالیہ	۶ر	۰ر	مبادی الانشا حصہ چہارم	۵ر	ار
شرقی طبیعیات کی ابجد	۴ر	۰ر	محاسن الاخلاق	عہ ۸ر	۳ر
غربی طبیعیات کی ابجد	۴ر	۰ر	تہذیب الاخلاق	۶ر	ار
شرقی غربی طبیعیات پر محاکمات	۲ر	۰ر	تعلیم الاخلاق	۸ر	ار
اہل یونان کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر	صحیفہ فطرت	عہ	۳ر
اہل اسلام کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر	مجالس مناظرہ	۳ر	۰ر
سائنس و مذہب کی رزم و بزم	عہ ر	ار	اہل عرب کا جبر و مقابلہ	۴ر	۰ر
فرہنگ فرنگ	۱۰ر	ار	جغرافیہ ریاضیہ	۸ر	ار
تقویم اللسان	۴ر	ار	تحریر اقلیدس مقالہ اول و دوم مع شرح و نتائج	۶ر	ار
رسالہ برنارڈ سمتھ حساب ان دونوں کتابوں کی ملاکر قیمت عہ ہے محصول ۳ر	۱۲ر	۲ر	شرح اول شش مقالہ و مقالہ یازدہم و دوازدہم		
معان الحساب	۸ر	ار	جو درس میں جاری ہے	۸ر	ار

تاریخ

عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند

بعہد شہنشاہی

حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصر ہند بالقابہا

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب فیلو الہ آباد یونیورسٹی

اس حصہ میں لارڈ آک لینڈ و لارڈ ایلن برا و لارڈ ہارڈنگ کے
عہد حکومت کا بیان ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۸ء تک لکھا ہے

سنہ ۱۹۰۴ء

مطبع شمس المطابع دہلی میں منشی محمد علاء الدین کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

حصہ دوم

باب اول

لارڈ آکلینڈ

جب ملکہ معظمہ تخت نشین ہوئی ہیں تو ہندوستان میں لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل تھے۔ ۲۰ مارچ ۱۸۳۶ء کو انہوں نے ہندوستان کے گورنر جنرل ہونے کا حلف اٹھایا تھا۔ جب لنڈن میں اُن کی وداع کا جلسہ ہوا تو انہوں نے اپنی سپیچ میں فرمایا کہ میں ہندوستان میں جانے کی خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ وہاں میری یہ قوی امیدیں بر آئینگی۔ کہ لاکھوں آدمیوں کو جن کے ساتھ میں شرکت نوعی رکھتا ہوں عمدہ نظم و نسق کی میمنت و سعادت سے مستفید و مستفیض کرونگا۔ اور اُن کی تعلیم و ترتیب تہذیب شائستگی و بہبودی و آسودگی و آسایش و آرایش و انبساط و نشاط میں دل سے کوشش کرونگا۔ حقیقت میں اُنکی طبیعت اُن کاموں کے لئے موزون و موضوع تھی وہ بڑے رحم دل غریب پرور محنت شعار و جید و مستعد تھے۔ جن سوالوں پر اول اُنکو توجہ کرنی پڑی اُن میں سے ایک یہ سوال تھا کہ ایسی پولیسی اختیار کیجائے کہ جس کے سبب سے یوروپین کے مقدمات دیوانی کو مفصلات میں ہندوستانی جج نہ فیصل کیا کریں۔ ہمیشہ سے انگریزوں کو یہ امر ناگوار خاطر تھا کہ اُن کے ہمسایہ میں جو کالی کھال کے ہندوستانی رہتے ہیں وہ اُن کے ساتھ قانوناً مساوات پیدا کریں۔ جب کوئی اس مساوات کی تقریب صورت پذیر ہوتی تو وہ بڑے پریشان خاطر ہو کر واویلا مچاتے۔ وہ اسکو اپنی بڑی کسرشان سمجھتے تھے کہ ہندوستانی ججوں کے روبرو اُن کے مقدمات دیوانی فیصل ہونیکے لئے پیش ہوں۔ اُنکی تمنائے دلی یہ تھی کہ اُنکے مقدمات دیوانی صرف اُن کی اپنی پریسیڈنسی کی سپریم کورٹ میں فیصل ہوا کریں۔ اب اس سوال کے دو پہلو تھے۔ اُن میں سے **لارڈ آکلینڈ** کی کونسل نے وہ پہلو اختیار کیا جو کل جماعتوں کے لئے عدل و انصاف تھا۔ مئی ۱۸۳۶ء میں ایک ایکٹ پاس کیا کہ یوروپین کے دیوانی مقدمات کو ہندوستانی جج اپنی

عدالتوں میں فیصل کیا کریں جس سے انگریزوں کو خوف پیدا ہوا اور انہوں نے اس قانون کا نام بلیک ایکٹ (اندھیر کا قانون) رکھا اور اسکے منسوخ ہونے کیلئے ولایت میں اپیل دائر کیا۔ مگر وہاں **لارڈ میل بورن** کی وزارت زبردست تھی۔ ڈائی رکٹروں کے آگے کچھ چلی نہیں ایکٹ بدستور جاری رہا ٭

کھانڈیا کھونڈ کے انسان کی قربانی کا موقوف ہونا

صوبہ اڑیسہ کے مہاندی کے جنوبی جانب میں پہاڑوں کے درمیان شمالی سرکاروں کے پاس جو ملک ہے اسمیں قوم کھونڈ رہتی ہے ۱۸۳۵ء میں راجہ گم سور نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی جس کے سبب سے سرکار انگریزی نے اُس کا ملک ضبط کیا تو سرکار انگریزی پر یہ حال کھلا کہ یہاں قوم کھونڈ پرتھوی کی پوجا کرتی ہے اور اُس پر انسان کا بلدان چڑھاتی ہے۔ پہاڑوں کے نیچے کے آدمیوں کو پکڑ کر لیجاتی ہے اور انکو قربان کر کے اپنے دیوتا پر چڑھاتی ہے۔ یہاں کے انگریزی افسروں میں سے میجر میکفرسن صاحب نے بڑی کوشش اس رسم کے دور کرنے میں کی۔ بعض کھونڈ کے سرداروں نے مسلح ہو کر اُن کا مقابلہ کیا جن کو سپاہ کے زور سے دبانا پڑا۔ آخر کو یہ رسم بد انسان کے بلدان کرنے کی موقوف ہوئی۔ اسکا مفصل حال آیندہ لکھا جائیگا ٭

لکھنؤ میں محمد علی شاہ کی جانشینی

۱۸۳۷ء میں نصیر الدین حیدر لکھنؤ کا بادشاہ بیمار ہوا اور محل سے باہر کئی ہفتے تک نہیں آیا گو اسکی علالت خطرناک نہیں معلوم ہوتی تھی مگر وہ ۷ جولائی ۱۸۳۷ء کو آدھی رات کو دفعتہً مر گیا۔ لوگوں نے حسب دستور مشہور کیا کہ اُسکو کسی رشتہ دار نے زہر دے کر مار ڈالا۔ اُسوقت لکھنؤ میں بڑے آزمودہ کار عاقل جوانمرد لو صاحب رزیڈنٹ تھے اُنھوں نے اپنی جان پر کھیل کر بڑا دانشمندانہ کام کیا۔ کہ جب انکو ساتویں آٹھویں تاریخوں کے درمیان کی رات کو خبر ہوئی کہ پادشاہ بیگم شاہ مرحوم کی والدہ مسلح سپاہیوں کے لئے مناجان کو تخت سلطنت پر بٹھانے کے لئے محل میں جاتی ہے تو گومتی ندی کے پار چھاؤنی میں حکم بھیجا کہ سپاہ امداد کے لئے آئے۔ مناجان کو پادشاہ اپنا بیٹا مانتا تھا مگر وہ درحقیقت اسکا بیٹا نہ تھا۔ سلطنت کا وارث شرعی پادشاہ کا چچا محمد علی شاہ تھا جو مخالفوں کی قید میں تھا۔ مناجان نے پادشاہ بیگم کی حمایت سے لال بارہ دری پر قبضہ کر لیا تھا اور تخت سلطنت پر ہو بیٹھا تھا۔ تین بجے لو صاحب محمد علی شاہ کو ہمراہ لئے ہوئے آئے تو انہم فرمائش ہوئی کہ پادشاہ کے روبرو مجرا و کورنش بجالائیں محل اور اسکے گرد مکانات مسلح آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے تلواریں نیزے اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے بندوقیں اپنے فیر سناتی تھیں گلیوں میں توپیں اپنی دھواں دھون کا شور مچاتی تھیں طائفوں کے ناچ ہو رہے تھے باجے بج رہے تھے مشعلوں کے دھوؤں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔ اس تمام ہنگامے میں لو صاحب نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ آپ اپنی بیفائدہ

وبیہودہ حرکت سے باز رہیں تو ایک گستاخ بے ادب امیر نے اُن کو بیٹا کا ہچکایا کہ آپ تخت کے آگے ہٹا جا
کے روبرو کورنش ومجرانہ بجا لائینگے تو یہاں سے نکال دیئے جائینگے - پھر لو صاحب پر کچھ دہکا پیل بھی ہونے لگی -
تو اس طوفان بے تمیزی سے اُن کا ایک دوست اُنکو باہر نکال لایا - اسوقت دن نکلنے کو تھا کہ اس کی
مبارک روشنی میں پینتیس پلٹن کی پانچ کمپنیاں بریگیڈیر کے زیر حکم نظر آئیں تو لو صاحب نے حکم دیا کہ اگر چوتھائی
گھنٹے میں بارہ دری خالی نہ ہو تو سپاہ اس پر اپنے ہتھیار چلائے - ناقص العقل بیگم نے اُن کے حکم کی تعمیل
نہیں کی تو بمجبوری محل پر آگ برسائی پڑی دروازہ توپ سے اُڑایا گیا سپاہ نے بارہ دری پر حملہ کیا بیگم اور اُسکے
کل ہمراہی بھاگ گئے پچاس آدمیوں کو مقتول و مجروح کر کے چھوڑ گئے -

۸- جولائی ۱۸۳۷ء کو دس بجے دن کے لو صاحب نے محمد علی شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے اُسکے
سر پر تاج رکھا توپوں کی شاہی سلامی سر ہوئی بیگم اور منا جان گرفتار ہوئے اور بنارس میں بھیجے گئے
گورنمنٹ نے لو صاحب کی اس کارگذاری کو پسند کیا کہ لکھنؤ کو اپنی تدبیر سے آپس کی لڑائی جھگڑوں
سے بچا دیا - گورنمنٹ ہند نے حکم دیا کہ پادشاہ کے اختیارات کم کئے جائیں - ۱۰ نومبر ۱۸۳۷ء
ایک نیا عہدنامہ مرتب ہوا - پادشاہ نے اُسپر دستخط کر دیئے اسمیں یہ دو بڑی شرائط لکھی گئیں - اول
اودھ میں دو رجمنٹیں سواروں کی اور پانچ پلٹنیں پیدلوں کی اور دو کمپنیاں گولہ اندازوں کی بڑھائی جائیں
اور اس کا خرچ سوا لاکھ روپے سالانہ خزانہ شاہی اودھ سے لیا جائے - دوم جن اضلاع پر ظلم و ستم ہوا
ہوا ہے - وہاں کے انتظام اور بندوبست کے لئے انگریزی حکام مقرر ہوں جو ہندوستانی اصول
وقوانین کے موافق حکمرانی کریں اور خرچ کے بعد جو آمدنی ملک میں سے روپیہ بچے - اُسے خزانہ شاہی
اودھ میں داخل کریں مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اس نئے عہدنامے ۱۸۳۷ء کو اس وجہ سے نامنظور کیا - کہ اسکو
یہ شبہ تھا کہ اودھ کی بدنظمیاں مبالغہ سے بیان کی جاتی ہیں اور خود انگریزوں کی غلطیوں سے اس کی
آمدنی میں خرابیاں آتی ہیں - اس لئے ۱۸۰۱ء کا عہدنامہ بدستور برقرار رہا - اس نئے پادشاہ نے اودہ
میں پانچ سال تک اچھی طرح سلطنت کی - سرکار انگریزی کا ممنون منت اور خیرخواہ رہا اور یہی سمجھتا رہا کہ مجھ کو
انگریزوں ہی کی عنایت سے پادشاہی حاصل ہوئی ہے - اس نے ان سب لائق اراکین سلطنت کو بحال
کیا - جن کو بھتیجے نے نکال دیا تھا - جب اُن میں سے کوئی مرتا تو اس کی جگہ کوئی لائق آدمی مقرر کرتا جو بدنظمیاں
پہلے سے پھیلی ہوئی تھیں اُن کو روکتا آراضی کی مالگذاری کے بندوبست کو درست کرتا خزانہ کو بڑی احتیاط

سے پرکرتا اپنی حکمرانی میں بعض انگریزی صیغوں کو بھی داخل کرتا اپنے محل کو نقالوں اور قوالوں وگویوں و مسخروں بھانڈوں کا اندرا کھاڑہ نہیں بننے دیتا ۱۸۴۲ء میں بہت بڑی عمر میں دنیا سے سفر کیا اور امجد علی شاہ اس کا بیٹا جانشین ہوا تو پھر سلطنت کے کارخانوں میں خرابیاں آنی شروع ہوئیں۔

قحط سالی

اس ملک میں کہ سالانہ بارش کے چند انچوں پر فصل کی پیداوار کا مدار تھا بار بار قحط سالی ایسی تباہی کوئی اور آفت ایسا دل نہیں ہلاتی تھی ۱۸۳۷ء سے کال پڑ رہا تھا ۱۸۳۸ء کے آخر میں لارڈ آکلینڈ کلکتہ سے اودھ اور دہلی میں گئے ہر جگہ قحط کے سخت مصائب کو معائنہ کیا ان ہی کے تجربہ کا یہ نتیجہ تھا کہ ملک میں پیمائشوں کی ابتدا ہوئی جس کا خاتمہ گنگا کے نہر کلاں پر ہوا جو لارڈ ہارڈنگ اور لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں بن بنا کر تیار ہوئی ٭

باب دوم

جنگ افغانستان کا حال

افغانستان

جس ملک کو اب ہم افغانستان کہتے ہیں وہ ایک کوہستانی وسیع ملک ہے جسکا رقبہ جزائر برطانیہ اعظم کے رقبہ سے وسعت میں دوچند ہے وہ ایران کے اضلاع خراسان اور ہندوستان کے اضلاع پنجاب کے درمیان واقع ہے اس کی مصنوعی سرحد جنوبی بلوچستان ہے اور شمالی سرحد ممالک ازبکیہ جو روس کے تابع ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک حصہ اپنی جدا جدا تاریخ رکھتا ہے ایک حصہ کابل مع اضلاع مضافات ہے جو ہندوستان کے مغلوں کی سلطنت میں داخل تھا۔ دوسرا حصہ ہرات اور وادی ہری رود ہے جو ایران سے متعلق تھا۔ تیسرا وہ حصہ ہے جسمیں دریا سے ہیلمند بہتا ہے اور اسمیں قندھار ہے اس حصہ پر سلطنتوں کے لڑائی جھگڑے رہتے تھے کوئی اس میں مستقل سلطنت جمنے نہیں پاتی تھی۔ فرمان روائی اس کی بدلتی رہتی ہے ٭

ہندوستان اور افغانستان کے حد فاصل اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور اُن پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے دشوار گذار اور دہشت ناک درے ہیں جن کے اندر سے ہوکر پنجاب اور کابل کے درمیان

آمد و رفت ہوتی ہے۔ ہندوستان پر وسط ایشیا کے سب حملہ آوران ہی دروں سے آئے ہیں اب بھی اگر کوئی حملہ آور خشکی کے راہ سے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہے تو وہ صرف اسی جانب سے دروں میں سے گذر کر حملہ کر سکتا ہے اور کسی اور جانب سے نہیں کر سکتا۔ سوائے اس طرف کے ہندوستان کی اور سب جانبوں میں سمندر ہے جس کو انگریزوں نے اپنی بحری قوت سے بیخوف و خطر بنا رکھا ہے بس یہی افغانستان کا ملک ہے جس کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو اندیشہ حملہ ہونے کا رہتا ہے۔ انگریزوں کی عقل دنگ ہوتی ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ روس اُن کی طرف جلد جلد بڑھا چلا آتا ہے اور پچاس سال کے اندر اس نے اس طرف بہت اپنے قدم بڑھائے ہیں روسیوں نے اس نصف صدی میں یوروپ میں فن لینڈ کو فتح کر لیا ہے ترکوں کی سلطنت کے عمدہ عمدہ صوبے لے لئے ہیں اور اُس کو بڑا ضعیف کر دیا ہے پولینڈ کو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے غرض یوروپ کی غنیمت میں روس شیر کا سا حصہ اپنا لیتا ہے اب ایشیا میں سائبیریا کے جنوب کی طرف بہت سا ملک لے لیا ہے جگزارٹس پر اپنے قلعے بنا لئے ہیں۔ اور اوکسس کی طرف دانت لگا رکھے ہے خیوا اور بخارا اور قوقند کے خانات کو اپنا تابع بنا لیا ہے اور سب سے زیادہ خطرناک یہ معاملہ ہے کہ اُس نے ایران کے شمالی اضلاع لے لئے ہیں۔ اور کل سلطنت کو اپنے ہاتھ کی کٹ پتلی بنا لیا ہے۔ شاہ ایران سے انگریزوں کے بہت دفعہ عہد نامے ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے اور اُن دونوں میں آپس میں اتحاد وداد نہ قایم ہوا۔

ہرات جو ہمیشہ سے کلید ہند مشہور ہے اس پر روسیوں کی پیش قدمی کا ہونا مدبران انگلش کو متردد کرتا ہے وہ ایک ملک ہے جو روسیوں اور انگریزی سلطنتوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ اب افغانستان جو ہندوستان اور ایران کے درمیان واقع ہے۔ اسی کو برٹش گورنمنٹ اپنی سپر اور روسیوں کی پیش قدمی کی سد راہ بنانا چاہتی ہے۔ یہ ملک جاڑا اور کوہستان ہے اور اس میں بہت سے اضلاع ایسے ہیں کہ وہاں رسائی مشکل ہے اور باشندے جری اور مفلس ہیں اور جیسا اُن کا ملک وحشی ہے ایسے ہی اسکے باشندے جوشی ہیں وہ بہت سے خیلوں اور فرقوں و جرگوں میں منقسم ہیں اور وہ اپنی آزادی پر جان دیتے ہیں۔ اور اُن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کے گلا کاٹنے کو بھی اپنا حق سمجھتے ہیں اُن میں نصف قومی حمیت اور عزت اور نصف جوش مذہبی ایسے ہیں کہ جب کوئی اُن کو لایق پیشوا مل جاتا ہے تو وہ اُن کی ان دونوں باتوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ خواہ آپس میں کیسی ہی وہ معاندت رکھتے ہوں مگر

صرف دو چیزیں اُن میں سب کو آپس میں متفق کر دیتی ہیں۔ ایک غیر قوموں سے نفرت دوم غیر قوموں کے حملے کا خوف۔ ایک بوڑھے افغان امیر نے الفنسٹن صاحب سے کہا تھا کہ ہم آپس کی نااتفاقی پر راضی ہیں۔ ہم آپس کی خونریزی سے خوش ہیں مگر ہم کسی کو اپنے آقا بنانے سے راضی نہیں ہیں ؏

اسباب جنگ افغانستان اور اس کی تمہیدات

اب گورنر جنرل اور اسکے مصاحبین کے روبرو ایک واقعہ عظیم جنگ افغانستان پیش آیا۔ بارہ[12] برس سے امن امان چلا آتا تھا۔ اس بارہ برس کی صلح کے وضع حمل سے جنگ افغانستان کا بچہ احمق اور ناحق فتنہ انگیز پیدا ہوا جس نے ہند کو بڑے قرض کا زیر بار کیا اور سرکار انگریزی کی نیک نامی کو ایسا داغ لگایا جسکو فتوح عظیمہ بھی نہ دھو سکیں۔ گو جنگ اوّل پر ایک اوپر ساٹھ برس کا عرصہ گزر گیا ہے مگر پھر اسکا از سر نو ہونا کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے اسکا حال سمجھانے اور سبب بتلانے کے لئے چند تمہیدات لکھتے ہیں ؏

احمد شاہ درانی نے افغانستان کے تینوں حصّوں کو جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے ملا کر اپنی ایک سلطنت زیر فرمان بنائی ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان مرہٹوں کو وہ شکست فاش دی کہ ہندوستان اس کے نام سے لرزنے لگا اور شمالی مغرب کی طرف سے حملہ آوری کی دہشت سے وارن ہیسٹنگز کے زمانہ سے لارڈ منٹو کے عہد تک سرکار کمپنی کی پولیسی کا رنگ بدلا رہا۔ ۱۷۹۹ء میں شاہ زمان افغانستان کے تخت پر بیٹھا وہ ملک کی شاہی قوم سدوزئی کا شہزادہ تھا اس لئے یہ اسکا - - - - - - باپ تیمور شاہ مر گیا تھا۔ اسلئے یہ اس کا بڑا بیٹا دادا کا جانشین ہوا۔ یہ فوقیت اس کو اپنے بھائیوں پر پائندہ خاں بارک زئی کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ کہ وہ پادشاہ ہوا تھا۔ یہ پائندہ خاں امیر دوست محمد خان کا باپ تھا۔ امیر دوست محمد خاں بڑا نامور تھا۔ وسط ایشیاء میں نادر شاہ کے بعد کوئی آدمی اُس کے برابر لائق نہیں پیدا ہوا۔ باری باری سے کبھی وہ انگریزوں کا مرد ود وست تھا اور کبھی زبردستی سے دشمن اُن کا بنایا گیا تھا۔ کبھی اُن کا معزز قیدی تھا اور کبھی اپنی حفاظت و حمایت کے لئے انگریزوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن حقیقت میں وہ ہندوستان کے انگریزوں کا خیر خواہ وفادار یک رنگ دوست تھا۔ انگریزوں میں اُسکی نسبت غلط بیانیاں بہت ہوتی رہیں۔ زمان شاہ اپنی زندگی کا بڑا مقصد یہ سمجھتا تھا کہ برٹش انڈیا پر حملہ کرے اور برٹش گورنمنٹ کا یہ خیال تھا کہ اُس کو اس حرکت سے باز رکھے۔

رنجیت سنگھ جس کا عروج پنجاب میں ہو رہا تھا وہ زمان شاہ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور اسی کے نام پر پنجاب میں حکومت کرتا تھا اور نپولین بونا پارٹ جو ساری دنیا میں انگلینڈ کی مضرت رسانی کے درپے رہتا تھا وہ زمان شاہ کو اپنے لیئے بڑے کام کا اوزار جانتا تھا ۔

اس طوفان سے بچنے کے لیئے آیندہ سال میں بڑے لایق و قابل افسر کپتان میلکم سفیر بنا کر طہران اس مطلب کے لیئے بھیجا گیا کہ ہندوستان میں انگریزی عملداری میں خلل اندازی کے لیئے فرانسیسی جو سازشیں ایرانیوں کے ساتھ کر رہے ہیں اُن کو شاہ ایران رفع دفع کرے۔ اور افغانوں کی اولوالعزمی کو بڑھنے نہ دے اور ان کے روکنے کے واسطے ایک استوار سد راہ بنے۔ ٹھیک وقت پر یہ سفیر عہد نامہ لایا جسمیں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی قلمرو سے فرانسیسیوں کو نکال دیگا اور اپنے نئے دوستوں (انگریزوں) کی مدد اس طرح کرے گا کہ ہندوستان پر باہر کی طرف سے شمال مغرب سے حملہ آوروں کو روکے رکھیگا غرض اس طرح سے سنہ ۱۸۰۰ء میں ایران کے ساتھ فرانس اور افغانستان کے برخلاف عہد نامہ ہو گیا۔ دوسرے ہی سال میں زمان شاہ نابینا کیا گیا اور قید خانے میں ڈالا گیا۔ اس امر کا واقع ہونا کوئی بڑی بات ہی نہ تھی زمان شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے اول یہ کام کیا کہ پایندہ خان کو جس کی بدولت سلطنت کی دولت ہاتھ آئی تھی اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ پایندہ خان نے پادشاہ کے برخلاف سازش کی وہ کھل گئی اور وہ گرفتار ہوا اور وحشیانہ طور پہ مارا گیا مگر اپنے اکیس بیٹے انتقام لینے کے لیئے چھوڑ گیا جنہوں نے دکھا دیا کہ افغانوں کے سپوت ایسے ہوتے ہیں کہ باپ کے انتقام میں سلطنت کے تخت کو الٹ دیتے ہیں فتح خان جوان سب بھائیوں سے بڑا تھا اور اپنے باپ کی طرح نامور تھا اُس نے پادشاہ کے سوتیلے بھائی شہزادہ محمود شاہ کو اپنی امداد اور جرات سے پادشاہ بنا دیا اور زمان شاہ کی آنکھیں نکلوا کے قید خانے میں ڈلوا دیا ۔

اس جانشینی پر زمان شاہ کے سگے بھائی شجاع الملک اور اُسکے سوتیلے بھائی محمود میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔ کبھی ایک بھائی فتح پا کر کابل میں پادشاہ ہوتا کبھی دوسرا بھائی۔ شجاع الملک نے بھی وہی فاش غلطی کی جو اس کے بھائی زمان شاہ نے کی تھی کہ شاہ گر قوم بارک زئی کی امداد سے دستکشی کی۔ محمود کی نالایقی کو فتح خان دیکھ کر شجاع الملک کا حامی ہونا چاہتا تھا مگر اسکے اوضاع و اطوار سے وہ متنفر ہوا دونوں بھائیوں میں سال بسال جنگ ہوتی رہی ۔

جب شجاع الملک کابل میں پادشاہ تھا تو برٹش گورنمنٹ نے اپنے بڑے لائق قابل۔ مدبر۔ عالم
سیجیر مونٹ سٹورٹ الفنسٹن کو پشاور میں سفیر بنا کے اُس پاس بھیجا تھا۔ شجاع الملک نے سرکار انگریزی کے
ساتھ بڑی پکی دوستی کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضہ میں درخواست کی کہ روپیہ اسکو دیا جائے جس سے
وہ اپنے بھائی محمود کا سر کچلے اور ہندوستان کا دروازہ جو کابل ہے اُس کو کل حملہ آوروں کے لیئے
مسدود کر دے۔ الفنسٹن صاحب نے بھی اس درخواست کی تائید کی مگر لارڈ منٹو اور اُس کی کونسل
نے اس درخواست کے سننے میں کان بہرے کر لیئے۔ شاہ شجاع نے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ اگر سرکار
کمپنی خرچ کے لیئے روپیہ دے گی تو میں افغانستان کی راہ سے فرانسیسوں یا کسی اور قوم کے حملہ آور ہونے
کا مانع و مزاحم ہونگا۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں لارڈ منٹو ولایت روانہ ہوئے۔ یہ عہدنامہ تصدیق ہو کر اُن کے ہاتھ
تلے سے باہر نکلا ہی تھا کہ شاہ شجاع افغانستان میں برائے نام پادشاہ رہگیا۔ الفنسٹن صاحب ہندستان
کی طرف روانہ ہوئے اور اس ملک کی اور اس ملک کے آدمیوں کے حالات کی معلومات کا مصالح اسقدر
ساتھ لائے کہ ایک جلد سفرنامہ کی بڑی دلچسپ لکھ ڈالی۔ آخرکار سنہ ۱۸۰۹ء میں سندھ کے پار شاہ محمود نے شاہ شجاع
کو مار دہاڑ کر سندھ اتار دیا۔ رنجیت سنگھ نے اُسکو مقید کیا اور دھوکہ دیکر دنیا کا مشہور الماس کوہ نور اُس سے چھین
لیا۔ اب یہ ہیرا انگلینڈ کے تاج شاہی میں اپنا نور دکھا رہا ہے۔ پھر وہ بہت سی مصیبتیں اُٹھا کر اور آفتیں
جھیل کر سنہ ۱۸۱۶ء میں لدھیانہ میں انگریزوں کے سایہ عاطفت میں آیا۔ اس کا بھائی زمان شاہ بھی
اس جلاوطنی میں شریک ہوا اس سرزمین میں اندھا قیدی بنا جسکو وہ مدت تک اپنے حملوں سے دھمکیاں
دیتا تھا۔ فتح خان بارک زئی نام کو وزیر تھا مگر درحقیقت افغانستان کا پادشاہ جبتک رہا کہ اسکے
سب سے چھوٹے بھائی دوست محمد خاں نے سدوزئی شہزادی کو بے حرمت کیا۔ اس پر ولیعہد کامران
کو ایسی غیرت آئی کہ اس نے وزیر کو قید کر لیا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال لیں اور اُسکی کھوپری کا
چمڑا اوتار لیا۔ اور جب اُس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ دغا کرنے سے انکار کیا تو اس پادشاہ
کے حکم سے جو اُسکے ہاتھ کی کٹ پتلی تھا اُسکا ایک ایک عضو کاٹ کاٹ کر پادشاہ کے روبرو پھینکا
گیا۔ اس خونریزی و محسن کشی کے کام نے اس خاندان کی قسمت کو سربمہر کر دیا وزیر کے بھائی جو زندہ تھے
اُنہوں نے سارے ملک کو حصوں میں تقسیم کر کے اپنا اپنا قبضہ کر لیا۔ بس اس طرح سے کابل میں
سدوزئی کا ادبار آیا اور بارک زئی کا اقبال چمکا اس انقلاب کو اہل کابل ایسا پسند کرتے تھے کہ اُسکے

الٹ پلٹ کرنے کی قابلیت انگریز بھی نہیں رکھتے تھے آخر کار ۱۸۲۶ء میں دوست محمد خان مظفر و منصور ہو کر کابل میں فرمانفرما ہو گیا۔ یہ بہادر مدبر اپنی آخر عمر تک کابل میں حکمران رہا صرف تین برس بیچ میں کابل میں انگریزی عملداری ہو نیسے حکمرانی سے محروم رہا اور ۱۸۶۳ء میں وفات پائی۔ اب اسی زمانہ کا حال ایران کا سنو۔ ۱۸۰۰ء میں روس کے شہنشاہ پال نے جارجیا کو ایرانیوں سے لیکر روس کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اہل ایران نے انگریزوں سے مدد کی درخواست کی پہلے فرانسیسیوں کی مخالفت کے لئے اُن کی مصالحت انگریزوں سے ہو چکی تھی جسکا او پر بیان ہوا۔ انگریزوں نے اس کی درخواست پر کان نہیں لگایا اہل ایران نے انگریزوں کی اس عہد شکنی سے مایوس ہو کر فرانس کی طرف ۱۸۰۶ء میں رجوع کی۔ نپولین نے فوراً اپنا سفیر بھیجا اور بآسانی شرائط عہد نامہ طے ہو گئیں کہ اہل فرانس نے اپنے ذمے یہ کام لیا کہ وہ روسیوں کو ہٹائیں گے اور اہل ایران نے یہ عدہ کیا کہ وہ فرانسیسیوں کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کرنے میں شریک ہونگے۔ طہران میں جو فرانسیسی افسر تھے اُنہوں نے ہندوستان پر فوج کشی کی کل تدابیر لکھ کر فرانس میں نپولین کی منظوری کے لئے بھیجا۔ لیکن ۱۸۰۷ء میں نپولین اور الیکسینڈر زار روس کے درمیان ٹلسٹ میں آپس میں اتحاد ہو گیا۔ جسکے سبب سے جو پہلی تجاویز ہوئی تھیں اُن میں تغیر عظیم ہو گیا۔ مگر ہندوستان پر حملہ کا ہونا بر قرار رہا جس میں روسی شریک رہیں ایرانیوں کا جو اصل مقصود تھا وہ مفقود ہوا کہ روسیوں کی جو کوہ قاف سے آگے پیش قدمی ہو اس میں فرانسیسی مداخلت کریں ؎

ستمبر ۱۸۰۸ء میں انگلش نے یہ پولیسی اختیار کی کہ ہندوستان کی سرحدی سلطنتوں پنجاب و سندھ و افغانستان سے معاہدے کر لئے اور ایران سے بھی از سر نو آشتی اور دوستی پیدا کر لی ؎

مارچ ۱۸۰۹ء میں انگلینڈ کیطرف سے ہر فورڈ جونس سفیر طہران بھیجا گیا۔ اُس نے ایران کے ساتھ عہد و پیمان کئے کہ اہل یوروپ کی جو سپاہ ہندوستان کی طرف سفر کرے گی تو اس کو ایران اپنی سپاہ سے یا کسی اور طرح سے روکے گا اور اُن فرنگستانی قوموں کے افسروں کو ملازم نہیں رکھیگا جو برطانیہ عظمیٰ کے دشمن ہیں۔ اُسکے عوض میں انگریزوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر کوئی یوروپین خواہ وہ انگریزوں کا دوست ہو یا نہ ہو خود زبردستی ناحق اہل ایران پر حملہ آور ہوگا تو برٹش گورنمنٹ شاہ ایران کی امداد روپئے اور سپاہ سے کرے گی اور برٹش گورنمنٹ کی درخواست سے شاہ ایران جو اپنی

سپاہ افغانستان میں بھیجے گا اس کا خرچ وہ اس سے لے لیگا۔ یہ عہدنامہ ترمیم ہو ہوا کر ۱۸۱۴ء میں طرفین سے تصدیق ہو گیا ؛

عہدناموں کی شرائط اکثر خود بتلا دیا کرتی ہیں کہ وہ کیونکر ٹوٹ جائیں گی۔ جارجیہ میں مذہبی ظلم و ستم بہت ہوا کرتے تھے اور سرحدوں پر ہمیشہ فساد کھڑے ہوتے تھے تو ۱۸۲۶ء میں اس لئے روس نے پھر ایران سے لڑائی شروع کی۔ شاہ نے ہر چند چاہا کہ یہ جنگ نہ ہو مگر روس نے نہ مانا۔ اہل ایران نے عہدنامہ کے موافق انگریزوں سے مدد مانگی مگر مسٹر کیننگ وزیر اعظم انگلینڈ نے اہل ایران کو جواب دیا کہ تم خود ہی بانئے فساد ہو اس لئے امداد نہیں کیجائے گی۔ انگلینڈ بیٹھا ہوا روسیوں کی فتوح کو اور ایرانیوں کی شکست کو دیکھا کیا جب تک کہ جنگ کا خاتمہ ایرانیوں کے عاجزانہ عہد و پیمان پر ہوا جو ترکمانچی میں کئے گئے۔ اسکے موافق ایرانیوں کو اپنے ملک کے بہت سے صوبے روسیوں کو دینے پڑے اور تاوان جنگ بھی اتنا روپیہ دینا پڑا جس کا ادا کرنا ایرانیوں کے لئے ناممکن تھا اور فقط روسیوں کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ وہ بحیرہ کیسپین (بحر خزر) میں اپنے مسلح جہاز رکھیں۔ انگلینڈ اپنی اس حرکت سے ایسا شرمندہ ہوا کہ اس نے ایرانیوں کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے دو لاکھ پچاس ہزار تمن جو تین کروڑ سے زیادہ ہوتے ہیں دے کر عہدنامہ سے ان دفعات کو خارج کروایا جو ایرانیوں کی امداد دینے کے باب میں ہوئے تھے۔ پس اسوقت سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ایران ایک آلہ روسیوں کے ہاتھ کا بن گیا اس آلہ کا روسیوں کا کام میں لانا جنگ افغانستان کا سبب ہوا ؛

اب روسیوں نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اپنے اختیارات کو پردے میں رکھنے کے لئے وسط ایشیا میں اہل ایران کے اقتدار کو بڑھانا شروع کیا۔ روسیوں کی مٹھی میں ایران تھا جو ایران کو فایدہ ہاتھ لگتا وہ ان کے ہاتھ میں آتا۔ روسیوں نے اول عزم جزم ہرات کے فتح کرنے کا کیا جو کابل و قندھار اور ہندوستان کی راہ کے بیچ میں واقع ہے افغانستان کے اور صوبوں میں سدوزئی پر بارک زئی فتحیاب ہوئے تھے لیکن صرف ہرات شاہ محمود کے قبضہ میں باقی رہا تھا وہاں اس کا بیٹا اور جانشین حکومت کرتا تھا ؛

ایران کے شاہ پیرانہ سال فتح علی شاہ نے ۱۸۳۴ء میں اس دنیا سے رحلت کی اور اسکا پوتا شاہزادہ محمد مرزا (محمد شاہ) تخت نشین ہوا۔ اس نوجوان شاہزادے کو اپنے باپ عباس مرزا

کی شجاعت حصہ میں آئی تھی۔ اسکے روسی صلاح کاروں نے کوشش کر کے اسکے حوصلہ کو ایسا
بڑھایا کہ اس نے افغانستان کی مغربی سرحد ہرات کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ ایران کے نوجوان
شاہ کا ہرات پر حملہ کرنا انصاف سے خالی نہ تھا گو بعض کے نزدیک ہرات پر ایران کا دعوےٰ
تمادی ایام کے سبب سے ضعیف ہو گیا تھا۔ ایران میں انگلینڈ کا سفیر مسٹر ایلس صاحب موجود تھا اس نے
اپنی گورنمنٹ کو لکھا کہ شاہ ایران افغانستان میں غزنی تک فرمان روائی کا مستحق ہے۔ کامران نے
جو ایران کے ضلع سیستان پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے یہ انصاف ہے کہ ہرات پر شاہ لڑائی شروع کرے
اب ہندو انگلینڈ کے مدبرون کو یہ مشکل آ کر پڑی کہ ایران کے پیٹ میں روس بیٹھا ہوا تھا جس نے
ہرات پر حملہ کرنے کے لئے شاہ ایران کو برانگیختہ کیا تھا۔ مسٹر ایلس نے بتلایا کہ روس اور ایران کے
درمیان ایسا ارتباط ہے کہ افغانستان میں ایران کی پیش قدمی روس کی پیش قدمی ہے ۱۸۱۴ء کے عہد نامہ
میں کم بختی سے ایک دفعہ باقی رہ گئی تھی جس میں لکھا تھا کہ اگر ایران اور افغانستان میں باہم لڑائی ہو
تو انگلش گورنمنٹ اُس میں مداخلت نہیں کرے گی۔ بشرطیکہ طرفین سے بیچ میں واسطہ بننے کی درخواست
اس سے نہیں کی جاوے گی۔ مسٹر ایلس اور اُسکے جانشین مسٹر نیل نے ہر چند کوشش کی کہ ایرانی
ہرات پر حملہ نہ کریں مگر اُسے کچھ فائدہ نہیں ہوا (زمانہ بھی کیسا چک پھیریاں کھاتا ہے کہ ۱۸۰۰ء
میں خود انگریز خواستگار تھے کہ ایرانی ہرات پر حملہ کریں یا اب اسکے برخلاف خواستگار ہیں)
تو اس معاملہ میں گریٹ برٹن نے سینٹ پطرس برگ کی طرف رجوع کی تو وہاں سے بھی زار روس
نے ڈپلومیٹک مبہم جواب یہ دیا کہ میرے قائم مقام کونٹ سائمونیچ نے میری ہدایتوں سے باہر قدم
رکھا وہ وقت پر واپس بلا لیا گیا۔ مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ زار کی گورنمنٹ ایران کی حمایت کا
دعوےٰ نہیں رکھتی بلکہ اُلٹی برٹش گورنمنٹ کی دعوت کی کہ وہ بھی ایران کی حمایت کرے اس ایما میں
ایک طنز پائی جاتی تھی ۱۸۳۶ء میں ایلس صاحب نے لکھا کہ ایرانیوں کا حملہ ہرات پر ہندوستان پر
روسیوں کے حملہ کی بسم اللہ ہے اور ایرانیوں کا ہرات پر قبضے کا ہونا اُس کے دوست روس کا انگلش
سرحد انگریزی پر آنا ہے جو مجروح و مضروب ہونے کی قابلیت رکھتی ہے۔ لارڈ آکلینڈ گورنر
جنرل نے ۱۸۳۷ء کی ابتدا میں مسٹر نیل کو ہدایت کی کہ وہ شاہ ایران پر ایسا زور ڈالے کہ وہ ہرات
کی مہم سے اس وجہ سے ہاتھ اُٹھا لے کہ گورنر جنرل ہند اس امر سے ناراض ہوگا کہ مغربی سرحد پر

فتح کرنے کے لئے مداخلت کیجائے ؎

محمد شاہ نے اس سفیر انگلشیہ کی باتوں پر ذرا کان نہ لگایا اور نومبر ۱۸۳۷ء کو ہرات کا محاصرہ کرنے کیلئے شاہ پچاس ہزار لشکر لیکر آن موجود ہوا شاہ ایران کے خیمہ گاہ میں روسیوں کے افسر اور ایجنٹ موجود تھے۔ وہ اسکو محاصرے کے باب میں صلاح ومشورہ دیتے تھے اور علی امداد بھی کرتے تھے روس کا وزیر کونٹ سائی لوپخ طہران میں موجود تھا۔ جب محاصرے میں سستی ہوئی تو وہ خود آیا اور ایران کے خالی خزانے میں پچاس ہزار تمن داخل کئے اور وعدہ کیا کہ اگر ہرات کو محمد شاہ فتح کریگا۔ تو روس اس تمام قرضہ کو معاف کر دیگا۔ جو ایرانیوں پر اسکا لینا ہے اگر شاہ فتحیاب ہوتا تو ضرور اس کا لشکر قندہار اور کابل کو پامال کرتا۔ اور جب بارک زئی پر فتحیاب ہوتا یا کابل کو زیر کرتا تو ہر صورت میں روسیوں کی سازشوں کے لئے ایک نئی بنیاد کی افتاد پڑتی۔ ایک قابل نکتہ شناس ڈیورنیڈ صاحب بیان کرتے ہیں کہ محاصرے میں ابتدا سے انتہا تک بری تدبیریں کی گئیں۔ مقام کا استحکام محاصرین کا استقلال اور روسی جنگی صلاح کاروں کی ہنرمندی اور محصورین کی جوانمردی یہ سب باتیں مبالغہ سے بیان کی گئیں ہیں ایرانیوں کی لاعلمی اور نامردی وکاہلی کے سبب سے فقط محصورین کی محافظت کی شہرت ہوئی۔ ورنہ وہاں بھی انتظام اچھا نہ تھا محافظت کی امداد ایک انگلش افسر پوٹنجر بڑا بہادر صلاح کار تھا مگر اس سے بھی صلاح کم پوچھی جاتی تھی اور کمتر اختیار کی جاتی تھی۔ محاصرین اور محصورین کا حال جیسا پوٹنجر صاحب نے صاف صاف بیان کیا ہے ایسا کسی اور نے بیان نہیں کیا کہ ہرات کے سامنے نیل صاحب سفیر انگلشیہ ایرانیوں کی خیمہ گاہ میں مقیم رہے لیکن اسکا اثر شاہ پر کچھ نہوا۔ اس کے برخلاف روسی سفیر کا اثر شاہ پر غالب تھا۔ سفیر انگلشیہ بار بار خفتیں اٹھاکر اور بالکل ہار کر ایرانیوں کی خیمگاہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ایرانیوں اور ان کے روسی معاونوں نے ہرات پر چھ دن تک گولہ باری کی اور ۲۳ جون ۱۸۳۸ء کو حملہ کیا۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی اور بہت نقصان اٹھایا۔ اور شاہ ایران ایسا مایوس ہوا کہ اس نے محاصرہ اٹھانے کا قصد کیا اور اس قصد میں اس سبب سے بھی شتابی کی کہ کرنیل سٹوڈارٹ صاحب اس کے خیمہ میں آئے اور یہ خبر لائے کہ بمبئی کی ایک سپاہ جس کی مدد کے لئے جنگی جہاز بھی موجود تھے خلیج فارس میں جزیرہ کرک پر قابض ہوئی ہے شاہ کو چاہیئے کہ وہ ابھی ہرات سے مراجعت کرے۔ عہد نامہ کے موافق خلیج فارس میں اس سپاہ کا بھیجنا لارڈ پامرسٹون کو جائز تھا۔ ۹ ستمبر ۱۸۳۸ء کو ہرات سے شاہ چلا گیا ساڑھے نو مہینہ محاصرہ رہا ؎

۱۸۳۶ء میں وسط ایشیا میں روسیوں کی سازشوں نے نئی نئی عداوتیں اور حسدیں پیدا کیں۔ ہندوستان میں غوغا مچا کہ انگریزی عملداری میں خلل پڑا۔ سفیروں نے جا اور آدمیوں کی آنکھوں سے دیکھتے تھے اپنی بکواسیں شروع کیں۔ افسروں نے جو صرف اسی بات کو دیکھتے تھے جسکو وہ دیکھنا چاہتے تھے رپورٹ بازی شروع کی اور انگریزی اخباروں اور رسالوں نے ہندوستان اور افغانستان کے بازاری گپوں کو اناپ سناپ چھاپنا شروع کیا۔ انگریزی تجارتوں کے لئے نئے نئے بازار تجویز ہونے لگے۔ غرض ان سب باتوں نے ملکر گورنمنٹ کے دلمیں یہ نقش جما دیا کہ جس خوف کا وہم پیدا ہوا ہے اُس کی دوا بہت جلدی کرنی چاہئے۔ یہ حکائتیں پہلے ہی سے چلی آتی تھیں کہ ہندوستان پر افغانوں و ایرانیوں و ترکوں کے حملے ہمیشہ سندہ کے پار کے پہاڑوں پر سے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ حملے ہندوستان پر اس حالت میں ہوئے تھے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے ہندوستان مختل اور ناتوان تھا۔ اب برٹش گورنمنٹ جو سمندری قوت پر مبنی ہے وہ ہندوستان کی بڑی زبردست پشت و پناہ ہے۔ کیسے پھر وہ حملے وقوع میں آسکتے ہیں۔ مگر یہ خیال بڑا پختہ تھا کہ ہرات پر ایرانیوں کے قبضہ ہو جانے سے روس کے لئے ہند کا دروازہ کھُل جائے گا۔ وہ ایران کو بلی کے پنجہ کی طرح اس فتح کی تدابیر عظیم میں کام میں لاے گا۔ جو پیٹر اعظم زار روس نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان پر حملہ کیا جاے گا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ مگر یہ وصیت نامہ اُس وقت کا تھا کہ ہندوستان میں انگریزی عملداری کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اسوقت انگلینڈ میں لارڈ پامرسٹون وزیر دول خارجہ تھے۔ سر جان ہوپ ہوس کورٹ ڈائرکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے اُن کی ہدائتوں پر گورنمنٹ چلتی تھی سیکرٹ کمیٹی کی معرفت لارڈ آک لینڈ کے پاس انکے احکام بھیجے تھے۔ جن کے موافق روس کی ان سازشوں کی جو وہ ہندوستان کی حد کے ہمسایہ میں کرتے تھے۔ رفع دفع کی تدابیر کی جاتی تھیں۔ برٹش گورنمنٹ ہند نے انگلینڈ کی ہدائتوں کے موافق الگزینڈر برنیز کو تجارتی سفیر بنا کے کابل بھیجا۔ صاحب ممدوح کا حال یہ ہے کہ وہ بمبئی کی سپاہ کا کپتان بڑا اولوالعزم سیاح اور زبانوں کا جاننے والا تھا۔ وہ ۱۸۳۱ء میں سر جان میلکم گورنر بمبئی کے حکم سے سندھ کی راہ سے لاہور بھیجا گیا تھا اور لارڈ ایلن برا کے گھوڑے تحفتہً رنجیت سنگھ کے لئے بھیجتے ہوئے ساتھ لے گیا۔ امیران سندھ انگریزوں سے حسد رکھتے تھے جب کسی انگریز کو اپنے ملک میں دیکھتے تھے تو اسکو یہ جانتے

تھے کہ ہمارے ملک کے فتح کرنے کے لیئے یہ پہلا قدم آیا ہے۔ اُنھوں نے برنیز صاحب اور اُن کے مصاحبین کو کئی مہینے تک آگے جانے نہیں دیا مگر وہ سب دقتیں رفع کر کے لاہور پہنچے شیر پنجاب نے اُن کا خیر مقدم بڑے تپاک سے کیا۔ اور جب تک وہ رہے ان کی تواضع و تکریم کی ۞

برنیز صاحب یہ سفر کر کے شملہ پر لارڈ ہیٹنگز گورنر جنرل پاس آئے اور اپنے سفر کی ساری داستانیں اُن کو سنائیں۔ اور سندھ کی تحقیقات کی تدبیریں بتلائیں۔ جن کو گورنر جنرل نے پسند کیا پھر اُن کے حکم سے اس نے ایک بڑا خطرناک سفر دور و دراز اختیار کیا۔ کہ کابل و بخارا میں گیا۔ اور وہاں سے ایران ہوتا ہوا بمبئی میں پھر آیا۔ ۱۸۳۳ء میں وہ کلکتہ سے ولایت میں آیا۔ اور اپنا عمدہ سفر نامہ چھپوایا اور ۱۸۳۵ء میں وہ ہندوستان میں آیا۔ اور حیدرآباد دارالسلطنت سندھ میں بھیجا گیا۔ اُس نے یہاں کے امیروں سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ وہ دریاء سندھ کی پیمایش کرے۔ الیگزنڈ نے اُسکو سفیر بنا کے دوست محمد خاں کے دربار میں بھیجا۔ نومبر ۱۸۳۶ء وہ پھر بمبئی میں جہاز میں بیٹھا اور اپنی اُس پولیسی کا کام شروع کیا کہ انگریزوں کے لیئے تجارت کے واسطے دریاء سندھ کا راستہ کھل جائے اور افغانستان کو بھی آنکھوں سے دیکھا جائے کہ وہاں کیا کام ہو رہے ہیں۔ برنیز صاحب اس تجارت کی ایجنسی کی تدبیریں دو برس سے لگے ہاتھ تھا مگر اسکو اپنے تجربہ کار انگریز ناپسند کرتے تھے۔ اسوقت سر جارج ٹکر صاحب کورٹ ڈائرکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے۔ اُنھوں نے اس تدبیر کو برا بتلا کے کہا کہ یقینی اس تجارتی ایجنسی کا تنزل پولیٹکل ایجنسی میں ہو جائے گا۔ جس کے سبب سے افغانوں کی پولیٹکس کے جال میں ہم پھنس جائینگے۔ سر چارلس مٹکاف برسوں سے بہت سوچ سمجھکر ان تمام کوششوں کے برخلاف رائے زن تھے جو دریاے سندھ کے پار کے ملکوں میں مخفی یا علانیہ مداخلت کے لیئے کی جاتی تھیں۔ وہ پہلے بھی دریاے سندھ کی پیمایش کے برخلاف تھے جو اس بہانہ سے کی گئی تھی کہ لاہور سفارت جاتی ہے وہ اس دھوکہ بازی میں برٹش گورنمنٹ کی کسر شان جانتے تھے۔ وہ برنیز صاحب کی تجاویز پر متن اعتراضات کرتے تھے۔ مگر گورنمنٹ ہوس پر بہت طرفوں سے ایسا زور پڑا کہ وہاں دانشمندانہ صلاحوں پر غالب آیا۔ اور وہاں سے بمبئی میں ہدایتیں بھیجی گئیں جن کے سبب سے ایک شہر کی ہوشیاری پر یہ معاملہ چھوڑا گیا جس کی رائے اس معاملہ میں صائب اور صواب پر نہ تھی برنیز صاحب نے سندھ اور پنجاب میں خیر و عافیت سے سفر کیا اور سکھوں کی بدولت کر وہ درہ خیبر میں آیا اور

ستمبر ۱۸۳۷ء میں کابل میں دوست محمد خاں نے اسکا خیر مقدم بڑے کروفر سے کیا یہ امیر کابل میں گیارہ برس سے فرمانروائی کرتا تھا وہ بارک زئی میں سب سے زیادہ لائق امیر تھا- اسکے بھائیوں نے سدوزئیوں کا سارا ملک آپسمیں تقسیم کرلیا تھا قندہار میں اُسکے تین بھائی حکمرانی کرتے تھے- مگر اسکے دو بھائیوں سے پشاور کو سکھوں نے چھین کر پنجاب میں شامل کرلیا تھا- اس عزیز صوبہ کے چھن جانے سے امیر کے دلمیں ایک کانٹا چبھا کرتا تھا قدیمی افغانستان کی سلطنت کا پشاور ایک اچھا صوبہ تھا- کافر سکھوں کے ہاتھ سے اسکے چھڑا لینے کا ارادہ اسکے دل میں ہر وقت رہتا تھا اسی دہن میں اسنے ایران کے شیعہ شاہ سے صلح کی التجا کی روسیوں سے عہد و پیمان کرنے کا ارادہ کیا- مگر اب تو کابل میں انگلش ایجنٹ آگیا جو اسکا مہمان پانچ برس پہلے بھی رہ چکا تھا اسلیئے پھر اُس کی ہمت بندھی کہ وہ ہندوستان کے مالکوں کے طفیل سے جو رنجیت سنگہ کے بڑے دوست تھے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرے برنیز کو یہہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں روسیوں کے دم میں امیر دوست محمد خان نہ آجائے اسلیئے وہ اپنی بڑی جدت طبع سے اپنے قوم کے اغراض نکالنے کی پیش قدمی کے لیئے سعی بلیغ کرتا تھا- اس نے اپنے ایک دوست کو خط میں لکھا کہ میں یہاں صرف تجارت کی حالت دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس ملک کی تفتیش کے لیئے اور یہاں کے معاملات کے تجسس کے لیئے اور اس فیصلہ کے واسطے کہ بعد ازاں کیا کرنا چاہیئے آیا ہوں سو بعد ازاں ابھی اُسکے سوچنے کے واسطے آگیا ؛

جس ملک میں تجارت نام لینے کے قابل بھی نہو اُسمیں تجارتی سفارت بالکل نظر سے غائب ہوگئی اور اسکی بجائے امیر سے اور اُس کے مشیروں سے پولیٹکل گفتگوئیں ہونے لگیں- دوست محمد خان نے وہی تجویز پسند کی جو اُسکے آزادہ و زندہ دل مہمان انگریز نے بتلائیں- برنیز صاحب نے جس بات کی سفارش کی امیر صاحب نے اُسکو بسر و چشم قبول کیا وہ برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے موافق کام کے کرنے پہ راضی تھا بشرطیکہ وہ رنجیت سنگہ سے پشاور اسکو واپس کرادیں- جس کو سکھوں نے اسوقت کہ نکی سے چھین لیا کہ امیر شاہ شجاع سے لڑنے کو گیا تھا اگر پشاور امیر کو مل جائے تو پھر وہ اور سلطنتوں کے ساتھ عہد و پیمان و سازشوں و امیزشوں کرنے سے کچھ سروکار نہیں رکھیگا اور قندہار میں جو اس کے بھائی حکمران ہیں ان کو حکم دے کر مجبور کرے گا کہ وہ ایران کے ساتھ کوئی ارتباط اور تعلق نہ رکھیں اور ضرورت کی صورت میں اسکو یہہ بھی منظور ہے کہ پشاور اسکو اس شرط سے مل جائے کہ وہ باج و

خراج رنجیت سنگھ کو دیا کرے برنیز صاحب کو صرف یہ توقع تھی کہ رنجیت گو اپنی اس فتح جدید کو بیش بہا جانتا ہے مگر وہ یہ قبول کرے گا کہ وہ پشاور کو دوست محمد خان کے بھائی سلطان محمد خاں کے حوالے کر دے مگر جب اس تجویز کو امیر کے روبرو بیان کیا تو وہ بہت بڑبڑایا کہ اس سے ناحق فائدہ اسکے بھائی کو پہنچے گا جو اسکا جھوٹا دوست اور دشمن جان ہے۔ لیکن برنیز کے بیان سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ اکتوبر میں وہ اس بات پر راضی ہو گیا تھا۔ کہ اگر اسکے دوستوں کی یہی صلاح ہے تو وہ اس تلخ گولی کے نگلنے میں پرہیز نہیں کرے گا برنیز صاحب کو اس کی وفاداری اور صداقت پر اعتماد کلی رہتا تھا مگر وہ اس سے کوئی وعدہ نہیں کرتا تھا امیر کے ہاتھ سے پشاور چھن جانے کی کیفیت یہ ہے کہ شاہ شجاع اپنی پناہ گاہ لدھیانہ سے پھر تخت سلطنت حاصل کرنے کے لئے متواتر سازشیں اور مسٹر شیں کرتا رہا مدت تک وہ اپنی تدابیر میں ناکام رہا۔ مگر ۱۸۳۲ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ سے اس نے کچھ سازباز کر لیا۔ شاہ شجاع نے انگریزی گورنمنٹ ہند سے روپے کی امداد چاہی تو گورنمنٹ ہند نے اسکو یہ جواب دیا کہ اس نے یہ پولیسی اختیار کر رکھی ہے کہ وہ کسی غیر کی طرفدار نہیں ہوتی۔ اپنی پولیسی کے برخلاف شاہ کی امداد کرنا نامناسب جانتی ہے مگر گورنمنٹ نے اپنی دانائی کے خلاف یہ کام کیا کہ چار مہینے کی پنشن سولہ ہزار روپے اسکو پیشگی دیدئے اگرچہ جنگ کے لئے یہ رقم حقیر تھی۔ مگر امداد ضرور تھی۔ فروری ۱۸۳۳ء میں شاہ اپنی مہم پر روانہ ہوا اور امیران سندھ پر فتحیاب ہو کر قندہار پہنچا۔ اور اسکے حصار کا محاصرہ کیا۔ لیکن امیر دوست محمد خان نے کابل سے جا کر اپنی مخصوص سپاہ کی مدد سے محاصرہ کو اٹھا دیا۔ شاہ شجاع کو فاش شکست ہوئی وہ اپنا توپ خانہ اور سارا سامان جنگ اور خیمہ ڈیرہ چھوڑ کر بھاگا اور لدھیانہ میں چلا آیا اس طرح جنوب میں دوست محمد خاں لڑائی میں جب مصروف ہوا تو رنجیت سنگھ کی فوج نے دریائے اٹک سے پار اتر کر افغانستان کا صوبہ پشاور امیر کے دو بھائیوں سے چھین لیا۔ اور افغانوں کو درۂ خیبر میں نکال دیا۔ پشاور سے سکھوں کے نکالنے میں دوست محمد خاں کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اسکو یہ شبہ پیدا ہوا کہ رنجیت سنگھ کے ناحق حملہ کی کامیابی میں برٹش گورنمنٹ نے اغماض کیا اب اس نے اپنے استحکام کے لئے ایران کے ساتھ مصالحت کرنی اختیار کی۔ افسوس ہے کہ امیر اور سفیر اپنے حسابوں میں اپنے مخالفین گورنر جنرل اور رنجیت سنگھ کو شمار نہیں کرتے تھے لارڈ آکلینڈ کی نیت میں خواہ کچھ ہی باتیں ہوں مگر یہ اور رنجیت سنگھ دونوں جانتے تھے کہ یہ تجارتی سفارت صرف پولیٹکل سازشوں کی نقاب و پردہ ہے۔ دوست محمد خان کی یہ دلیل بڑی معقول تھی کہ جو سلطنت میری

دوستی کی خواستگار ہے وہ دوستی کے معاوضہ میں مجھے کوئی اچھی شے دے۔ برنیز صاحب کو یقین تھا کہ
اُن کی ہدایتیں امیر دوست محمد خاں کو برٹش گورنمنٹ کا دوست صادق بناتی ہیں اور افغانستان میں
یقینی اس زمانہ میں امیر سب امیروں سے اعلےٰ و برتر ہے۔ ان لیا جائے کہ گورنمنٹ کی پولیسی آگے بڑھنے
کی ایک ضروری امر تھا تو چاہیئے تھا کہ برنیز نے جو اپنے اختیار سے امیران قندہار کو اس شرط پر تین لاکھ روپیہ
روپے دینے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ایران سے کوئی اپنا تعلق وارتباط نہ رکھیں تو برٹش گورنمنٹ اس وعدہ کی
مؤید ہوتی مگر بجائے اسکے کہ لارڈ آک لینڈ اپنے سفیر کو ایسا اختیار دیتے کہ وہ امیر دوست محمد خاں اور
اُسکے بھائیوں کو قوی دوست بناتے اور رنجیت سنگھ پر ایسے دباؤ ڈالتے کہ سارے مقاصد امن وصلح سے
حاصل ہو جاتے اُنہوں نے ایک سال گے بعد اس کام کو ایک محاربۂ عظیم بڑی لاگت کا بنا لیا۔ گورنر جنرل یہ سبق
سیکھے بیٹھے تھے کہ امیر دوست محمد خان کا اعتبار نہ کیجیئے جس پر برنیز صاحب کو بالکل اعتماد تھا کہ رنجیت سنگھ
کی ہرگز یہ مرضی نہ تھی کہ امیر کو کسی شرط پر پشاور دیجئے وہ امیر سے عداوت بہ نسبت محبت کے زیادہ رکھتا تھا
اور لارڈ آک لینڈ بذات خود کوئی اپنی مستقل پولیسی نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے چیف سکرٹری ولیم میک ناٹن اور
ستلج کے سرحد کے ایجنٹ کپتان کلاوڈ ویڈ کے کہنے سننے پر چلتے تھے۔ یہ دونوں خاص کر ویڈ صاحب شاہ
شجاع کی طرفداری کا کلمہ پڑھتے تھے۔ شاہ نے لدھیانہ کو اپنا امن بنا رکھا تھا اس جلاوطنی میں بیٹھے بیٹھے اپنے
لیئے تخت سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے کے لیئے سازشیں اور موشگافیاں کرتا تھا۔ ویڈ صاحب نے
اُس کی ہمت بلند ہوائی اور ولیم بنٹنگ کی سہل انگاری سے اور رنجیت سنگھ کی چپ چپاتی مدد سے ۱۸۳۳ء
میں افغانستان کے دوبارہ فتح کرنے میں اسنے کوشش کی ۱۸۳۴ء میں قندہار پر دوست محمد خان سے پھر
شکست پائی اور بڑی ہزیمت اُٹھا کر پھر اپنے پرانے آشیانے میں آیا اور اپنی ناکامیوں کے انڈوں کو
بیٹھ کر سینا شروع کیا اور نئی نئی سازشیں کرتا رہا اور سرکار انگریزی کی فیاضی سے پنشن پاتا رہا۔ ویڈ صاحب
گو بیدل ہو رہے تھے مگر بالکل مضمحل نہ ہوئے تھے۔ ان میں ابھی اتنی سکت باقی تھی کہ وہ شاہ شجاع کی بحالی
ہونے کے لیئے کوشش نہیں کرتے تھے۔ مگر اُسکے دشمن کے دل شکستہ کرنے میں سعی کرتے تھے جس نے
اس پر تین دفعہ فتح پائی تھی۔ وہ بھی برنیز صاحب کی طرح روسیوں کے حملے کے خوف کے غالب ہونے
سے دل فگار تھے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک زبردست سلطنت جیسی امیر دوست محمد خان فرمانروا
رہے وسط ایشیا کے معاملے طے کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان کی امن و عافیت

زیادہ تر افغانستان کے امیروں کی نااتفاقی اور رنجیت سنگھ کی استیلا و استعلا پر منحصر ہے برنیز صاحب جو
مراسلات گورنر جنرل پاس بھیجتے تھے وہ سب اول ویڈ صاحب کے ہاتھ میں آتے تھے جس میں امیر کے حق میں
جو موید و مفید خیالات ہوتے اُن میں اپنی طرف سے حاشیے چڑھا کے اُن کی نفی اور تردید کرتے اور پھر گورنر
جنرل کے پاس بھیجتے۔ برنیز صاحب نے جو اپنے حد اختیار سے باہر یہ کام کیا تھا کہ امیران قندہار کو تین لاکھ
روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا اُسپر گورنمنٹ نے اُن کو لتاڑ بتائی اور لکھدیا کہ وہ بلطائف الحیل اپنے اس
وعدے کو منسوخ کرائے لارڈ آک لینڈ نے دوست محمد خان کو ایک علیحدہ خط میں زور سے لکھا کہ
وہ پشاور کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے اور گورنمنٹ ہند کے اونسوں رشتوں
پر پورا اعتماد کرے اور سلطنتوں سے عہد و پیمان کرنے سے اجتناب کرے ورنہ گورنمنٹ کی یہ مہربانی اسکے
حال پر نہیں رہے گی۔ کہ وہ اسکے اور رنجیت سنگھ کے درمیان اُسکے بچاؤ کا واسطہ بنے یہ خطوط جنوری ۱۸۳۸ء
میں بریلی کے کیمپ سے گورنر جنرل نے بھیجے تھے۔ اگر برنیز صاحب کو یہ اختیار دیا جاتا کہ وہ دوست محمد خان کی معقول
مددوں کے پیش کرنے کا وعدہ کرتا تو کابل کی لڑائی سے بالکل رہائی ہو جاتی۔ انگریزوں کے ساتھ امیر اپنے
اتحاد اور وداد رکھنے کا بڑا میلان رکھتا تھا۔ اُس کی اعلےٰ درجہ کی ذہانت و ذکاوت نے جتلادیا تھا۔ کہ
ایرانیوں اور روسیوں سے اتحاد رکھنے میں افغانستان کی کوئی بھلائی نہیں۔ سکھوں کا رکاؤ صرف
انگریزوں سے ہو سکتا ہے اُسنے ایک دفعہ سے زیادہ برٹش گورنمنٹ سے اتحاد کے عہد و پیمان کرنی چاہیے
جس کا جواب یہاں سے روکھا پھیکا بھیجا گیا۔ جب امیر نے سنا تھا کہ ہندوستان میں لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل
ہوئے تو اُس نے ۱۸۳۶ء کے موسم بہار میں مبارکباد کا خط لکھا اور افغانستان کے معاملات میں اُن کی
صلاح پوچھی۔ اُس نے کہا کہ میں خود اپنے تئیں اور اپنے ملک کو برٹش کے حوالے کرتا ہوں تو لارڈ آک لینڈ نے
اسکو یہ جواب لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کا یہ دستورالعمل نہیں ہے کہ وہ آزاد سلطنتوں کے معاملات میں
دخل دے مگر لارڈ آک لینڈ کو اس دستورالعمل کے خلاف کام کرنا پڑا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دوست محمد خان
انگریزوں کی طرف میلان خاطر رکھتا تھا۔ آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ امیر دوست محمد خان کے اتحاد سے
گورنمنٹ کیوں انکار کرتی تھی۔ وہ تخت سلطنت پر بالاستقلال بیٹھا ہوا تھا۔ رعایا اسکو پسند کرتی تھی
وہ ایسا ہی اچھا پادشاہ تھا جیسے کہ مشرقی اچھے پادشاہ ہوا کرتے ہیں وہ معتدل امداد انگریزی پر راضی تھا اسمیں
حالت موجودہ کے اندر سچی پولیسی اور افغانستان کے آزاد رکھنے کی قابلیت تھی۔ ٭

اب سفیر برنیز کے دق کرنے کے لیئے اسکو ایک بھوت نظر آنے لگا کہ ادرین برکٹ سے قندہار کی راہ سے ایک روسی سفیر کرنیل ویکووچ کابل میں آیا اُس کے پاس ایک خط تھا جو غالباً اصلی زار روس کی طرف سے تحریر ہوا تھا۔ جسمیں امیر کی شکرگذاری اُن عہد و پیمان اور اقرارون کی لکھی تھی جو روس اور کابل کی رعایا کے درمیان باہمی تجارت کے کرنے کی امداد کے لیئے ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ خط پر خطر تھا مگر اُسکے آنے سے کچھ دنوں تک برنیز صاحب پر پریشان خیالی کا بخار چڑھا رہا۔ وہ جلد یوں اُتر گیا کہ امیر نے یہ خط برنیز صاحب کو دیدیا اور سفیر روس کی طرف ذرا التفات نہیں کیا۔ کئی ہفتہ اس کو پوچھا نہیں کہ تو کون ہے امیر کو یقین تھا کہ برٹش گورنمنٹ اسکے معاملہ کو نظر التفات سے دیکھے گی۔ وہ انگلنڈ سے تھوڑا سا ملنے پر بھی ایسا راضی تھا کہ اور سلطنتوں سے بہت ملنے پر ویسا راضی نہ تھا۔ اگرچہ ہندوستان سے اس کے پاس دلشکن خبریں پہونچیں مگر پھر بھی وہ ویڈ صاحب کے اس فیصلہ ثالثی پر راضی تھا کہ رنجیت سنگھ پر زور ڈال کر اس کو اور سلطان محمد خان کو بالاشتراک پشاور دلوادے ؂

۲۱ فروری ۱۸۳۸ء کو امیر دوست محمد خان کے پاس لارڈ آک لینڈ کا ایک خط نامہربانی کا آیا۔ مگر اس پر بھی امیر نے سفیر روس کو سرد مہری کی نظر سے دیکھا اور اپنے خالص ہمدرد و شکستہ خاطر برنیز صاحب پر اپنے خیالات جتاتا رہا اور بالکل مایوس نہیں ہوا۔ برنیز صاحب جیسے پہلے اپنے کام میں قوی امید رکھتے تھے۔ ایسے ہی اب مایوس ہو گئے تھے۔ کئی ہفتہ تک بیٹھے دربار میں اپنے عہدے پر رہے اور ملال کے ساتھ امیر کے اور اُسکے مشیروں کے گلے شکوے سنتے رہے۔ ۲۱ مارچ کو پھر امیر نے گورنر جنرل کو جو اُس سے مانگنا بہت کچھ تھا اور دیتا کچھ نہ تھا۔ لجاجت کے ساتھ خط لکھا کہ آپ افغانوں کے دُکھ اور درد کی دوا کیجیئے اور اُن کی تھوڑی سی تقویت و اعانت کیجیئے۔ جب اس آخری عاجزانہ التماس کا جو عدل و انصاف کے لیئے کی گئی تھی جواب نہ آیا تو اپریل کے ختم ہونے سے پہلے قندہار امیر کے بھائی کے پاس بطور سفیر کابل میں آیا اور سفیر روس کو گھوڑے پر سوار کرا کے شاہانہ جلوس کے ساتھ کابل کے بازاروں میں پھرایا۔ ۲۶ اپریل کو برنیز صاحب نے ہندوستان کو حسرت کی اُنھوں نے لارڈ آک لینڈ کی خدمت میں کابل کا حال سچ سچ لکھ بھیجا تھا اور امیر کی امداد کی پولیسی کی حمایت کی تھی مگر اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ یہاں گورنر جنرل کو تو یہ ست چڑھا ہوا تھا کہ کابل کے فرمانروا کی عاجزانہ درخواست پر التفات نہ کیجیئے اور اُس کے سارے عہد و پیمان ماننے سے انکار کیجیے

اور ایک جلاوطن معزول پادشاہ کو برٹش انڈیا کے لیئے استوار حصار سمجھے۔ سچ ہے کہ جو بودے سرکنڈوں پر جھکتا ہے وہ ہاتھوں کے بل گرتا ہے ؎

ہندوستان کی سرحد سے پرے جو ملک واقع ہیں۔ اُن کے باب میں برٹش مدبروں نے جو پولیسی اختیار کی اس سے زیادہ کوئی سفاہت مشکل سے تصور میں آسکتی ہے۔ بیشک امیر دوست محمد خان کے وزیر بیجا شکایت کر سکتے تھے کہ افغانوں سے ایران و روس و ترکستان سے بالکل مراسلت ترک کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور اسکے معاوضہ میں کوئی عہد و پیمان ایسا نہیں کیا جاتا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کی محافظت کرے گی۔ یہ خیال بالکل باطل و بیہودہ تھا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کو رنجیت سنگھ کے ہاتھوں سے بچاوے گی۔ ہنسنے والوں کے لیئے یہ موقع ہنسنے کے واسطے خوب ہاتھ لگا تھا کہ ہرات پر چڑھائی کے لیئے ایرانیوں کا سفر کرنا اور قندھار میں ایرانی ایجنٹ کا یا کابل میں روس کے ایجنٹ کا آنا شریف بہادر انگریزوں کا دل دہلا رہا تھا۔ اس خوف کا طاری ہونا تو جب ہنسی کے قابل نہ ہوتا کہ سوائے انگریزی سپاہ کے کسی اور کی سپاہ کو یہ حق نہ حاصل ہوتا کہ وہ جہاں چاہے سفر کرے اور جس سے چاہے لڑے اور برٹش گورنمنٹ کے سوا کسی اور گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ مراسلت کرے تو مجرم ہو۔ اور سوائے انگلش افسروں کے کوئی اور تجارتی سفارت کے بھیس میں پولیٹکل سازشیں کرنے کا مجاز نہ ہوتا۔ ہرات کے پاس جو ایرانیوں کی جنگ ہوئی اسمیں انگریزوں کی شکایت کرنے کی وجہ ایرانی بھی رکھتے تھے۔ انگریزی مدبران ملکی پردیسیوں کی دور و دراز کی حملہ آوری کی زیادتی کا آسیب ایسا چڑھا کہ وہ دیوانے ہو گئے اور تمام اخلاق اور دانائی کی باتوں کے سننے کے لیئے اُن کے کان بہرے ہو گئے وہ عاقبت جو گورنر جنرل کو ایسے غلط سفیہانہ طریقے پر لے چلے جس کی نظیر انگریزی تاریخ میں کہیں نہیں ہے۔

باوجودیکہ برنیز صاحب کو پہلے بہت جھڑکیاں مل چکی تھیں مگر پھر بھی اُنہوں نے ایک دفعہ اور زور لگایا کہ امیر دوست محمد خان کی طرف لارڈ آک لینڈ کے دل کو ملتفت کرے۔ جون میں جب وہ لاہور کی طرف آتا تھا تو اُس نے میک ناٹن صاحب کو ایک بڑی لمبی چوڑی چٹھی میں امیر دوست محمد خان کے بالکل تباہ ہونے کی پولیسی اختیار کرنے کے باب میں اپنے خیالات کی تشریح لکھی کہ ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ اس امر پر دوبارہ خیال کیا جائے کہ ہم کیوں دوست محمد خاں کے ساتھ ہو کر کام نہ کریں؟ امیر کی قابلیت میں شبہ نہیں وہ اپنے دل میں انگریزوں کی نسبت اعلےٰ درجہ کی رائے رکھتا ہے جو ہم اوروں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں اس سے آدھا بھی اُسکے ساتھ کرینگے تو وہ کل ہی روس و ایران کے ساتھ اپنے تعلقات

کو ترک کردیگا میرے نزدیک سب سے زیادہ بہتر پولیسی یہ ہے کہ کابل کو فی نفسہ مستحکم اور قوی کرنا چاہیئے۔
انہیں باہم نفاق پیدا کرکے ضعیف و ناتواں نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر لارڈ آکلینڈ نے اپنے ۲ اکتی ۱۸۳۸ء
کے منشے (نوشتہ) میں امیر دوست محمد خاں کی قسمت کو سربمہر کردیا اس منشے میں جو تین طریقے وہ
اختیار کرسکتا تھا بیان کئے گئے ہیں ان میں سے اس نے بدترین طریقہ اختیار کیا کہ نہ تو وہ افغانستان
کو اپنی قسمت پر چھوڑے گا اور نہ وہ امیر کابل کی اور نہ اسکے بھائیوں کی قندہار میں اعانت کرے گا
لیکن اسکے دوست سکھ کابل میں بشرکت اس سپاہ کے جسکو انگریزی افسروں کے ماتحت میدان
جنگ میں شاہ شجاع لیجائے گا جو تحریک کرینگے اس کی وہ حکماً تائید کرے گا۔ مئی ۱۸۳۸ء کے آخر
میں لاہور میں میک ناٹن صاحب سکھوں کے فرمانروا سے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ایک معاہدہ
پر مباحثہ کرتا تھا۔ جس کے بعد ۲۶۔ جون ۱۸۳۸ء کو لاہور میں مصالحت ثلاثہ پر دستخط ہوگئے جس کے
موافق رنجیت سنگھ اور انگلش اور شاہ شجاع نے باہم اس امر پر اتفاق کیا کہ افغانستان میں ایک انقلاب
پیدا کرکے اسکو اپنا دوست بنائیں۔ اور بارکزیوں سے حکومت چھین لیں اور اس کی جگہ [illegible]
کے جلاوطن پنشن خوار کو حکومت دلائیں جو اپنی مدت کی کھوئی ہوئی سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے
میں کوشش کر رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ امیر دوست محمد خاں نے کوئی ایسی برائی نہیں کی
تھی جو تصور میں بھی آسکتی اور اس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جو دوستانہ برتاؤ کی استدعا کی۔
وہ گورنمنٹ نے نہ منظور کی۔ جب افغانستان میں جمہور انام نے امیر کی بادشاہی کے حق کو تسلیم کر لیا۔
اور ہر واقعہ نے یہ ثابت کردیا کہ وہ بڑا قوی اور دانشمند فرماں روا ہے تو ایسے حکمران کے برخلاف یہ مصالحت
ثلاثہ ناپاک مصالحت تھی۔ ان معاہدہ کرنے والوں فریقوں میں شاہ شجاع کا کام تعریف کے قابل تھا اور
رنجیت سنگھ کا یہ کام قابل معافی تھا۔ لیکن انگریزوں کا یہ کام بالکل ناحق تھا۔ اسکے لئے جو بہانے وہ بناتے
تھے ان میں جھوٹ صاف روشن نظر آتا تھا۔ گورنمنٹ نے جو پولیسی اختیار کی اس کا سبب یہ تھا کہ
وہ روس کی حملہ آوری کا اور سکھوں کی ناراضی کا سفیہانہ اور جاہلانہ خوف رکھتی تھی۔ ان تمام معاملات
کی اصل حقیقت کو انگریزوں کی آنکھوں سے افغانستان کی ۱۸۳۹ء کی بلو بک۔ (وہ کتاب جس میں گورنمنٹ
کی رپورٹیں مطبوع ہوتی ہیں) نے مخفی رکھا اس بلو بک نے اچھی باتوں کو بُرے لباس میں دکھایا۔ اصل حقیقت
حال کو جنگ افغانستان کے مشہور مورخ کے صاحب نے دکھایا۔ [illegible]

تاویلیں کر کے انگریزوں کو یہ تبلایا کہ اول سے آخر تک امیر دوست محمد خاں اور اُسکے رشتہ داروں نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دشمنی کے کام استقلال اور شوق سے کئے - برنیز صاحب کے مراسلات میں وہ ایک ایک لفظ اُڑا دیا جو کم از کم اس بات پر اشارہ کرتا تھا کہ دوست محمد خان یہ چاہتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ ثالث بن کر رنجیت سنگھ کے ساتھ جو اسکا جھگڑا ہے فیصلہ کر دے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ایران کی دوستی چھوڑ کر برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دوستی اختیار کرے - برنیز صاحب نے جو خود اپنے دلائل اپنی امیر دوست کی باتوں پر یقین کرنے کی اور اسکو ایران کے برخلاف کام کرنے کے لئے تقویت دینے کی لکھی تھیں - وہ کاغذات مطبوعہ سے قصداً خارج کر دی گئیں کہیں سے کچھ الفاظ کہیں سے کچھ فقرے کہیں سے عبارتیں کی عبارتیں ایسی اُڑا دیں جن کے سبب سے ایسے فصل واقع ہوئے کہ کہیں اُن کا پتہ نہیں لگتا تھا - برنیز صاحب نے جو قندھار کے امیروں کے ساتھ اپنے حد اختیار سے تجاویز کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کی لعنت و ملامت میں جو چوبیں پیرے گراف تھے اُن کو تحویل کر کے تین فقروں میں رکھ دیا - جُوان کے مہینہ میں جو کہ حسن ابدال سے برنیز صاحب نے خط گورنمنٹ کو لکھا تھا اس کا ایک لفظ بھی نہیں چھاپا - جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کس زور و متانت سے اس آدمی کے حق میں وکالت کی ہے جن کی قسمت سربمہر ہو چکی تھی - برنیز صاحب کی خود خصلت کی تفضیح چپ چاپ ایسے پیرایہ میں ہوئی کہ جسکے سبب سے ایک دوست ہمسایہ کا قطعی دشمن بن گیا ۔

اس نئے عہد نامہ میں اس منصوبہ کا کچھ ذکر نہ تھا کہ گورنمنٹ ہند شاہ شجاع کی امداد کس طرح سپاہ سے کرے گی - مگر اس میں ایک دفعہ تھی جس میں لکھا تھا کہ امیران سندھ ایک رقم کثیر بابت ہی خراج کے شاہ شجاع اور اُس کے دوست سکھوں کو ادا کرے کہ اُن پر شاہ افغانستان کے مطیع ہونے کے سبب سے واجب الادا تھا تاکہ شاہ اپنے خراج کے دعوؤں سے دست بردار ہو - مگر ایک مدت گذر چکی تھی کہ کابل کے جُوے سے امیران سندھ اپنے کندھے کو نکال چکے تھے - شاہ شجاع خود قرآن پر قسم کھا کر اپنے دعوؤں کو چھوڑ چکا تھا - ان فریقوں کا شریک ہو کر خراج کا دعوی کرنا بڑی بے شرمی کے ساتھ روپیہ کا استحصال بالجبر تھا - بس یہ طبع بشری کا مقتضا تھا کہ امیران سندھ اُس پرانے دعوی کے از سرنو زندہ ہونے پر کینے اور انتقام کے درپے ہو گئے - مگر خود اُن کو یہ سبق سیکھنا باقی تھا کہ برٹش گورنمنٹ اپنے ضعیف ہمسایہ پر ستم کیسی اللہ کا ڈی کے ساتھ پوری تدبیر کرتی ہے - لاہور سے لدہیانہ میں بہت جلد میکناٹن صاحب

آئے شاہ شجاع نے اُن کا بڑے تپاک سے استقبال کیا شاہ اس توقع میں پھولا نہیں سماتا تھا کہ اُس کو آئندہ پادشاہی دلائی جائے گی۔ دو دفعہ مجالس مشورہ منعقد ہوئیں۔ شاہ شجاع نے اس عہدنامہ پر دستخط کر دئے کہ جسمیں یہ عہد تھا کہ وہ اپنے اندھے جلاوطن بھائی زمان شاہ کے تخت پر دوبارہ بٹھایا جائے گا
۲۷۔ جولائی ۱۸۳۸ء کو میکناٹن صاحب شملہ پر گئے کہ لارڈ آک لینڈ اور اُسکے مشیروں سے اس سفیہانہ مہم کے باب میں جو گورنمنٹ نے اختیار کی ہے مباحثہ کریں کہ آگے کیا کیا جائے اُس نے گورنر جنرل کو دیکھا کہ اس مصالحت نامہ ثلاثہ میں جو حصّہ اُسکے لئے تجویز کیا گیا ہے اس سے وہ بہت آگے جانے کو تیار بیٹھا ہے اور اُس کے دو سکریٹری مسٹر جان کالون و ہنری ٹورنس اُس کو جس ڈھلان پر سے کہ وہ پھسل رہا ہے دھکّہ دے کے نیچے گڑھے میں ڈالنے کو آمادہ ہیں ٭

باب سوم

افغانستان کی جنگ اوّل

ماہ اگست ۱۸۳۸ء کے شروع میں ایرانی ہنوز ہرات کے گرد خیمہ زن تھے کہ ہندوستان میں ایک لشکر جرار جمع ہونے کی تیاریاں اسلئے ہو رہی تھیں کہ وہ شاہ شجاع کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے قندہار و کابل جائے۔ یہ وہ تدبیر تھی۔ جسکو لارڈ آک لینڈ نے اپنے بہترین رائے کے خلاف اختیار کیا تھا۔ اور یہیں اپنی کونسل سے جو کورٹ ڈائرکٹرز کی مرضی کے برخلاف متفق الرائے نہ تھی۔ صلاح و مشورہ نہیں لیا۔ اس مہم کے برخلاف ایسے بڑے بڑے ملیٹری و پولیٹکل مدبر تھے جیسے کہ ڈیوک اعظم ولنگٹن۔ لارڈ ولزلی۔ سر چارلس مٹکاف مونٹ سٹورٹ الفنسٹن۔ لارڈ ولیم بن ٹنگ۔ ڈیوک اعظم نے یہ فرمایا کہ افغانستان کی گورنمنٹ کے بندوبست کرنے کے لئے دریائے سندھ سے پار فوج کشی کے لئے جو حرکت کی جائے گی۔ اس کا حال اس درخت کا سا ہوگا جس کی جڑ باقی رہے اور نئے پتے ہر سال نکل کر جھڑ جائیں۔ یعنے اول کامیابی بعدازاں خرابی۔ لارڈ ولزلی نے اس مہم کی یہ ہجو کی کہ ایسے ملک پر قبضہ کرنا حماقت ہے جو سنگستان۔ ریگستان۔ صحرا۔ برفستان یخستان ہو۔ سر مٹکاف نے ارشاد کیا کہ یقینی دریائے سندھ کے پار جاکر اسکے پار کے ملکوں کو چھیڑنا روسیوں کو خود اپنے

اور پر لشکر کشی کرنے کے لئے راہ تبلائی ہے۔ ایلفنسٹن نے برنیز کو ایک خانگی خط میں لکھا کہ ہرگز یہ توقع نہیں ہے ایک مفلس۔ سرد۔ قوی۔ بعید ملک میں جنگ جو قوم میں جیسے کہ افغان ہیں۔ شاہ شجاع کے ہم پشت وپناہ وتکیہ گاہ بنے رہیں افغان خوشی سے اس حملہ آور کے ساتھ ہو جائیں گے جو ہم کو ملک سے نکالنا چاہیگا اور اس پر یہ اور اضافہ کیا مجھے کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ شائستہ مہذب اور ناشائستہ غیر مہذب ریاستوں میں نہایت ربط واتحاد ہوا ہو اور تین سال کے اندر قدرتی منافرت پر اسکا خاتمہ نہوا ہو افغانوں کو جو نفرت ہم سے ہے وہ سکھوں کے ساتھ ہمارے دوست ہونے سے بہت زیادہ ہو جاے گی۔ لارڈ ولیم بن ٹنگ نے جسکے جانشین لارڈ آک لینڈ ہوئے تھے۔ اس مہم پر احول پڑھ کر کہا کہ یہ حماقت خارج از قیاس ہے ہندوستان میں معلوم نہیں کہ علے العموم انگریزوں کی عقل پر کیا پردہ پڑ گیا تھا کہ وہ ایک بوڑھہ سفر اور ضعیف القلب احمق۔ بادشاہ کو جس کو اس کی اپنی رعایا نے معزول کیا تھا ایسے فرمان روا کی جگہ تخت نشین کرنا چاہتے تھے جو بارہ برس سے سب حملہ آوروں کے مقابلہ میں فتحیاب ہوا تھا ؂

لشکر کشی کے آئین کے موافق یہی سفر دور دراز پر اعتراض ہوتے تھے جو سندھ کی صحراؤں اور بلوچستان کے ناہموار کوہستان میں ہو اور پھر ان اعتراضات کا زور اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اس سفر میں بظاہر ضرورت یہ آن کر پڑے کہ ایران سندھ پر یہ جبر کیا جائے کہ وہ اپنے ملک میں لشکروں کے رستوں میں رسد اور بار برداری کے سامانوں کے مہیا کرنے میں امداد کریں جسکے لئے کوئی شرط اُن کے صلحنامہ میں موجود نہ تھی۔ پنجاب میں انگریزوں کا کہنا سننا جب ہی تک چلتا تھا کہ ایک بوڑھا مستانہ پوش جس کے سر پر موت ہر وقت کھڑی رہتی تھی بقید حیات تھا۔ خود شاہ شجاع بار بار اپنی ناخوشی اس بات میں ظاہر کر چکا تھا کہ وہ اپنی پرانی رعایا میں ایسا پادشاہ بنایا جائے جسکا تاج انگریزوں کی توپوں اور سنگینوں نے اُسکے سر پر رکھا ہو ؂

بس انگریزوں نے اپنے نزدیک یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دوست محمد خاں کے تباہ کرنے سے وسیوں کی کل تدابیر پریشان وپراگندہ ہو جائینگی۔ اُن کی ہول زدہ گرم کوشی کو کوئی بات ٹھیرا نہیں سکتی تھی۔ بالا ہند میں انگریزی سپاہ میں اس تبدیلی کو پسند کرتی تھیں کہ چھاونیوں میں ایک ہی چکر میں پھرنے کے بجائے کسی نامعلوم ملک میں لڑنے کے لئے جائیں۔ ان کو اس کی کچھہ پروا نہ تھی کہ ہم کو کس سے لڑنا پڑیگا

لڑائی میں جانتے تھے کہ چھاونی کی ہر روزہ قواعد کی اور اوس کی جفاکشی سے بچیں گے۔ ترقی اور عزت حاصل کرنیکا موقع ملے گا۔ غالب ہونے کی صورت میں اضافہ تنخواہ ہوگا۔ گھر آنے پر بہت اور زر انعام ملیگا مثل مشہور ہے ایک لمبے کوچہ میں جسمیں کچھ پیچ ہو آدمی چلتے چلتے گھبرا جاتا ہے۔ اس لیے ... لشکر پڑے پڑے اکتا گئے تھے۔ اُن کو لڑائی میں جانے کا حکم دلپسند تھا۔ پہلی اکتوبر کو لارڈ آکلینڈ نے اشتہار دیا جسکو سر ہربرٹ اڈورڈس اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ ان میں دوست محمد خان کی نسبت ایسی غلط بیانیاں کی گئیں کہ جس پر روسی مدبر کو بھی حسد ہوتی ہے۔ اس اشتہار میں امیر کابل کی نسبت یہ الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے ہمارے دیرینہ دوست رنجیت سنگھ پر بغیر کسی اشتعال کے دفعتاً حملہ کیا۔ اور پشاور پر قبضہ رکھنے کے لیئے نامعقول ادعا کا زور لگایا۔ اور اپنی جاہ طلبی اور اولوالعزمی اور تعلی کی وہ تدابیر کیں جو ہندوستان کی سرحد کی عافیت و سلامتی میں خلل انداز ہوئیں اور افغانستان میں ایرانیوں کے ارادہ کی علانیہ امداد کی اور اس اپنے کام میں برٹش گورنمنٹ کے اغراض و مقاصد کا ذرا پاس و لحاظ نہیں کیا۔ ہرات پر ایرانیوں کے حملہ کو بالکل ظلم و ستم ٹھہرایا۔ جسمیں قندہار کے امیروں نے ظاہر امداد کی۔ یہ بارک زئی بہرحال ہماری قومی حمایت کی سچی اور ضروری تدابیر کے لیئے بالکل نالائق تھے۔ گورنر جنرل نے یہ ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ شاہ شجاع کے بادشاہ بنانے کے لیئے حمایت کرے افغانستان میں شاہ ہر دلعزیز ہونا ثابت ہوگیا ہے۔ اگر کوئی اس میں غیر مداخلت کرے یا اس کے برخلاف کوئی فتنہ پردازی پر مستعد ہو تو سپاہ انگریزی شاہ کی حمایت کرے گی۔ مصالحت ثلاثہ کا عہدنامہ ہرات کی اور ایران سندھ کی آزادی اور سلامتی کا کفیل اور ضامن ہے۔ ان باتوں کے بیان کے بعد اُن اچھی باتوں کا ذکر تھا کہ برٹش گورنمنٹ کے رعب و داب کا ٹھیک اثر یہ ہوگا کہ وسط ایشیا میں آزادی تجارت ہوگی اور سرحد پر امن و امان رہے گا۔ اشتہار میں لارڈ آکلینڈ نے یہ وعدہ کیا کہ جب شاہ شجاع کے زیر فرمان افغانستان آزاد و سالم آجائے گا تو انگریزی سپاہ واپس بلالیجائے گی۔ پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ اس اشتہار کے بعض بیانات نہیں بلکہ تقریباً کل بیانات غلط تھے۔ دوست محمد خاں نے رنجیت سنگھ پر کوئی بے اشتعال حملہ کیا تھا نہ اس نے نامعقول دعووں کا دباؤ ڈالا تھا۔ بلکہ انگریزوں کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کی کوشش میں بڑا اصرار کیا تھا اور انگریزوں کی دوستی کے لیئے وہ ہر شرط کے قبول کر لینے پر تیار تھا۔ ہرات پر فوج کشی کے لیئے شاہ ایران در حقیقت

قوی رکھتا تھا اگر وہ کامیاب ہوتا تو وہ ایران قندہار کو یہ شہر دے دیتا اور وہ اپنے بھائی قربان روائے کابل کے اغراض ومفاد کے لئے اسکو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتے۔ شاہ شجاع کا افغانستان میں ہر دلعزیز ہونا فقط اس کی زبانی شیخی اور ڈینگ تھی۔ چند سادہ لوح اسکے طرفدار تھے اور اشتہار میں جو یہ لکھا گیا تھا کہ گورنر جنرل باتفاق کونسل سپاہ کے جمع ہونے کا اشتہار دیتے ہیں جھوٹ تھا۔ اس لئے کہ کونسل کے ممبروں نے انگلینڈ کو یہ شکایت لکھ بھیجی کہ اس پولیسی کی تکمیل کے باب میں ہم کبھی متفق الرائے نہیں ہوئے لارڈ آکلینڈ کی صفائی اور راستی کے لئے یہ بات مانی جاتی ہے کہ انہوں نے کل معاملہ کو خوف شک وتعصب کے کہر میں دیکھا۔ جس نے آنکھوں پر ایسی پٹی باندھی کہ وہ خطرناک حماقت کو اور اس بازی کی عجیب نا انصافی کو جو اُن کے صلاح کار کھیل رہے تھے نہ دیکھ سکے ؛

کل ستمبر واکتوبر کے مہینہ میں رجمنٹیں اور پلٹنیں اور توپخانے جابجا سے ستلج کے ریگستان کی طرف فیروز پور کو روانہ ہوتے رہے اور بمبئی میں جدا ایک لشکر کی تیاری ہو رہی تھی کہ دریا اتر کر سندھ کے کنارے پر روانہ ہو۔ ہنوز بنگال کی فوجیں فیروز پور میں نہ پہونچنے پائی تھیں کہ ۱۸۔ نومبر ۱۸۳۸ء کو اشتہار دیا گیا کہ ہرات سے ایرانیوں کی سپاہ نے مراجعت کی دس مہینے تک وہ محاصرہ کرتی رہی۔ شاہ ایران کو اس محاصرہ میں بڑا نقصان اُٹھانا پڑا اور روس کی پولیسی ناکام رہی اور برٹش گورنمنٹ کو اس کا خوف جاتا رہا ؛

اب اسوقت سے لارڈ آکلینڈ کے لئے کوئی عذر معقول باقی نہ رہا تھا کہ وہ افغانستان میں سپاہ بھیجتا۔ روسیوں کی حملہ آوری کی زیادتی کا ایرانیوں کے پردے میں کوئی خوف نہ تھا۔ یہ بات آسان تھی کہ وہ گیارہ گھنٹے میں جنگ کابل سے بالکل اپنے تئیں بچا لیتا۔ مصالحت ثلاثہ کے عہد نامہ میں اس ہم کا ٹھیکہ انگریزوں کو نہیں دیا گیا تھا۔ شاہ شجاع اسکے برخلاف کئی دفعہ اپنی رائے ظاہر کر چکا تھا۔ رنجیت سنگھ سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ شاہ شجاع کی بڑی امداد کرے گا۔ اس دوست دیرینہ رنجیت سنگھ نے انکار کر دیا کہ انگریزی سپاہ کابل کو اس راستہ سے نہ جائے جو اس کے ملک سے گزرتا ہے۔ لارڈ آکلینڈ نے یہ سمجھ کر دوست محمد خان کا تخت سے اُتار دینا حفظ ماتقدم کے لئے ضروری ہے ۸۔ نومبر کو دوسرا اشتہار دیا کہ لشکر کشی بدستور قایم رہے گی مگر چھوٹے پیمانہ پر۔ جس کی شرقی افغانستان میں ایک دوست کی سلطنت قایم ہو جائے۔ اور مغربی سرحد پر ہر حملہ آوری کی تدابیر کا انسداد کلی

ہوجائے۔ نومبر کے آخر ہفتہ میں فیروز پور میں یہ سپاہیں جمع ہوگئیں۔ چودہ ہزار تنومند سپاہ انگریزی تھی اور چھ ہزار سپاہ شجاع کی تھی۔ جس کے افسر انگریز تھے۔ مسٹر ہنری فین صاحب کمانڈر انچیف بنگال اس سپاہ کے سپہ سالار تھے مگر وہ اس سبب سے مستعفی ہو کر ولایت چلے گئے کہ ہرات کے محاصرے کے اُٹھ جانے سے اس مہم کی وقعت اُن کی نظر میں کم ہوگئی تھی۔ اور سپاہ کی تعداد بھی کم ہوگئی تھی اور اُنکی تندرستی بھی اچھی نہ تھی اور اُن کو میکناٹن صاحب پولیٹکل افسر کے ماتحت کام کرنے سے بھی انکار تھا۔ اُنہوں نے حکم صادر کیا کہ ۵۰۰۰ سپاہ جس کے سپہ سالار دلوبائی کوٹن ہوں گے فیروز پور سے لڑائی پر جاے اور باقی سپاہ فیروز پور اور لدھیانہ میں رزرو رہیگی اور بمبئی کی ۵۶۰۰ سپاہ کے سپہ سالار سر جان کین ہوں گے۔ جب یہ دونوں سپاہیں یکجا جمع ہوجائیں گی تو کل سپاہ کے سپہ سالار سر جان کین ہونگے اور شاہ شجاع کی سپاہ۔ جو سندھ میں ہو کر جائے گی وہ ولوبائی کوٹن کے ڈویژن سے تعلق رکھے گی۔

فیروز پور میں ۲۰ نومبر اور پہلی دسمبر ۱۸۳۸ء کو لارڈ آک لینڈ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملاقاتیں شاہانہ ہوئیں اور دربار میں خسروانہ شان وشکوہ دکھائی گئی۔ مہاراجہ کو رخصت کے وقت لارڈ آک لینڈ نے دو گھوڑ چڑھی توپیں مرصع سب طرح سے آراستہ پیراستہ نذر دیں ؏

یہ شیر پنجاب عیش جسم کاہ اور بادہ خرد افگن سے بہت زار ونزار ہوگیا تھا مگر ابتک شیر دلی اس یک چشم شیر کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔ وہ جب خیمہ سے اپنی توپوں کے تحفہ کے دیکھنے کے لئے آیا۔ تو ٹھوکر کھا کر توپوں کے سامنے گر پڑا۔ لارڈ آک لینڈ اور ہنری فین نے جوان کے دائیں بائیں طرف تھے۔ اُن کو پکڑ کر کھڑا کیا۔ مہاراج اور اُن کے سردار انگریزی توپوں کے آگے گرنے کو بدشگونی سمجھے۔ مگر ایک شخص نے یہ لطیفہ سنجی کی کہ گو مہاراج انگریزی توپوں کے سامنے گرے مگر برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ نائبوں نے اُن کو اُٹھا کر پھر کھڑا کر دیا۔ اس طرح بدشگون ہی نیک شگون ہوگئی ؏

۱۰ دسمبر کو کوٹن کی سپاہ نے ستلج کے بائیں کنارے پر سندھ کی طرف سفر شروع کیا۔ اسکے ساتھ تیس ہزار اونٹ اور اڑتیس ہزار بھیڑ کے آدمی تھے۔ قندہار اور کابل میں سپاہ کے جانے کے لئے یہ رستہ تجویز ہوا تھا کہ وہ سکھر اور درۂ بولان میں ہو کر گذرے۔ اس رستہ کا طول ایک ہزار میل سے زیادہ تھا اور اس میں بہت سے چٹیل میدان ایسے پڑتے تھے جن میں پانی کم ملتا تھا اور اونچے نیچے ناہموار تنگ راہ پہاڑ دشوار گذار آتے تھے۔ جن میں کیا قزاق قومیں یا انگریزوں کی بدخواہ قومیں رہتی تھیں ابتک یہی

سپاہ کے آگے کا سفر کرنا کیا اس رسد پر موقوف تھا جو اسکے پاس موجود تھی - یا اس ملک کی رسد رسانی پر جس کے اندر اُس کا گذر ہوتا تھا اور اُسکے حکمرانوں کو ترغیب دیجاتی تھی کہ وہ رسد کو بہم پہونچائیں اس دوسری طرح کی رسد رسانی میں بضرورت وہی طریقے اختیار کئے جاتے تھے جو زبردستوں کے ساتھ زبردست برتتے ہیں - بہاولپور کا خان انگریزوں کا دوست تھا - اسکو تو پولیٹکل ایجنٹوں نے پٹیاں پڑھادیں کہ وہ انگریزی سپاہ کے لئے رسد رسانی کرے مگر امیران سندھ کے لئے انگریزوں سے ناخوش تھے - سخت تدابیر عمل میں لانی پڑیں - یہ وقت وہ نہ تھا کہ عہدناموں کے شرایط کے ایفا کا پاس و لحاظ کیا جاتا - ضرورت کا وقت تھا اسمیں سب کچھ کرنا روا تھا - اگر ضرورت بود ہرچہ باشد روا باشد - کرنیل پوٹنجر نے جو کہ حیدرآباد سندھ کا رزیڈنٹ تھا امیران سندھ کو اطلاع دی کہ سن ۱۸۳۲ء کے عہدنامہ کے موافق جو یہ شرط ہے کہ دریائے سندھ میں سپاہیانہ سامان نہ جایا کرے - وہ لڑائیوں کے زمانہ تک معطل و منسوخ رہے اور ان کو دہمکی دی کہ اگر وہ انگریزوں کی درخواستوں کے برخلاف کام کرینگے یا آیندہ ایران کے ساتھ سازشیں کرینگے تو وہ اپنی آزادی سے محروم کردئے جائینگے اگرچہ حکمرانی سے معطل نہیں کئے جائیں گے اور وحشیانہ بیباکی سے اُن کو یقین دلایا کہ انڈین امپائر کی سلامتی اور عافیت کے لئے ضرورت کی صورت میں خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہو - اس سپاہ تیار شدہ سے یا اور سپاہ طلب شدہ سے اُن کا مار کر کچومر نکال دیا جائے گا ادہر سر ہنیزا اور پوٹنجر و میکناٹن نے اُن پر دباؤ ڈالا ادھر اُن کی دارالسلطنت میں لشکر آیا اور ولزلی نے کراچی پر حملہ کیا ان سب باتوں نے بیکس و بیبس امیران سندھ کو مجبور کیا کہ وہ کم بختی پر صبر شکر کریں - اُنھوں نے کچھ دنوں کے لئے انگریزوں کو دریائے سندھ کے کنارے پر سکھر اور روڑی کے درمیان کے جزیرہ کا قلعہ بکھر حوالے کردیا اور معاہدت ثلاثہ کے عہدنامہ میں شاہ شجاع کو جو رقم خراج دینے کی مقرر ہوئی تھی - وہ اُن امیروں نے ادا کی اور ۲ - فروری کو امیران سندھ سے یہ نیا عہد و پیمان ہوا کہ تھوڑی سپاہ سندھ میں رکھی جائے - اور تین لاکھ روپیہ سالانہ اسکا خرچ وہ دیں گے - کین صاحب نے اپنا سفر کوٹری سے دریائے سندھ کی داہنی طرف شروع کیا اور کوٹن صاحب روڑی کی طرف دریا پار اُترکر سفر کرکے شکارپور میں آگئے - جہاں شاہ شجاع کا لشکر اُن کی راہ تک رہا تھا - میکناٹن صاحب اسکے ساتھ تھے - ۲۲ - فروری ۱۸۳۹ء کو شکارپور سے کوٹن کی سپاہ درہ بولان کے پاس

دادر کی طرف چلے۔ یہ سفر ۷ اپریل کا بڑے سنسان اور ویران ملک میں تھا ۹۶ میل میں صحرا تھا جہیں کہیں خال خال دہات نظر آتے تھے اس میں اونٹ اقسم کا دانہ چارہ پانی بھی کم یاب تھا۔ بہت پہلے سے اس رستہ پر ایسے لشکر کے لئے سامان مہیا نہیں کیا گیا تھا جس میں سپاہ اور اور بہیر و بنگاہ کے آدمی ۸۰ ہزار تھے اور گھوڑے تین ہزار اور اونٹ تیس ہزار۔

۱۰۔ مارچ کو کوٹن کی سپاہ دادر میں پہونچی۔ بیماری کے سبب سے سپاہ بہت ضعیف ہوگئی تھی اونٹ اور گھوڑے اور بہیر کے آدمی بہت مر گئے تھے اسباب کی خورجیان بہت تلف ہوگئی تھیں غرض سپاہ سفر کے قابل نہیں رہی تھی۔ چند روز اس نے یہاں قیام کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو اس نے پھر اپنا تھکانیوالا سفر درۂ بولان کے سنگستان کی راہوں میں شروع کیا جو ساٹھ میل تک پیچ در پیچ کھاتی ہوئی ان پہاڑوں میں جاتی ہیں جو سندھ اور بلوچستان کے درمیان حد فاصل ہیں۔ سات روز میں اس مصیبت ناک سفر سے نکل کر بڑی مبارک سرسبز و شاداب وادی شال میں سپاہ آئی۔ ان دنوں میں سینکڑوں اونٹ مر گئے تھے اور مرتے جاتے تھے۔ پیچھے جو بر گیڈ رہ گیا تھا اسکو صحرا لوز د بلوچیوں نے بہت ستایا اور جو موقع انکو خورجیوں اور اسباب سفر کے لوٹنے کا ہاتھ آیا۔ اسکو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ تین دن بعد وادیٔ شال کی مرتفع زمین کوئٹہ میں بر گیڈ آیا۔ جہاں اس کی تھکی ہوئی سپاہ نیم گرسنہ نے بھی کی اور شاہ شجاع کی سپاہ کا انتظار دیکھا

۶۔ اپریل کو کل سپاہ جمع ہوکر کوئٹہ کے گرد خیمہ زن ہوئی۔ سرجان کوٹن اسکے سپہ سالار ہوئے کابل کی سڑک پر پہونچتے پہونچتے بیس ہزار اونٹ اور بہیر کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے ڈیرے خیمے اور اسباب غارت ہوگئے۔ منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے سپاہ کو نصف خوراک ملی۔ شال سے جو تھوڑا سا سامان رسد بہم پہونچالیا تھا۔ وہ ختم ہوگیا آگے خان قلات کا ملک تھا۔ جس میں پیداوار اتنی کم تھی کہ خان کافی سامان رسد نہیں بہم پہنچا سکتا تھا۔ مگر وہاں سے کچھ اناج ملا۔ اور چند ہزار بھیڑیں ملیں جو لشکر کے خرچ کے لئے اونٹ کے منہ میں زیرہ تھیں۔ اب صرف یہ بات باقی رہی تھی کہ قندھار کی طرف ناہموار سرد برہنہ پہاڑوں میں سفر کیا جائے ان میں ایک نہایت تنگ درہ آیا جو ڈرانے میں درہ بولان سے کچھ کم نہیں تھا۔ خجک کی پتھریلی اور برف سے ڈھکی ہوئی ڈھلانوں پر چھوٹی بڑی توپوں کو آدمی اپنی طاقت اور دم خم سے لیگئے۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ آگے بڑھنے کے لئے مزاحمت کرنے والا کوئی دشمن سوائے صحرا لوز د افغانوں یا بلوچیوں کے کوئی اور نہ تھا۔ مگر اسباب کی خورجیوں خیموں اونٹوں اور سامان جنگ کے ذخیروں کا تلف ہونا ایک

بڑی مصیبت تھی گھوڑے اور آدمی بھوک پیاس تکان کے مارے فرسودہ اور درماندہ ہوگئے تھے۔
۱۰۔ اپریل کے کوچ میں اٹھاون گھوڑے مرگئے۔ توپخانے کے گھوڑے اسقدر کمزور ہوگئے تھے کہ توپوں کے جوتوں سے وہ الگ کردیئے گئے تھے۔ اور بجائے اُن کے توپوں کو آدمی کھینچتے تھے۔ ۲۶۔ اپریل ۱۸۳۹ء کو قندھار کے سامنے سپاہ کا ایک بڑا حصہ آیا۔ ۴۔ مئی ۱۸۳۹ء کو بمبئی کی آخر سپاہ اس شاداب وادی میں آئی جسمیں مغربی افغانستان کا دارالسلطنت قندھار واقع تھا۔ اس شہر کے اُمرا اس خبر کو سنتے ہی کہ کوئٹہ سے انگریزی سپاہ چلی ہے فرار ہوگئے۔ انگریزوں کا شہر پر قبضہ ہوگیا۔ ۸ مئی کو دستور کے موافق شاہ شجاع کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ لیکن رعایا نے اپنے قدیمی درانی خاندان شاہی کر پادشاہ کے پھر شاہی تخت پر بحال ہونے کی کچھ خوشی نہیں منائی پہلی ہی اہل قندھار کو احمد شاہ کے اس بیٹے سے محبت بہت کم ہوگئی تھی۔ اور اب یہ دیکھ کر رہی سہی محبت بھی بالکل جاتی رہی کہ وہ فرنگیوں کے ہتھیاران کو گھر میں لایا ہے۔ اب وہ شاہ سے بالکل بے تعلق ہوگئے۔ میکناٹن صاحب نے جو بیان کیا ہے کہ یہاں کی رعایا نے بڑے دل سے مبارک سلامت کا غل مچایا بالکل غلط ہے۔ قندھار ایک بڑا بے رونق شہر تھا۔ اسمیں کچے مکانات اور شہر کی فصیل اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔

شاہ شجاع نے قندھار میں ایک دربار شاہانہ کیا جسمیں ہر ایک انگریزی افسر دستور کے موافق پادشاہ کے روبرو پیش ہوا۔ انگریزوں کے سوا رعایا میں سے کسی نے پادشاہ کو مبارکباد نہیں دی۔ رعایا تو انگریزوں کی صورت دیکھ کر جلی جاتی تھی۔ اس نے غصہ میں آنکر انگریزی افسروں کی ایک جماعت پر حملہ کیا اور ایک افسر کو قتل اور باقی کو زخمی کیا۔ اور پھر وہ چلتی بنی۔ کین صاحب یہاں ۲۷۔ جون تک مقیم رہے اور پھر غزنی کی طرف کوچ کیا۔ اور قندھار میں ایک دستہ سپاہ چھوڑی اور بدقسمتی سے بھاری توپیں بھی یہیں چھوڑیں۔ جو بڑی مشکل سے درہ بولان اور کھوجک سے یہاں تک آئی تہیں ہو۔

۲۰۔ جولائی ۱۸۳۹ء کی سرجان کین کے پاس خبر آئی کہ غالباً انگریزی خیمہ گاہ پر حملہ ہوگا۔ قلعہ غزنی نصف میل کے فاصلہ پر دشمنوں کے چند سوار نظر آئے۔ جارج لارنس اور ایک سوار کی ملاقات ہوئی جسکا بیان صاحب ممدوح اپنی کتاب چہل وسالہ کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سوار نے اُن سے بیان کیا کہ آپکے لشکرگاہ کو اور اہل لشکر کو میں نے دیکھا اور حقارتاً اُس نے کہا کہ آپ لوگوں کی سپاہ خیموں اور اونٹوں کی ہے اور ہمارا لشکر سپاہیوں اور گھوڑوں کا ہے وہ کہتا تھا کہ کس حبیث نے آپ لوگوں کو ترغیب دلائی۔ جو

آپ کروڑوں روپے صرف کرکے ہم لوگوں کے اس مفلس پہاڑی ملک میں جہیں نہ لکڑی ہے نہ پانی اس غرض سے آئے کہ ہم پر ایک بداقبال شخص کو پادشاہ بنائیں جسکو ہمارا پادشاہ دوست محمد خان فوراً ہی آپ لوگوں کے واپس جانے کے بعد نکال دے گا۔ جو کچھہ اُس نے کہا سچ تھا۔ اس لیئے جارج لارنس نے اس سے زیادہ قیل و قال نہیں کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ غزنی پر سخت لڑائی ہوگی۔ اس لیئے فوج صف بستہ ہوکر آگے بڑھی۔ بھاری توپوں کے ساتھ نہ لانے اور ۲۳۰ میل کے فاصلہ پر قندہار میں چھوڑ آنے کا افسوس تھا۔ قلعہ پر سے انگریزی لشکر پر توپوں کی آتش باری ہوئی۔ اور دو ایک دفعہ زبر جنگ نامی توپ کا ۴۸ پونڈ کا گولہ انگریزی لشکر میں پڑا اور دو ایک آدمیوں اور گھوڑوں کو مارا۔ مگر غزنی کی توپوں نے انگریزوں کا کچھہ نقصان نہیں کیا۔ اور انگریزی توپخانہ نے بھی اسکے جواب میں سوائے اس کے کہ ایک افغان سردار کا سر اُڑا دیا۔ کچھہ اور نقصان نہیں پہنچایا۔ کین صاحب پر کچھہ دیر کے بعد غزنی کے اصل استحکام کا حال کھلا۔ اسکا حال پہلے یہ معلوم ہوا تھا کہ اسکا کوئی مقام ایسا نہیں کہ محفوظ اور مستحکم ہو۔ وقت بڑا قیمتی تھا۔ کھانے پینے کا سامان بہت کم ہوتا جاتا تھا۔ کیمپ میں بڑے صاحب ہنر بہادر انجنیر اور دلاور سپاہی موجود تھے کہ ہر خطرناک کام کرنے پر مستعد تھے۔ طامس صاحب انجنیر نے دوست محمد خان کے ایک بھتیجے کی ہدایتوں کے موافق یہ تجویز کی کہ کابلی دروازہ کو اُڑا کر قلعہ پر حملہ کیا جائے اور لے لیا جائے۔ اس کی یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ گو وہ بڑی خطرناک تھی۔ سویرے صبح کو ۲۳۔ جولائی ۱۸۳۹ء کو ہنری ڈیورنیڈ صاحب دروازے کے اُڑانے والے گروہ کو ساتھ لے کر گئے اور دروازے کے نیچے باروت کے تھیلے اس طرح رکھے کہ دشمن کو خبر نہوئی اور شتابی میں آگ لگائی شکستہ دروازہ سے آواز نکلی ہی تھی کہ ڈینی صاحب کی سپاہ حملہ کرنے پر ٹوٹ پڑی اور سیل صاحب کی سپاہ بھی اسکے قدموں پر قدم رکھ کر آگے بڑھی۔ کچھہ لڑائی دست بدست ہوئی۔ پھر غزنی فتح ہوگیا۔ انگریزی سپاہ کے سترہ سپاہی مارے گئے اور ۱۶۵ زخمی ہوئے۔ جن میں آٹھارہ افسر تھے۔ افغان پریشان ہوکر قلعہ سے بھاگے یا گرفتار ہوئے۔ افغان بھاگتے وقت تلواروں سے نہایت بہادری سے لڑے۔ اور بہت سے انگریزی سپاہیوں کو زخمی کیا۔ اُن کے بدنوں میں سنگینیں چبھی ہوئی تھیں۔ مگر وہ اپنی شمشیر زنی سے باز نہ آئے۔ قریب ۶ سو کے افغان مارے گئے اور ۱۶ سو گرفتار ہوئے۔ اور امیر دوست محمد خان کا بیٹا حیدر سلطان بھی قید ہوا ؎

یہ شہر غزنی وہ تھا کہ آٹھہ صدیاں گذریں کہ سلطان محمود غزنوی یہیں سے ہندوستان پر حملہ آور

ہوا تھا۔ اور دو سو برس تک ایک بڑی باشکوہ سلطنت کا پایہ تخت رہا تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک بے رونق
اور بے حیثیت شہر تھا جس میں قریب دو ہزار کے مکانات تھے اور آبادی بہت قلیل تھی۔ غزنی کے فتح
ہو جانے سے **دوست محمد خان** پر بڑا صدمہ پہونچا۔ وہ یہ سوچے ہوئے تھا کہ غزنی کا محاصرہ جتنے
دنوں تک دشمنوں کو رکھنا پڑیگا۔ اتنے دنوں میں کابل کا سامان محافظت درست کر لونگا۔ شاہ شجاع کا
بیٹا شاہزادہ تیمور (کرنیل ویڈ صاحب کی امداد سے) سپاہ کو درہ خیبر کی طرف سے جلال آباد کی طرف آگے بڑھائے
لاتا تھا۔ اس کے روکنے کے لئے دوست محمد خان نے اپنے بیٹے اکبر خان کو بھیجا تھا۔ مگر اب اسکو کابل کی
محافظت کے لئے بلا لیا۔ امیر خود بھی ارگندی میں کابل سے پچیس میل پر غزنی کی سڑک پر آیا کہ یہاں ٹھیرے۔ اس نے
اپنے تابعین کو قرآن شریف بیچ میں رکھکر قسم دلائی کہ تھوڑی دیر تک نمک حلال بنے رہیں۔ اور اُن کے ساتھ
رہکر ان فرنگی کتوں پر حملہ کریں۔ مگر اُن کا دل ایسا نہ تھا کہ امیر کے اس بارے میں یار دیا ور رہتے یہاں امیر
اپنی چوبیس توپیں چھوڑکر بامیاں کی طرف بھاگا۔ امیر خان نے کابل کی طرف اس لئے مراجعت کی کہ ہندوکش
کے جنگلوں میں باپ کے فرار ہونے کی پردہ پوشی کرے۔ ہندوستانی اور افغانی سواروں کو جیمس اوٹرم صاحب
ساتھ لیکر دوست محمد خاں کے تعاقب میں گئے۔ حاجی کاکر خان جو شاہ شجاع کے ساتھ اپنی وفاداری کا دم بھرتا
تھا انگریزی لشکر کا رہنما بنا۔ اس نے اوٹرم صاحب کو راہ میں ایسے دھوکے دے کہ وہ اپنی ساری کوششوں
میں ناکام رہے غرض جب انگریزی لشکر ۹۔ اگست ۱۸۳۹ء کو بامیاں میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دوست محمد خان
شائیگان میں چلا گیا ہے۔ جو یہاں سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے شائیگان شاہ شجاع کے علاقہ میں
نہ تھا۔ انگریزی لشکر کا رہنما حاجی کاکر خاں تھا۔ جن کی رہنمائی سے امید نہ تھی کہ کامیابی ہوگی۔ ۱۲۔ اگست کو
انگریزی لشکر یہاں سے مراجعت کرکے ۱۷۔ اگست کو کابل میں پہنچا۔ اُن کے آنے پر سب کو تعجب تھا
کیونکہ یہاں تو ایک سوار نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ تمام انگریزی سپاہ کے سب
گورے کالے سپاہی مارے گئے یہاں پہنچنے پر احباب براہ مہربانی کہتے تھے کہ ہم لوگ کیسے دیوانے تھے کہ ایک
جنگلی ہنس کے تعاقب میں گئے جسمیں کسی نتیجہ کی توقع نہ تھی۔ یہ خوش نصیبی ہے کہ ہم اپنے سروں کو گردنوں پر
لئے کر سلامت چلے آئے۔ کپتن صاحب ہنسی سے کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کل فوج میں تیرہ گدھے
بھی ہیں۔ (تیرہ افسر انگریز تعاقب میں گئے تھے) غرض یہ دوست محمد خان کا تعاقب جس طرح کیا گیا اس کا
مضحکہ اُڑتا تھا *

۱۰ اگست ۱۸۳۹ء کو شاہ شجاع سرتاپا جواہر میں غرق براق پر سوار جلو میں کپتان صاحب کی سپاہ لیکر بڑے کروفر سے کابل کے بازاروں میں سے گذر کر بالا حصار میں داخل ہوا۔ علیا میں سے کسی شخص نے اس کو زبان سے مبارکباد دی نہ ماتھے پر ہاتھ رکھکر سلام کیا۔ بقول کپتان صاحب کے دارالسلطنت میں پادشاہ کی یہ سواری ایسی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کہ جنازہ جاتا ہے ٭

گورنمنٹ نے اپنی فتحمند سپاہ کا احسان مانکر معمولی اعزاز کے خطابات اور القابات افسروں کو عنایت کئے سرجان کین کو پیر کا۔ میکناٹن کو بیرونٹ کا اور ویڈ صاحب کو نائٹ کا خطاب دیا میکناٹن صاحب شاہ کے دربار کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے۔ اور برنیز صاحب کچھ مدت کے لئے اُن کے نائب اُن کو بھی نائٹ کا خطاب ملنے کو تھا ٭

لڑائی کے شروع ہونے کے وقت تو ضرور اسباب کا اشتہار دیا گیا تھا کہ افغانستان ایک دفعہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا اور اسکو پوری آزادی مل جائے گی۔ تو انگریزی سپاہ واپس آجائیگی۔ مگر جب دوست محمد خاں کے تعاقب میں حاجی کاکر خان کی دغابازی سے ناکامی ہوئی۔ اور جب حاجی واپس آیا تو اُس جرم میں مقید ہوا۔ اس پر انگریزی سپاہ کا پہرہ مقرر ہوا۔ اس کام کے لئے افغانوں پر اعتبار نہ تھا۔ بس اُسے شاہ شجاع کے عروج کے زمانہ میں معلوم ہو گیا کہ ملک تو امیر دوست محمد خان کے ساتھ ہے جسکو انگریز غاصب سلطنت جانتے ہیں اور شاہ شجاع جسکو انگریز مستحق پادشاہ جانتے ہیں یہ حال ہے کہ اُسکی شاہی اجنبی دوستوں کی سنگینوں پر قایم ہے اسلئے میکناٹن صاحب اور لارڈ آک لینڈ واپسی سپاہ کے مانع ہوئے۔ جون ۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ کی وفات نے سکھوں کی وفاداری میں جو انگریزوں کے ساتھ تھی شبہ پیدا کیا۔ شاہ شجاع انگریزوں کے ہتھیاروں کی مدد سے پادشاہ بنکر مضغہ گوشت بن گیا۔ اور دوست محمد خان اپنی چوکڑیاں بھرتا پھرتا تھا۔ ہنوز روسیوں کے حملہ کے ڈاکو کا پیٹ نہیں بھرا تھا۔ وہ بہت انگریزوں کو کھا کر ہضم کرنے کو بیٹھا تھا۔ اور انگریزوں کے لئے اپنے قلطیوں کے خمیازے اٹھانے کا وقت آگیا تھا۔ لارڈ آک لینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ افغانستان پر حملہ آور سپاہ کا ایک حصہ واپس بلا لیا جائے اور قندہار کابل غزنی و جلال آباد میں محافظت کے لئے بہت سی سپاہ متعین کیجائے ٭

وسط ستمبر ۱۸۳۹ء میں بمبئی کا ایک کولم دستہ سپاہ جس کے سپہ سالار جنرل ولٹ شر تھے گھر کی طرف اُلٹے چلے جاتے تھے کہ میکناٹن صاحب کا حکم اُن کے پاس آیا کہ تم سندہ کو جاؤ تو قلات پر

قبضہ کر لئے چاہا تاکہ وہاں کے حاکم محراب خاں کو اسکی بدخواہی اور بے وفائی کا جو سرکار انگریزی کے
ساتھ ظاہر کی ہے پاداش ملے۔ اس حکم کی پوری تعمیل اس حاکم کے لئے ہوئی۔ جسکا یہ قصور تھا کہ وہ اپنی
فتنہ پرداز اور فساد انگیز رعایا کو اپنی اطاعت میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ ۱۵ اکتوبر کو قلات ایک سخت لڑائی
کے بعد حملہ کرنے سے فتح ہوگیا۔ بوڑھے محراب خان نے اور اسکے بڑے بڑے افسروں نے بڑی جوانمردی
اور دلاوری سے لڑکر جان دی اسوقت کپتان صاحب بنگال کی تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ چپ چاپ
پشاور کو جلال آباد اور درۂ خیبر کی راہ سے جاتا تھا۔ ابھی وہ کوہستان سلیمان کی تاریک و تنگ راہوں سے
نکلا تھا کہ خیبر کے کوہ نشینوں نے قلعہ علی مسجد کی تھوڑی سی سپاہ پر اپنے حملے از سر نو شروع کئے۔ سڑک
راہ پر یہ قلعہ حاکم بنا بیٹھا تھا۔ کچھ لڑائیاں ہوئیں کہ پشاور اور جلال آباد سے کمک کے لئے سپاہیں آگئیں اور
درہ کے جو خیبری محافظ تھے اُن کو میک ناٹن صاحب کے ایجنٹ کپتان میکسن نے یہ ترغیب دی کہ راضی کر لیا
کہ وہ اسی ہزار روپے سالانہ لے لیا کریں۔ اور آیندہ پھر نہ ستایا کریں۔ یہ دستور تھا کہ کابل کے فرمانروا ہمیشہ
خیبر کے جرگوں کو خیبر کی رکھوالی کے لئے روپیہ دیا کرتے تھے۔ قاعدہ ہے کہ جب حماقت کی راہ میں آدمی ایک قدم
رکھتا ہے۔ تو اسکو اسمیں ضرور بہت سے قدم آگے بڑھانے پڑتے ہیں۔ اول حماقت یہ تھی کہ شاہ شجاع کو تخت
پر بٹھایا۔ جسکو اس کی خود مختار اور زور آور قوم نے تیس برس سے جلاوطن کر رکھا تھا۔ دوسری سپاہیوں کا سفر جو
کابل میں بیٹھ گیا۔ اسمیں خزانہ کا روپیہ بہت خرچ کیا۔ گو اسمیں بہت جانیں تلف نہیں ہوئیں۔ کسی ملک کا فتح کرنا اور بات
ہے اور اسکی رعایا کے دلوں کا تسخیر کرنا اور بات ہے شاہ شجاع کو انگریزوں کے ہتھیاروں نے پادشاہ بنا دیا۔ مگر وہ پادشاہ کی رعایا
کے دلوں کو اُس کا مسخر نہیں بنا سکتے تھے۔ افغانوں کی قومیں غیور مغرور۔ جنگ پسند۔ متعصب سرکش ہمیشہ آپس میں
لڑائی جھگڑے رکھنے والی اور خونریزیاں کرنے والی ہیں۔ مگر جہاد کو وہ اپنا اہم فرض مذہبی سمجھتے رہتے ہیں
جب کوئی غیر مذہب کا دشمن اُن پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ سب آپس کے جھگڑوں کو اٹھا کر بالائے طاق رکھتے
ہیں۔ اور سب باہم متفق ہوکر دشمن سے لڑنے کو موجود ہوتے ہیں۔ وسط ایشیا میں قومیں غالب قوت کے
روبرو ایک لمحہ کے لئے بادل ناخواستہ مغلوب ہوجاتی ہیں۔ مگر جب اس غالب قوت کا آدھا حصہ اٹھ
جاتا ہے اور باقی آدھا حصہ وسیع ملک میں پھیل جاتا ہے تو پھر اطاعت زود زوال ہوجاتی ہے ہر شخص سمجھ
سکتا ہے کہ ایسی اقوام کی مرضی کے برخلاف انگریز کسی کو پادشاہ نہیں بنا سکتے تھے۔ مگر بعض آدمی ایسے ہی
ہوتے ہیں کہ وہ پتھر کی سختی کا یقین نہیں کرتے جب تک اُن کا سر اس سے نہ پھوٹے۔ پس یہی امتحان شاہ شجاع

کے معاملہ میں ہوا۔ سارے سوار اور پیدل یوں ہی دھرے رہے وہ پادشاہ نہ ہوا۔ جیسے آب روان کی سطح جب تک ہموار رہتی ہے کہ اسکے نیچے کوئی ہل چل نہ ہو۔ ایسے ہی کچھہ دنوں تک بے شک سلطنت کے کام ہموار چلتے رہے اگر پادشاہ کی سلطنت تھی تو میک ناٹن اور اُسکے افسر حکومت کرتے تھے انگریزوں کی سپاہ پادشاہ کے پولس کی طرح کام کرتی تھی۔ سول گورنمنٹ میں انگلش افسروں کا کہنا چلتا تھا۔ نئی سلطنت کے سنبھالنے میں انگریزی خزانہ کا روپیہ بیدریغ خرچ ہوتا تھا۔ روسیوں کے خوف کے فنا کرنے میں میک ناٹن صاحب کی اولوالعزمی اور والاہمتی کے منہہ میں لگام نہ تھی۔ اس پر پھیریں لگ رہی تھیں۔ اُس نے ہرات میں میجر ٹاڈ کو بھیجا کہ شاہ کامران سے جو اتحاد جدید ہوا ہے اُسکو بڑھا دے کامران نے یہ فطرت کی کہ ادھر انگریزوں سے کہا کہ آپ مجھے خاطرخواہ روپیہ رشوت دیجئے اور پھر جو کام چاہئے مجھہ سے لیجئے اور ادھر اُسکے وزیر یار محمد نے جو اسکا ہمراز و ہمنیاز تھا۔ طہران میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں کیں۔

سر الگسنیڈر برنیز پولیٹکل ایجنٹ کابل نے یہ خبر وحشت اثر خود اس پر یقین کرکے بھیجی۔ کہ زبردست پادشاہ روس چوبیس ہزار سپاہ اور بہتر توپوں کے ساتھ خیوا پر بڑھا چلا آتا ہے۔ ابھی کورٹ ڈائرکٹرز لندن نے یہ خبر نہیں بھیجی تھی۔ کہ زار روس نے چار ہزار سپاہ خیوا پر بھیجی ہے۔ برنیز صاحب کی یہ خبر مبالغہ آمیز تھی فی الحقیقت روس کو خیوا پر چڑھائی کرنے کی یہ وجہہ معقول تھی کہ اُسکو معلوم ہوا تھا کہ اُسکی رعایا کو ترکمان گرفتار کرکے لونڈی غلام بناتے ہیں اُن کا چھوڑانا اور آیندہ اُن لوگوں کو اس کارروائی سے باز رکھنا ضرور تھا۔ اُس سے انگریزوں کو بھی تردد پیدا ہوا۔ اُس کے دور کرنے کے لیئے میجر ٹاڈ پولیٹکل ایجنٹ ہرات نے یہ امر قرین مصلحت سمجھا کہ میجر ایبٹ اپنے اسسٹنٹ کو خیوا میں بھیجا تاکہ وہ خان خیوا کو فہمایش کرے کہ اُس نے زار روس کو یہ اشتعال طبع دیا ہے کہ وہ حملہ آور ہوا اور اس سبب سے اُس نے اپنے تئیں سخت خطرے میں ڈالا ہے۔ اس خرابی کے دفعیہ کی سردست یہی تدبیر ہے کہ بلا توقف روس کی رعایا جسقدر لونڈی غلام بنائے گئے ہیں۔ ابھی وہ چھوڑ دیئے جائیں اور آیندہ کے لیئے اپنی رعایا کو سخت تنبیہ کی جائے کہ وہ کسی پردیسی رعیت کو گرفتار کرکے لونڈی غلام نہ بنائے۔ چند روز بعد خیوا سے میجر ایبٹ نے خود یہ خبر بھیجی کہ خان یہ خبر سن کر کہ روس کی فوج بڑھ کر ۲۶ منزل پر پہونچی ہے بہت مشوش و متفکر ہے اور مضطرب ہو کر مجھے اپنی طرف سے ایلچی بنا کر سینٹ پیٹرس برگ بھیجنا چاہتا ہے ؎

غرض خان خیوا نے کپتان صاحب سے عہد و پیمان کرنے میں بڑی خوش اخلاقی سے توجہ کی

اور فوراً اس کو زار روس کے پاس اپنا سفیر بنا کے دوستی و آشتی کرنے کے لئے بھیجا۔ ایبٹ صاحب کی جگہ کپتان شکسپئر خیوا میں مقرر ہوئے۔ اور وہ چار سو روسی غلاموں کو جن کو خان خیوا نے اپنی مصلحت ملکی جان کر چھوڑ دیا تھا۔ ساتھ لیکر اورین برگ میں لیگیا۔ ان بیچارے غلاموں کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ پہلے ہی اس سبب سے آزاد ہو گئے۔ نومبر سنہ ۱۸۳۹ء میں کہ روسی جنرل پروفسکی کی سپاہ نے موسم سرما کی سختی اور پہاڑوں کی دشوار گذاری کے سبب سے خیوا پر چڑھائی کا ارادہ فسخ کر دیا تھا ۞

ایک اور بد نصیب ایلچی ارتھر کونولی سال آئندہ میں قوقان بھیجا گیا۔ یہ بلند ہمت ایلچی اس امید میں بخارا گیا۔ کہ کرنیل سٹوڈارٹ کو جو مدت سے خان بخارا کی سخت قید میں تھا رہا کرائے۔ میکناٹن صاحب نے اپنی طرف اس قیدی کرنیل کے رہا کرانے کی تدابیر عظیم کیں مگر لارڈ آک لینڈ کی یہ ہمت نہ پڑی کہ وہ وسط ایشیا میں ایک بڑی فوج کشی کا حکم اسلئے دیتے کہ اپنے ایجنٹ مذکور کو چھڑاتے۔ جس نے روسی ایلچی کے طفیل سے اپنا رہائی پانا پسند نہیں کیا۔ کونولی صاحب کے بخارا جانے نے صرف یہ گل کھلایا کہ افغانستان کے فتح کرنے والوں پر امیر کے شعلہ غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اس نے ملکہ معظمہ کو جو خطوط لکھکر بھیجے تھے اُن کا جواب کچھ نہ ملا اور ڈاکٹر لورڈ صاحب نے جو دریائے آموکے اضلاع پر حملہ آوریاں کیں تو اسکے دل میں تازہ ہول اُٹھا تھا وہ اور بھی اس سبب سے بڑھ گیا کہ اسکے دشمنوں خان قوقان کی طرف سے ایک اجنبی انگریز آیا کونولی صاحب بخارا میں جاکر ایسے خود مختار حاکم کے ہاتھ میں مقید ہوا کہ کچھ امید نہ تھی کہ وہ رحم کرے گا ۞

ڈاکٹر لورڈ صاحب بامیاں میں ایجنٹ تھے۔ اُنہوں نے ۲۳۔ فروری سنہ ۱۸۴۲ء میں میکناٹن صاحب کے پاس یہ خبر بھیجی کہ یہ خبر جو پہلے اُڑی تھی کہ دوست محمد خان جہاد کر کے ہم سب کو فنا کرے گا اب اس نے یہ قصد چھوڑ دیا ہے۔ اس نے امیر بخارا سے پناہ مانگی تھی۔ کہ امیر بخارا نے اسکو دغابازی سے قید کر لیا اور اس کے بال بچوں کو قید کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر لورڈ نے یہ بھی اطلاع دی کہ غالباً امیر کے اہل و عیال برٹش گورنمنٹ سے پناہ کے خواستگار ہوں گے اس لئے یہ اطلاع اُن کو ہو گئی کہ وہ امیر بخارا پر بھروسہ نہ کریں۔ میکناٹن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا کہ اگر امیر کے اہل و عیال پناہ کے خواستگار ہوں تو پناہ کا وعدہ کر لیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ اُن کی اقامت کا مقام گورنر جنرل کی تجویز سے مقرر کیا جائے گا ۞

اس زمانہ میں بامیان کی سرحد پر فساد اُٹھنے لگے اور انگریزی سپاہ کی رسد جمع کرنے والی جماعتوں اور وہاں کی فتنہ پرداز قوموں کے درمیان لڑائیاں رہنے لگیں۔ ڈاکٹر لورڈ وہاں پولیٹکل ایجنٹ تھے۔ اُنہوں نے ہر چند کوشش کی کہ یہاں امن و امان رہے۔ مگر جب وہ اپنے کام میں ناکام ہوئے تو اُنہوں نے خود جنگ شروع کی۔ ہیک ناٹن صاحب کو بے فایدہ ہوا میں کھیتی کرنے کے لئے یہ سا تھی مل گئے تھے۔ اُن کو ۱۸۳۹ء کے موسم خزان میں چھ سو سپاہی اور چھ ملکی توپیں دے کر ہندوکش کے پار افغانوں کے ملک میں امن و عافیت قایم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت اور حماقت سے امن و امان کی صورت پیدا کی۔ مگر اس سے اور فتنے اور شور و شر پیدا ہوئے۔ اُنہوں نے ہزارہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کا بڑا سردار شاہ نظیر تھا اس سے کچھ فایدہ نہیں ہوا بلکہ اُنہوں نے ہمسایہ کے ازبک خانوں کو غضبناک کر دیا اور خان بخارا کو ایسا بدل دیا کہ گیا وہ دوست محمد خان کا جیل خانہ میں رکھنے والا تھا۔ یا اسکا دوست ہوگیا جن ہاتھوں نے امیر کو ایسا قید کیا تھا کہ اُن سے رہائی کی امید نہ تھی۔ اُنہوں ہی نے اُسے چھوڑ دیا۔
دوست محمد خان اپنی کھوئی سلطنت کے حاصل کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس کا امیر خلم قدیمی دوست تھا وہ اس کا حامی بنا۔ دوست محمد خان کے پاس ہزاروں ازبک جمع ہوگئے۔ جن کو یہ امید تھی کہ یہ امیر مردود کافروں کو ملک سے نکال دے گا۔ اور اُن کو یہ یقین تھا کہ امیر کے نام میں اتنا سا زور ہے کہ وہ ہزاروں افغان سپاہیوں کو جو انگریزوں کے ملازم ہوگئے ہیں چاہے ابھی کھینچ کر بلا لے۔

۳۰۔ اگست کو دوست محمد خان کے ایک بیٹے نے پانچ سو ازبکی سواروں کی جمعیت سے ڈاکٹر لورڈ کے اسسٹنٹ لفٹنٹ ریٹ ٹر سے پر جو تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ راج گاہ میں مقیم تھے حملہ کیا صاحب نے حملہ کو دفع کیا۔ اور اپنی مصلحت سمجھ کر شایگاں میں چلے آئے یہاں ان کے ساتھ اور فوجیں شامل ہوئیں وہ جیرود کو آگے بڑھے جہاں اُن کو امید تھی کہ دشمن ملے گا۔ اس خبر کو سنکر وہ شایگان سے باہر چلے گئے کہ دوست محمد خان نے مراد بے قندزئی اور اور زورآور سرداروں کو ساتھ لے کر علم جہاد بلند کیا ہے۔ جس وقت اُن کی سپاہ نے مراجعت کی۔ افغانوں کی جمعیت جو انگریزی سپاہ میں تھی اپنے نشانوں کو چھوڑ کر دوست محمد خاں سے جا ملی۔ لیکن باقی سپاہ خیر خواہ رہی اور وہ ڈاکٹر لورڈ کی زبردست سپاہ سے جا ملی۔ اس طرف سارا ملک بگڑ بیٹھا۔ کرنیل ڈینی صاحب ایک گوروں کی اور ایک کالوں کی پلٹن اور دو سو سواروں کو ساتھ لے کر بامیاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۳ ستمبر کو بامیاں میں پہونچے۔

۱۷- دسمبر کو یہ خبر آئی کہ بامیاں میں ازبکی سوار داخل ہو رہے ہیں اور انہوں نے ایک جرگے کے گاؤں پر حملہ کیا ہے جو انگریزوں کا دوست تھا- لیکن ڈینی صاحب نے دشمنوں کو مار کر نکال دیا- مگر اُن کو معلوم ہوا کہ یہ سپاہ اس ایک بڑی سپاہ مقدمتہ الجیش تھی- جس میں دوست محمد خاں کے پاس چھ ہزار ازبک سپاہی اور وہ مضبوط قلعہ پر قابض تھی- ڈینی صاحب نے بے تامل آگے بڑھکر حملہ کیا- توپوں کی مار مار اور گورکھیوں کی بہادری نے امیر کی سپاہ کے دھوئیں اُڑا دئے اور وہ بھاگ نکلی- اور سینکڑوں افغان قتل ہوئے ان میں وہ افغان بھی تھے جو انگریزی فوج کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے- دوست محمد خاں اپنے دو بیٹوں اکبر خان اور افضل خان کے ساتھ بجروکے پہاڑوں میں بھاگا- اور سرداران قلم و قندھار جو امیر کے دوست تھے یہ سمجھکر کہ دوست محمد خان کو شکست ہونے کو ہے- انگریزوں سے بشرط جان بخشی صلح کے خواستگار ہوئے- کابل میں افغان یہ امید کر رہے تھے کہ انگریزی لشکر کو بامیاں میں ایسی شکست ہوئی کہ اُن کی ساری سپاہ پراگندہ ہوگئی- اور امیر نے اُن کی کل توپیں چھین لیں- انشاء اللہ عنقریب کل انگریزوں کو اور اُن کے کافر پادشاہ کو امیر اس طرح فنا کر دے گا- کہ اُن کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا*

ایک لشکر کے ساتھ امیر دوست محمد خان کے نمایاں ہونے نے کچھ دنوں تک سارے ملک کو خوش و شاد کر دیا اور اس کے سبب سے جنوبی افغانستان میں انگریزوں کو بڑی تشویشیں پیدا ہوئیں- ۲۴- ستمبر کو جنرل سیل صاحب کچھ سپاہ لے کر روانہ ہوئے کہ ملک کے اس حصہ میں امن قایم کرے- دوسرے فوج جلال آباد سے بھیجی گئی- کہ ان سرکش وزیری جرگوں کے مقابلہ میں لڑے- جرنیل صاحب نے غوربند کے گذرگاہ ترکستان کے کئی قلعے اور مستحکم مقام لے لئے- قلعہ علی خان کے فتح کرنے میں اڈورڈ کونی کے دل میں گولی لگی- وہ مر گئے اور کابل میں اُن کی لاش دفن ہوئی سیل صاحب کا لشکر اگرچہ فتحیاب ہوا- مگر اُن کا خوف ملک پر ایسا نہیں ہوا کہ وہ جنگ و پیکار سے باز آتے- چنانچہ ۱۸- اکتوبر کی رات کو افغانوں نے سیل صاحب کی سپاہ پر شب خون مارا- یہ حملہ رفع دفع کیا گیا- یکم نومبر کو جب انگریزی سپاہ باغ عالم کے قریب خیمہ زن تھی جنرل سیل کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دوست محمد خان پروان درہ کے قریب آگیا ہے اس وادی میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے اور باغیچے تھے اور بیچ میں ایک ندی اُتری پڑتی تھی- بہرنہج یہ ایک مضبوط جگہ قبضہ کرنے کے لئے تھی*

۲- نومبر ۱۸۴۰ء کو جنرل سیل نے پروان درے کی طرف حرکت کی اور دفعتاً دوست محمد خان کے

مقابلہ میں آیا۔ جس کے ساتھ چار سو سوار تھے۔ انگریزی سواروں نے اس کا تعاقب کیا افغان سواروں نے
اُن کا مقابلہ کیا۔ فریزر صاحب کے سواروں نے حکم عدولی کی اور شکست پائی۔ دو افسر انگریزی کرسپن اور
بروڈفٹ مارے گئے اور ڈاکٹر لورڈ صاحب بھی سخت زخمی ہوئے۔ تھوڑے سے آدمی جو زندہ رہے تھے
اُن میں فریزر صاحب بھی تھے۔ جن کا داہنا ہاتھ کلائی سے بالکل کٹ گیا تھا جیسا اُن کے دل پر لشکر کی شکست
کا زخم تکلیف دیتا تھا ایسا ہاتھ کا زخم تکلیف نہیں دیتا تھا۔ کرنیل سالٹر نے دیکھا کہ امیر کا سرخ جھنڈا ہمارے
سواروں کے درمیان اونچا کھڑا ہے اس بوڑھے بہادر امیر نے اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کر اپنے سپاہیوں
کی ہمت بندھوا کے ایک بلند مقام پر اپنا علم قایم کیا ہے

اس فتح کی خوشی افغانوں کو تھوڑی دیر رہی اُن کو انگریزی سپاہ نے پسپا کیا۔ صبح کو امیر دوست محمد خان
لشکر سے غائب ہو گیا اور اُس کا لشکر چاروں طرف منتشر ہو گیا۔ برنیز صاحب نے الادھند میک ناٹن صاحب
کو لکھا کہ وہ سیل صاحب کو بلا لیں اور کل سپاہ کو کابل میں یکجا رکھیں۔ اس خط کے پہونچنے سے ایک دو
گھنٹے کے بعد میک ناٹن صاحب شام کی ہوا خوری سے گھر آتے تھے کہ ایک افغان سوار نے کہا کہ دوست محمد
خاں قریب آتا ہے کہ اتنے میں امیر آگیا گھوڑے سے اُترا۔ میک ناٹن کو اپنی تلوار نذر دی اور اپنی جان
کی امان مانگی اور کہا کہ میں دشمنوں سے اچھی طرح لڑا مگر اُس نے آیندہ مقابلہ کرنے کو بیکار سمجھا۔ میک ناٹن
صاحب نے امیر کو اُس کی تلوار واپس دی اور اُسکو گھوڑے پر چڑھنے کی اجازت دی۔ وہ دونوں ساتھ
سوار کابل میں گئے راہ میں امیر نے آزادانہ باتیں اپنے آخر مہمات کی کیں اور اپنے اس کنبے کے باب
میں سوالات پوچھے جو اب انگریزوں کی پناہ میں آگیا تھا۔ امیر جب تک کابل میں رہا۔ اس کا بڑا احترام صرف
اُن افسروں ہی نے نہیں جو اُسکے ثنا خوان اور شاہ شجاع پر تبرا گو تھے بلکہ خود میک ناٹن صاحب نے بھی
اس کی بڑی خاطرداری کی جو امیر کے سر کاٹنے کے لئے انعام کا اشتہار دینے کو تھے۔ آخر میں لارڈ آکلینڈ
کو لکھا تھا کہ اس آدمی پر ذرا رحم نہیں کرنا چاہیئے جو ملک میں فتنہ انگیزی اور شور و شر کی جڑ ہے مگر اس نے
اپنی طرز تحریر کو بدل کر یہ لکھا کہ اس شریف قیدی کے ساتھ فیاضانہ مدارات کرنی چاہیئے جو ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۰ء کو
لدھیانہ سر ولوبائی کوٹن کی حراست میں بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا ہے۔ شاہ شجاع کا کوئی دعویٰ ہم پر
نہیں ہے سلطنت سے جو وہ محروم کیا گیا تھا اس میں کچھ ہمارے ہاتھوں نے کام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُسکے
برخلاف ہم نے دوست محمد خان کو نکالا جس نے کبھی ہمارے اس پولیسی کے قائم رکھنے میں تکلیف نہیں

دی جس کی وہ قربانی بنا لیا الفاظ تھے - جن میں اُنھوں نے اُس پولیسی کو بیان کیا - جس کے وہ بڑے حامی تھے اور اُسکے اجرا میں بڑے مستقل سرگرم - لی میانہ سے کلکتہ بھیجا گیا وہاں گورنر جنرل کا معزز مہمان بنا - اور مس ایڈن سے شطرنج کھیلا کرتا تھا - امیر جتنے دنوں کابل میں قید رہا تھا - اس کے کمرے میں بڑے بڑے افغانی امیر آتے تھے اور بے تکلف ہاتھ ملا کے اسکی اس دانشمندی کی تعریف کرتے تھے کہ آخرکار اُس نے اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے سپرد کر دیا تھا - ان امیروں میں سے شیر محمد چپرباشی تھا جو کہ افغانستان میں بڑا پایہ تخت سوار قاصد مشہور تھا - اس نے امیر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آخر کو آپ نے یہ کام خوب کیا ناحق آپ نے اپنے تئیں مصیبت میں اتنے دنوں گرفتار رکھا -

میک ناٹن صاحب جس بازی کو بڑے دھوم دھام سے کھیلے تھے اور بڑے طمطراق سے بیان کر گئے تھے اس میں بڑی کامیابی سے دور رہے - اس نے بہت رشوتیں دیں - اور ٹوڈ صاحب نے بھی بہت سی دلایل پیش کیں - مگر شاہزادہ کامران اس پر راضی نہیں ہوا کہ ہرات میں انگریزی سپاہ مقیم ہو - میک ناٹن صاحب نے ایک دفعہ سے زیادہ لارڈ آک لینڈ کو لکھا کہ ہرات بزور شمشیر لے لیا جائے اور سکھوں کو بے وفائی کی سزا دیجائے جن کے سبب یہ افواہ ہم لوگوں تک پہونچی ہے کہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد دربار سکھ نے امیر سندھ کے ساتھ خفیہ سازش کر کے اپنی مخالفت کا جوش برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں دکھایا ہے - اور دوست محمد خان کے پاس اُنھوں نے زر نقد بھیجا ہے اور امداد کا وعدہ اس صورت میں کیا ہے کہ وہ اپنے تخت کے پھر لینے میں کوشش کرے ✽

کل پنجاب سے تو نہیں مگر پشاور سے سکھوں کی جاسوسی بالاحصار میں ہوئی تھی مگر کلکتہ کی مطمئن کونسلیں غالب رہیں اور میک ناٹن صاحب کو اپنی تکلیف اور رنج کی جگہ کی ذلت اور حقارت کے نتوک میں کرنی پڑی - اُس وقت وہ رو رہے تھے کہ ہائے ہیسٹنگز اور ولزلی نہ ہوئے جو اُس کی پولیٹکل دوراندیشی پر ایک لمحہ توجہ کر کے کام بناتے جس کا مقصود سوائے اپنی خواہشوں کے منظور نظر رکھنے کے کچھ اور نہ تھا ✽

اس عرصہ میں اور اضلاع میں جہاں انگریزی سپاہ مقیم تھی یا جہاں جاتی تھی فتنے اور فساد اُٹھنے شروع ہوئے - غزنی اور قندھار کے درمیان پہاڑی جفاکش قومیں رہتی تھیں اور وہ مدت ہائے دراز سے کسی حاکم کی خواہ وہ افغان ہو یا نہ ہو محکوم نہیں رہتی تھیں اور اُن کا گذارہ زیادہ تر لوٹ سے

یا کاروانوں کی راہ داری کے محصولوں کے لینے سے ہوتا تھا۔ اُنہوں نے اب دیکھا کہ گورے رنگ کے سپاہیوں کے ہاتھ ہماری آزادی کا قافیہ تنگ اور ہمارے پرانے استحقاق اور بالائی یافتوں میں قطع و برید کرتے ہیں اور وہ اپنے تئیں اس قلمرو کا مالک سمجھتے ہیں۔ جس کے وہ نہ مالک ہیں نہ ہوں گے تو ۱۸۴۱ء کے موسم بہار میں یہ مغرور کوہستانی دو یا تین ہزار اندرسن صاحب کی سپاہ اور توپوں پر بے دھڑک آن کر حملہ آور ہوئے۔ جن کو ناٹ صاحب نے اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ میدان جنگ میں انگریزی توپوں کے گراپوں کی بوچھاڑ نے اُن کے سواروں کے پاؤں نہیں جمنے دیئے سنگینوں نے اُن کو بار بار روکا۔ مگر وہ بھاگ گئے اور اپنے دو سو آدمیوں کو میدان جنگ میں مردہ چھوڑ گئے۔ ناٹ صاحب نے اس شکست سے غلزئی قوموں کو یہہ سبق پڑھایا کہ ان کے سرداروں کا میلان خاطر یہ ہو کہ میک ناٹن صاحب جس طرح سودا کریں اُس پر راضی ہو جائیں۔ تین ہزار روپے سالانہ لینے پر وہ اس اقرار کرنے پر راضی ہو گئے کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرنے سے۔ اور شاہراہوں پر فتنہ اُٹھانے سے باز رہیں گے۔ یہی سبق اور قوموں کو بھی پڑھایا گیا ؎

اس زمانہ میں کوئٹہ اور قلات کے درمیان ملک کے کل حصہ میں اقوام باری۔ کاکر۔ بلوچ کے سر اٹھانے کی خبریں آئیں۔ انگریزی اور شاہ کی سپاہ کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے اُن قوموں سے جو ان کو نقصان پہونچانے کے ڈھب جانتی تھیں بڑی ہزیمتیں اُٹھائیں۔ خود کوئٹہ پر ایک وقت میں حملہ ہونے کا خوف تھا۔ قلات میں جس نئے خان کو انگریزوں نے مسند نشین کیا تھا اُن کو رعایا نے سرکشی میں کامیاب ہو کر معزول کر دیا اس سرکشی کا سرغنہ ناصر خاں پسر محراب خان تھا جس کا او پر ذکر ہو چکا ہے کہ سال گذشتہ میں اس نے اپنی دار السلطنت کے بچانے کے لئے جنگ میں جان دی تھی۔ شہزادہ ناصر خان درہ بولان کی سند کی طرف سے دادر میں انگریزی سپاہ پر بے باکانہ حملہ آور ہوا انگریزی سپاہ نے اپنی شجاعت سے اس کے حملہ کو رفع دفع کر دیا۔ تو امیت کے بعد ناٹ صاحب کی سپاہ کا قلات پر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ناصر خاں نے مارشل صاحب کی سپاہ سے ایسی شکست فاش پائی کہ بالکل بے دم ہو گیا اور بلوچستان کے جنگلوں میں نکل گیا۔ جہاں اُسکا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ شاہ شجاع کے ملک میں تھوڑی دیر کے لئے اب معلوم ہوتا تھا کہ شور و شر کا طوفان تھم گیا جسکو میک ناٹن صاحب نے غلطی سے یہ جانا کہ ملک سے فتنہ و آشوب بالکل دور ہو گیا۔ اس غلطی پر میک ناٹن صاحب کو سپاہ کے افسران ناٹ اور مدبران ملکی

مثل لوڈ اور رالنس بار بار متنبہ کرتے تھے۔ مگر اس پر بھی وہ شاہ شجاع کا ایسا معتقد تھا کہ اسی کو افغانستان میں سب سے زیادہ لائق اور قابل اور انگریزوں کی دوستوں میں سب سے زیادہ وفادار سمجھتا تھا۔ اور اُس کو اپنا یہ بیہودہ یقین چلا جاتا تھا کہ انگریزوں کی شمشیر اور زر میں ایسا زور ہے کہ شاہ شجاع سے اس کے ملک کی رعایا کو راضی کرا دے گا جو محض کاٹ کی پتلی ہے جس سے اسکے گرد کے نالائق مصاحب اور پردیسی کافروں کے کرایہ کے اوزار کھیل رہے ہیں۔ شاہ کی مخالفت میں وہ ایک لفظ سننا نہیں چاہتا تھا۔ ناٹ صاحب اور راولنسن صاحب شاہ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ اپنی قوموں کے ساتھ سازشیں اس لئے کر رہا ہے کہ انگریزوں کی دوستی سے فراغت حاصل ہو ✤

باب چہارم

جنگ افغانستان کا بُلبلہ پھوٹنا

سنہ ۱۸۴۱ء کے ختم ہونے سے پہلے جس طوفان کے تھم جانے کا ذکر ہم نے کیا اس نے اپنے پیٹ میں سے طوفان پر طوفان پیدا کیئے۔ شاہ کے قوی بازو رفقا جو پہلے خفیہ سازشیں کرتے تھے اعلانیہ سرکشی اس سبب سے کرنے لگے کہ شاہ کی حکومت میں حریص و طامع منتظم تھے اور پردیسیوں کی سنگینوں کا زور کام میں آتا تھا۔ پولیسی جو اختیار کی گئی تھی اُس نے تمام ورانی خانوں اور امیروں کو بالکل ساقط الاختیار کر دیا اور اُن کا پہلا سا حکم اور عب و داب باقی نہیں رکھا جس کے سبب سے اُن کی عداوت پادشاہ سے بہت زیادہ ہو گئی۔ اور پہلے تو اُن کو یہ امید تھی کہ شاہ کے ساتھ ملک میں جو انگریزی سپاہیں اور افسر آئے ہیں تھوڑے دنوں میں قیام کر کے چلے جائینگے۔ اور ہم حکمرانی کریں گے۔ اب اُنہوں نے دیکھا کہ ایک سال گذر گیا وہ یہاں سے نکلے اور ٹلے نہیں اور آئندہ پہلے کی نسبت ان کے جانے کی امید کم ہے۔ امیروں میں سے ایک امیر اختر خاں تھا جسکو زمین داور کے مالک ہونے سے دست بردار ہونا پڑا تھا۔ وہ گورنمنٹ شاہی سے خاص عداوت رکھتا تھا اس نے میدان جنگ میں اپنے ملازموں کو جمع کیا۔ اور ۲۹۔ دسمبر سنہ ۱۸۴۰ء کو فوج شاہی پر ایک فتح نمایاں حاصل کی مگر چند روز بعد ناٹ صاحب نے ایک لشکر اس سے لڑنے کے لئے بھیجا جس نے اُسکو شکست فاش دی

وہ اپنے مقام سے بہت نقصان اُٹھا کر ہٹا۔ جاڑے کی برف نے اس کی زندہ سپاہ کو اپنے گھروں کو روانہ کیا۔ ۱۸ دسمبر ۱۸۴۰ء کو شاہ اور میک ناٹن صاحب جلال آباد میں تھے اُنہوں نے بڑی دھوم دھام ولوبائی کوٹن کو نائٹ کمنڈر آوف دی باتھ کا خطاب دیا اور چند روز بعد ویلو بائی ہندوستان کو واپس آئے اور اُن کی جگہ جنرل الفنسٹن سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے اس جنرل سے ویلو بائی نے کہا کہ آپ کو یہاں کچھ کام کرنا نہیں ہے سب طرح امن و امان ہے دوست محمد خان کے آجانے سے تمام جنگ جو جرگے معلوم ہوتے تھے کہ اُنہوں نے اپنی پرخاش جوئی کی عادت چھوڑ کر صلح جو عافیت پسند رعیت کی عادت اختیار کرلی ہے اس امن و امان کا نتیجہ یہ تھا کہ شاہ شجاع سمجھنے لگا۔ کہ میری بادشاہی اب ایسی قایم ہوگئی ہے کہ مجھے انگریزوں پر بھروسہ کرنی کی ضرورت نہیں رہی اب وہ میرے اختیارات کو جو روکتے ہیں اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جلال آباد سے لکھا کل ملک میں امن و امان ایسا ہے کہ بالکل معجزہ معلوم ہوتا تھا مگر کابل کے جاڑے نے اپنے معجزہ کا جلوہ ایک اور پیرایہ میں دکھا کر پہلے معجزہ کا مزہ خوب چکھایا کہ امن و امان کا معجزہ جاڑے کی برف گلتے ہی پانی ہو کر بہ گیا۔ فروری ۱۸۴۱ء میں کرنیل شیلٹن صاحب نے ایک فوج اس لیئے تیار کی تھی کہ اُسکو کابل سے لے جا کر آس پاس کے سرکش گروہوں سے جنگ آرا ہو۔ مارچ میں وادی ترنگ میں ایک چھوٹے قلعے کو بزور تسخیر کرنے نے اور قلات غلزئی میں مقامات کے استوار اور محکم بنانے میں سخت تدابیر کرنے نے قندھار کے گرد کی غلزئی قوموں کو بڑا برافروختہ کیا۔ اُن کا اجتماع بڑا ہولناک ہوا اُنہوں نے ۹ مئی ۱۸۴۱ء کو ایک انگریزی قوی سپاہ پر جو قلات غلزئی کی طرف کوچ کر رہی تھی حملہ کیا وہ اس قواعد دان سپاہ کے روبرو پانچ گھنٹے تک بڑے ڈٹ کر لڑے مگر پھر وہ اپنی خستہ و شکستہ سپاہ کو ہٹا کر لے گئے اور فتحمندوں کے لیئے آگے بڑھنے کا راستہ کھول گئے۔ کوئی روک اُن کے روکنے کے لیئے باقی نہ رکھی۔ پھر اکبر خان کو جس نے شاہ کی اطاعت کا حلف اُٹھایا تھا اہل ہرات نے برانگیختہ کیا کہ وہ مسلح ہو کر غدر و شور و شر مچائے۔ اس کی مخفی امداد کیجائے گی۔ بہت سے درانی جرگے اسکے علم کے نیچے دوڑ آئے وہ لوٹ مار اور مقام لینے کے بڑے شایق تھے۔ جولائی کے شروع میں وڈہ برن صاحب کی سپاہ ہیلمند کی طرف جاتی تھی اُن کو سارے دن ثابت قدم کثیر التعداد دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ اس جنگ میں شاہ کے جانباز سوار کی نامردی سے یا دغابازی سے انگریزی سپاہ کی پیش قدمی قبل انہیں رک گئی کہ تھکی ہوئی سپاہ میدان جنگ

کو جانتے کہ ہمارے ہاتھ میں آگیا ہو

چھ ہفتہ کے بعد یہ جانباز سوار گرفن صاحب کے ساتھ اختر خاں کی پانچ ہزار درانیوں سے ایسی جان توڑ کر لڑے کہ پہلی بدنامی کا داغ مٹ گیا۔ درانی خافند باغ کی دیواروں کے بڑے مستحکم مقام میں تھے ان پر شاہ شجاع کے بیٹے صفدر جنگ نے جانباز سواروں کو ساتھ لے کر حملہ کیا اور دشمنوں کو منتشر کرکے شکست دی اس کے بعد طوفان کے تھمنے کی صورت پیدا ہوئی مگر اس سے قندھار میں کسی نے دھوکا نہیں کھایا۔ میک ناٹن صاحب اس مسرت ناک امید سے دھوکے میں آئے کہ انکو یہ نظر آنے لگا کہ نکور سے درہ خیبر تک بالکل امن و امان ہے اور یورپین جہاں جاتے ہیں وہاں اُن کا خیر مقدم بڑے احترام سے ہوتا ہے ؎

میک ناٹن صاحب افغانوں کو بالکل بچہ جانتا تھا اور اُن کی مدارات بھی بچوں ہی کی سی کرتا تھا۔ درانی امرا افغانوں پر حکومت کرنی نہیں جانتے تھے مگر اپنی ہی حکومت کے چھن جانے سے بسورتے تھے اب اُن کی حکومت انگریزوں کے منتخب کیئے ہوئے عاملوں کے ہاتھ میں آتی تھی۔ میک ناٹن صاحب کہتے تھے کہ اگر ایک شوخ سرکش لڑکے کو کونے میں بٹھا دو تو باقی اور لڑکوں کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مثلاً اکبر خاں کو پکڑ کر پھانسی دیدو تو پھر باقی اسکے پیرو خود فتنہ پردازی موقوف کرینگے۔ میک ناٹن صاحب کے نزدیک شاہ شجاع ازروئے استحقاق ہر دلعزیز تھا مگر یہ خانات جو خود ایسے ذلیل وحقیر تھے کہ قابل لحاظ کرنے کے نہ تھے۔ وہ شاہ سے محبت نہیں کرتے تھے ؎

ایک بڑے روشن ضمیر عالی دماغ عیب و صواب بین ناٹ صاحب کے خیالات بالکل مختلف تھے۔ وہ کوئی درباری ندیم نہ تھے کہ اپنے ساتھیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ یہ بہادر تیز فہم سپاہی عاقل مدبر میک ناٹن صاحب کو پر جوش گرم کوش گزند رسان جانتا تھا اور اس کا پولیٹکل سٹاف (عملہ) ایک اناڑی گروہ دخل درمعقول دینے والوں کا ہے جس کے سبب سے ہمارا کام تباہ ہوا ہے اور اس ملک میں کینہ توز افغانوں اور خونی بلوچوں کی تلوار اور چھری کے تلے ہر فرنگی کا گلا ننگا ہو رہا ہے۔ اگر ہندوستان سے کئی رجمنٹیں بہت جلد نہ بھیجی گئیں تو ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ باقی نہ رہے گا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کی کہانی جا کر سنائے کہ اُن پر کیا بیتی اور اپنے بیان میں اُنہوں نے یہ اور اضافہ کیا کہ سوائے زور کے اور کوئی چیز نہیں ہے کہ شاہ شجاع کا تابع و مطیع اس رعایا کو بنائے جو اس سے نفرت و عداوت رکھتی ہے

شاہ ہیئت سے ایک شہد اچھا ہے۔ یہ ناٹ صاحب کا بیان جو پہلے سے اُس نے کیا تھا بالکل سچ سچ وقوع میں آیا۔ ناٹ صاحب کی افزائش سپاہ کی درخواست پر میک ناٹن صاحب بھی کہنے لگے کہ اب ہم کو سپاہ کی ضرورت ہے کہ ہندوستان سے آئے اب کچھ امید نہیں رہی ہے کہ افغانوں میں سے قومی سپاہ ہم بنالیں گے۔

۲۰۔ اگست ۱۸۴۱ء میں میک ناٹن صاحب نے ایک خانگی خط میں کہ ملک میں دان سے لیکر بیرشبا تک امن وامان ہے مگر جس نے یہ لکھا تھا وہی ناٹ صاحب کے ساتھ یہ بندوبست کرتا تھا کہ قندہار سے ایک قومی سپاہ جائے جو شمالی مغربی اضلاع میں سرکش فتنہ پردازوں کی گوشمالی وسرکوبی کرے۔ ناٹ صاحب بذات خود سپاہ ہمراہ لے کر گئے۔ جن کی ہیبت سے امیروں کو ڈرایا صرف ایک سردار اکرم خان نے حاضری سے انکار کیا سو اسکو ایک دغاباز افغان کی رہنمائی سے انگریزی افسر نے اسکو مغلوب کر کے گرفتار کیا اور قندھار میں لاکر شاہزادہ تیمور کے حوالہ کیا جس نے میک ناٹن صاحب کے اُکسانے سے اس کو توپ کے منہہ میں رکھ کر اُڑا دیا۔ کسی شاعر کا قول ہے کہ عداوت اور کینہ سے عداوت اور کینہ پیدا ہوتا ہے سو اسکا ظہور افغانستان میں انگریزوں کے ساتھ ہو رہا تھا۔ میک ناٹن نے ایک شوخ لڑکے کی مثال بتا کر شیر کی طبیعت کو جو اکثر آدمیوں کے دلوں میں گھات لگائے رہتی ہے ظاہر کیا مگر بھول گیا کہ وہ شیروں کی قوم میں بیٹھا ہے جو ایک لمحہ کی اطلاع میں اپنے پہلے سے مقرر کئے ہوئے شکار پر لپک کر دوڑیں گے۔

کسی چیز سے میک ناٹن کی خاطر جمعی میں ایک لمحہ بھی خلل نہیں پیدا ہوا بیشک اسکی وہ کوششیں کارت گئیں جو اسنے اسلئے کی تھیں کہ انگریزوں کا رعب و داب تسلط ہرات میں سب پر غالب ہو اسکی وجہ یہ تھی کہ چند مہینے پہلے سے ٹوڈ صاحب ہرات سے بلائے گئے اور شہزادہ کامراں کو جو تحفظ امان کیواسطے روپیہ دینا ٹھیرا تھا وہ بھی موقوف کیا گیا۔ بخارا میں سٹوڈارٹ اور کونولی صاحب مقید تھے۔ دوست محمد خان کا سب سے زیادہ لایق بیٹا اکبر خان ازاد و بے قید تھا۔ وہ بامیاں کی مرتفع زمینوں میں پناہ گزیں تھا مگر ایک عرصہ کے لئے کھلے میدان میں کوئی دشمن نہ تھا۔ خیوا پر روسیوں نے فوج کشی کے ارادے کو فسخ کر دیا تھا۔ درانی امیروں کے ناک چکی کے پاٹ تلے دبی ہوئی تھی اور افغانستان میں ایسا ہی امن وامان تھا جیسا کہ ہندوستان کے اضلاع میں۔ افغانستان میں انگریزوں کی چھاؤنیاں مرتفع زمینوں پر ڈالی گئی تھیں۔ وہاں کی ہوا۔۔ روح افزا تھی اور فضائے دلکشا تھے متاہل انگریزوں نے یہ جانا کہ یہاں سے ہندوستان میں جانا بدیر ہوگا۔ اپنے اہل وعیال

کو بلا لیا۔ میمیں اپنے خاوندوں کے دل خوش کرنے کے لئے گئیں اور اپنے بال بچے دل بہلانے کے لئے
لئے گئیں۔ اور وہ ایسی خوشی خوشی گئیں جیسے کہ کسی شادی میں جاتی ہیں اور عیش و نشاط کے ساز سامان
پیانو اسے وغیرہ بھی ساتھ لے گئیں۔ میکناٹن صاحب بمبئی کے گورنر مقرر ہوگئے تھے اس خوشی کے
انتظار میں میکناٹن صاحب بیٹھے تھے کہ جلدی سے وہ گھڑی آئے کہ اپنا کام ایلگزینڈر برنیز کو سپرد کرکے
اپنے نئے عہدے پر جاؤں۔ مگر ایک بات نے بمبئی جانے سے روک لیا یہ بات صرف چند ہزار پونڈ خرچ
کرنے کی تھی تین سال سے جو زر کثیر خرچ ہو رہا تھا اسکے مقابلہ میں یہ رقم ناچیز تھی۔ افغانستان کے باب
میں جو پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اسکو کورٹ ڈائرکٹرز نہ روک سکتے تھے نہ اس کے عادی ہو سکتے تھے
وہ اس کے خرچوں کو دیکھکر دنگ ہوتے تھے اور بولائے جاتے تھے۔ لارڈ بنٹنک کے زمانہ کا روپیہ
جو خزانہ میں جمع تھا وہ سب خرچ ہوگیا اور سوا کروڑ روپیہ سالانہ کا خرچ ہندوستان کے ذمے اور
بڑھ گیا تھا۔ انگلینڈ میں لارڈ میلبورن کی وزارت تھی۔ اس خرچ کثیر سے وہ گھبرائی۔ انڈیا ہوس
کی سیکرٹ کمیٹی (رازدار کمیٹی) نے جو بورڈ کنٹرول کی رایوں کو بیان کرتی تھی لیک سے زیادہ چھٹیاں
لارڈ آکلینڈ کو لکھیں جن میں اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ افغانستان کے خوفوں اور دقتوں کو سنجیدگی
کے ساتھ غور کرے اور ان دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرے کہ یا تو افغانستان کو انگریزی
سپاہ سے بالکل خالی کرے یا وہاں جو سپاہ مقیم ہے اس میں اور سپاہ افزایش کرکے خاطر خواہ انتظام کرے۔
یہ بہت بہتر ہوگا کہ صاف صاف اقرار کیا جائے کہ افغانستان میں ہم کو بالکل ناکامیابی ہوئی اور ملک
بالکل چھوڑ دیا جائے۔ بہ نسبت اسکے کہ پادشاہ کی کمزور حکومت کے سنبھالنے کے لئے تھوڑی سی
انگریزی سپاہ کا یا محض انگریزی رزیڈنٹوں کے رعب وداب کا سہارا لگایا جائے یہ خطوط ۱۸۴۱ء
کے شروع میں گورنر جنرل کے پاس پہنچے اُس نے مارچ ۱۸۴۱ء میں اس کا جواب لکھا۔ جن میں اپنی باتوں
پر جمے رہنے کے لئے یکساں مغالطہ میں ڈالنے والے دلائل برخلاف اُن باتوں کے بیان کیں کہ بادشاہ
کی حکومت کمزور ہے اور افغانستان میں انگریزوں سے لوگ متنفر ہیں وہاں کے خرچوں میں ہندوستان
کا خزانہ خالی ہوا جاتا ہے اور علے ہذا القیاس اور باتیں۔ گورنر جنرل نے کلکتہ میں بے تامل سودی
روپیہ قرض لیا اور میکناٹن صاحب کو ہدایت کی کہ وہ افغانستان میں خرچوں کی تخفیف کرے
اگر یہ تخفیف اور طرح سے نہ ہو سکے تو افغان امیروں کو قدیمی طریقہ کے موافق حفظ امان کے لئے

جو روپیہ دینا ہے اُس میں تخفیف کرے۔ اگرچہ یہ روپیہ شاہ شجاع کی طرف سے دیا جاتا تھا مگر درحقیقت وہ انگریزی خزانہ سے مدت سے صرف ہو رہا تھا۔ اب یہ حکم ہوا کہ پادشاہ کو خود لازم ہے کہ اپنے وسائل سے بقائے حکومت کا بندوبست کرے۔ اگرچہ میک ناٹن صاحب اس طریقہ پر کہ اشرفیاں لیٹن اور کوٹلوں پر بہت لگے یا دھیلا نہ دیا جاوے دھیلی دیجائے۔ بہت اعتراض کرتا تھا مگر لارڈ آک لینڈ اور ہوم گورنمنٹ اور نیز اپنے اسسٹنٹ برنز کے تقاضوں سے اپنی مرضی کے برخلاف کام کرنے پر مجبور تھا کہ اس نے غلزئی خیلوں کو کابل میں ستمبر کی آخر تاریخوں میں بلایا اور اُن سے کہا کہ تمہارے وظایف میں سے بقدر تیس ہزار روپیہ سالانہ کے کم کیئے جائیں گے۔ وہ میک ناٹن صاحب کی باتوں پر اعتبار کرتے تھے وہ اسکے ارشاد سے انکار کرنے میں بڑبڑائے نہیں وہ اپنے گھر میں چپ چاپ وہیں جنگ آزمائی کا خیال برٹش گورنمنٹ کے ساتھ لیکر چلے آئے جو اپنے وعدوں کے پورا کرنے میں جھوٹی نکلی۔ اُنہوں نے خیبر اور کوہستان اور کابل کے گرد کی اُن قوموں سے جو اس نقصان میں شریک تھیں باہم سازشیں اور آمیزشیں شروع کیں۔ اس تخفیف کا اثر پادشاہ کے دربار پر بھی پڑتا تھا اس لیئے کابل کے آس پاس بھی سازشوں کا بازار گرم ہونے لگا۔ چند روز بعد کابل میں معلوم ہوا کہ کابل اور جلال آباد کے درمیان غلزئیوں نے لوٹ مار کر کے اس راہ کو بند کر دیا جس پر ہندوستان کو درہ خیبر سے آمد و رفت و مراسلت ہوتی تھی ؞

میک ناٹن صاحب نے افغانستان کو چھوڑ کر جانے کا خیال ترک کر دیا وہ اس کے چھوڑنے کو ایک بینظیر پولیٹکل مہا پاپ اور پوری بے ایمانی اور اول درجہ کی دغابازی خیال کرتا تھا۔ اور اس دفعتہ تحفظ امان کے وظیفہ کے گھٹانے کو اخلاق کے اعتبار سے کوئی بڑی بات نہیں جانتا تھا ایسے وقت میں یہ امر دانائی سے بعید تھا کہ وہ اس وعدہ خلافی کا اخلاقاً ایسا صحیح خیال نہیں رکھتا تھا جیسے کہ اُن ذرہ فسادوں کا جن کو وہ جانتا تھا کہ اسوقت جو سپاہ جنرل سیل کے ماتحت ہندوستان کو جاتی ہے فرو کر دے گی۔ میک ناٹن صاحب صرف یہی دیکھ سکتا تھا کہ کئی سو بدمعاشوں نے وہ رستہ بند کر دیا ہے جو کابل سے ۱۵ میل پر ہے اسکی دلشکنی صرف اس سے ہوتی تھی کہ جس ملک کو وہ چھوڑنے کو ہو رہا ہے انگلی کوئی ہوا ایسی چلے کہ جس سے اُس میں خلل پیدا ہوں اسکو یقین تھا کہ یہ چھوٹا سا بلوہ جسوقت دبا دیا جائے گا تو پھر افغانستان میں امن امان ایسا ہو جائے گا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا ؞

ایک انگریزی افسر پشاور گیا تھا اُس کی راہ کی حکایتوں کو سن کر میک ناٹن صاحب بہت سے مضمون

سیکھ سکتا تھا۔ ۴۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو گرے صاحب کابل سے ایک دوست امیر ارزین خان کے ساتھ
جس کے ہمراہ اپنے چارسو ملازم تھے روانہ ہوئے اُنھوں نے اپنے سفر کا پورا حال برنیز صاحب کو (؟)
کو ہلمغان سے لکھا کہ سرکش قوموں سے ہمارے رستہ میں بھاری بھاری مٹ بھیڑیں کرنی پڑیں ناہموار
ناہموار گھاٹیوں کے بڑے پیچدار راستوں میں سفر کرنا پڑا۔ اُسکا وفادار دوست و محافظ بڑی تکلیف
اُٹھا کر ہندوستان کی سڑک پر اُسکو لایا۔ امین خان افغانیوں کی دھمکیوں میں نہیں آتا تھا اُن کو رشوتیں
دیتا تھا اس طرح سے اُس نے انگریزوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو بچایا ورنہ وہ بالکل غارت ہوجاتا۔
مگر اس نے گرے صاحب کو بیباکانہ خوف سے متنبہ کر دیا کہ سارا افغانستان اپنا یہ ایک منشاء رکھتا
ہے کہ ملک میں کیا ہر ایک انگریز کو مار ڈالے یا اس میں سے انگریزوں کو نکال دے۔ کابل برسر فساد
آمادہ ہے۔ ایسی حالت میں میرے ملازم بھی میرے مطیع نہیں رہیں گے۔ یہ خط برنیز صاحب کے پاس عین وقت
پر پہونچا۔ میک ناٹن صاحب کو اس سے واقف ہونا چاہئے تھا۔ پوٹنجر صاحب نے بھی اس اطلاع دینے میں
کوئی قصور نہیں کیا کہ خوفوں کی گھٹا اُٹھ رہی ہے۔ میک ناٹن صاحب جانتا تھا کہ شاہ کے خوبہت سے
ملازم کابل کو چھوڑ چھوڑ کے فتنہ پردازوں میں ملتے جاتے ہیں۔ غلزئی سرداروں کے فساد و فتنے ٹالنے
کے لئے حمزہ خان بھیجا گیا تھا وہ خود ہی سب سازشوں کا بانی مبانی نکلا۔ مگر کوئی بات اُس کے دل سے
اس یقین کو نہیں نکال سکتی تھی کہ یہ طوفان عظیم جزوی ہے اور یوں ہی فرو ہو جاوے گا۔ ۹۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء
کو ایک کالم کرنیل مون ٹیتھ کے ساتھ کابل سے ہندوستان کو مراجعت کرنے کے لئے روانہ ہوا اُسی رات کو
اس سپاہ پر بت خاک میں افغانوں کی ایک درشت خو گروہ نے حملہ کیا سیل صاحب خود ۱۳ پلٹن کو ہمراہ
لے کر بت خاک سے آگے راہ صاف کرنے کے لئے گئے۔ لڑتے بھڑتے ۱۲ کو خرد کابل کی گھاٹیوں میں پہنچے
۳۵۔ رجمنٹ کو یہاں چھوڑ کر ۱۳ پلٹن کے ساتھ پھر بت خاک میں آئے ۱۷۔ کو مون ٹیتھ صاحب اور
اس کے بہادر سپاہیوں کو دفعتاً افغانوں کے ایک لشکر سے لڑنا پڑا جن میں سے بہت سے افغان
چند گھنٹہ پہلے انگریزوں کے خیموں کے پاس دوستانہ خیمہ زن تھے مون ٹیتھ صاحب کو کسی طرف سے
کمک نہیں پہونچی اس لئے اُن کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا ۔

جب ۲۰۔ اکتوبر کو سیل صاحب کے پاس کابل سے کمک کے لئے سپاہ آئی تو مون ٹیتھ صاحب کی مدد کو
وہ پہونچے۔ دو دن میں یہ دونوں سپاہیں رستہ میں تھوڑی سی لڑائی لڑ کر وادی تزین میں مفت کو گل

میں پہونچی۔ غلزئیوں نے اس خیال سے کہ ہم ضعیف ہیں سیل صاحب ہم کو صدمہ پہونچائیں گے اُن کے پولیٹکل افسر میک گریگور کو دم دلاسے دیکر ان شرائط پر صلح کی گفتگوئیں کیں جو بالفعل خوف کو دور کرے۔ صاحب نے جو ہدایتیں اسکو کی گئی تھیں اُن سے تجاوز کرکے اُن شرائط کو قبول کرلیا۔ جس کے لیئے غلزئیوں نے ہتھیار اُٹھائے تھے اُن کے واسطے جو پہلے تحفظ امان کے لیئے روپیہ دینا ٹھیرا تھا وہ بحال کیا گیا مگر کوئی امیر اپنے علاقہ سے باہر کسی قزاقی اور رہزنی کا جواب دہ نہ تھا۔ سیل صاحب نے جب آگے گندمک کی طرف سفر کیا تو برخلاف شرائط ان پہاڑیوں نے جن کے سرغنیلوں نے ابھی اطاعت قبول کی تھی کئی دفعہ حملہ کرکے اس کو دق کیا اور عقب کی فوج کے آدمیوں اور خرچیوں کا بہت نقصان پہلے اس سے ہوا کہ وہ جگدلک کی تاریک تنگ راہیں پہنچے ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو سیل صاحب گندمک پہونچے وہ جن دنوں میں پہاڑوں میں آفتیں جھیل رہے تھے کابل میں انگریز لطف زندگی اُٹھا رہے تھے۔ سیل صاحب کی بیم صاحبہ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے کہ اکتوبر کے آخر دنوں میں اُن طوفانوں کا سان گمان بھی نہ تھا جو انگریزوں کے سر پر جلد آنے والے تھے کہ غلزئیوں کے بلوہ کے سبب سے ڈاک کے آنے میں خلل پڑتے ہیں مگر میں اپنے دلکو یوں تسکین دے لیتی ہوں کہ وہ ایک دو دن میں آہی جائینگی۔ وہ کابل سے چند روز میں میک ناٹن صاحب اور جنرل الفنسٹن صاحب کے ساتھ ہندوستان کو جانے والی تھیں وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں کہ مجھے اپنے آرام کے مکان کے چھوڑنے کا افسوس ہے جس کو میرے خاوند نے اپنی تجویز سے بنایا تھا اور اپنی سپاہیانہ خدمات میں میرے رزم آرا شوہر نے باغ لگایا تھا اس میں ناشپاتیاں۔ آلو۔ وگوبھی۔ ہاتھی چک بوئے تھے اور پھلواری لگائی تھی اُن کی افغان شرفا ملاقات کو آتے تھے تو تعجب کرکے اُن کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان میں انگریزوں کو کیسا اطمینان تھا کہ اُنھوں نے اپنے رہنے کے لیئے مکان بنائے تھے ❊

کابل میں انگریزی سپاہ کے اقامت کے لیئے کوئی استوار حصن و حصار نہ تھا جسکے بنانے کا فکر انگریزوں کو رہتا تھا۔ انجینیر بار بار یہ تقاضا کرتے تھے کہ بالا حصار میں بارکیں بنائی جائیں اور قلعہ کے برج کی دوبارہ مرمت کی جائے کہ اسمیں سپاہ محفوظ رہ سکے۔ شہر کے شمال کی طرف جو چھاونیاں ہیں اور رزیڈنسی کا جو مکان ہے وہ امن و امان کی حالت میں سپاہ کی اقامت کے لیئے اچھے ہیں۔ لیکن اگر بالا حصار کی مرمت اچھی طرح ہو جائے گی تو اس میں ضرورت کی صورت میں کل سپاہ اچھی طرح باسایش رہے گی۔ لیکن بد نصیبی سے شاہ شجاع نے جو بالا حصار میں سپاہ کے رہنے پر اعتراض کیئے وہ مانے گئے اور اُسکے بتانے کے موافق چھاونی کی یہ صورت بنائی گئی

گئی کہ وہ ایک ہزار گز طول میں اور چھ سو گز عرض میں متوازی الاضلاع کی صورت میں تھی چاروں طرف اس کے ایسی فصیل بنی ہوئی تھی جس پر چالاک سی گائے کود کر اندر جا کر سکتی تھی اسکے ہر کونہ پر برج بنا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف خندق تھی۔ اس کے بنانے میں بھی ملٹری سائنس پر عجیب ٹکی پڑی تھی کہ وہ نشیب میں مرطوب مقام میں بنائی گئی تھی۔ اسکے اوپر افغانوں کے قلعے تھے نہ جن پر انگریزوں نے قبضہ کیا تھا نہ اُن کو منہدم کیا تھا۔ ان قلعوں میں ایک قلعہ اُن کے مالکوں سے حکام فوج نے خرید لیا تھا اور اُسکو کمسریٹ کا گودام بنایا تھا۔ رزیڈنسی کا احاطہ چھاونی سے ملحق تھا۔ میک ناٹن صاحب کو نہ چھاونی کا مقام اور نہ اُس سے باہر کمسریٹ کا مقام پسند تھا انہوں نے بار بار لارڈ آک لینڈ سے درخواست کی کہ چھاونی سے جو بالائی قلعے ہیں اُن کے مالکوں سے خرید لئے جائیں مگر یہ درخواستیں اس سبب سے نامنظور ہوئیں کہ اسمیں روپیہ بہت خرچ ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ کابل میں چھاونی کا مقام بلوہ ہونے کی صورت میں بڑی ذلیل و حقیر پناہ گاہ تھی ہے۔

سر ولیم میک ناٹن مع اپنے سٹاف کے رزیڈینسی کے مکان میں چھاونی کے قریب رہتے تھے۔ جنرل الفنسٹن کا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) چھاونی میں تھا۔ برنیر صاحب شہر کے اندر رہتے تھے جس کے محاذی خزانہ تھا اور محافظ خزانہ کپتان جانسن تھا۔ اور اس کے حوالی میں بعض اور افسر رہتے تھے بریگیڈیر بڑے تجربہ کار سپاہی ضدی و تند خو تھے وہ کیمپ میں بہت سپاہ کے ساتھ سیاہ سنگ کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ جو ڈیڑھ میل کے قریب چھاونی سے فاصلہ پر تھیں ان دونوں کے بیچ میں دریائے کابل حایل تھا شیلٹن کی سپاہ اور چھاونی کی سپاہ جنرل الفنسٹن کے ماتحت تھی اور اس سے علیحدہ شاہ کی سپاہ تھی۔ جس میں چار پلٹنیں پیدلوں کی نو توپخانے تین کمپنیاں سیپر پانیر (سفرمینا) کی اور ایک رجمنٹ سواروں کی اور کچھ غیر آئین سوار تھے۔ یہ کل سپاہ آراستہ خوب مسلح تھی بالا حصار میں شاہ شجاع کے پاس بہت ملی جلی سپاہ اور توپیں تھیں

۲۔ نومبر کو جو بلوہ برپا ہوا وہ قبل از وقت صرف برنیر صاحب کی ذاتی سخت عداوت کے سبب وقوع میں آیا۔ میک ناٹن صاحب تو کسی وحشت ناک خبر کو سنتے تھے جب لفٹنٹ کرنیل کولونی نے اُن سے کہا کہ دکاندار ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سودا اس خوف کے سبب سے نہیں بیچتے کہ مبادا وہ فرنگیوں کے ساتھ مہربانی کرنے کی تہمت میں قتل کئے جائیں۔ پنڈت موہن لعل جو رزیڈنسی کے میر منشی تھے انہوں نے برنیر صاحب سے کہا کہ شہر میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں ہو رہی ہیں تو صاحب نے دونوں کو کہنے پر توجہ نہیں کی۔ وہ اپنی من موجی باتوں کے برخلاف کسی بات کی پروا نہیں کرتا تھا ہے۔

پہلی نومبر کی شام کو برنیز صاحب نے میک ناٹن صاحب کو یہ مبارکباد دی کہ اب آپ اپنے ملک سے جاتے ہیں جس میں بالکل امن و آمان ہے اسکو معلوم نہ تھا کہ کل کیا طوفان اُٹھنے والا ہے اور اس کی زندگی کے چند گھنٹے باقی ہیں۔ اس رات کو ایک امیر افغان کے گھر میں غلزیئوں کے سرخیل اس غرض سے جمع ہوئے کہ ملعون کافروں سے کس طرح اور کس وقت اپنا انتقام لیں جنہوں نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے ہماری عزیز حقوق اور آزادی کو خاک میں ملایا ہے ہماری عورتوں کو بے عزت کیا ہے۔ اس مجلس میں سب سے زیادہ گویا مقرر عبداللہ خان تھا۔ جب برنیز صاحب کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو یہ پیغام بھیجکر دھمکایا کہ پادشاہ سے کہہ کر تجھہ کتے کے کان کٹوا دوں گا۔ یہ شریف افغان بھلا اپنی اس تذلیل و تحقیر کا کب متحمل ہو سکتا تھا اس نے یہ صلاح دی کہ کل جو بلوہ کیا جائے اسمیں اول برنیز کا گلا کاٹا جائے سب نے اس صلاح پر صاد کیا ؏

برنیز صاحب شہر میں رہتے تھے ۲۔ نومبر کو صبح کو سوتے سے اُٹھے تو اُن کے ایک افغان دوست نے اُن سے عرض کی کہ آپکے سر پر آفت آنے والی ہے آپ یہاں سے کہیں چلے جائیے دوسرے دوست نے بھی آنکر یہی صلاح دی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ جب بڑے غل غپاڑے کی آوازیں اُن کے کان میں آئیں تو میک ناٹن صاحب کو لکھا کہ کوئی بڑا خوف و خطر نہیں ہے مگر آپ سپاہ کمک کے لئے بھیجیئے پھر انہوں عبداللہ خاں کے پاس صلح و آشتی کا پیغام بھیجا جس کا جواب دوستانہ نہ آیا۔ اُن کے گھر کے آگے ایک خشمناک انبوہ غل و شور مچا رہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ چھاونی سے تو نہیں مگر بالا حصار سے جو قریب ہے عنقریب کمک آنے والی ہے اور یہ سمجھکر کہ مجھمیں گویائی کا ایسا ملکہ ہے کہ جسکو جو چاہونگا سمجھا لوں گا وہ برآمد ہوگئے اور اس انبوہ کو للکارا اُس نے غصہ میں آنکر اُن سے کہا کہ آپ اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا خون ہماری حوالہ کیجئے۔ اب وقت باتیں بنانے کا نہیں رہا تھا چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ انگریزی افسر اپنی جان بچانے کے لئے پہرہ کے تھوڑے سے سپاہیوں کو ساتھ لے کر لڑ رہے تھے۔ اس لڑائی میں جو بیداغ نہ بچی سب اول دلاور کپتان ولیم برودفٹ کی جان گئی ان کے بھائی بھی پہلے پروانہ رہیں سپاہیانہ قتل ہوگئے تھے برنیز صاحب کے مکان کے پاس ہی خزانہ تھا۔ اسکو ایک گروہ نے لوٹنا شروع کیا اور دوسرے گروہ نے صاحب کے اصطبل میں آگ لگا دی ؏

آٹھ بج گئے مگر کہیں سے کمک نہ آئی برنیز صاحب نے مایوس ہو کر اپنے اور اپنے بھائی کی جان

بچانے کے لیئے ایک حملہ آوروں کے سامنے بھاری رشوت پیش کی اُنہوں نے اسکے جواب میں کہا کہ آپ باغ
میں نیچے اُتر جائیے۔ آخرکار ان دونوں بھائیوں نے افغانی لباس پہنا اور ایک دغاباز کشمیری نے اُن کو باغ
میں قسم کھا کر یہ پھسلایا کہ میں آپ کو امن کی جگہ بتلاتا ہوں اس قسم کھانے میں سکندر برنیز پکارا۔ یہ آواز سنتے ہی
ایک گروہ کو ملاّبے آیا۔ اور ایک لحہ میں افغانوں کے لمبے چھروں نے دونوں بھائیوں کا قیمہ قیمہ کر دیا ان کے
مکان اور خزانہ کو آگ لگا دی ؛

برنیز صاحب اپنے عین شباب زندگی میں فنا ہوئے۔ چند گھنٹوں میں وہ صاحب جس کے مدت سے وہ
امید وار تھے اُن کو یہ ملا کہ جان گئی وہ اس پولیسی کے جس کے برا کہنے میں سب سے زیادہ اعلےٰ تھے پہلی قربانی
بنے۔ یہ اُن کی تلون مزاجی اور الادھند کام کرنے کا نتیجہ تھا کہ ہر کام میں افراط تفریط کرتے تھے اب سوال یہ ہے
کہ یہ کس طرح سے ہوا کہ بالا حصار سے اُن کو امداد سپاہ نہ پہونچی اس بدنظمی کا الزام شاہ شجاع کے ذمے
نہیں لگایا جا سکتا۔ شاہ کے کان میں جسوقت بلوے کی آواز گئی اس کو معلوم ہوا کہ برنیز صاحب پر حملہ ہوا
ہے اور شہر میں غل مچ رہا ہے تو اس نے کیمبل صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس کی رجمنٹ سپاہ اور دو توپوں
کو لے جا کر برنیز صاحب کی امداد کرے۔ کیمبل صاحب نے اضطراب کی حالت میں شہر کے مرکز میں جانے کی
کوشش کی۔ برنیز صاحب کے مکان کو ایک چکر کی راہ جاتی تھی جس پر کچھ دنگہ فساد نہ تھا وہ اس راہ سے
تو گئے نہیں دوسری راہ سے گئے جس میں گلیوں کے اندر اُن کو لڑنا پڑا اور اس سبب سے بہت نقصان اُٹھا کر
واپس آنا پڑا۔ اور توپوں کو چھوڑنا پڑا۔ اس وقت قتل کا سارا کام ہو چکا تھا خزانہ لٹ چکا تھا۔ دولتمند
ہندوؤں کی دکانیں لٹ چکی تھیں۔ مکانوں کے جلنے کے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ لوٹ مار غل غپاڑے
مچ رہے تھے۔ افغانوں نے اپنا کام پورا کر لیا تھا جتنے گھنٹے گذرتے جاتے تھے شہر میں دنگہ و فساد بڑھتا
جاتا تھا۔ جو افغان رات کو اپنے گھر میں بیٹھے رہے تھے وہ صبح کو باہر نکل کر لوٹ مار میں ایسے مصروف ہوئے
کہ اُن کو انگریزوں کے انتقام لینے کا ذرا خوف نہ تھا اس صبح کو کابل سے ڈیڑھ گھنٹہ کے سفر پر چار یا
پانچ ہزار سپاہ موجود تھی۔ اگر اُن میں سے کئی سو انگریزی سپاہ پہلے سے بھیجدی جاتی تو برنیز صاحب اور اُسکے
ساتھی موت کے پنجہ سے بچ جاتے اور وہ جو تھوڑی سی آگ لگی تھی بجھ جاتی۔ اور بھڑک کر سارے شہر میں نہ پھیلتی
مگر نہ میک ناٹن صاحب نہ جنرل الفنسٹن صاحب اس وقت کی ضرورتوں کو سمجھے۔ جب برنیز صاحب کی چھٹی اس
غدر کی بابت آئی تو میک ناٹن صاحب نے جنرل الفنسٹن صاحب سے فوراً صلاح و مشورہ پوچھا مگر جنرل صاحب

اپنی پیرانہ سالی اور امراض مزمنہ کے سبب سے ایسے ضعیف و ناتوان تھے کہ اُنہوں نے اس باب میں کوئی مستعدی ظاہر نہیں کی اور خود میک ناٹن صاحب نے برنیز صاحب کی چھٹی کی طرز تحریر سے اس بلوہ کو ایسا خفیف جانا جسکو دیوانگی کہنا چاہیئے۔ مگر جوانمرد جارج لارنس صاحب نے جو میک ناٹن صاحب کے سٹاف کا ایک پولیٹکل افسر تھا یہ صلاح دی کہ بلا توقف چھاونی سے ایک رجمنٹ شہر میں سر الگسینڈر برنیز کے مکان پر جائے اور وہاں سے قوی جماعتیں ان امیروں کے مکانوں پر متعین کی جائیں جو اس بغاوت کے بانی ہیں جیسے کہ امین اللہ خان لوگرا اور عبداللہ خان اخنک زئی اور وہ گرفتار کر لیئے جائیں۔ مگر یہ مشورہ اُن کا بالکل دیوانگی اور حالات موجودہ میں غیر ممکن سمجھا گیا۔ بہت سے قیمتی وقت کھو کر بریگیڈیر شلیٹن سیاہ سنگ کی ہمسایہ کی بلندیوں سے جہاں وہ رہتے تھے قوی سپاہ اور توپیں لے کر بالا حصار میں آئے۔ پادشاہ کے حکم سے اس کا بیٹا اور وزیر سپاہ کو جو لڑنے کے لئے گئی تھی واپس لئے چلے آتے تھے کہ شلیٹن کی سپاہ پہونچی۔ جس نے دنگہ فساد کو کچھہ کم نہیں کیا جارج لارنس لکھتے ہیں کہ جب میں بریگیڈیر شلیٹن سے ملنے گیا تو وہ اس وقت توپوں سے شہر پر گولے مار رہے تھے۔ جس کا جواب دشمن بھی نہایت تیزی کے ساتھ اپنے جزائیلوں سے دیتا تھا جو دور سے نشانہ مارتی تھیں۔ بریگیڈیر صاحب اپنے حواس میں نہ تھے اُن کے بشرے کی ہر حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ جب اُنہوں نے مجھہ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو میں نے جواب دیا کہ بلا توقف شہر میں داخل ہونا چاہیئے تو اُنہوں نے مجھے جھڑک جھڑک کر بدرشتی جواب دیا کہ میرے پاس سپاہ کافی نہیں ہے اور بظاہر تم نہیں سمجھتے کہ گلی اور بازاروں میں بندوقوں کی لڑائی کیا ہوتی ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ بالا حصار پر دو تین توپیں چڑھا دیجئے کہ شہر پر اُن سے گولے مارے جائیں تو اُنہوں نے کپتان نکلسن سے کہا کہ توپیں اوپر لے جائیں تو اُس نے عذر کیا کہ گھوڑے اس لایق نہیں کہ توپوں کو اتنی بلندی پر چڑھا کر لے جائیں تو اس بات کو سن کر میں نے بریگیڈیر سے کہا کہ اگر آپ افسروں کو بجائے حکم کی تعمیل کرنے کے عذرات کرنے دیں گے تو کچھہ کام سرانجام نہ ہو سکے گا۔ گھوڑوں کو توپ سے کھول ڈالیں۔ اور اُن کو آدمی کھینچکر اوپر لے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شلیٹن صاحب کے کام نکرنے پر شاہ بھی متعجب تھا کہ نیچے تو مارا مار ہو رہی تھی اور وہ اپاہج بنا کھڑا تھا اور انگریزی دو افسر ٹریور اور مکن زئی اپنے مقامات کو شہر میں جانبازی کر کے بچا رہے تھے۔ اُن کے ساتھہ بڑی مستقل دلاور سپاہ تھوڑی سی تھی اور ہزاروں حملہ کرنے والے اُن پر جزائیل دور کی نشانہ لگانے والی چلا رہے تھے۔ اس طرح سزا نہ پانے سے ہر گھنٹہ میں افغانوں کی سرکشی میں قوت بڑھتی گئی۔ کابل میں دوسرے دن صبح کو گرد کے دیہات سے

ہزاروں مسلح دہاتی آن کر جمع ہو گئے۔ اکثر انگریزوں کی طرف سے مناسب مستعدی و جد و جہد ظاہر ہوتی تو
یہ مسلح ہنگامہ فرو ہو جاتا۔ شہر کے قزلباش محلہ میں ایرانی نادر شاہ کی اولاد اس سرکشی کے ہنگامہ سے جدا تھے
دوست محمد خان بارک زئی جرگے واقعات کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں جانب غالب کے طالب تھے۔ اگر انگریز
اپنا غلبہ دکھاتے تو ضرور یہ دونوں ان کے ساتھ ہو جاتے مگر انگریزوں نے اپنی حیص بیص میں ایسی باقوت جماعتوں
کی مدد کو ہاتھ سے کھو دیا کابل سے جب ۱۳ سپاہیوں کے پلٹن پاس احکام پہونچے تو وہ فوراً اپنے مقام قلادی
خرد کابل سے آگئی مگر یہ دن بھی ضائع گیا کہ کوئی کوشش ایسی نہیں کی کہ وہ پہلے کاہلی کی مکافات ہوتی۔ فوجی
افسروں پر ایک عجیب فالج کی سی حالت طاری ہو رہی تھی۔ سپہ سالار پیرانہ سال گو دلاور تھا مگر بیماری کے
سبب سے کمزور تھا انہوں نے لڑنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ صلح کے پیغام دینے کو بہتر جانا۔ نہ سپاہ میں کوئی اور ایسا
شجاع جفاکش تھا کہ وہ ہمت کر کے سپہ سالاری کرتا اور غریب جنرل کو آرام سے بٹھاتا۔ صلاح و مشورہ کے
اختلاف نے محاصرین کے اور پاؤں جما دئے۔ سیول ملازموں میں صرف میک ناٹن صاحب تھے جو سول میں
آنے سے پہلے پانچ برس سپاہ میں نوکری کر چکے تھے اس امتحان کے وقت میں سپاہیانہ مستعدی اور دانشمندانہ
بہادری دکھا رہے تھے۔ انہوں نے ابھی سیل صاحب کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے برگیڈ کو الٹا کابل کو بہت جلد لے
آئے۔ اور ناٹ سے درخواست کی کہ جس قدر سپاہ قندھار سے ہو سکے وہ ساتھ لے کر جنرل الفنسٹن کی امداد
کرے جتنے فوجی ساتھی تھے نہ ان میں خود دانشمندانہ کام کرنے کی لیاقت تھی نہ ان میں یہ ہوشیاری تھی کہ وہ اپنے
نوجوان دانا افسروں سے صلاح و مشورہ لے کر کام کرتے۔ جارج لارنس بریگیڈ یر شیلٹن صاحب کی نسبت
یہ لکھتے ہیں کہ میں ان کو ایک بڑا افسر اور فی نفسہ دلیر دلاور ہمیشہ تصور کرتا تھا۔ یہ میں جانتا تھا کہ وہ لشکر میں ہر دلعزیز
نہیں۔ مگر ہر دل عزیز ہونا قطعی لیاقت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اس لئے اس بات کو میں خفیف جانتا تھا اس میں
شبہ نہیں کہ وہ سپاہ کی ڈسپلن کی تمام باتوں سے واقف تھا اور ان کو عمل میں لا سکتا تھا مگر وہ ان سب باتوں
کو جو اپنے دماغ سے نہ نکلی ہوں ہیچ پوچ جانتا تھا اور ان میں چون و چرا کرتا تھا اور ان کی لیاقتوں کی
قدر شناسی نہیں کرتا۔ اور ہمیشہ وہ بیان کرتا کہ اگر میں اوروں کے منصب پر ہوتا تو یہ کام اس طرح کرتا وہ اپنے
منصب پر خود غیر مطمئن تھا اور ہندوستان میں واپس جانے کا شائق تھا اور طبیعت میں گھبراہٹ تھی اور مزاج
میں چڑچڑا پن تھا۔ جنرل الفنسٹن کی نسبت وہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک نہایت ہی ہنرور اور فن سپاہ گری کے ہر شعبہ
سے ماہر اور خلقی شجاع اور متحمل دلاور اور خطرات میں نڈر تھا۔ لیکن امراض تپ اور وجع المفاصل میں متواتر مبتلا

رہنے سے اُس کا جسم و دماغ کمزور ہوگیا تھا۔ اور بالکل محنت و مشقت اُٹھانے کے لایق نہیں رہا تھا۔ اس ضعف جسمانی کے سبب سے وہ اپنے تئیں عہدہ سپہ سالاری کے لیئے لایق نہیں جانتا تھا۔ محض گورنر جنرل کے اصرار اور درخواست سے یہ عہدہ قبول کیا تھا۔ اب افغانستان کا یہ حال دیکھکر اُس نے اس عہدے سے سبکدوش ہونا چاہا۔ وہ جسم و دماغ کے ضعف کے سبب سے بالکل اپنے سٹاف (مصاحبوں) کے ہاتھ میں تھا۔ برگیڈیر شیلٹن تو کسی سے صلاح و مشورہ پوچھ کر کوئی بڑا کام نہ کرتا تھا اور جنرل لفٹنٹ اور دوسرے اُس صلاح و مشورہ پر چلتے تھے جو سب سے زیادہ بدتر ہوتا۔ غرض بدنصیبی کے سبب سے انگریزوں کی قسمت ایسے افسروں کے ہاتھوں میں پڑی تھی۔ ان اوراق میں آیندہ چند ہفتوں کے اندر جو واقعات واقع ہوئے اُن کے بالتفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں گو اُن کا بیان کرنا ممکن ہے ؂

شہر کابل کی حوالی میں بالاحصار کی شاہی فوج کا کمسریٹ کا گودام تھا اِسکا محافظ کپتان سیکنزی تھا۔ اس پر ۲ نومبر ۱۸۴۱ء کو سخت حملہ ہوا۔ اور دو روز تک وہ بڑے استقلال اور ہمت سے دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ قلعہ میں میگزین کی قلت اور عورتوں کی کثرت تھی۔ مگر پھر بھی وہ ۳ تاریخ کی رات تک لڑتا رہا۔ اسکے پاس کمک پہونچی اور نہ کسی اور طرح کی خبر لی گئی۔ تو بہت نقصان اٹھانے سے اور دشمنوں کی سرنگیں لگانے سے سپاہ کی ہمت شکستہ ہوئی اور آخرکار جب قلعہ کا دروازہ باروت سے دشمنوں نے اُڑا دیا۔ اور رواکے نہ میسر ہونے سے زخمی مرنے لگے۔ تو اُس نے قلعہ خالی کردیا اور بہادرانہ لڑتا ہوا باہر نکلا۔ اور چھاونی میں داخل ہوا اور سب عورتوں اور بچوں اور زخمیوں کو بچا لایا۔ اس قلعہ کے سواے افغانوں کو کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ اس ہنگامہ میں کپتان صاحب کی بہادری کی اور جرنیل صاحب کی کاہلی کی خوب تشریح ہوگئی ؂

اسی زمانہ میں افسران کمسریٹ نے اطلاع دی کہ چھاونی کی کل فوجوں کے واسطے دو دن کی رسد باقی ہے۔ ایسی حالت میں کمسریٹ کے قلعہ کی حفاظت کرنے کی اشد ضرورت ظاہر تھی۔ سیک ناٹن صاحب نے جارج لارنس صاحب کو رات کے آٹھ بجے جرنیل صاحب کے پاس بھیجا کہ فوراً سپاہ کو بھیجکر قلعہ شریف خان پر قبضہ کرلے اور ایسی تدبیر کرے کہ لفٹنٹ وارین کی سپاہ کمسریٹ کے قلعہ کو خالی نہ کرے ایسی بدیہی تجویز جس پر کل فوج کی زندگی کا مدار تھا بیں گھنٹے تک معرض بحث میں رہکر نا منظور ہوئی۔ لیکن پھر کچھ عقل آئی تو پہلا فیصلہ منسوخ ہوا۔ اور آیندہ صبح کے چار بجے قلعہ پر حملہ کا ہونا قرار پایا۔ مگر ۵ نومبر کو حملہ کا

ہونا جنرل صاحب نے اس خوف کے سبب سے موقوف کیا کہ خونریزی ہوگی۔ داررین صاحب زیادہ دیر تک
قلعہ میں ٹھیر نہیں سکتے تھے وہ اسکو خالی کرکے چھاونی میں آگئے قلعہ افغانوں کے قبضہ میں آیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھنا
پڑا کہ دشمن کسریٹ کے ذخیروں کو جو سپاہ کی روٹی تھی لوٹے لئے جاتے ہیں اور ان کو اسکی ذرا پروا نہ تھی کہ
انگریز اسکے بدلے میں ہمارے ساتھ کوئی برائی کریں گے کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی کہ وہ انگریزی قوت و
طاقت کے ادب کا سبق دشمنوں کو پڑھاتی یا چھاونی کے ضعیف مورچوں سے سپاہ کو ایک مضبوط فصیل کے
قلعہ بالاحصار میں لاتی۔ اس حصار میں انگریزی سپاہ اتنے مہینوں تک آرام سے رہ سکتی تھی کہ کبھی یا بالائے ہند
سے سپاہ کمک کو آجاتی۔ اسکے لئے سرمیٹ صاحب انجنیر نے سفارش کی شاہ نے حکم دیا۔ باربار میکناٹن
صاحب نے عرض کیا مگر افسران سپاہ نے کسی کی بات نہ سنی۔ اُن کو یہ لو لگ رہی تھی کہ جلال آباد کو واپس
جائیں گے اگر یہ امر بھی مستعدی کے ساتھ اختیار کیا جاتا تو سپاہ خوفناک بلاؤں سے بچ جاتی۔ مگر میکناٹن
صاحب کو یہ اصرار چلا جاتا کہ وہ شاہ شجاع کو اس کی سرکش رعایا کے ہاتھ میں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔
پس یہ ہوا کہ ایک قوی سپاہ ہر جگہ سفر کرنے اور لڑنے کے لئے کافی چھاونی کے باہر ایک نم آلود زمین پر تباہ
ہوئی جس کے چاروں طرف پہاڑ اور قلعے تھے جن پر افغان جب چاہیں اپنا قبضہ کر سکتے تھے یہ ایسے
ملک ہیں جو نیم مفتوح ہو چھاونی ایسی جگہ ڈالی تھی کہ وہ حماقت سے خالی نہ تھی جس کا اوپر بیان کیا گیا
ہے ٭

آپس کے حسد کے سبب سے صلاح و مشورے میں اختلاف آرا تھا۔ جس سے کام میں بہت بگاڑ پیدا
ہوا۔ گذشتہ ناکامیابیوں کی مکافات کرنے میں اور اپنی کھوئی عزت کے حاصل کرنے میں ایسی ضعیف ناتواں
اور غیر منتظم کوششیں ہوئیں کہ سپاہیوں کی جانیں تلف ہوئیں ان کی توانائی اور مستعدی ضائع ہوئی۔
اور اُن کی ڈسپلین غارت ہوئی ٭

۹۔ نومبر کو شیلٹن صاحب بالاحصار سے چھاونی میں پھر آگئے مگر اس آنے سے معاملات میں
کوئی بہتری کی صورت نہیں پیدا ہوئی۔ اس نے جلال آباد میں جلد جانے کی درخواستیں کیں اور وہ نامنظور
ہوئیں تو اس نے پھر خراب حالت کے بہتر کرنے میں کوشش کرنی چھوڑ دی۔ میکناٹن صاحب یا کوئی اور
صاحب لفنسٹن صاحب پر جن کاموں کے کرنے کا دباؤ ڈالتے تھے تو وہ اُن کے باب میں احکام التوا سے
صادر کرتے اور پھر اُن کی تعمیل شیلٹن صاحب ہمیشہ ایسی تاخیر سے کرتے کہ اس طرح حملہ کرنے کی عمدہ

عمدہ تدبیروں میں کامیابی بالکل نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو جزوی اور اس غلط کاری اور نافہمی سے افغانوں کی ہمت
اور جرأت بڑھتی اور گستاخانہ کام دلیرانہ زیادہ کرنے لگتے۔ انگریزوں کے پاس کچھ اچھے افسروں اور بہادر
سپاہیوں کی کمی نہ تھی خود شیلٹن صاحب نے ایک دو دفعہ اپنی بڑی دلیری اور دلاوری دکھائی تھی۔ اور
ون سینیٹ آئر صاحب اور اُن کے نڈر توپچیوں کے کام بڑے بہادرانہ تھے اور دشمنوں کے بڑے خوفناک
انبوہوں سے بڑی شجاعت سے لڑتے تھے لیکن جب افسروں کی موٹی موٹی غلطیوں کے سبب سے ناکامیابیاں
ہوتی ہیں تو اچھے اچھے سپاہی بد خو ہو کر بگڑ جاتے ہیں جب شیلٹن صاحب پر بہت دباؤ ڈالا گیا تو وہ ۱۳۔ نومبر
کو سب قسم کی سپاہ کو ساتھ لے کر بیمارو کے مغربی بلندیوں پر سے دشمنوں کو نکالنے کے لئے گئے لشکروں
میں پاس پاس کچھ تھوڑی سی لڑائی تیزی سے ہوئی۔ دشمن اپنی دو توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے اس غروب کے
وقت کی تھوڑی سی فتحمندی کی روشنی کے بعد بڑی آفت و بلا کی شب تاریکی آئی۔ آج سے کابل کی چھاؤنی
میں جو سپاہ موجود تھی کوئی دن اس کی بہبودی اور خوشی کا نہ آیا۔ میک ناٹن صاحب کو امید تھی کہ کوئی آدمی
یا کوئی شے خوش کرنے کی ظہور میں آوے گی۔ مگر سوائے مایوسی و مصیبت و ہزیمت و شرم کے کسی چیز کا ظہور
نہ ہوا سیل صاحب بجائے اسکے کہ آسانی سے کابل میں مراجعت کرتے یا گندمک میں مقیم رہتے کہ ضرورت کی
صورت میں اپنے اہل ملک کو قوی بازو کرتے اُنھوں نے جلال آباد کو سفر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن تین صورتوں
میں سب سے بدتر صورت کو اختیار کیا بعض اسی صورت کو بہتر بتاتے ہیں کہ وہ آیندہ کام آئی۔ اُن کی سپاہ میں
بیماری اور باربرداری کی قلت ایسی تھی کہ وہ کابل واپس نہیں جا سکتے تھے۔ قندھار سے جو میک ناٹن صاحب
کو امداد کی امید تھی اُنہیں بھی وہ مایوس ہوئے۔ نیاگس میک لارن کے بریگیڈ نے کابل کی مشکل آسان کرنے کے
لیئے دور دراز سفر اختیار کیا مگر نومبر کے آخر دنوں میں قلات غلزئی میں برف ایسی شدت کی پڑ رہی تھی
کہ میک لارن صاحب واپس قندھار کو ارادتاً چلے گئے۔ کابل کی چھاؤنی میں کوہستان سے دو افسر پوٹنجر اور ہوٹن
آئے جو شدید زخمی تھے اور ایک گورکھا سپاہی آیا کل گورکھوں کی رجمنٹ میں سے ۱۵۔ نومبر کو یہ
تین آدمی زندہ سلامت رہے تھے۔ یہ سپاہ اس ضلع میں تھی جو ہرات کے ہیرو پوٹنجر کی حراست میں تھا۔
باوجودیکہ ۱۳۔ نومبر کو افغانوں کی شکست ہوئی تھی مگر بہت دن گذرے تھے کہ اُنھوں نے بیمارو کے
بلندیوں پر قبضہ کر کے اُن دیہات کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا جہاں سے انگریزی سپاہیوں کو لئے
رسد آتی تھی فقط اسی رسد پر سپاہ کے خوراک کا دارومدار تھا۔ ۲۲۔ کو اُن کے نکالنے کی ایک خفیف سی

کوشش ۲۳ کی صبح کو تاریکی میں بڑی زبردست سپاہ سے کی گئی - مگر شیلٹن صاحب کی ہٹ و ضد سے اس گانوں کے لینے کا وقت جاتا رہا - افغانوں کی توڑہ دار بندوقوں کی باڑ کے نیچے انگریزی سپاہ مربعوں کی صورت میں دفعتاً بڑی آتش باری کے نیچے آگئی - اور توپ جو ایک ہی تھی بیکار ہو گئی - سوار بیکار رہے دشمنوں کے پاس ہزاروں پرجوش غازیوں کی کمک آگئی تو افغانوں نے پھر از سر نو تازہ دم ہو کر سپاہ سے لڑائی شروع کی - اور اپنی ایک توپ جو چھن گئی تھی پھر لے لی - اور انگریزی پیدل سپاہ کو ایسا پراگندہ و منتشر کر دیا کہ پھر وہ مجتمع نہیں ہو سکی - مفرورین اور اُن کے تعاقب کرنے والے ملے جلے پہاڑوں پر سے چھاونی کی طرف آئے - اس سپاہ ہزیمت یافتہ کے آدمیوں کو بالکل غارت ہونے سے ایک افغان سردار عثمان خان نے اس طرح بچا دیا کہ اپنے ملازم جو تعاقب کرنے والے تھے اُن کو واپس بلا لیا - انگریزوں کے تین سو سپاہی اور بعض عمدہ افسر مارے گئے - بڑا بہادر رالیور صاحب کام آیا - جارج لارنس لکھتے ہیں کہ کوئی شخص ہماری اس شب کی دہشت اور اضطراب کی تصویر نہیں کھینچ سکتا - ہمارا حال اُن قیدیوں کا سا تھا جن پر قتل کا فتوےٰ دیا جا چکا ہو - اس لڑائی کا الزام سپاہیوں پر نہیں ہے بلکہ بریگیڈیر شیلٹن پر جس کو چند اچھے موقعے ہاتھ آئے مگر اُن کو اپنی غفلت کے سبب ہاتھ سے کھو دیا - گو وہ خود بہادری سے لڑا مگر سپاہ کو جو اپنے سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ اُس کی ناقابلیت کے سبب جاتا رہا - افسروں کی حماقت سے سپاہ کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی جو پہلے سے سردی و بھوک اور تکان سے کمزور ہو گئی تھی ایسی سپاہ کا ایسے افسروں کے ماتحت میدان جنگ میں جانا نا ممکن ہو گیا - اب بالاحصار میں سپاہ کے چلے جانے کا سوال پھر معرض بحث میں آیا جس کو میکناٹن صاحب نے خوب پسند کر کے ترک کیا جاڑا بہت قریب آتا جاتا تھا سامان اسقدر قلیل رہ گیا تھا کہ جس سے خوف لگتا تھا - اب الفنسٹن صاحب کو صرف اس بات میں سلامتی معلوم ہوتی تھی کہ دشمنوں سے عہد و پیمان کرنے کی سلسلہ جنبانی ہووے ؛

میکناٹن صاحب نے جرنیل صاحب کی درخواست سے افغانوں کے اُن سرداروں سے مصالحت کے پیغام سلام شروع کیے جن کا سردار آتش مزاج بہادر اور دلاور محمد اکبر خان تھا - اُس کو اور اسکے باپ کو انگریزوں کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی تھی انتقام لینے کی آگ اس کے دل میں بھڑک رہی تھی - گذشتہ دو ہفتوں سے میکناٹن صاحب کے کارپرداز کابل اور بالاحصار میں اُن افغانوں میں سونا بکھیر رہے تھے اور اُن سے عہد و پیمان کر رہے تھے - جن کی حب الوطنی نے اُن کی ہوشیاری کو مغلوب نہیں کیا تھا - میکناٹن صاحب

کے ایک ایجنٹ نے بہت بڑا انعام دینے کا اقرار ان باغیوں کے سر کاٹنے کے لئے تجویز کیا جو ۲- نومبر کے
بلوے میں سرغنہ تھے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام میک ناٹن صاحب کے علم و حکم سے نہیں ہوا - وہ ان باغیوں
کے لئے خواہ کیسے ہی شریر ہوں ایسے ناجائز وسایل کے کام میں لانے سے ہمیشہ نفرت رکھتے تھے پنڈت موہن لال
(یہ سابق دہلی کالج کا ایک طالب علم کشمیری تھا) نے ایک قزلباش کے گھر میں دوستانہ پناہ لی تھی -
اُس نے کپتان کونولی کی ہدایت کے موافق باغیوں کے سر کاٹنے کے لئے انعامات تجویز کئے تھے - کپتان صاحب
میک ناٹن کے عملہ میں تھا مگر غالباً یہ کام منشی نے شاہ شجاع کی ہدایتوں کے موافق کیا ہوگا وہ اپنے دشمنوں سے
اس طرح فراغت پانے کو صواب جانتا تھا ؏

میک ناٹن صاحب نہ سپاہ کو دشمنوں سے لڑا سکتے تھے - نہ جنرل کو بالا حصار پر جاڑے بھر رہنے کے
لئے لیجا سکتے تھے - تو اُنہوں نے ڈپلوسی کا توپخانہ دشمن کے خریدنے کے لئے لگایا - افغان سرداروں میں
بُری طرح لاکھوں روپے لٹا دیئے - افغانوں کی حرص و طمع ضرب المثل ہے کہ وہ کبھی پوری نہیں ہوتی جس قدر
روپیہ افغانوں کو ملتا تھا - اتنا ہی وہ زیادہ گستاخانہ اُس کی درخواست کرنے میں پاؤں پھیلاتے تھے میک ناٹن
صاحب پر یہ جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے باغیوں کے سرغنہ کے خفیہ مار ڈالنے کے لئے انعام مقرر کئے
یہ کام اول تو اُس کی انسانیت سے بہت بعید تھا - دوم پہلی دسمبر ۱۸۴۱ء کا خود خط اُن کا موجود ہے جو کہ
اُنہوں نے اپنے کارندہ پنڈت موہن لال کو لکھا ہے جسمیں اسکو بڑی لعنت و ملامت اس بات پر لکھی ہے
کہ وہ یہ سمجھا کہ خفیہ قتل کرانا ان کا مقصود تھا - سرکش بڑے شریر ہیں مگر ہم کو یہ نہیں چاہیئے کہ ناجایز طور پر اُن کو
خفیہ قتل کرادیں اور کپتان سکنر نے کپتان فیاٹری کے سامنے شہادت دی کہ جب اکبر خان نے اپنے دشمن
امین اللہ خان کے لئے (جو انگریزوں کا سخت دشمن تھا) عہدنامہ مصالحت میں یہ شرط داخل کی کہ بہت سا روپیہ
دیکر وہ قتل کرایا جائے تو اُنہوں نے کہا کہ کوئی چیز مجھ کو اس کام کے کرنے کو ترغیب نہیں دے سکتی یہ اُن کا بیان
اسوقت کا ہے کہ جبکے چوبیس گھنٹہ کے بعد وہ اکبر خان کے ہاتھ سے مارے گئے - بس اس سے زیادہ کیا
عمدہ شہادت میک ناٹن صاحب کے لئے اس الزام سے بری ہونے کی ہوسکتی ہے - میک ناٹن صاحب کی بیگناہی
اس معاملہ میں عیان ہے - مگر افغانوں کے دل میں کینہ اُسکے ساتھ ایسا پیدا ہوا جس کا نتیجہ آیندہ ظہور میں آیا
حالتیں ایسی تھیں کہ عہد و پیمان بغیر اینچ پیچ کے نہیں ہو سکتے تھے ۲۷- نومبر کو ایک مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں
میک ناٹن صاحب اور افغان سرداروں کے نائب جمع ہوئے اور اُن شرائط صلح پر بحث ہوئی جو عثمان خان

سے نے ایک دن پہلے پیش کی تھیں۔ میک ناٹن صاحب نے اُن شرائط کو اس سبب سے منظور نہیں کیا کہ اُن میں انگریزوں
کی بالکل تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔ اُنہوں نے جو شرائط صلح پیش کیں اُس کا جواب افغانوں نے تحریری دیا کہ انگریز اپنے
تئیں بالکل حوالہ کر دیں گے تو ہم اُن کی جانیں بچا دیں گے۔ جس کا جواب میک ناٹن صاحب نے غصہ میں آکر یہ کہا
کہ لڑائیوں کا خدا اُس کی تیغ کا فیصلہ کرے گا ایک دفعہ پھر اُنہوں نے جنرل الفنسٹن سے اُن معاملات میں مباحثہ
کیا۔ اور اس پیر کہن سال کے دل میں اپنی مستعدی و توانائی کا دم پھونکنا چاہا اُن کو امید تھی کہ جلال آباد واپس
جانے کا ارادہ جنرل فسخ کر دے گا۔ اور بالا حصار میں چلے جانے کی تیاری کرے گا۔ اور رسد جو بالکل ختم ہو گئی
ہے اُسکے بہم پہونچانے میں کوشش کرے گا۔ مگر میک ناٹن صاحب کے دلائل کا کچھ اثر جنرل الفنسٹن پر نہیں ہوا
سر ولیم نے اُن سے کہا کہ اگر آپ نے ہندوستان واپس جانے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے تو میں آپ کو منع نہیں کر سکتا
مگر اس حالت میں شاہ کی فوج کے ساتھ بالا حصار میں شریک ہو جاؤں گا خواہ بادشاہ کے ساتھ بچوں یا مروں اس
عرصہ میں یہ افسوسناک خبر آئی کہ قندھار سے جو فوج میک لارن صاحب کابل کی مدد کے لئے لے کر چلے تھے وہ
ترنک سے جو غزنی سے چالیس میل پر ہے اسلئے قندھار کو واپس چلے گئے کہ برف بڑی شدت سے پڑی تھی۔ پس
اب قندھار سے امداد آنے کی بالکل توقع نہیں رہی۔ ادھر یہ ناامیدی ہوئی اُدھر جرنیل نے سر میک ناٹن
صاحب کو افغان سرداروں کے ساتھ شرائط صلح ٹھیرانے پر مجبور کیا ﷺ

۱۰۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو کمسریٹ کا ایک منشی کاغذ لایا جس پر افغانوں کے بڑے بڑے سرداروں کے دستخط
تھے اور اسمیں میک ناٹن صاحب سے چھاونی کے باہر ملاقات کرنے کی درخواست تھی۔ صاحب ممدوح کو یقین
تھا کہ جنرل اور بریگیڈیر شیلٹن نے ہندوستان جانے کا قصد مصمم کر لیا ہے اس لئے اب اُنہوں نے اس کو اپنا
فرض منصبی سمجھ لیا کہ ایسی مصالحت کیجے کہ سپاہ سلامتی سے ہندوستان واپس جائے۔ اُنہوں نے اس ملاقات
کو منظور کر لیا اور منشی مذکور اس منظوری کو حاصل کر کے شہر کو واپس گیا۔ لیڈی میک ناٹن ایسی دور اندیش و پیش بین
تھیں کہ اُنہوں نے اپنے شوہر سے رو کر بالتجا کہا کہ آپ ملاقات کرنے نہ جائیے۔ اس میں بالکل خرابی و قباحت ہے
مگر اُنہوں نے یہ جانا کہ سپہ سالاروں سے کوئی امید نہیں کہ وہ فوجی کارروائی کریں گے یہ ارادہ مستحکم کر لیا تھا
کہ خواہ اپنی ذات کے لئے کیسا ہی خطرہ ہو مگر وہ فوج کو خطرہ سے نکالنے میں کوشش کریں گے۔ چنانچہ دوسرے
روز وہ اور کپتان ٹریور اور میکنزی اور جارج لارنس ملاقات کے لئے اس جگہ گئے جو قلعہ سے دو سو گز کے فاصلہ پر تھی
اس مقام میں اکبر خان اور افغان سرداروں سے ملاقات ہوئی۔ اور وہاں میک ناٹن صاحب نے کہا کہ واقعات سے

معلوم ہوتا ہے کہ افغانوں کی اقوام کثیر کو یہ امر ناگوار ہے کہ افغانستان میں شاہ شجاع کی مدد کے لئے انگریزی سپاہ برابر رہے برٹش گورنمنٹ کی کوئی غرض ان سپاہیوں کے بھیجنے سے سوائے اسکے نہ تھی کہ وہ اقوام افاغنہ کی کی خوشی و سلامتی کی افزایش کا سبب ہو مگر یہ غرض فوج کے موجود رہنے سے معدوم ہوتی ہے اس لئے فوج کے رکھنے کی کوئی خواہش نہیں کیجا سکتی اس لئے شرائط مفصلہ ذیل برٹش گورنمنٹ اور محمد اکبر خان کے درمیان قرار پائی ہیں ؀

اول شرط کابل میں اسوقت جو فوجیں موجود ہیں۔ وہ بہت جلد پشاور جائیں۔ اور وہاں سے ہندستان واپس ہوں ؀

دوم شرط کل سردار اس بات کا وعدہ کریں کہ انگریزی فوج کو سفر کے درمیان کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ اور اُس کی عزت کی جاے گی۔ اور بار برداری اور رسد کی بہم رسانی میں ہر طرح سے اس کی مدد کی جائے گی ؀

سوم جلال آباد میں جو بالفعل موجود ہیں اُن کو بمجرد اس کے کہ میک ناٹن صاحب کو اطینان ہو کہ واپس جانے میں کوئی مزاحمت اُن کی نہ ہوگی حکم دیا جائے کہ وہ پشاور کو واپس جائیں ؀

چہارم غزنی میں جو فوجیں ہیں جب اُن کے سفر کی محافظت کا بندوبست ہو جائے تو فوراً فوج مذکورہ بالا کے پیچھے پیچھے پشاور کی طرف روانہ ہوں ؀

پنجم قندھار اور افغانستان کے حدود میں اور مقامات پر فی الحال جو سپاہیں موجود ہیں وہ سفر کے ضروری بندوبست ہونے پر اور موسم کے موافق ہونے پر ہندوستان کو کابل سے یا درہ بولان کی طرف سے واپس ہوں ؀

ششم دوست محمد خان کا تمام اسباب اور اُس کی جائداد مملوکہ اُس کو واپس دی جائے ؀

ہفتم انگریزی افسروں کا کل اسباب جو افغانستان میں چھوڑ دیا جائے اُس کی پوری محافظت کی جائے اور مناسب وقت پر ہندوستان کو بھیجدیا جاسے ؀

ہشتم شاہ شجاع الملک کو اجازت دی جائے کہ وہ ایک عمدہ سرمایہ سے جو ایک لاکھ روپیہ سے کم نہ ہو افغانستان میں اوقات بسر کرے یا برٹش سپاہ کے ساتھ بروقت واپسی ساتھ ساتھ چلا جائے ؀

نہم اگر شاہ شجاع برٹش سپاہ کے ساتھ جانے کا قصد کرے تو جو متعلقین اُس کے ہمراہ جا سکیں

ان کی ہر طرح کی تعظیم کی جائے۔ اور جن مکانوں کے اندر وہ بالاحصار میں بالفعل رہتے ہیں جب تک وہ ہندوستان میں واپس نہیں جائیں وہیں رہیں ؛

دہم جب برٹش سپاہ بخیر و عافیت ہندوستان میں پہونچ جائے تو فی الفور امیر دوست محمد خان کا اور اُس کے اہل و عیال کا اور اور افغانون کا جو ہندوستان میں مقیم ہیں افغانستان میں پہونچنے کا بندوبست کیا جائے ؛

یازدہم جب امیر مع اہل و عیال کابل میں واپس آنیکے لئے پشاور میں پہونچے تو شاہ شجاع کے متعلقین بھی ہندوستان میں واپس کر دئے جائیں ؛

دوازدہم ان شرائط کی تعمیل کی تکمیل کے لئے کابل میں چار معزز برٹش افسر بطور اُول ضامن کے چھوڑ دیئے جائیں اور جب امیر دوست محمد خاں مع اہل و عیال کابل میں آجائے تو یہ اول ہندوستان کو واپس کر دیئے جائیں ؛

سیزدہم سردار محمد اکبر خاں اور سردار محمد عثمان خان اور ذی جاہ سردار جو تجویز کئے جائیں وہ برٹش سپاہ کے ساتھ پشاور تک جائیں ؛

چہاردہم افغانستان سے برٹش فوجوں کے واپس ہونے کے بعد بھی اقوام افاغنہ اور انگریزوں کے درمیان رشتہ اتحاد ایسا رہے کہ کسی اور گورنمنٹ سے افغان بغیر رضامندی برٹش گورنمنٹ اتحاد کا معاہدہ نہ کریں اور ضرورت کے وقت وہ برٹش گورنمنٹ سے مدد طلب کریں ؛

پانزدہم اگر بعد ازیں اقوام افاغنہ کی یہ خواہش ہو اور برٹش گورنمنٹ اس بات پر رضامند ہو تو کابل میں ایک سفیر انگریزی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ اسکے ذریعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے درمیان دوستانہ مراسلت رکھی جائے اور افغانستان کی اندرونی انتظامات میں وہ کوئی مداخلت نہ کرے ؛

شانزدہم کسی شخص کو گذشتہ جنگ میں شریک ہونے کے سبب ایذا و سزا نہ پہنچائے اور ہر شخص مجاز ہو کہ وہ برٹش سپاہ کے ساتھ ہندوستان کو چلا جائے ؛

ہفدہم اُن شرائط کی پابندی جس تاریخ سے شروع ہو۔ سرداران متذکرہ بالا پر لازم ہوگا کہ سرکار انگریزی کے لشکر کے لئے سامان رسد مہیا کریں اور اس کی قیمت لے لیں ؛

ہژدہم سرکار انگریزی کے افسر اور فوجیں جو کسی وجہ سے افغانستان کو فوراً نہ چھوڑ سکیں اُن کی ہر

طرح کی تعظیم و تواضع کی جائے۔ اور اُن کی امداد جب تک کرنی چاہیئے کہ وہ افغانستان میں اس وجہ سے رہیں کہ موسم خراب ہو یا وہ سفر کی تیاری نہ کر سکیں ۞

ان شرائط پر دو گھنٹے تک بحث رہی۔ اور یہ شرائط طرفین سے منظور ہوئیں کہ انگریزی فوج کے لئے افغان سامان رسد تیار کر دیں گے۔ اور شرائط کے پورا کرنے کے لئے افغانون کی طرف سے محمد اکبر خان کا ایک معتمد الیہ موسیٰ خان اور کپتان ٹریور انگریزوں کی جانب سے کفیل مقرر ہوئے اس مصالحت سے چھاونی بڑی خوش ہوئی کہ اب ہندوستان جا واپس جائیں گے انگریزوں نے اسباب جنگ جس کی چھاونی میں کچھ ضرورت نہ تھی بالاحصار میں بھیجدیا اور وہاں سے غلہ کی رسد منگالی گئی ۞

۱۱۔ دسمبر کو جنرل الفنسٹن نے باضابطہ میک ناٹن صاحب کو اطلاع دی کہ اگر جانوروں کے لئے چارہ نہ آئے گا تو وہ بھوک کے مرنے لگیں گے اور قابل نقل و حرکت نہ رہیں گے صاحب ممدوح نے سرداروں کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جس کا جواب اُنہوں نے تحریری دیا کہ جب تک آپ مستحکم مقامات اور قلعوں پر جو چھاونی کے متصل ہیں قابض رہیں گے تو افغان آپ کی اُن شرائط پر کہ ملک سے آپ چلے جائیں گے اور اُسے چھوڑ دینگے بالکل باور نہیں کرینگے اور نہ وہ کسی قسم کی رسد دیں گے جب تک کہ آپ ان قلعوں کو خالی کر کے اُن کو حوالہ نہ کر دیں گے۔ میک ناٹن صاحب یہ جواب افغانون کا لے کر جنرل کے پاس گئے اور مصر ہوئے کہ آپ جنگ کے لئے صف بستہ ہو کر باہر نکلیں اور شہر کابل میں داخل ہوں آپکے پاس بالاحصار سے تازہ سپاہ آگئی ہے اس کے سبب سے آپ خوب لڑ سکیں گے۔ جنرل الفنسٹن صاحب نے دشمنوں پر حملہ کرنے کی ناقابلیت کا اظہار کیا اور اسی شام کو قلعے اپنی فوج سے خالی کرا دیئے اور افغانوں نے فوراً اُن پر قبضہ کر لیا ۞

میک ناٹن صاحب نے اس لئے کہ افغانوں کے دلوں میں جو ہماری طرف سے ریاکاری کی بدگمانیاں ہیں دور ہو جائیں ۞

۱۲۔ دسمبر کو ان سرداروں کے ساتھ دوبارہ ملاقات کے لئے ایک مجلس قرار دی۔ افغانوں کو ایک خط کے پکڑ لینے سے بڑی ناراضی پیدا ہوئی تھی جس میں میجر پاٹنجر صاحب، پولیٹیکل ایجنٹ قلات غلزئی نے کابل کے ایک بڑے مہاجن کو لکھا تھا کہ تم اپنے مقدور کے موافق ہماری مدد کرو اور یقین کرو کہ جب ہماری فوجیں افغانستان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے آئیں گی تو اسوقت تم کو بہت بڑا انعام دیا جاوے گا۔ ملاقات کے وقت میک ناٹن صاحب سے افغان سردار بڑی بد اخلاقی سے پیش آئے اور خشمناک آواز

سے گفتگو شروع کی کہ انگریز دغاباز اور بدعہد ہیں اور ان کا قطعی ارادہ ملک چھوڑنے کا نہیں ہے
میک ناٹن صاحب نے اُن لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور بیان کیا کہ میجر پلیچ نے یہ خط بالکل نادانستہ تحریر کیا ہے
اور اُن کو مصالحت کی گفتگو سے جو ہو رہی ہے خبر نہ تھی یہ مجلس بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوئی ؎

افغان سرداروں میں باہم ایسی پرانی عداوتیں چلی آتی تھیں کہ کسی ایک سردار سے معاہدہ کرنا کوئی چیز ہی نہ تھا اس لیئے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں کل سرداروں کی حیثیت مجموعی سے معاملہ کر سکتا ہوں مجھے یقین ہے کہ کسی شرط معاہدہ کی پابندی نہ کی جائے گی جب تک کہ کل سردار مفرداً اور مشترکاً بالتصریح اس کی کفالت کے لیئے پابند نہ ہوں گے ؎

الغرض یہ امر بخوبی ظاہر ہوگیا کہ افغان سرداروں کے اقرار اور وعدوں پر گو وہ سب ملکر ہی کیوں نہ کریں کوئی اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ اُنہوں نے جن شرائط کی پابندی کا اقرار کیا تھا اُن میں سے ایک بھی پوری نہیں کی۔ پس میک ناٹن صاحب نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اکبر خان سے جو مصالحت کا خواستگار تھا اور سب امیروں میں ذی جاہ و والا منصب تھا اور وہ عہدنامہ کے موافق شرائط کو پورا کرسکتا تھا مصالحت کی گفتگو کرنی چاہیئے ؎

۲۲۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو کپتان اسکنر اور سردار سلیم خان برادر محمد اکبر خان اور سرور خاں لوہانی سوداگر آئے اور اپنے ساتھ ایک صلحنامہ دستخطی محمد اکبر خان کا میک ناٹن صاحب کے پاس لائے اس میں یہ تجاویز لکھی تھیں کہ شاہ شجاع پادشاہ رہے اور محمد اکبر خان بہ طور وزیر کے اُس کے ساتھ رہے۔ چالیس ہزار روپیہ سالانہ برٹش گورنمنٹ سے پایا کرے اور قلعہ محمد شریف خان میں ایک رجمنٹ اور بالاحصار میں دوسری رجمنٹ سرکار انگریزی کی رہے اور انگریزوں کی فوجیں افغانستان میں موسم بہار تک مقیم رہیں۔ اسکے بعد وہ ملک کو خالی کردیں اسوقت روانگی کے لیئے عمدہ موسم ہوگا اور آخری شرط یہ تھی کہ امین اللہ خان جو خاص محرک مفسدہ کا تھا وہ محمد اکبر خاں کے حوالے کیا جائے۔ میک ناٹن صاحب نے کہ آخری شرطیں نامنظور کرتا ہوں اور باقی شرائط میرے خیال میں قابل منظوری ہیں۔ بعد اس کے محمد اکبر خاں اور میک ناٹن صاحب کی ملاقات کا وقت قبل از دوپہر مقرر ہوا۔ کپتان ٹرور اور میکنزی اور کپتان جارج لارنس صاحب بلائے ہوئے دوپہر کو میک ناٹن صاحب کے پاس گئے۔ روانگی کے وقت جنرل لفٹننٹ نے اُن جانے والوں سے کہا کہ مجھے کسی قدر فریب کا خوف ہے اور اس معاملہ میں دھوکا معلوم ہوتا

ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ اب بھی فوراً فوجوں کو باہر لاکر دشمنوں سے لڑیں تو میں آپ کے ہمراہ ہوں اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اُن کو شکست دیں گے اس مصالحت کی گفتگو پر مجھے کچھ بھروسہ نہیں۔ مگر جنرل صاحب نے سر ہلا کر کہا کہ فوجیں قابل اعتبار نہیں رہیں میں لڑ نہیں سکتا۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ گارڈ میں کچھ تھوڑے سے سوار گئے ؎

جارج لارنس سے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں نے اکبر خان کو اپنے انتفاع کے لئے طرفدار بنا لیا ہے اور اس ملاقات میں اس سے تمام معاملات قابل اطمینان حاصل ہو جائیں گے۔ جارج لارنس نے عرض کیا کہ خدا کرے آپ کی امید برآئے مگر کسی فریب کا خطرہ تو ایسا نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ فریب کا خطرہ ہے لیکن میں کیا کروں جنرل نے جنگ کرنے میں اپنی ناقابلیت ظاہر کی۔ کسی طرف سے ہم کو مدد کی امید نہیں دشمن ہم کو بہلاتے ہیں۔ عہدنامہ کی کوئی شرط انہوں نے پوری نہیں کی۔ مجھے ان لوگوں کی کسی قسم پر بھروسہ نہیں ہے چھ ہفتہ سے جس طرح میں زندگانی کو سختی سے بسر کر رہا ہوں آپ اسے بخوبی جان رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ ذلت حاصل ہو اور اسی طرح زندگی بسر کرنے کو جیسی کہ چھ ہفتہ سے ہو رہی ہے، سو مرتبہ مرنے کو اچھا جانتا ہوں ؎

کامیابی صرف ہماری عزت بچاے گی اور تمام خطرات سے نکالے گی۔ مقام ملاقات چھاونی سے دریائے کابل کے قریب قلعہ محمد شریف کی طرف تقریباً دو تین سو گز کے فاصلہ پر تھا ؎

اکبر خان اپنے غلزئی سرداروں کے ساتھ یہاں پہلے سے آگیا تھا ملاقات کے وقت طرفین سے معمولی صاحب سلامت ہوئی میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ گرانٹ صاحب کا گھوڑا اور لارنس صاحب کا دونالی تنچہ جھکے ہوئے آپ نے درخواست بھیجی تھی وہ آپ کے لئے موجود ہیں اس نے اُن کو لے کر شکریہ ادا کیا۔ پھر گھوڑوں سے اتر کر زین پوشوں پر بیٹھے جب کثرت سے افغان مسلح گرد دیکھے تو میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ یہ مجلس راز ہے اُن لوگوں کو پرے بھیجئے تو اکبر خاں نے کہا کہ آہ صاحب ہم سب لوگ ایک ہی کشتی میں ہیں اکبر خان نے میک ناٹن صاحب سے پوچھا کہ شب کو جو عہدنامہ آپکے پاس بھیجا گیا تھا آپ اس کی شرائط ماننے پر راضی ہیں۔ صاحب ممدوح نے یہ مختصر سا جواب دیا کہ کیوں نہیں؟ میکنزی صاحب لکھتے ہیں کہ دفعتاً اکبر خاں پکارا بگیر بگیر میں نے جو پھر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میک ناٹن صاحب کا بایاں بازو بڑا خشمناک چہرہ بنائے ہوئے پکڑے ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا دایاں بازو سلطان خان نے پکڑا اور دونوں اس کو کھینچتے ہوئے

پہاڑی کی ڈھلان پر سے گئے میں نے میک ناٹن صاحب کے منہ سے از برائے خدا کی آواز سُنی اُن کے ہمراہی
لارنس اور میکنزی و ٹریور کی مشکیں باندھی گئیں اور ہتھیار سے لئے گئے ۔ اور اُن کو گھوڑوں پر افغان سرداروں
نے اپنے پیچھے بٹھا لیا ۔ ٹریور صاحب رستے میں گھوڑے پر سے گرے اُن کو افغانوں نے مار ڈالا ۔ باقی دو ہزار
خرابی خدا خدا کر کے قلعہ محمود آباد میں پہونچ گئے ۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اکبر خان نے پہلے سے سر ولیم میک ناٹن
کے قتل کی صلاح کر لی تھی یا نہیں ۔ کے صاحب جو تاریخ افغانستان کے سب سے زیادہ اعلےٰ مورخ ہیں ناقل
ہیں کہ اکبر خان کے ساتھ گفتگو میں میک ناٹن صاحب مخالفت اور مقابلہ کرنے سے باز نہیں آتے تھے اسلئے
اکبر خاں کو ایسا غصہ آیا کہ وہ اسکو روک نہ سکا ۔ اور اپنی کمر سے تمنچہ نکال کر میک ناٹن صاحب کے جسم میں مارا جسکو
وہ فقط گرفتار کرنا چاہتا تھا ۔ یہی مورخ ایک اور جگہ لکھتا ہے ۔ یہ کسی طرح نہیں ظاہر ہوتا کہ اکبر خان کا ارادہ پہلے
سے یہ تھا کہ میک ناٹن صاحب کو قتل کیجیئے ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ اکبر خان کے مغلوب الغضب ہونیکا
تھا جو اس نوجوان بارک زئی کی جبلت میں تھا ۔ اور اکثر پہلے بھی وہ اس مغلوب الغضب ہونے کے سبب سے
ایسی حرکتیں کر چکا تھا کہ جن سے وہ خود پچتایا کرتا تھا ؎

لیکن ہنری لارنس صاحب کے کاغذات میں اکبر خان کے اس خط کا ترجمہ خود اُن کا کیا ہوا ملا ہے ۔
جو اس نے اپنے بھائی افضل خاں کو لکھا تھا ۔ اور اُس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ یہاں کے واقعات یہ ہیں کہ جب
ہماری تیغ بازی اور قحط سے کافروں کی حالت نہایت تنگ ہوئی ۔ اور اُن کی سپاہ ایسی بھوکی مرنے لگی
کہ موت کے لئے دعائیں مانگنے لگی تو لارڈ صاحب (میک ناٹن) نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ سوائے عجز
و انکسار کے نہیں ہے تو اُس نے مجھے لکھا کہ آپ مجلس ملاقات منعقد کیجیئے میں آپ کی مرضی کے موافق
کام کروں گا ۔ چنانچہ میں تین یا چار سواروں کو ساتھ لے جاکر بی مارو میں اس سے ملنے گیا اُسکے ساتھ بھی
کچھ انگریز تھے ۔ اُس نے قسم کھائی کہ میگزین اور توپیں اور ذخائر سامان اور روپیہ اور مال اسباب جو چھاونی
میں ہیں یہ سب چیزیں میرے سپرد کی جائیں گی اور بالا حصار خالی کر دیا جائے گا اور بڑے ذی جاہ چار
انگریز بطور اوّل با ضامن میرے سپرد کئے جائینگے اور جب امیر صاحب (دوست محمد خان) اُسکے اور میرے
کنبے کے آدمی پشاور میں آجائیں گے تو یہ ضامن چھوڑ دیئے جائیں گے اور اس نے مجھ سے درخواست کی کہ
پشاور میں اُن کے بخیر و عافیت پہونچا دینے کے آپ کفیل ہوں اور شاہ شجاع کو آپ اجازت دیں کہ جہاں
اُنکا جی چاہے چلا جائے اور اگر وہ کابل میں رہے تو اُسکے تئیں کوئی تکلیف نہ دی جائے ؎

میک ناٹن صاحب نے ان باتوں کے کرنے کی قسم کھائی اور اپنی جان کی امان مانگی۔ مجھ بندۂ خدا نے ان باتوں کو منظور کیا اور وعدہ کیا کہ اسکو پشاور تک بخیریت پہونچا دوں گا۔ دوسرے دن لارڈ صاحب اپنی فوجوں اور توپوں کو بالاحصار سے چھاونی میں لے آئے اور ایفاے وعدہ پر آمادہ ہوئے ٭

ہم دو تین دفعہ پھر اُن سے ملے اور اُس نے پھر بھی درخوست کی کہ میں اسکو پشاور میں بخیر و عافیت تمام پہونچا دونگا اگرچہ اس کام کے کرنے میں میرا سراسر نفع تھا مگر میں نے سوچا کہ اسکو اور باقی انگریزوں کو بچا دینا اسلام کے حق میں مضر ہوگا۔ مینے یہ بھروسہ کرکے کہ میرا پروردگار میرے اس کام کو پسند کریگا اور اسلام پر بہت لوگ ایمان لائینگے میں نے باپ اور بھائی اور کنبے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نویں شہر ربیع کو پہلے طرح چار سواروں کو ساتھ لیکر لاٹھ صاحب سے چھاونی کے قریب ملا جسکے ساتھ چار انگریز اور بیس گورے سوار تھے ٭

ہم گھوڑوں سے اُترے اور آپس میں ملے اور کچھ گفتگو کے بعد مجھ بندۂ خدا نے لارڈ کا ہاتھ پکڑا اور چھاتی میں گولی ماری اور اپنی تلوار سے ٹکرے ٹکرے کر دیئے۔ تین یا چار سوار جو میرے ساتھ تھے اُنھوں نے ٹریور پر اور انگریزوں پر ہاتھ چلایا اور ٹریور صاحب کو مار ڈالا اور کرنل الگسینڈر وبٹ اور لارنس کو زندہ گرفتار کرلیا۔ لاٹھ کے ساتھ جو سوار تھے اُنھوں نے مجھ پر دو تین دفعہ گولیاں چلائیں۔ لیکن خدا نے مجھے بال بال بچایا۔ غازی قیدیوں اور لاشوں کو شہر میں لے گئے۔ اور چوک کے دروازے پر لاشوں کو لٹکا دیا

اس کام سے مذہب اسلام کو بڑی تقویت ہوئی۔ اور کافروں اور انگریزوں کو جان ستان سزا ملی۔ چھاونی میں باقی کافروں اور انگریزوں کی سپاہ نے لجاجت سے امان مانگی اور بڑی عاجزانہ درخوست کی کہ ہماری جان بخشی ہو اور ہم پشاور تک پہونچا دیئے جائیں ہم سب توپیں اور اسباب رسد یہیں چھوڑ جائینگے۔ انشاء اللہ ہم دو تین دن میں ان کو امان دیں گے اور چھاونی سے باہر نکالیں گے یا اُن کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کرینگے اور چھاونی کو لوٹ کر بالکل غارت اور تباہ کر دیں گے۔ ملک کے اس حصہ کی طرف اور ہماری طرف سے آپ اطمینان خاطر رکھیں اور آپ اپنا فرض ادا کیجئے اور اس طرف کے کفار کو فی النار کیجئے اور غزنی میں جو سپاہ ہے وہ بھی غارت ہو گئی ہے اور غزنی اور بالاحصار پر اہل اسلام کا قبضہ ہے۔ والسلام ٭

ہاں لڑائی تو ایسی ہوئی ہے۔ اے افغانوں اور پیغمبر کے پیرو مطمئن رہو کہ ہم نے کابل میں کافروں کا مارنا شروع کر دیا ہے اور جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ ہندوستان اور انگلستان میں عیسائیوں کا گھر ماتم کدہ اس قتل عام کے سبب سے ہوگا جو ہونے والا ہے۔ والسلام ٭

اب اس خط پر یہ اعتراض ہوتے ہیں کہ میک ناٹن صاحب کے ساتھ ہندوستانی سوار تھے گورے سوار نہ تھے اور اکبر خان کے ساتھ تین یا چار سوار نہ تھے بلکہ بہت سے تھے۔ انگریزوں میں تین کا نام بھی لکھا ہے جو نہیں معلوم ہوتا کہ کون تھا۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ تین افسر کپتان ٹریور۔ اور جارج لارنس و کولسن و میکنزی تھے اس خط کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس میں شبہ نہیں رہتا کہ اکبر خان کے دل میں پہلے سے میک ناٹن صاحب کے قتل کا ارادہ تھا۔ غرض اس باب میں کوئی امر محقق نہیں کہ میک ناٹن کیونکہ قتل ہوا اکبر خان نے اسے مارا یا غازیوں نے مگر اسمیں شبہ نہیں کہ میک ناٹن صاحب کا سر کابل کے چوک میں پھرایا گیا۔ اور اُن کا دھڑ بازاروں میں گھسیٹا گیا ؀

کپتان ٹروٹر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ دو رنگی میں میک ناٹن صاحب پر اکبر خان سبقت لے گیا۔ ۲۳ دسمبر ۱۸۴۱ء کو اکبر خان نے اسکو بلایا کہ اسکی ایمانداری کا امتحان کرے۔ رہائی پانے کے لئے تنکے پر سہارا لینے سے وہ اس گڑھے میں سر کے بل گرا جو اسکے دشمن جان نے اسکے لئے کھودا تھا۔ اکبر خان کا یہ مطلب تھا کہ سر ولیم کو اپنے ملک کی آزادی اور باپ کی بحالی کا ضامن اور کفیل بنائے۔ مگر اس کی تکراروں نے اکبر خان کو ایسا غصہ دلایا کہ اس نے اس تمنچہ سے جو چند گھنٹے پہلے اس نے اس کو دیا تھا اسکو مار ڈالا اسکے جسم کا قیمہ غازیوں نے کیا۔ اور اُسکا جسم بے سر بڑی دھوم دھام سے کابل کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ غرض اس طرح ایک لائق اور کامل اشراف اور بڑے فاضل اور گورنمنٹ کے بڑے گرم کوش ملازم کی زندگی کا خاتمہ ظلم و ستم کے ساتھ ہوا اور چند سو گز کے فاصلہ پر انگریزی سپاہ چار ہزار موجود تھی۔ ایک سے زیادہ افسروں نے سر ولیم کی لاش پڑی دیکھا کہ لوگ حملہ کر رہے ہیں اور ایک افسر نے یہ بھی دیکھا کہ افغان اس کی لاش کا قیمہ کر رہے ہیں اور سپاہیوں کے دل جنگ کے لئے بھڑک رہے تھے مگر اُس دن ایک ہاتھ نہیں اُٹھا کہ مقتول کا انتقام لے یا اسکے زندہ ہمراہیوں کو بچائے۔ ہندوستانی سوار جو ہمراہ تھے وہ چھاؤنی میں بھاگ گئے اور افسران جنگی نے اس بات کا یقین نہیں کیا کہ وہاں یہ واقعہ گذرا ہوگا مگر جب اس واقعہ کا یقین ہوگیا۔ تو میجر ایلارڈ پوٹنجر بلائے گئے کہ وہ میک ناٹن صاحب کی ڈپلومیسی کا رشتہ جو ٹوٹ گیا تھا اس کو پھر جوڑیں اور عہد نامے کے موافق جو برائے نام رہ گیا تھا پھر عہد و پیمان کریں ان صاحب نے بھی اپنے ملیٹری دوستوں سے التجا کی کہ بے ایمان دشمن سے اب عہد و پیمان کرنا بے فائدہ ہے اب بالا حصار میں آخر موسم تک رہنا چاہیئے یا بزور شمشیر خواہ اس میں کچھ ہی جو کھوں ہوں جلال آباد جانا چاہیئے۔ کچھ دیر کے لئے جنرل صاحب

کا ارادہ ہوا کہ بڑا بہادرانہ طریقہ اختیار کریں جس سے عزت قایم رہے۔ مگر شیلٹن صاحب کی ضد نے اُن کی اس بلند ہمتی کو پست کر دیا۔ اور کونسل جنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ اکبر خان اور اُس کے ساتھی جو شرایط پیش کریں۔ اُن کو قبول کرنا چاہیئے ؀

پوٹنجر صاحب نہایت آزردہ دل ہو کر جرنیل صاحب کی ہدایتوں کی تعمیل پر مستعد ہوئے۔ عہدنامہ کی جو ترمیم ہوئی اُسکے موافق یہ شرایط ٹھیریں کہ تمام توپیں سوا ۶ میدانی توپوں کے اور تمام بچی ہوئی بندوقیں ہتھیار اور خزانے کے تمام سکے دشمنوں کے حوالے کیئے جائیں اور میک ناٹن صاحب نے جو پشاور تک بخیر و عافیت پہونچا دینے کے لئے ساڑھے بارہ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ روپیہ دیا جائے ؀

۱۸۴۲ء کی پہلی تاریخ کو صلحنامہ جس پر افغانوں کے اٹھارہ رئیسوں کی مہریں تھیں نظر آیا۔ سپاہ کی روانگی کی مایوسانہ تیاریاں ہونے لگیں اسمیں بد انتظامیوں اور بلوے کی صورتیں نظر آتی تھیں۔ مگر شیلٹن صاحب نے ان کے انسداد سے انکار کر دیا۔ وقتاً فوقتاً بڑی شدت سے برف برستی تھی۔ ہندوستانی سپاہیوں پر اس موسم میں جس سے وہ بالکل نا آشنا تھے جو مصیبتیں ایسی حالت میں پڑنے لگیں وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں کہ پیٹ کو آدھا کھانے کو ملتا ہو اور کپڑا پورا بدن ڈھکنے کو نہ ملتا ہو۔ شاہ شجاع اور کابل کے دوست چیزیں بھیجتے تھے وہ اور پریشانی پر حیرانی بڑھاتی تھیں ؀

پانچویں کو پھر پوٹنجر صاحب اور لارنس صاحب نے جنرل صاحب سے بالا حصار میں چلے جانیکے لئے باصرار التماس کیا جنرل نے کہا کہ نہیں ہم کو مراجعت کرنی چاہیئے اور حکم دیدیا کہ کل صبح کو جلال آباد کی طرف کوچ کیا جائے اور ہر جنگی سپاہی تین دن کا کھانا اپنے تھیلے میں رکھے ؀

سپاہ چھاؤنی میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور حقارت اُٹھا رہی تھی اُسکے خالی کرنے کی منحوس گھڑی آئی کہ ۶ جنوری کو صبح سپاہ روانہ ہونی شروع ہوئی کڑا کے جاڑا پڑ رہا تھا زمین اور پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے سردی نہایت گرم کپڑوں کے اندر بھی جسم کو چھید سے ڈالتی تھی ہندوستانی سپاہیوں اور بھیڑ کے آدمیوں کے نیلے کپڑوں اور ناتوان جسموں کے اندر تو وہ کلیجوں میں تیر لگاتی تھی۔ چھاؤنی سے جو جنگی سپاہ باہر نکلی اس میں چار ہزار پانچ سو مسلح آدمی تھے جن میں ۶۹۰ گورے اور ۲۸۴۰ ہندوستانی پیدل سپاہی اور ۹۷۰ ہندوستانی سوار تھے اور گھوڑ چڑھی ۶ توپوں کے سوار گورے تھے اور اُن کے ساتھ تین بھاری توپیں اور تھیں۔ عہدنامہ میں توپخانہ کی توپوں کی تعداد انگریزوں کے لیئے مقرر کر دی گئی تھی کہ اس سے زیادہ وہ

اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے اس بہادر سپاہ تو بعد وان خوش دل میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ اپنے مقام کو افغانوں کے حملے سے بچا سکتے تھے اور ضرورت کی صورت میں ان پر حملہ کرکے کامیاب ہو سکتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ بدنصیب سپاہ کا دل سرد ہو گیا تھا۔ اس کی ڈسپلن میں شکستگی آ گئی تھی اسکے سردار مردہ دل اور ضعیف القلب ہو گئے تھے اسکے ساتھ بہیر کے بارہ ہزار آدمی پیچھے لگے ہوئے تھے جن میں عورتوں اور بچوں کا بڑا گروہ تھا سپاہ کا ہراول چھاونی سے نو بجے صبح کے روانہ ہوا وہ دریائے کابل پر اس سبب سے رکا کہ عارضی پل اس پر ہنوز نہیں تیار ہوا تھا۔ دوپہر کے بعد ہراول کی سپاہ اسکے پار اُتری اس ہراول کے سپہ سالار شیلٹن صاحب تھے اُن کے ساتھ لیڈیاں اور کمزور اور بیمار آدمی تھے۔ اسلئے سہج سہج سفر ہوتا تھا۔ یہ اول ہی سے ہراول میں بدنظمی تھی کہ بہیر کے آدمی جو کثرت سے چرتل کا اسباب و چیز و بست لئے ہوئے تھے وہ سپاہ کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکے نہیں جا سکتے تھے۔ چھاونی کا جو حصہ انگریزی سپاہ سے خالی ہو جاتا تھا وہ افغانوں سے پُر ہوتا جاتا تھا وہ اپنی خوشی کے نعروں سے ہوا کو پھاڑتے تھے اور ہر طرح کی غارتگری کرتے تھے۔ چھاونی سے ہراول کی باربرداری کے اونٹ دوپہر کے بعد نکلے۔ چنداول کی سپاہ چھاونی سے باہر اس میدان میں جمع ہوئی جو دریا اور فصیل چھاونی کے درمیان تھا۔ افغانوں نے لوٹ کی خوشی کو چھوڑ کر فرنگیوں کو قتل کرنے کی خوشی اختیار کی اور جزایل اُن پر چھوڑنی شروع کیں۔ جب شام کو چنداول کی سپاہ چلی تھی تو ایک افسر اور پچاس آدمی مردہ برف میں پڑے تھے جن کو افغانوں کی آگ نے سرد کیا تھا۔ توپخانہ کے آدمیوں کے مارے جانے کے سبب سے دو توپوں میں کیلیں ٹھونک کر اُن کو چھوڑنا پڑا چنداول کی فوج کے پیچھے جو غازی پڑے اسکے سبب سے اُن کو بہت سا اسباب افغانوں کے لوٹنے کے چھوڑنا پڑا۔ جو افغان لوٹ کے ایسے بھوکے نہیں تھے جیسے کہ انگریزوں کے خون کے پیاسے۔ وہ بے شمار ان سپاہیوں اور بہیر کے آدمیوں کو قتل کرتے تھے جو سپاہ سے جدا ہو کر راہ میں لیٹ جاتے تھے یا اینٹھ جاتے تھے۔ مایوسی کی حالت میں موت کے لئے دعائیں مانگتے تھے اس کی کچھ پروا نہ تھی کہ اُن کو افغانوں کے چھرے ذبح کریں یا سردی اُن کو مردہ بنائے اپنے ساتھیوں سے التجا کرتے تھے کہ ہم کو مارتے جاؤ۔ برف پر بچوں کو مائیں چھوڑ جاتی تھیں آگے سو گز نہ جانے پاتی تھیں کہ خود مر جاتی تھیں ؂

دوسرے دن دو بجے دن کے چنداول کا لشکر درہم برہم حیران پریشان چھ میل پر پڑاؤ پر پہونچا اس چھوٹے سے چھ میل کے سفر کے ختم ہونے سے پیشتر میں لیٹنا پڑا۔ چھاونی کو افغانوں نے آگ لگا دی تھی اسکے شعلے ان کی راہ سفر کی مشعلیں بنتے تھے کافروں کی کسی نشانی کو افغان باقی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ سب کو مٹاتے چلے جاتے

تھے۔ رات کو بڑا شدت کا جاڑا پڑا۔ جو جائیں برف سے خالی تھیں اُن میں سپاہی اور بھیڑ کے آدمی پڑ رہے۔ نہ انکے
پاس کھانے کو تھا اور نہ آگ جلانے کے لئے تھے۔ اور نہ سر پر سوائے آسمان کے کوئی سایہ تھا۔ بہت سے آدمی
لپٹ کر سوئے کہ ایک دوسرے کو گرمی پہونچائیں رات بڑی سرد اور نہایت تاریک تھی۔ بہت سے آدمی اکڑ کے
کے اکڑے رہ گئے بہت سے سرمازدہ ہوگئے۔ وہ چھاونی کی مسرت ناک صبح کی معمولی آوازیں اس غمناک پڑاؤ
میں نہیں سنائی دیتی تھیں۔ جارج لارنس اس غمزدہ حالت کی تصویر یوں کھینچتے ہیں۔ کہ تمام آدمیوں کی خاموشی
سے اُن کی مایوسی اور بے حس و حرکت ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ سپاہ میں نافرمانی شروع ہوگئی تھی شاہ کی ایک پیدل
رجمنٹ اور سیپر ومائنرز سپاہ پہلے ہی سفر کے دن رات میں بالکل بھاگ گئی۔ ساتویں تاریخ کو سفر سپاہ کے لئے
احکام جاری ہوئے۔ بگل نے سفر کے لئے آواز نہیں لگائی۔ سپاہ بھیڑ اور مویشی سب آپس میں گڈمڈ ہو کر اس
طرح چلے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر آئینی جاتا ہے اُن میں کوئی ترتیب و صف بندی سپاہ کی سی نہ تھی آدھے
سپاہی بالکل اپنے کام کے قابل نہ رہے تھے۔ اُن کی انگلیاں ایسی اکڑ گئیں تھیں کہ وہ ہتھیاروں کے تھامنے
کے کام کی نہیں رہی تھیں۔ پہلے دن جو ہراول سپاہ تھی وہ آج چنداول سپاہ بنی جو اسباب و چیز بست چھوڑی
گئی تھی اسکو افغان لوٹ کر چمپت ہوئے۔ اب اُنہوں نے چنداول کی فوج کو ستانا شروع کیا جس کی روانگی
میں تاخیر اس سبب سے ہوئی کہ سامنے بے ترتیب بھیڑ نے آن کر رستہ روک لیا تین پہاڑی توپیں کچھ دیر کے
لئے پیدل سپاہ سے جدا ہوگئیں تھیں اُن کو دفعتاً افغانوں نے آن گھیر لیا۔ این کونٹل صاحب نے ۴۴ رجمنٹ
ملکہ معظمہ کو اُن توپوں کے واپس لینے کے لئے ابھارا مگر اُس نے کچھ بھی نہ سنا۔ گرین صاحب اپنے تھوڑے
سے بہادر توپچیوں کو ساتھ لیجا کر اور بریگیڈیر ان توپوں کے پاس پہونچے۔ لیکن کمک کے نہ پہونچنے سے مجبوراً
اُن توپوں کو دوبارہ کیلیں ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اس سفر میں توپخانے کے گھوڑے ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ
گھوڑ چڑھی توپوں میں سے دو اور توپوں کو میخیں ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اب سپاہ کے ساتھ توپوں کی ایک جوڑی
رہ گئی۔ جس میں ۶ پونڈ کا گولہ چھوٹتا تھا۔ چنداول لڑ رہا تھا کہ افغان سواروں کے ایک گروہ نے قلب سپاہ
پر حملہ کیا اور بہت کچھ مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ اور دور تک لشکر میں ہل چل ڈال دی۔ چنداول کی سپاہ
بالکل غارت ہو جاتی مگر شیلٹن صاحب اس کی کمک کو پہونچ گئے اور اُنہوں نے دشمنوں کو پیچھے ہٹا دیا۔
بت خاک میں اکبر خاں ملا اُس نے اقرار کیا کہ جلال آباد تک سپاہ کو بحفاظت تمام پہونچانے کا حکم مجھے ہوا تھا مگر
اُسنے انگریزوں پر الزام لگایا کہ اُنہوں نے قبل از وقت چھاونی سے سفر کر دیا تھا۔ اُس نے بت خاک میں کل

صبح تک ٹھیرنے کے لئے اصرار کیا کہ وہ سامان رسد مہیا کر دیگا لیکن اسکے ساتھ پندرہ ہزار روپے مانگے اور ٹپنجر اور لارنس اور میکنزی کو اوُل میں دینے کے لئے درخواست کی اور کہا کہ جب تک یہ خبر نہیں آے گی کہ جلال آباد کو سیل صاحب نے خالی کر دیا آگے سپاہ سفر نہ کر سکے گی جنرل کی ہدایت کے موافق افسران مذکور اوُل میں اکبر خان پاس گئے اور اُس نے جو روپیہ مانگا تھا وہ فرمانبرداری کے ساتھ دیا گیا۔ سپاہ نے اپنے ساتھ ساڑھے پانچ دن کی خوراک لی تھی جن میں امید تھی کہ وہ جلال آباد میں پہنچ جائیگی۔ اب دو دن میں اس سپاہ نے دس میل اپنے سفر کے طے کئے دوسری رات آئی جس میں وہی مصیبتیں بھوکے مرنے اور سردی میں اکڑنے اور بیدم ہونے اور مرنے کی آئیں ؂

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اب کوئی پرتل کی خورجی باقی نہ تھی۔ اور نہ آدمیوں کے لئے اور جانوروں کے واسطے خوراک باقی تھی ہر اونٹ پر کئی کئی سواریاں ہوتی تھیں برف عمق میں ایک فٹ پڑی ہوئی تھی۔ پاس کی ندی میں سے پانی لانا اس سبب سے مشکل تھا کہ پانی لانے والوں پر رستہ میں گولیاں ماری جاتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ ایک خیمہ تھا جسمیں ہم نو عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی سوئیں۔ دن کے نکلنے پر سراسر بلائیں ہی سر پر آنی شروع ہوئیں ؂

آئر صاحب اپنا بڑا تعجب اس بات پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دو راتوں کے صرف برف و پالا پڑنے نے سپاہ کو بالکل تخمیر منتظم کر دیا۔ اُس نے بڑے بڑے مضبوط و تنومند آدمیوں کو بالکل ایسا درماندہ اور فرسودہ کر دیا کہ اُن میں خدمت کرنے کی قوت اور قابلیت ہی نہیں رہی۔ سواروں پر ایسی آفت نہیں آئی تھی پھر بھی وہ بیچارے اپنے گھوڑوں پر چڑھائے جاتے تھے۔ حقیقت میں چند سو ہی آدمی قابل خدمت باقی رہے تھے۔ جب دشمنوں کی گولیوں کے چلانے کی آواز آتی تو زندہ آدمی برف کے اندر سے بڑی جد و جہد کر کے پاؤں باہر نکالتے وہ سردی کے مارے اکڑ گئے تھے اُن کے وہ ساتھی بڑے خوش نصیب تھے جو مر گئے تھے۔ لشکر کے عقب میں افغان حملہ کرتے تھے جس تو وہاں کے آدمی دھکا پیل کر کے آگے آتے تھے اور اپنے پرتل کے جانوروں سے بوجھ پھینک کر ساتھ لاتے تھے اور افغانوں کو بیگ زین اور خزانے اور پلیٹ اور اور اسباب سے پٹی ہوئی زمین لوٹنے کے لئے ملتی تھی۔ لیڈیاں پالکیوں اور ڈولیوں میں اب نہیں سوار ہوتی تھیں اور اُن کے اٹھانے کے لئے کوئی کہار زندہ نہ رہا تھا۔ وہ اونٹوں پر کجاووں میں سوار ہوتی تھیں اُن میں بعض بڑی ضعیف و ناتوان تھیں ایک میم صاحبہ کی گود میں پانچ دن کا بچہ تھا ؂

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار تھی جس پر مجھے بڑی سردی لگی تو میں بڑی ممنون ہوئی کہ میس کورٹ سے ایک تام لیٹ شیری شراب کا مجھے پینے کو ملا۔ اگر میں اُسکو کسی اور وقت میں پیتی تو مست ہوجاتی۔ مگر اب اس سے میں صرف گرم ہوگئی۔ بچوں پر سردی کا اثر ایسا تھا کہ وہ شیری شراب کے پیالے پی جاتے مگر اُسکے نشہ کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا ؏

دوپہر کو زندہ آدمیوں اور جانوروں نے پھر ایک دفعہ حرکت کی۔ سپاہ بالکل تتر بتر تھی۔ ہراول کے ساتھ پرتل کا اسباب خلط ملط ہوا تھا۔ اب بڑی مصیبت یہ آئی کہ درہ خرد کابل کی تنگ راہ میں چلنا پڑا وہ پانچ میل لمبا تھا۔ اسکے گرد پہاڑوں کی دیواریں کھڑی تھیں اُن کے اندر ایک پہاڑی ندی زور سے بہتی تھی۔ جس کے کنارے یخ بستہ ہو رہے تھے اس میں جانا موت کے منہ میں جانا تھا وہاں لشکر کا قتل ہونا شروع ہوا۔ ہراول کی سپاہ کے ساتھ چند افغانی سوار ہوئے تھے جن کے لازم اپنے آقاؤں کے حکم سے غلزیوں کو جو بلندیوں پر صف بستہ کھڑے تھے آوازیں دیتے تھے کہ گولیاں مت مارو۔ مگر ان اقوام نے اُن کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا غلزئی پچاس گز کے فاصلہ سے گولیاں مارتے تھے جو قاتل ہوتی تھیں۔ لیڈی سیل صاحبہ کے بازو میں ایک گولی لگی اور تین گولیاں اُنکے کپڑوں میں سے ہو کر باہر نکل گئیں۔ سب سے زیادہ اثر افغانوں کی گولیوں کا ہراول اور چنداول کے سپاہیوں اور پرتل کے آدمیوں پر ہوا۔ اکثر لیڈیاں اونٹوں پر سوار تھیں جن میں سے بعض کو عجیب جان جوکھوں کے واقعات پیش آئے اونٹ کے کجاوہ کے ایک طرف ایک لیڈی صاحبہ اور اُن کا چھوٹا بچہ اور کجاوہ کی دوسری طرف لیڈی صاحبہ اور ایک بڑا بچہ سوار تھے۔ ایک اونٹ کے ایک کجاوہ میں مسز بونڈ اور اُن کا چھوٹا بیٹا۔ اور دوسرے کجاوہ میں مسس وائننگ صاحبہ مع اپنے بچے اور مسس انڈرسن کے بڑے بچے کے بیٹھی تھیں کہ اونٹ کے گولی لگی اور وہ گرا مسس بونڈ کو ایک سوار ہندوستانی صحیح سلامت لے گیا اور انکا بچہ جو دوسرے کے پیچھے بیٹھا تھا وہ سوار مارا گیا اور بچہ افغانوں کے ہاتھ آیا۔ انڈرسن کی لڑکی بھی ماری گئی مسس وائننگ جن کی گود میں ایک بچہ تھا ایک پرتل کے ٹٹو پر چڑھنے لگیں تو اُس پر بوجھ اُتر پڑا تو وہ پیدل چلیں کہ ایک افغان سوار تلوار لے کر آکے پیچھے پڑا۔ اور جس شال میں کہ بچہ لپٹا ہوا تھا اسکو چھیننا چاہا مگر ایک ہندوستانی سوار نے افغان کو مار ڈالا مسس صاحبہ تو پڑاؤ پر پہونچ گئیں مگر سوار جس نے اُن کی جان بچائی تھی مارا گیا ؏

چنداول کی سپاہ پر جس میں ۴۴ پلٹن ملکہ معظمہ کی تھیں بڑا ہولناک حملہ ہوا۔ درہ کی ایک تنگ راہ

میں اسکو ایک سد راہ نے روکا جس کے سبب سے اُسکو ٹھہرنا پڑا - اور اس ٹھہرنے میں اسکو بڑا نقصان پہونچا بڑی بہادری سے گورے مقابلہ کرتے ہوئے درے سے باہر نکلے اور ان میں سے جو زندہ رہے اپنے کیمپ کی جگہ میں پہونچے اس درے میں پانچسو سپاہیوں اور ۲۵ سو کے آدمیوں کا نقصان ہوا - اکبر خاں اور سرداروں کے انگریزوں کو ساتھ لئے ہوئے سوار ہو کر سپاہ کے قدموں پر آگے چلے - اکبر خاں نے اقرار کیا کہ اسکا مقصد یہ تھا کہ آتش افشانی کو دور کرے - لیکن میکنزئی صاحب لکھتے ہیں کہ پوٹنجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میکنزئی تم اس بات کو یاد رکھنا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اکبر خان پشتو زبان میں تو یہ کہتا تھا کہ قتل کرو اور فارسی میں یہ کہتا تھا کہ آتش فشانی کو موقوف کرو ؎

اُن کے آدمی غضبناک غازیوں سے پہاڑیوں کے غاروں میں شام تک چھپائے گئے - جب شام کو نکلے تو وہ ان مقاموں سے گذرے جہاں بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے - تو اُن کو ایک ہولناک مقام سے دوسرا مقام زیادہ ہولناک مقام نظر آیا - تمام لاشیں ننگی پڑی ہوئی تھیں بچوں کے دو دو ٹکڑے ہوئے تھے ہندوستانی سردار اور عورتوں میں بعض یخ بستہ ہو کر مر گئے تھے بہت سے قیمہ قیمہ کئے گئے تھے - بہت سے آدمیوں کے گلے کان سے کان تک کٹے ہوئے تھے ؎

خرد کابل کے پڑاؤ جس میں کوئی خیمہ نہ تھا رات کو برابر برف ریزی رہی - ۹ - تاریخ صبح کو منتشر سپاہ نے سفر شروع کیا وہ ایک میل چلکر ایک دن کے لئے ٹھہرائی گئی اور قیام کا حکم اس سبب سے ہوا کہ اکبر خان نے کپتان سکر صاحب کو بھیجا کہ وہ اُس کی طرف سے یہ امر پیش کرے کہ لیڈیوں اور بچوں کی حالت بڑی قابل افسوس ہے اور مجھے اُن کے ساتھ بڑی ہمدردی ہے وہ سب میری محافظت اور نگرانی میں سپرد کئے جائیں اور جو انگریز متاہل ہیں وہ اپنی بیویوں کے ساتھ چلے آئیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس گروہ کو کچھ تکلیف اب آیندہ نہیں ہوگی - اور سپاہ کے پیچھے اس کو میں عافیت نگاہ میں پہونچا دوں گا - جنرل کو اکبر خان کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہ تھا مگر اُس نے اکبر خاں کی درخواست کو بھی منظور کر لیا - اُن بیچاری عورتوں اور بچوں کو کابل سے روانہ ہو کر ایک وقت کا کھانا بھی نہیں ملا سوا اس کے کوئی اور چارہ نہ تھا - اُن میموں میں سے بعض اپنے بچوں کو جو ابھی پیدا ہوئے تھے ، دودھ پلاتی تھیں - بعض ایسی تھیں جن کے وضع حمل کے دن قریب تھے بعض اُن میں ایسی ضعیف اور ناتوان تھیں کہ جب اونٹ پر کجاووں میں بیٹھتیں تو برف کے مارے کانپتیں اور اُن کے پاس سوائے اس رات کے لباس کے جو انہوں نے چھاونی میں پالکیوں میں سوار ہونے کے وقت پہنا تھا کوئی اور لباس نہ تھا اکبر خاں نے رسد نہیں بھیجی تھی - ۱۰ - کی

صبح کو گرسنہ سرمازدہ شامت نصوہ لشکر نے سفر شروع کیا کثرت سے آدمیوں کے بھاگنے سے وہ قلیل ہو گیا اس نے دو میل سفر خیر و عافیت کے ساتھ کیا کہ وہ ایک تنگ اور تاریک درے میں آیا جو لمبا نہ تھا اُس کا عرض دس فٹ سے زیادہ نہ تھا بلندیوں پر سے افغانوں نے گولیاں مارنی شروع کیں۔ ہراول لڑتا بھڑتا باہر نکل آیا اور اپنی قیام گاہ کبار جبا میں پہونچ گیا وہاں باقی لشکر کا منتظر تھا مگر اُس لشکر کی قسمت میں نہ تھا کہ وہ اس تنگ تاریک درہ سے زندہ نکلتا۔ چند آدمی مشکل سے مرتے گرتے ہراول کے پاس پہونچے اب معلوم ہوا کہ جس قوی توانا بریگیڈ کو کابل کی چھاونی سے سفر کرتے ہوئے چار دن گذرے ہیں اُن میں کتنے زندہ باقی ہیں۔ افغانوں نے گولیوں سے آدمیوں کو مار کر تنگ راستہ کو مردوں اور لڑنے والوں سے بھر دیا۔ ایک طرف غلزیوں نے دری سے نکلنے کا رستہ بند کر دیا اور پہاڑ کے ڈھالانوں پر سے افغانوں نے اوتر کر تلواروں سے آدمیوں کو ذبح کرنا شروع اور جب تک آدمی زندہ رہے اُنہوں نے قربانی کرنا نہ چھوڑا۔ چنداول کی ہندوستانی سپاہ کی رجمنٹ بالکل قتل ہو گئی سوائے دو تین زخمی افسروں کو جو کسی حکمت سے باہر نکل آئے تھے اور ہراول کی فوج سے مل گئے تھے۔

اب سپاہ جو باقی رہی ۴۴ ویں گوروں کی پلٹن میں دو سو سپاہی اور ہندوستانی رجمنٹوں میں بحساب اوسط ہر ایک میں سو سپاہی اور ساٹھ توپچی اور ایک توپ باقی رہی۔ جنرل نے اکبر خاں سے اس حملہ کی شکایت کی کہ باوجودیکہ آپ نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ سپاہ کو آیندہ کوئی تکلیف نہیں پہونچائی جائے گی اس حملہ کرنے کو جایز رکھا۔ اکبر خان نے اپنا نہایت افسوس ظاہر کیا اور عذر کیا کہ کوہستانی غلزئی کو اس حالت میں کہ ان کو خون و لوٹ کی اشتہا ہو انکا اپنا افسر بھی محکوم نہیں بنا سکتا لیکن میں اس بات کی ضمانت کرنے پر راضی ہوں کہ تمام یوروپین افسروں کو جلال آباد تک بخیر و عافیت پہونچا دوں گا۔ اگر وہ سب اپنے ہتھیار مجھے حوالے کر دینگے اور بالکل اپنے تئیں مجھے سپرد کر دینگے۔ جنرل نے اس درخواست پر ناک بھوں چڑھائی اور سفر شروع کیا۔ سپاہ بے ترتیب بھیڑ کے آدمیوں کے مل جانے سے روانہ ہوئی ہفت کوتل سے ڈھالانوں پر اوتر کر تنزین کی گھاٹی میں آنے میں سپاہی کچھ فاصلہ پر اور آدمیوں کے گروہ سے جاتے تھے کہ دفعتاً نئے قسائی اُن کے ذبح کرنے کے لیے آئے اور ڈھلانوں کو مردوں اور قریب المرگوں سے بھر دیا۔

کبار جبا سے تنزین تک سپاہ کے سفر کرنے میں شیلٹن صاحب نے بڑی بہادری کرکے سپاہیوں کو بالکل غارت ہونے سے بچایا اس نے اپنی رجمنٹ کے چند دلیر سپاہیوں کو ساتھ لیا کر غلزئیوں کے حملہ کو رفع

درج کر دیا اور بار کرتے پیچھے ہٹا دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اکبر خاں یہ عہد لینا چاہتا ہے کہ تمام سپاہ ہتھیار دیدے جس اس لیئے ایک مستقل کوشش کر کے چوبیس میل رات کو جلد سفر کر کے جگدلک میں پہونچ جانا چاہیئے تاکہ ہمسایہ ٹیلوں کو پہلے اس سے صاف کر دیں کہ دشمنوں کا وہاں قبضہ ہو۔ یہہ تجویز شیلٹن صاحب کی اختیار کی گئی۔ شب کی اول چاندنی میں چُپ چاپ سفر شروع ہوا۔ اس سفر کی پہلی نحوست یہ تھی کہ توپ جو ایک باقی رہ گئی تھی وہ مجبوری چھوڑنی پڑی سیہ بابا وکنٹن سنگ کے درمیان مہاک تاخیر اسلیئے ہوئی کہ آدمیوں میں چند گولیوں کے پڑنے سے ایسی ہل چل پڑی کہ وہ کبھی آگے آئے اور کبھی پیچھے گئے اُنہوں نے شیلٹن صاحب اور اس کی چند اول سپاہ کا رستہ روک دیا صبح کو جگدلک ۱۰ میل پر تھا اسمیں متصل کی بلندیوں پر افغانوں کا ہجوم ہو گیا شیلٹن صاحب نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے سپاہ کو لڑایا اور ۱۱ تاریخ کی دوپہر کو جگدلک میں پہونچے اور شکستہ دیواروں کے نیچے سپاہ ٹھیری مگر اس کو یہاں آرام لینا نصیب نہیں ہوا۔ افغانوں نے ایسے مقامات پر سے گولیاں مارنی شروع کیں جن سے بچنا مشکل تھا اور مرنا آسان تھا۔ دن بھر طرفین سے گولیاں چلتی رہیں اور افغانوں سے ان کے بعض مقامات چھین لیئے گئے۔ مگر اُنہوں نے پھر اُن کو لے لیا۔ اور گولیاں بڑی شدت سے مارنی شروع کیں ؛

اکبر خاں نے کپتان سکنر کو بلایا وہ جا کر یہ پیغام لایا کہ جنرل الفنسٹن اکبر خاں سے ملاقات کرنے جائے کہ وہ ایک مجلس مشورہ میں شریک ہو اور بریگیڈیر شیلٹن اور کپتان جانسن اول میں جب تک دیئے جائیں کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کرے اکبر خاں کے ارشاد کی تعمیل ضرور تھی۔ بریگیڈیر این کوئی ٹل کو الفنسٹن صاحب کام سپرد کر کے اکبر خاں کے پاس گئے۔ اکبر خاں نے اصرار کیا کہ جنرل الفنسٹن صاحب کو بھی اول میں رکھے۔ جنرل نے کہا کہ میں موت کو اس بے عزتی سے بہتر جانتا ہوں کہ جوکھوں کے وقت میں میں اپنی سپاہ کی حکمرانی پر جدا ہو جاؤں لیکن اکبر خاں پر اُسکے کہنے کا کچھ اثر نہیں ہوا اس نے یہ تجویز پیش کی کہ انگریز جو زندہ بچے ہیں وہ ہندوستانیوں سے الگ ہوں اور اُن میں سے ہر ایک میرے ایک ایک ہمراہی کے ساتھ سوار ہو اس لیئے کہ غلزئی جرگے والے ایسے غضبناک ہو رہے ہیں کہ وہ کسی طرح انگریزوں کے قتل سے باز نہیں آئینگے جب تک اُن کو اس بات کا خوف نہ ہوگا کہ انگریزوں کے قتل کرنے سے ان کے ساتھی افغان بھی قتل ہوں گے لیکن جنرل الفنسٹن اور بریگیڈیر شیلٹن نے غزنی کے خیال سے اکبر خاں کی تجویز کے منظور کرنے میں پس و پیش کیا۔ حالانکہ ان دونوں نے اپنے مقام کو اپنے انبار خانے کے ذخیروں اور خزانوں کو اس حال میں چھوڑ دیا

تھا کہ پانچ ہزار فوج آراستہ دشمنوں کے ہاتھ سے بچنے کے لئے موجود تھی۔ اُنہوں نے بہیر کے آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کرا دیا اور اپنے جنگی سپاہیوں کو بھی ہلاک کرایا کہ دو سو سپاہیوں سے کم رہ گئے تھے۔ اتنی بیعزتیوں کے اُٹھانے کے بعد عزت باقی رکھنے کی گفتگو عجب بے محل اور نامعقول تھی بلکہ باقی آدمیوں کے بچنے کی صرف یہی ایک تدبیر تھی کہ وہ اپنے تئیں محمد اکبر خاں کے حوالہ کر دیتے ؎

دوسرے دن بارھویں تاریخ کو محمد اکبر خاں نے اپنے اُن قیدی مہمانوں کے ساتھ اُن غلزئی سرداروں کے سامنے مباحثہ شروع کیا جو اپنے میر جلا وطن کے بیٹے کے آداب بجالانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اُنہوں نے انگریزوں کے ساتھ اپنی نفرت عداوت کو بڑی خشمناک آوازوں میں ظاہر کیا کہ کافروں کا خون کرنا چاہیئے اکبر خاں نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا کہ اُن کے دل سے یہ عداوت دور ہو۔ مگر اُنہوں نے اُسکے سمجھانے پر کچھ خیال نہیں کیا۔ شام کو آخرکار اس نے اُن کو یہ ترغیب دی کہ دو لاکھ روپیہ لے لو اور انگریزی سپاہ اور آدمیوں کو جلال آباد بخیر و عافیت پہونچا دو۔ مگر انگریزوں پر تقدیر نے موت کا دروازہ کھول دیا تھا وہ کسی طرح بند نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلے اس سے کہ نہ جنرل رہا نہ سپاہ رہی جب اوجالا ہوا تو وادی جگدلک کے نیچے لشکر نے بغیر جنرل مایوسانہ سفر شروع کیا کچھ دیر یوں لشکر بغیر جنرل کے اور جنرل بغیر سپاہ کے رہا۔ جس جگہ اس وادی میں دو پہاڑوں کے بیچ راستہ تنگ تھا وہاں دشمنوں نے دو بڑے کچے مورچے درختوں کے ٹھنوں سے بنا لئے جس کے سبب سے لشکر کا آگے بڑھنا رک گیا۔ اس مورچہ پر چڑھنے میں کوشش کرنے کے اندر دفعۃً ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور افغانوں کا ایک گروہ چھرے اور تلواریں لے کر سپاہیوں اور بہیر پر آن پڑے۔ مورچوں کے آگے مردوں کے ڈھیر لگ گئے چند افسر اور سپاہ کئی کوڑی ان سد راہوں میں سے لڑتے ہوئے باہر نکلے پھر سپاہ نہ رہی گندمک جاتے جاتے سب مارے گئے ایک دو قید ہوئے۔ بارہ افسر جو اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوئے تھے اُن میں سے چھ فتح آباد پہونچے۔ بعض دہاتیوں نے اُن کو خوراک دی وہ اُسکو کھاتے تھے کہ دو ان میں سے قتل کئے گئے تین کا تعاقب کیا گیا۔ اُنکو بھی جلال آباد سے چند میل کے فاصلہ پر پکڑ کر مار ڈالا۔ اُن میں سے صرف ڈاکٹر برائی ڈن جو بھوک اور تکان اور زخم شدید کے سبب سے نیم جان ہو رہے تھے اپنے تیز ٹٹو پر سوار ہو کر قلعہ جلال آباد میں پہونچے۔ سیل صاحب نے اس قلعہ کو جاڑے تک بچائے رکھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ ۶- جنوری کی صبح کو جو ہزاروں آدمی کابل سے جلال آباد میں جانے کے قصد سے روانہ ہوئے تھے اُن میں سے ۱۳ جنوری ۱۸۴۲ء کو جلال آباد میں صرف ڈاکٹر برائی ڈن صاحب پہونچے کہ وہ اپنی ہم وطنوں

کی کہانی سنائیں کہ اُن پر کیا کیا گذری ہے ؎

سرہنری ڈیورینڈ صاحب لکھتے ہیں کہ اس پولیسی کا یہ خاتمہ تھا جس میں کہ سچ کی ہنسی اُڑائی جاتی تھی اور رلے صواب پر جوتی کی نوک ماری جاتی تھی - دور کی جلوہ گاہیں پبلک کی رائے کو سراب نمائی کرتی تھیں - اس پولیسی کا ناتواں ہونا خواہ وہ کیسی بڑی بد و پر خطا ہو اسکے ایجنٹوں کے انتخاب کے سبب سے پیدا ہوا ہے جو اپنے کام کے لائق نہ تھے - میک ناٹن صاحب کی خوش طبعی کے ساتھ راست بازی - الفنسٹن صاحب کی جسم و دماغ کی ناتوانی - شیلٹن صاحب کی سفیہانہ ہٹ سول اور ملیٹری افسروں کے درمیان مخفی مخالفت سیل صاحب کا عین وقت پر امداد سے انکار کرنا - ان سب باتوں نے اس حادثہ کی صورت پیدا کی جس کے خیال سے ہمارے آیندہ نسلیں حب الوطنی کے سبب خجل اور شرمندہ ہونگیں ؎

کابل پر جو ناحق بے ڈھنگا حملہ کیا گیا اسکے قدرتی سلسلہ نتائج سے کابل کی سپاہ کا بالکل غارت ہونا پیدا ہوا - یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کی پولیسی پر ایسے وقت سے پھٹکار پڑنی شروع ہوئی کہ بالاحصار میں سرکار انگریزی کی سپاہ شاہ شجاع کے ساتھ گئی - اس پھٹکار نے میک ناٹن صاحب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی کہ اُن کو شاہ شجاع کا عام خلایق کا ناپسند کرنا نظر نہ آیا - سرلوبائی کوٹن نے چھاونیوں کے لئے بدترین مقام پسند کیا جس میں بیمار بڈھا جنرل اس عہدے پر مقرر ہوا جس کو وہ خود جانتا تھا کہ میں اس کے لئے نامناسب ہوں -

لارڈ آک لینڈ نے برخلاف کمانڈر انچیف سرنگولس کے الفنسٹن صاحب کو مہم افغانستان میں سپہ سالار مقرر کیا تھا - وہ ۲ نومبر کے بلوے سے پہلے بیماری کی رخصت لے کر ولایت جانے کو تھے - اُن کی غلطیوں کے سبب سے بڑے بڑے بہادر افسروں کو بیوقوف بننا پڑا - جو سپاہ غارت ہوئی اسمیں سے ایک سو بیس مرد عورتیں بچے جو محمد اکبر خاں کی قید میں تھے - ایشیا میں سرکار انگریزی کی سپاہ پر کبھی ایسا حادثہ جانکاہ واقع نہیں ہوا تھا - اس کی خبر سے ہر ایک انگریز کا دل لرزتا تھا اور ہندوستان کے ہر بازار میں اس کا چرچا رہتا تھا - لیکن نہ رئیسوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی سازش کی نہ اُن سے عام رعایا کے دل میں بغاوت کا خیال آیا - انگریزوں کو اس بات سے بڑی تسلی ہوتی تھی کہ انگلینڈ کی عزت کے برقرار رکھنے والے اُن کے ہم وطن ناٹ اور رالنس قندھار میں اور سیل اور مینی اور بروڈفٹ جلال آباد میں اور ہنری لارنس وکلرک و میکسن پنجاب میں موجود ہیں ؎

باب پنجم

جنگ افغانستان کا آخر کام

جب لارڈ آک لینڈ کو معلوم ہوا کہ افغانستان کی سپاہ بالکل معدوم ہوئی تو اُن کی زندگی نہایت تلخ ہوئی
اُن کے ولایت جانے سے چند ہفتے پہلے افغانستان کی پولیسی کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ جس سے لارڈ آک لینڈ کی سلی
نیک نامی ہمیشہ کے لئے خاک میں مل گئی۔ ۳۔ جنوری ۱۸۴۲ء کو کلکتہ سے اُنہوں نے ایک جنرل اورڈر جاری
کیا جسمیں اُنہوں نے بیان کیا کہ یہ مصیبت اور آفت انگریزی سپاہ پر واقع ہوئی ہے وہ ایک جزوی انقلاب ہے
اور اُس کے سبب سے ایک نیا موقع ہاتھ لگا ہے کہ اپنی قوت انگلشیہ از سر نو اپنے اقتدار اور عظمت کو اپنی ہندوستانی
سپاہ کو اپنی دلیرانہ اولوالعزمی کو دکھائے" لیکن گورنر جنرل کے دل پر تاریکی چھاگئی کہ اُن کو بہت جلد جنگ کرنے کا
خیال بالکل جاتا رہا اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اسکے سوا کوئی خیال نہ تھا کہ جسقدر جلد ہو سکے افغانستان
سے تمام انگریزی سپاہ باہر نکال لیجائے اس کو فتحیاب شکستہ خاطر کو یہ خیال ہی نہیں آتا تھا کہ یوروپ اور ہندوستان
میں اپنے اغراض کے لئے ہم یہ ثابت کریں کہ افغانستان میں شامت زدہ اور بداقبال ہونے سے نہ ہماری قوت
میں کوئی ضعف اور نہ ہماری صلاح اور مشورے اور تدابیر میں کوئی فتور آیا ہے۔ اُس نے جو خط سر نکولس اور جارج
کلارک پولٹیکل ایجنٹ انبالہ کو لکھا اس کا منشا یہ تھا کہ اگر زیادہ سپاہ خیبر سے پرے بھیجی جائے تو وہ کوئی
کام سوا اسکے نہ کرے کہ سر روبرٹ سیل کی اعانت کر کے سپاہ قلعہ نشین کو پشاور میں لے آئے۔ کرنیل وائلڈ کا
برگیڈ فیروز پور سے نومبر کے آخر میں روانہ ہوا۔ ستلج سے پشاور تک تین سو میل سفر کرنے میں ایک مہینہ لگ گیا۔
۱۵۔ جنوری کو دو رجمنٹیں علی مسجد کے قلعہ میں پہونچیں۔ چار روز بعد وائلڈ صاحب کا باقی برگیڈ روانہ ہوا جس سے
خیبر میں کوہستانی آدمیوں سے لڑائی ہوئی۔ سکھوں سے جو پشاور میں چار توپیں مستعار لی تھیں وہ سب پھٹ
گئیں سپاہ میں بیدلی اس سبب سے پھیلی کہ ساتھ بھاگ گئے وائلڈ صاحب کے بھی ایک زخم لگا۔ علی مسجد سے بھی
سپاہ جمرود میں واپس چلی آئی ؂

ناٹ صاحب کے پاس دو قوی برگیڈ تھے اُن سے اُنہوں قندھار پر اچھی طرح قبضہ کر رکھا تھا جو کوئی
خوفناک امر اُن کو پیش آتا اس کا وہ خوب مقابلہ کرتے۔ اُن کا پرانا دشمن اکبر خان اور اُس کے ساتھ ہمسایہ کے اور

رؤسا اور شاہ شجاع کا رشتہ مند صفدر جنگ میدان جنگ میں آئے قندھار سے پانچ میل کے فاصلہ پر ارغنداب میں جہاں دشمنوں کے لشکروں کا جماؤ تھا۔ ناٹ صاحب نے حملہ کیا اور ڈیڑھ گھنٹے میں اُن کو شکست دے کر بھگا دیا۔ چاروں طرف سے دشمن اُسکو گھیرے ہوئے تھے اور قندہاریں بھی اُس کے برخلاف سازشیں ہو رہی تھیں اس حال میں بھی اس نے اپنے مقام کو استوار بنایا۔ اور رسد کا انبار جمع کیا۔ جب دشمنوں کے سرداروں نے قندھار کے خالی کر دینے کا وہ حکم اُن کو دکھایا کہ جس پر پوٹنجر اور الفنسٹن صاحب کے دستخط تھے تو اس دلاور سپہ آرا نے فرمایا کہ ہم پر کسی حکم کی تعمیل جو ہماری گورنمنٹ کا نہ ہو واجب نہیں ہے۔ سپاہ تنومند و توانا ایسے افسر کے ماتحت تھی جو اُن کو لڑانا جانتا تھا۔ اور اور افسر بھی اُسکے ساتھ دلیر دلاور موجود تھے ؎

ناٹ صاحب نے شہر قندھار سے ہزار کبنوں کو باہر نکال دیا اور ایک بڑی سپاہ ساتھ لے کر دو دشمنوں کے تعاقب میں گیا۔ جتنا وہ آگے بڑھتا گیا دشمن پیچھے ہٹتے گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ تین روز سے کوئی دشمن بندوق کی گولی کے فاصلہ پر نظر نہیں آتا۔ تو اُس نے جانا کہ میں بہت دور چلا آیا۔ اسی رات کو دشمنوں نے قندھار کے تین دروازوں پر حملہ کیا اور ایک دروازے کو جلا دیا چار گھنٹے تک لڑائی رہی۔ افغانوں نے شکست پاکر مراجعت کی اور کئی سو آدمی اُن کے مارے گئے۔ اور کئی اور لڑائیاں ہوئیں جن سے افغانوں نے انگریزی قوت کے ادب کرنے کا سبق سیکھ لیا ؎

غزنی میں کرنیل پامر سپاہ کے ساتھ حصار نشین تھا۔ یہاں سپاہ کو آدھی خوراک ملتی تھی وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ اور لکڑیاں جلانے کو نہ تھیں۔ سردی نے بہت ستا رکھا تھا۔ ۶۔ مارچ کو کرنیل پامر صاحب مع سپاہ کے حصار سے باہر نکلے کہ ان سے افغانوں نے اقرار کیا تھا کہ پشاور میں اُن کو عافیت کے ساتھ پہونچا دینگے۔ لیکن اُن پر غازیوں نے حملہ کیا جب سپاہ نے بھاگنا شروع کیا تو افسروں نے ہتھیار دیدیئے اور وہ مقید ہوکر کابل روانہ ہوئے ؎

جلال آباد کے اندر سیل برگیڈ جاڑے کے موسم میں اپنی جگہ جما رہا تھا۔ ۱۳۔ نومبر کو اس نے دیکھا کہ یہ قلعہ بالکل کھنڈروں کا ایک ڈھیر ہے اسکے گرد ہزاروں افغان مسلح جمع ہو رہے ہیں لیکن کرنیل موں ٹیتھ نے گیارہ سو سپاہیوں کو قلعہ سے باہر لیجا کر دور تک افغانوں کو بھگا دیا۔ کپتان بروڈفٹ انجنیر نے قلعہ کی مرمت اسکو درست کیا۔ پہلی دسمبر کو کرنیل ڈینی نے افغانوں کے جگھٹ کو پریشان کیا۔ اس وقت دو طرح کی محنتیں سپاہیوں کو اور زیادہ کرنی پڑتی تھیں ایک قلعہ کی مرمت کرنے میں دوسرے رسد کے بہم پہونچانے

میں۔ موسم بھی کابل کی نسبت اچھا آگیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پلٹنے کو ہے اور ادبار کی جگہ اقبال آنے کو ہے جلال آباد میں ابھی ڈن صاحب ابھی نہیں آئے تھے کہ قلعہ نشین سپاہ کے پاس یہ حکم آیا تھا کہ سپاہ قلعہ کو خالی کر کے ہندوستان کو چلی جائے اس لئے کہ کابل میں جو عہدنامہ لفنسٹن صاحب نے کیا ہے اس کے شرایط میں یہ ایک شرط ہے کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کر دے۔ مگر جنرل سیل نے ایسی شرایط کی پابندی کو لازم نہ جانا جو میک ناٹن اور لفنسٹن کے گلوں پر چھری رکھ کے لکھائی گئی ہوں ؛

جنرل سیل صاحب کی نیت اس معاملہ میں صاف اور راست تھی کہ اس قلعہ کو گورنمنٹ کی طرف سے اپنے قبضہ میں جب تک رکھوں گا کہ گورنمنٹ اسکے خلاف کوئی حکم صادر کرے۔ سیل صاحب کی یہ نیت تاریخ میں بڑی وقعت رکھتی ہے جس پر آئندہ ہم افغانستان کا سارا مدار تھا۔ ۱۹ فروری کو ایک زلزلۂ عظیم آیا جس سے قلعہ کی عمارت کو وہ نقصان پہونچا کہ حال کی خوفناک توپیں بھی وہ نقصان نہیں پہونچا سکتی تھیں مگر بروڈفٹ صاحب کے سیپر ومائنر نے اور سپاہیوں کی مدد سے قلعہ کی سب طرح کی مرمت کر لی اسکے دروازے پر اپنے مورچے جمالئے۔ دیواروں کی دراڑوں کو بند کر دیا۔ سپاہ باہر جاتی اور رسد کا انبار ساتھ لاتی۔ ۱۰ مارچ کو میاک ڈینی صاحب نے حملہ کر کے افغانوں کی سپاہ کو ایک دفعہ اور بھگایا۔ زلزلہ کے نو دن بعد نیا گورنر جنرل کلکتہ میں آیا اور اسل اک لینڈ سے اس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی دو ہفتہ کے بعد لارڈ اک لینڈ نے اپنے گھر کی راہ لی اسکے جسم و روح دونوں اس سبب سے ضعیف ہو گئے تھے کہ اس پولیسی میں ناکامیابی ہوئی تھی جس کے اختیار کرنے کے لئے اسکو ترغیب اس کی بہترین رائے کے برخلاف دی گئی تھی ؛ اس کا کوشش اسکے اختیار کرنے کے لئے سرگوشی کرتا تھا۔ مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ میں افغانستان کو اس طرح چھوڑوں جیسے کوئی فاتح بزرگ اس کو چھوڑتا ہے۔ چھ برس تک خوش حال اور مالدار ملک پر حکومت کرنے آیا تھا۔ اب جاتی دفعہ اس کو خزانہ بالکل خالی اور قرض بہت بھاری ورثہ میں دے گیا۔ افغانوں کی دیوانہ وار پولیسی میں ایسا گرفتار رہا کہ ہندوستان کی اصلاحوں کے لئے فرصت کم ملی۔ اس نے تعلیم کے باب میں ایک عمدہ مراسلہ لکھکر بھیجا۔ سائنس کی اشاعت کے لئے بھی اعانت کی اس نے عدالتوں میں جو شہادت کے لئے مسلمانوں سے قرآن اور ہندوؤں سے گنگا جلی اٹھوانے کا قاعدہ تھا اس کو موقوف کیا اور ان دونوں کی جگہ عدالت میں قانوناً یہ حلف مقرر کیا کہ گواہ یہ کہے کہ میں خدا تعالے کو حاضر و ناظر جان کر ایمان سے اقرار کرتا ہوں کہ جو میں جانتا ہوں اس کو سچ سچ کہونگا۔ ایک بڑا کام جو اس نے کیا وہ

تاریخ میں یادگار رہے گا کہ ۱۸۴۲ء میں مندروں کا اور اُن کے اندرونی معاملات اور بیرونی انتظامات کا اہتمام جو برٹش گورنمنٹ کے ذمے تھا اسکو موقوف کردیا۔ اور تیوہاروں میں جو جاتریوں سے محصول لیا جاتا تھا اور مندروں میں جو چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا اور یہ آمدنیاں ملک کی آمدنیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ اُن سے گورنمنٹ دست کش ہوئی۔ ہندوستانیوں کے تیوہاروں میں سرکار کمپنی کی سپاہ کا اور سول افسروں کا جانا موقوف کیا گیا۔ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاتریوں سے ٹیکس لی جاتی تھی۔ جس کا جمع کرنا بھی آسان تھا۔ اسمیں کسی کو تکلیف بھی نہیں پہونچتی تھی مگر بعض عیسائیوں کو اس طرح بتوں اور بت خانوں سے گورنمنٹ کا تعلق رکھنا برا معلوم ہوتا تھا۔ موقوف کیا گیا گو وہ ملک کی آمدنی کا صیغہ تھا ؎

لارڈ آکلینڈ کے جانشین لارڈ ایلن برا ہوئے جو اُسوقت انگلینڈ میں بورڈ اوف کنٹرول کے پریسیڈنٹ تھے اور ہندوستان کے معاملات سے خوب واقف تھے وہ لشکرگاہ میں رہنے کی زندگی کو پسند کرتے تھے۔ اُن کی زبان میں اُن کی اولوالعزمیوں میں اُن کی پولیسی میں ایک خاص مشرقی پن تھا۔ وہ اعلی درجے کے فصیح بیان و مدبر تھے اُن سے توقع تھی کہ وہ اپنے ملک کی سپاہیانہ عزت کو برقرار رکھیں گے کابل کی شرمندگی کو مٹا کر انتقام لینگے ❖

نومبر ۱۸۴۱ء میں کورٹ ڈائرکٹرز نے جب ان کا جلسہ وداعی کیا تو اُنہوں نے کہا کہ میں جنگ افغانستان غلطی اور گناہ جانتا ہوں۔ میں ہندوستان میں جنگ و رزم سے بیزار رہوں گا اور آشتی اور صلح سے کام رکھونگا جسوقت وہ مدراس میں آئے تو اس پریسیڈنسی کی سپاہ میں بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ سپاہ کے بھتے اور پنشن کے قاعدوں میں جو ناوقت تغیرات ہوئے تھے۔ سپاہ اُن سے سخت ناراض تھی۔ اس ناراضی نے ایک جگہ تو کھلی بغاوت کا رنگ پکڑا تھا اور وہ ہندوستانی رجمنٹیں جن کو مہم چین میں جانے کا حکم ہوا تھا وہ دلیں باغی ہوگئی تھیں گو ظاہر میں باغی نہ تھیں۔ لارڈ ایلن برا کے آنے نے مدراس گورنمنٹ کو سپاہ کی بغاوت کی آفت سے بچا لیا۔ سپاہ سے اقرار کئے گئے کہ آیندہ ان کے بھتے وغیرہ کے باب میں تحقیقات کی جائے گی ؎

مہم افغانستان میں یہ بڑا دانشمندانہ کام لیا گیا کہ سپاہ سالار جنرل پالک مقرر ہوا جس کو ہندوستان کی لڑائیوں کا چالیس برس سے تجربہ تھا وہ آگرہ سے بہت جلد پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب گورنر جنرل کلکتہ میں آئے تو اُن کے پاس یہ خبر آئی کہ کلارک صاحب نے جلدی کر کے سپاہ فیروزپور سے پشاور بھیجی تھی جنرل پالک نے یہاں آکر دیکھا کہ وہاں کی چار رجمنٹیں بالکل کام کی نہیں اُن کے آدھے سپاہی تو اسپتال میں پڑے

لارڈ ایلن برا کا عہد حکومت

ہوئے ہیں اور باقی اے وٹ بابئیل سکھوں کے باغیانہ غصوں میں مبتلا ہیں وہ درہ خیبر سے ایسے ڈرے ہوئے ہیں کہ اُسکے اندر جانا نہیں چاہتے اور بعض انگریزی افسر بھی اُن کے ہم خیال ہیں۔ پشاور کے گرد سکھوں کی سپاہ ایسی گستاخ و بے ادب ہے کہ وہ اپنے افسروں کے حکم کی بھی اطاعت نہیں کرتی۔ شیر سنگھ جو ابھی کھڑک سنگھ کا جانشین ہوا تھا وہ کلارک صاحب کی اُن درخواستوں پر جو کمک اور رسد کے وعدوں کے ایفا کے باب میں کی جاتی تھیں کم توجہ کرتا تھا۔ میکسن صاحب کی پیش کشوں اور وعدوں کو خیبر کی آفریدی قومیں سنتی تھیں وہ درہ خیبر میں انگریزی سپاہ کے رستہ روکنے کے لیئے حتی المقدور تیار تھیں۔ سیل صاحب جو پالک کی امداد کی درخواستیں کرتا تھا تو پالک صاحب اس کو یہ جواب دیتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہوگا میں امداد کروں گا۔ تم بتاؤ کہ جلال آباد کو کتنے عرصہ تک بچائے رکھوگے۔ قندھار سے وسط جنوری تک کچھ خیر خبر نہیں آئی۔ پالک صاحب کمک کے منتظر تھے جسکے بغیر وہ آگے جانا نہیں چاہتے تھے۔ لاہور میں کلارک صاحب فرمان روائے پنجاب سے استعانت کی استدعا کر رہے تھے کہ جس میں دونوں کا بھلا تھا۔ ۱۵۔ مارچ کو لارڈ ایلن برا نے سر جیسپر نکولس کو ایک خط میں صاف صاف اپنی پولیسی لکھبھیجی کہ میرا مقدم فرض یہ ہے کہ افغانستان میں سرکار انگریزی کی جو سپاہ ہیں موجود ہیں اُن کی سلامتی کے لیئے خبرگیری کروں۔ اور مطلب عظیم یہ بھی ہے کہ افغانوں کو اُن کی عہد شکنی اور گزند رسانی کی سزا دیکر انگریزوں کی سپاہیانہ ناموری کو دوبارہ قائم کروں۔ اس کام کے کرنے کے بعد پھر ہم یہ خیال کرینگے کہ افغانستان سے اپنی سپاہ کو بلا لیں اس سے ہم کو اطمینان ہوگا کہ جس شخص کو ہم نے پادشاہ بنایا ہے اس کو وہ قوم جس کا وہ پادشاہ بنا ہے اپنا پادشاہ بنانا نہیں چاہتی۔ وہ اس کا پادشاہ نہیں ہو سکتا) جو سپاہ محصور ہو رہی ہے اُس کی اعانت کرنے کے بعد کابل کے قیدیوں کا چھڑانا ہے جو ایک بڑی بات ہماری عزت کی اور دلی رنج دور کرنے کی ہے اس نے سر نکولس سے کہا کہ وہ ایک لشکر عظیم الشان ستلج پر جمع کرے جس سے کہ ہماری قوت و اقتدار کا اظہار سکھوں پر بھی ہو اور ہمارے سپاہیوں کے دلوں میں بھی ہمارا اعتبار پیدا ہو ٭

آخر کو پالک صاحب کو کلارک صاحب اور سر ہنری لارنس سمجھا سمجھا کر آگے لے گئے دو مہینوں میں پالک صاحب نے اپنی تحمل طبیعت اور فرزانگی کے سبب سے ولڈ صاحب کے بریگیڈ کو درست کر لیا اور جتنے سپاہی اُنکے ماتحت تھے اُنکے دلوں میں اپنا اعتبار پیدا کیا۔ گلاب سنگھ راجہ جو ابھی اپنے زبردست انگریزوں کے ساتھ اعانت کرنے پر مستعد ہو گیا وقت پر انگلش ڈریگونش اور گھوڑ ولی کا توپخانہ آ گیا (ڈریگونس اُن سپاہیوں کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں

پیدل اور سوار دونوں کا کام دیں) غرض پالک صاحب کو سب طرح سے کامیابی کی امید ہو گئی تو وہ خیبر پر بڑھے ؎

۱۵- اپریل کو صبح کی تاریکی میں سپاہ نے درہ خیبر کی طرف کوچ شروع کیا۔ بڑے بڑے پتھروں سے اور مٹی میں درختوں کے ٹہنوں کے گاڑنے سے درہ میں راہ بند کی گئی تھی۔ پہاڑ کی بلندیوں پر خیبری آفریدیوں کا ہجوم تھا دو قوی رجمنٹیں چڑھائی گئیں انہوں نے آفریدیوں کو سب مقامات سے بھگا دیا اور قلعہ علی مسجد کو بھی اُن سے خالی کرا لیا۔ یہ قلعہ سکھوں کو سپرد کر کے ۷- تاریخ کو پالک صاحب درے کے اندر پچیس میل لڑتے ہوئے گئے اُن ابتدائی لڑائیوں میں اُن کے ایک سو پینتیس سپاہی مقتول اور مجروح ہوئے ؎

۷- اپریل کو تین کالم اٹھارہ سو سپاہیوں کے اور توپ خانہ اور سوار جن میں افسر ڈینی و مونٹ ٹیتھ وہیولک تھے۔ دشمنوں کی چھ ہزار سپاہ پر حملہ آور ہوئے اور دو گھنٹے میں اکبر خاں کی سپاہ کو مار کر تتر بتر کر دیا۔ مگر اس فتح کی خوشی میں یہ رنج ہوا کہ ڈینی صاحب جو ہمیشہ سب سے آگے اپنا قدم بڑھاتے تھے قتل ہوئے اور دا ور سپاہی سات مقتول اور ستر زخمی ہوئے بس اب یہ اندیشہ بالکل باقی نہیں رہا کہ اکبر خاں جلال آباد کا محاصرہ کریگا۔ اس فتح نمایاں کے جلد دیں لارڈ ایلن برا نے سیل صاحب کو خطاب نامور کا دیا۔ اب سیل صاحب کی سپاہ پالک صاحب کے تحت ہوئی۔ اور پولٹیکل خدمات سے سول افسر موقوف ہو کر اُن کے سرکاری کام پالک اور ناٹ کو سپرد ہوئے۔ اس وقت گورنر جنرل کے دل میں یہ خیال آیا کہ مہم افغانستان میں پہلے جو بُرے نتائج ظہور میں آئے تھے اُس کا سبب یہ تھا کہ مہم کے اختیارات سول اور ملیٹری افسروں کو دے گئے تھے اُن کے اختلاف آرائے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی تھیں۔ جب ایسے دو لایق جنگی افسر میدان جنگ میں موجود ہوں تو سول افسروں کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ دو ملانوں میں مرغی حرام ؎

جب لارڈ ایلن برا نے سنا کہ دشمنوں نے غزنی لے لیا اور انگلنڈ صاحب جو ناٹ صاحب کے پاس خزانہ اور رسد لئے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ تھوڑی سی سپاہ بھی تھی اُسکو وادئ پشین کے اندر ہیکل زئی میں شکست فاش ہوئی تو لارڈ ایلن برا کا جو مقصد میدان جنگ میں آگے بڑھنے کا تھا۔ اُس میں اُن کو تذبذب پیدا ہوا۔ اُنہوں نے اور افسروں کے پاس جو میدان جنگ میں تھے ایسے احکام بھیجے۔ جن کا مقصود یہ تھا کہ افغانستان سے سب انگریزی سپاہی جلدی سے واپس چلے آئیں۔ اُنہوں نے اسوقت میں سپاہ کے معاملات پر نظر کرنے میں اپنے مورخہ ۱۵- مارچ ۱۸۴۲ء مذکورہ بالا کے مضامین اخلاقی اور پولیٹکل

سے قطع نظر کی۔ جونہیں ناٹ صاحب قلات غلزئی کی کمک رسانی سے فارغ ہوئے۔ اُن کو ہدایت کی گئی کہ اگر وہ کابل کی طرف آگے نہ بڑھے تو قندھار سے کوئٹہ میں جلد واپس آنے کی تدابیر کریں اور جلد واپس چلے آنے میں کوئی اندیشہ اکبر خاں سے قیدیوں کے چھڑانے کے عہد و پیمان کرنے میں نہ واقع ہو تو حتی الامکان پشاور میں اپنی سپاہ کو واپس لائیں۔ اس بیان سے پالک صاحب صاف صاف سمجھ گئے کہ لارڈ ایلن برا کی رائے یہ ہے کہ سلامت روی کا طریقہ یہ ہے کہ سپاہ کو بہت جلد درۂ خیبر کے اُن مقامات میں لے آنا چاہیئے کہ جہاں سے ہندوستان میں آمد و رفت آسانی سے ہو سکے۔ چند ہفتوں تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی لشکر کا عزت کا حاصل کرنا اور زندانیوں کو زندان سے نکالنا اس لایق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ جو نقصانات اور جانوروں کی قربانیاں اب تک ہو چکی ہیں اُن پر ذرا سا بھی اضافہ کیا جائے ؂

یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ پالک صاحب نے ان دونوں ہدایتوں کی تعمیل میں تاخیر کی وہ اسکے برخلاف کچھ بڑبڑائے نہیں گو وہ ان کے لشکر کے ہر سپاہی کو تلخ و ناگوار معلوم دیتی تھیں بلکہ اُنہوں نے یہ دانائی اور ہوشیاری کی کہ اُن کی تعمیل کے لئے یہ عذرات بیان کئے کہ گاڑیاں موجود نہیں قیدیوں کو چھڑانا ہے اور سب سے زیادہ پاس اور لحاظ برٹش خصائل کا ہے یہ ضروری دلائل اُنہوں نے اپنے قیام کے لئے جہاں وہ تھے یا چند منزلیں آگے بڑھنے کے لئے بیان کیں۔ کابل کی طرف آگے بڑھنے کے لئے ناٹ صاحب کی مشارکت ضرور تھی اور وہ بغیر اپنی قوت اور اقتدار ثابت کئے قندھار کو چھوڑنا آسان نہیں جانتے تھے ؂

قندھار میں جب مراجعت کرنے کا حکم آیا ہے تو رالنسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے بجلی اُن پر آن کر گری ہے ناٹ صاحب جانتا تھا کہ مجھے اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اختیار نہ تھا۔ وہ ایک عمدہ سپاہی کی طرح اُسکی تعمیل کے لئے جب تیار ہوا کہ جوانمرد کرنجی صاحب کو اعانت کرکے آفت سے بچائے اور سپاہ کے لئے ضروری باربرداری کا سامان بہم پہونچائے۔ ہندوستانی سپاہ کا برگیڈ واقعی بڑا شاندار تھا۔ وہ خجالت سے پرے رہوں کو اس لئے صاف کر رہا تھا کہ انگلینڈ صاحب کا برگیڈ قندھار کی طرف آگے بڑھے وہ ۱۹ مئی کو کچھ اور سپاہ کے ساتھ اس لئے بھیجا گیا کہ کرنجی صاحب کے حصار نشین سپاہ کی مدد کرے اور قلات غلزئی کو مسمار کرے۔ باربرداری کی مشکلات اور گرمی برسات میں سپاہ کے سفر کرنے کے اندیشوں کے سبب سے گورنر جنرل نے اپنے احکام کی تعمیل پانچ یا چھ مہینے کے توقف کرنے کی اجازت دیدی ؂

لارڈ ایلن برا کے مراسلات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے چھڑانے کی پروا گورنمنٹ کو نہ تھی جنرل پالک بڑی جدوجہد کرتے تھے کہ ہندوستان میں سپاہ کی مراجعت سے پہلے قیدیوں کو چھڑا لیں۔ انہوں نے اس عمدہ خدمت کو سر رو بربٹ سیل کو سپرد کیا تھا جن کی بی بی مقید تھیں۔ برخلاف امید یہ قیدی بڑی آسانی سے رہا ہو گئے۔ ان قیدی لیڈیوں کی حرمان نصیبی عجیب وغریب تھی وہ جلدی جلدی ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں بھیجی جاتی تھیں۔ اکبر خاں کو جب جلال آباد میں بالکل شکست ہوئی تو اس نے ان قیدیوں کو بدیع آباد سے کابل کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ جلال آباد سے دور ہو جائیں یہ قیدی کبھی سردی میں اکڑتے تھے اور کبھی گرمی میں تپتے تھے کھانا ان کو برا ملتا تھا۔ مکان رہنے کو ایسے ملتے تھے جن کے مقابلہ میں مہذب ملکوں کے جیلخانے عشر تکدے معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ خوف ورجا میں رہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ ہم پر آیندہ کیا گذرے گی مگر اُن کی علو ہمت جرأت اور عالی حوصلگی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ عورتیں نہایت مصیبت وجان جوکھوں کے وقتوں میں اپنے بچوں کو ہشاش بشاش ہو کر کھلاتیں وسلاتیں اور ان کو خوش کرتیں۔ جب اُن قیدیوں کا سفر بدیع آباد سے ہوا تو راہ میں ۲۴- اپریل کو جنرل الفنسٹن صاحب کا انتقال ہوا اُن کی ٹانگ میں زخم لگا تھا وہ اچھا نہ ہوا۔ اس کی تکلیف نے اور ناکامی کے رنج والم نے انکا خاتمہ جلد کر دیا۔ جارج لارنس لکھتے ہیں کہ انہیں ایسے محاسن اخلاق تھے کہ ہم سب انکی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ محمد اکبر خاں نے جو فیاض وحشی دشمن تھا اُس کی نعش جلال آباد میں بھیجدی۔ اسی زمانہ میں بد نصیب شاہ شجاع جس کو انگریزوں نے بڑی دھوم دھام سے اُسکے باپ دادا کے تخت پر بٹھایا تھا کابل میں ۵- اپریل ۱۸۴۲ء انگریزوں کے ایک بڑے پکے معزز دوست نواب زمان کے بیٹے نے مار ڈالا اُس کی لاش سے شاہانہ لباس اور جواہر اُتار کر ایک خندق میں پھینکدیا۔ مورخین اس سوال پر بڑا مباحثہ کرتے ہیں کہ شاہ شجاع انگریزوں کے ساتھ معاملات کرنے میں راست باز تھا یا نہ تھا۔ کوئی مشرقی آدمی ایسی حالت میں جیسی شاہ شجاع کی تھی انگریزوں کے ساتھ جو محض اجنبی تھے خالص اتحاد ووداد میں غالباً سچا نہیں ہو سکتا تھا۔ انگریزوں کا ظن غالب اس طرف ہے کہ وہ وقت کے مناسب حال کام کرتا تھا کبھی وہ وفادار تھا کبھی بیوفا ہو کر یہ چاہتا تھا کہ انگریزوں کے ہاتھ سے اپنا پیچھا چھڑا لے۔ مگر وہ بہ حیثیت مجموعی انگریزوں کی محبت وحفاظت وحمایت کو ترجیح دیتا تھا۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ انگریزوں کا ممنون منت وشاکر احسان ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ انگریزوں نے کوئی اسکے ساتھ سلوک اس سبب سے تو کیا نہیں تھا کہ وہ اسکے ساتھ الفت وموانست رکھے

تھے یا اسکے حق دلانے کو انصاف عدل سمجھتے تھے۔ اُنھوں نے تو اسکو اپنے ہاتھ کی کٹ پتلی بنایا تھا اُس کو ہاتھ میں اسوقت نچاتے تھے کہ کوئی کام انکا اس سے نکلتا تھا اور اگر کوئی کام نہیں نکلتا تھا تو اُسکو اُٹھا کر رکھ دیتے تھے۔ شاہ شجاع کو انگریزوں کا یہ احسان ماننا چاہیئے کہ اسکو چند ہفتے کے لیئے پادشاہ بنا دیا۔ جس میں جھوٹی شان و شوکت بیہودہ خوابوں کی طرح دکھائی دی جس کی تعبیر تلخ بیداری اور شرمناک موت ہوئی۔ اُس کے مرنے کے بعد نواب زمان شاہ نے سازشوں کا ایک سلسلہ باندھا کہ اس کے بیٹے شاہزادہ فتح جنگ کو اُسکے باپ کا جانشین بنائے اور اکبرخان کو اُس کا وزیر۔ کابل میں اور قیدی بھی تھے۔ جن کو اس نیک نہاد نواب نے اکبرخاں کے پیر مقدس کی حراست میں رشوت کا وعدہ کرکے دیدیا۔ اُنکوں اور قیدیوں کی حالت افغانوں کی دغابازی اور اکبرخاں کے انتقام ستانی کی حالتوں کے بدلنے سے غیر محقق ہوتی جاتی تھی۔ اب ہر طرف سے ہندوستان میں لارڈ ایلن برا اور کمانڈر انچیف کی پولیسی کے برخلاف انگریز شور و غل مچاتے تھے اور ہندوستان سے حکم آتے تھے کہ قومی عزت کی حمایت یہی ہے کہ افغانون کے ہاتھ سے ہر قیدی چھڑایا جائے۔ جب اس طرح سے گورنر جنرل پر دباؤ چاروں طرف سے پڑا تو ۴ - جولائی ۱۸۴۲ء کو ناٹ اور پالک کو چھٹیاں لکھیں کہ میری رایوں میں تو کچھ فرق آیا نہیں سپاہ کا واپس چلا آنا بہتر ہوگا۔ مگر ناٹ صاحب کو اختیار ہے کہ وہ کوئٹے سے ہوکر سکھر کو آوے یا غزنی و کابل و جلال آباد میں ہوتا ہوا پشاور میں مراجعت کرے۔ پالک صاحب کو بھی آزادی دی گئی تھی کہ وہ ناٹ صاحب سے پہلے اس سے کابل میں مصافحہ کرے کہ پشاور کو مراجعت کرے ؎

لارڈ ایلن برا نے جو جواب دہی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانا چاہیئے تھا وہ جنرل پالک اور جنرل ناٹ کے سر پر رکھا جنہوں نے اُسکو بڑی خوشی سے اُٹھانا قبول کیا ؎

جنرل ناٹ نے تیرہ سو سپاہیوں سے ۲۹ مئی کو آٹھ ہزار غلزیوں کو شکست فاش دی جسکا سپہ سالار اکبرخان خود تھا اسکے بعد قندھار کے گرد کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ اس سے چند روز پہلے کرنچی کی سپاہ حصار نشین نے اپنے حملہ آوروں کو شکست دے کر پرے ہٹایا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ جب قلات غلزئی میں ڈائی مر کی سپاہ اپنا کام کرکے آئی تو ناٹ صاحب نے دیکھا کہ اگر بار برداری اور رسد کا سامان بہم ہو جائے تو سپاہ میرے پاس اسقدر ہے کہ جہاں چاہوں سارے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کراؤں اُس کی سپاہ ایسی توانا اور تنومند و بہادر تھی کہ اس کی ایک ہزار سپاہ پانچ ہزار افغانوں

کے برابر تھی - اس نے انگلینڈ صاحب کے ماتحت ایک دستہ سپاہ اور بھاری توپیں کوئٹہ کو روانہ کیں اور خود ۷ - اگست ۱۸۴۲ء کو سب قسم کی آٹھ ہزار فوج ہمراہ لے کر قندھار سے روانہ ہوا جس کو اپنے اوپر اور سپہ سالار پر بھروسہ تھا ؎

اس عرصہ میں پالک صاحب کی سپاہ بیکار نہیں بیٹھی - جون اور جولائی کے اکثر ہفتوں میں ایک کوٹم سپاہ کا مون ٹیتھ صاحب کے ماتحت وادی شنواری میں اُن قوموں کو تخت سزا دیتا رہا جنہوں نے لفٹنٹ صاحب کی سپاہ کی لوٹ میں حصہ لیا تھا اور مشہور تھا کہ اُن کے پاس انگریزوں کی ایک توپ ان توپوں میں سے تھی جو چھینی گئیں تھیں - صرف اُن کے قلعے مسمار اور گھر منہدم نہیں کئے گئے بلکہ جن درختوں کے سایہ کے تلے وہ بیٹھے تھے اُن کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا - آخر کار ۲۰ - اگست کو پالک صاحب نے اپنی قوی آٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ آگے کوچ کیا جن میں سے ہر ایک کے سینہ میں شرمندگی اور مصیبت زدگی کے انتقام لینے کی آگ روشن تھی گندمک میں اس سپاہ کا قیام دو ہفتے تک اس انتظار میں ہوا کہ ناٹ صاحب کے لشکر کی آیندہ کیا خبر آتی ہے -
۷ ستمبر کو پالک صاحب نے آگے سفر کیا دوسرے دن جب وہ جگدلک کے قریب پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ پہاڑوں پر دونوں طرف غلزئی پیادوں اور سواروں کا ایک جم غفیر موجود ہے - توپوں نے خوب کام دیا - مگر غلزئی جمے رہے - جب پالک کے پیدل سپاہی ہُرّاہ کا غل مچاتے ہوئے اور سنگینوں کو چلاتے ہوئے پہاڑ پر چڑھے تو غلزئی لڑنے والے بھاگ گئے - سیل کے بریگیڈ نے حملہ کی سختیوں کی برداشت کی اور ایسے کام کئے کہ ناٹ صاحب نے اُس کی تحسین و آفرین کی - مگر لوک وڈہ کی ڈریگوں کی گرمجوشی کو ناہموار زمینوں نے روکا - تھوڑے سے دشمن بچ کر بھاگ گئے - انگریزوں کا نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس پر تعجب آتا تھا ؎

۱۱ - ستمبر کو مقام گیا - اور تزین میں دو دن آرام لیا - اس عرصہ میں محمد اکبر خان نے اپنے برائے نام آقا فتح جنگ کو تخت سے اُتارا اور اپنی سپاہ کو خرد کابل میں انگریزوں سے لڑنے لے گیا - ۱۳ - تاریخ کو دونوں لشکروں میں ہٹ بھیڑ ہوئی - اکبر خاں کی سپاہ ایسی بلندیوں پر مقام رکھتی تھی کہ پہلے دن انگریزوں کی بندوقوں نے افغانوں کی جزائیل کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں کیا - لیکن کوئی چیز انگریزی قواعد دان سپاہ کے استقلال میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی - ان کو اپنے مستقل سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ جو گندمک سے آگے اپنے مردوں کی پڑی لاشیں دیکھتی تو اسکے سینہ میں آگ لگتی - انگریز اور ہندوستانی سپاہی - سوار - پیدل اور توپچی سب کے سب اس دن جیسا اچھا لڑ سکتے تھے لڑے توڑہ دار بندوقوں کو سنگینوں نے خاموش کیا اور ہندوستانی سواروں نے افغان سواروں

کو خوب قتل کیا۔ افغان اپنے طور پر خوب بہادرانہ لڑکے بہت نقصان اُٹھاکے اپنے گھر بھاگے۔ اکبر خاں کابل کے شمال میں بہت دور مرتفع زمینوں پر چڑھ گیا ؎

دو دن بعد جرنل پالک کابل کے گھوڑدوڑ کے مقام میں خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن بالا حصار پر انگریزی توپوں کی سلامی میں انگریزی پھریرا پھر پھرایا۔ ۱۷ ستمبر کو ناٹ صاحب بھی آن پہونچے اور دونوں جرنیلوں میں آپس میں مبارک سلامت ہوئی۔ ناٹ صاحب کا بڑا لمبا سفر قندھار سے کابل تک ایسا ہی فتحیابی کے ساتھ ختم ہوا جیسا کہ جرنیل پالک کا چھوٹا سفر جلال آباد سے کابل تک۔ رستہ میں غزنی تک تو کسی جگہ ناٹ صاحب کی سپاہ کا کسی سے بڑا مقابلہ نہیں ہوا۔ لیکن غزنی میں دس ہزار افغان ۳۰۔ اگست کو رستہ روکنے کے لئے مستعد ہوئے مگر ناٹ صاحب کی پیدل سپاہ نے اپنی ایک دفعہ بندوقیں ایسی چلائیں کہ وہ بھاگ گئے۔ اور فتحمندوں کو لوٹ بہت ہاتھ آئی۔ ۵ ستمبر کو ناٹ صاحب غزنی کے سامنے خیمہ زن ہوئے اُن کے نام کا خوف ایسا قلعہ نشینوں پر طاری ہوا کہ رات کو قلعہ کو خالی کرکے بھاگ گئے۔ دیواروں پر جو توپیں لگی ہوئی تھیں اُن کو انجنیروں نے توڑ پھوڑ دیا اور لکڑی کے کاموں میں آگ لگا دی مورچوں کو اُڑا دیا اور شہر اور قلعہ دونوں کو مسمار کرکے کھنڈروں کا ڈھیر بنا دیا محمود غزنوی کے مقبرے کا صندل کی لکڑی کے دروازے کو اُتار لیا جس کا حال آیندہ لکھا جاوے گا ؎

غزنی سے کابل تک ناٹ صاحب بغیر کسی روک ٹوک کے دشمنوں کو جہاں اتفاقیہ وہ سامنے آئے بھگاتے ہوئے اور پہاڑوں پر جو قلعہ متصل آئے اُن پر آگ برساتے ہوئے اپنے رستہ پر منزل پیما ہوئے اس جنگ آزمودہ پیر کہن سال نے وادی کابل میں جو سطح سمندر سے چھ ہزار فیٹ اونچی تھی اپنی سپاہ اور مویشی کو چند روز آرام دیا۔ پالک صاحب نے چھ سو قزلباش سواروں کو سر رچمنڈ شکسپیر کے ماتحت قیدیوں کے مانگنے کے لئے بھیجا جن کو اکبر خاں نے بامیاں میں بھیج دیا تھا۔ انہوں نے ناٹ صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے ایک بریگیڈ کو شیکسپیر صاحب اور اُس کی تھوڑی سی سپاہ کی امداد کے لئے بھیجیں مگر اس دیرینہ سال نے یہ عذر کیا کہ میں اپنی سپاہ کو تقسیم کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس خدمت کو جرنل سیل نے اپنا بریگیڈ لے جاکر بجا لائے جن کی شیر دل بی بی قیدیوں میں تھی سیل بریگیڈ ارغندی سے آگے نہیں گیا تھا کہ کام پورا بن گیا۔ پہلے ہی سے قیدی سوار ہوئے چپکے چپکے سیل کی سپاہ کی طرف چلے آتے تھے۔ ہنری لارنس اور شکسپیر کے سوار اور کچھ افغان سوار جن کا افسر صالح محمد تھا ان کی حراست کرتے تھے۔ صالح محمد پہلا انگریزی سپاہ میں نوکر تھا۔ وہ سنہ ۱۸۴۰ء میں مع اپنی کمپنی کے دوست محمد خان کے پاس بامیان میں چلا گیا تھا۔ اکبر خان

نے اسکو حکم دیا تھا کہ اُن قیدیوں کو لے جائے جہاں غالباً وہ ترکستان میں ازبکوں کے پاس غلاموں کی طرح رہیں گے۔ لیکن جب اکبر خاں کی قسمت خاک میں مل گئی تو صالح محمد رشوت لینے کو تیار ہوا۔ قیدیوں نے بیس ہزار روپے کی اور بارہ ہزار روپے سالانہ پنشن پانے کی دستاویز لکھدی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کی سپاہ کو خدمات کا صلہ دیا جائے گا ❊

۱۱۔ ستمبر کو صالح محمد کے منہ میں یہ رشوت کا لقمہ دیا گیا۔ اس نے قلعہ پر جہاں یہ انگریز مقیم تھے انگریزی علم کھڑا کیا پوٹنجر صاحب نے ہمسایہ کے رئیسوں کو بلایا کہ وہ اپنے نئے حاکموں کا آداب بجا لائیں۔ ۱۵ ستمبر کو یہ خوشخبری آئی کہ اکبر خان تیزین سے بھاگ گیا۔ جس سے اس چھوٹے سے گروہ کو جرأت ہوئی کہ وہ سفر کو چھوڑ کر کابل کی طرف سفر کریں۔ ۱۷ تاریخ کو شیکسپیر کے سوار سامنے نظر آئے تو پھر کوئی خوف و خطر پاس تھا پاس نہیں رہا۔ دونوں سپاہیں ملکر آگے چلیں اور ۲۰ تاریخ کو سیل صاحب اپنی بی بی سے ہم آغوش ہوئے جو دس مہینے سے جدا رہی تھیں جن میں آٹھ مہینے وہ قید رہیں اگرچہ یہ قید سخت نہ تھی مگر خطرناک تھی۔ دوسرے دن شام کو یہ سب جنرل پالک کے خیمہ گاہ میں ملے۔ تمام ہندوستان میں اُن قیدیوں کی رہائی کی بڑی خوشی سنائی گئی ❊

ابھی سپاہ انتقام خواہ کا کام پورا نہیں ہوا تھا کوہستان میں اکبر خاں کی فوج جو شکست پانے کے بعد باقی رہی تھی لڑنے کے لئے موجود تھی میکیسکل صاحب کے ماتحت سپاہ کا ایک کولم بھیجا گیا کہ وہ اس سپاہ کو برباد کرے جو انگریزی سپاہ کے سدراہ ہونے والی ہے۔ میکیسکل صاحب نے ہیولوک صاحب کی مدد سے اپنا کام بہت اچھی طرح سے انجام دیا۔ استلاف کا بڑا مضبوط قلعہ حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اوپر سے افغانوں کی گولیاں برس رہی تھیں کہ اسکے پیچھے بیرو ڈفٹ کے سیپرز نے جا کر اس قلعہ کو تسخیر کر کے لوٹ لیا اور اس میں آگ لگا دی۔ چاریکار جس میں ہاٹن کے بہادر گورکھے قتل ہوئے تھے بالکل برباد کر دیا گیا۔ ۷۔ اکتوبر کو میکیسکل کی سپاہ کابل میں واپس آئی ❊

انتقام کا ایک کام باقی رہا تھا یہ انتقام نہ پولیٹکل تھا نہ مہذب عیسائی قوت کے لئے زیبا تھا کابل میں جو چارچتہ کا بازار علی مردان خاں نے شاہجہاں کے عہد میں بنایا تھا اور اس میں میک ناٹن صاحب کی لاش کی تشہیر و تذلیل ہوئی تھی اس کو پالک صاحب کے انجنیروں نے دو دن میں مسمار کر کے ڈھیر کر دیا۔ ایشیا کے عمدہ عمارات میں یہ بازار شمار ہوتا تھا۔ اس کے بعد بڑا فساد اور شور و شر برپا ہوا جس میں بڑے ظلم و ستم ہوئے تمام بندشیں بندیوں اور احتیاطوں کے برخلاف دونوں کیمپوں کے سپاہی اس افواہ کو سنکر کہ

کابل کے لوٹنے کا حکم ہوا ہے۔ شہر کے لوٹنے پر پل پڑے۔ اور جہاں پہرہ چوکی نہ تھا وہاں لوٹ مچادی گھروں میں آگ لگا دی دونوں دوست اور دشمنوں کی دکانوں کو لوٹ لیا۔ ہزاروں بے گناہ تجارت پیشہ جن میں سینکڑوں ہندو تھے اور انہوں نے دکانوں کو دوبارہ کھولا تھا بالکل لُٹ لٹا کر تباہ ہوگئے۔ اور وہ اپنی عورتوں کو اس شرم آلود فساد سے نہ بچا سکے مشکل سے قزلباشوں کا محلہ جو انگریزوں کا ہوا خواہ تھا سپاہ کے حملہ سے بچا جو اس وقت انتقام لینے میں دیوانی ہو رہی تھی۔ اُس کو پہلے اپنی مصیبتیں یاد تھیں جن کے عوض میں وہ سارے بُرے کام کرنے بھلے جانتی تھی ؎

۱۲-اکتوبر کو سپہ سالار پالک صاحب اپنے تمام سپاہیوں کو لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے نابینا زمان شاہ جس کا لارڈ ولزلی کے زمانہ میں وہ دور دوران تھا کہ اُسکے نام سے ہندوستان کانپتا تھا اور اُسکا بھتیجا فتح جنگ جو بغیر استعانت انگلشیہ کے بالا حصار میں سانگ کا پادشاہ بننا نہیں چاہتا تھا یہ دونوں اس لشکر کے ساتھ تھے اور کابل اور غزنی کے فاقہ زدہ ہندوؤں کا گروہ کچھ کوڑی لنگڑے لولے سپاہی اور بھیر کے آدمی جو پہلے لشکر کے باقیماندہ تھے اور بہت سی جنگ کی یادگاریں اس عسکر انتقام جو کے ہمراہ ہوئیں۔ پالک صاحب کی سپاہ ہراول تھی اور ناٹ صاحب کی سپاہ چنداول تھی۔ رستہ میں جلال آباد کو ایسا بے سامان کر دیا۔ کہ وہ کسی کام کا نہیں رہا۔ اس کے بعد پالک صاحب کے پاس لارڈ ایلن برا کا یہ حکم پہونچا کہ جلال آباد بغیر کسی نقصان کے سکھوں کے حوالہ کیا جائے۔ پالک صاحب نے پیش بینی کی کہ پہاڑ جو سفر کے اندر آئیں اُنکے اوپر ایسا بند و بست کیا کہ کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ ناٹ اور کیسکل نے جو قلب لشکر کے سپہ سالار تھے۔ ایسی دور اندیشی نہیں کی۔ اُن کو اس دن سے کہ ہفت کوتل کے قریب پہونچے۔ جب تک درہ خیبر سے باہر نکلے پہاڑیوں سے لڑنا پڑا اور دونوں کو بمجبوری بعض بھاری توپیں توڑنی یا چھوڑنی پڑیں۔ ڈھاکہ سے علی مسجد تک کیسکل کے ایک برگیڈ کی دو بھاری توپیں چھن گئیں مگر دوسرے دن وہ پھر ہاتھ آگئیں۔ اسی مقام کے قریب ناٹ صاحب کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جن میں بہت اسباب لُٹ گیا۔ اور آدمی بھی مارے گئے۔ لیکن اُس کے انجنیروں نے علی مسجد کے مستحکم مقامات کو مسمار کر دیا۔ ۶۔ نومبر کو پشاور کے سبز میدانوں میں کل سپاہ خیمہ زن ہوئی اور کمانڈر انچیف نے اپنے پاس ایک اور بڑی سپاہ فیروز پور میں جمع کی جسے دیکھکر سکھوں کی آنکھیں کھلیں کہ وہ انگریزی فتحمند سپاہ کی جو پنجاب میں گذر رہی تھی کوئی مزاحمت نہ کریں۔ سرکار انگریزی کے ساتھ سکھوں کی خیر خواہی مدت سے مشتبہ ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں انگلینڈ صاحب قندھار سے کوئٹہ میں بغیر کسی مزاحمت

کے درۂ بولان کی راہ سے سندھ میں گئے - اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ بخارا کے قیدیوں کا دردناک یہ ہے
کہ کرنیل سٹوڈارٹ سنہ ۱۸۳۸ء کے آخر میں بخارا میں سفیر سرکار انگریزی بناکر بھیجے گئے تھے کہ امیر سے دوستانہ
تعلق برٹش گورنمنٹ کا پیدا کریں امیر بخارا نے اول اُن کی مدارات اچھی طرح سے کی مگر پھر اُس کو یہ شبہ ہوا کہ
انگریز اُس کے ملک کو فتح کرنے چاہتے ہیں تو پھر اُس نے اُن کے ساتھ سختی کی اور اُن کو جیل خانے کو بھیجدیا
دو برس بعد کپتان کونول لی مقرر ہوئے کہ وہ بخارا اور اضلاع بخارا میں سیاحت کریں - اُنہوں
سٹوڈارٹ کے چھٹانے کے لیئے کوشش کی - جس کے سبب سے وہ خود مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے - امیر نے
ملکہ معظمہ کو ایک خط لکھا تھا - جس کا جواب فوراً سکریٹری نے اسکو لکھا کہ وہ گورنر جنرل سے خط و کتابت کرنے
کے لیئے رجوع کرے - اسکو وہ اپنی ایسی کسر شان سمجھا کہ اپنا سارا غصہ قیدیوں پر نکالنے لگا - اس نے اُن پر
جاسوسی کا اور اسکے دشمنوں کو امداد دینے کا جرم لگایا - گورنمنٹ ہند کی یہ رائے ہے کہ ان سفیروں نے
ان ہدایتوں سے تجاوز کیا جو اُن کو کی گئی تھیں جس کا خمیازہ کرنیل کونول لی صاحب کو خود اُٹھانا پڑا - اس لیئے
اُن کی رہائی میں کوئی کوشش سوائے اس کے نہیں کی گئی کہ امیر کی عالی جناب میں گذارشیں رہائی کی لیئے
کی گئیں جن کا کچھ نتیجہ نہ ہوا ؛

ڈاکٹر وولف جو بڑے نامور سیاح اور مشنری ہیں وہ ان قیدیوں کے چھٹانے کے لیئے
گئے مگر وہ بخارا میں اسوقت پہونچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے یہ امر تحقیق نہیں کہ وہ کہاں اور کس طرح دونوں
ساتھ ایک ہی دن قتل ہوئے - کپتان کونول لی کے روزنامچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی قید کی
حالت ایسی مصیبت ناک تھی کہ اُن کے نہایت عزیز دوستوں کو بھی اس بات کے جاننے سے خوشی
ہوئی کہ اُن کو اس قید سے جلاد کے چھرے نے نجات دی - ہنوز پالک صاحب کابل ہی میں تھے کہ گورنر
جنرل نے شملہ میں ایک اشتہار فتح کابل کا اور دوسرا اشتہار فیروزپور میں جشن فتح و ظفر کا مسودہ
تحریر کیا - پہلی اکتوبر کو یہ اشتہار دیا گیا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا ؛

گورنمنٹ ہند نے سندھ کے پار اپنی سپاہ کو اس غرض سے بھیجا تھا کہ ایک امیر کو جسکو اُسنے دشمن
خیال کر لیا تھا معزول کرے اور ایک اپنے دوست کو وہاں پادشاہ بنائے اُس کا یہ مطلب حاصل ہوا کہ اُس نے
دشمن کو قید کیا اور دوست کو پادشاہ بنایا - مگر پادشاہ مارا گیا اور سارے ملک میں بدنظمی پھیل گئی ؛

یہ ساری خرابیاں اُن کی نامعاملہ فہمی سے وقوع میں آئیں - جو اس مہم کے بانی و مجوز تھے - مگر ایک مختصر

لشکر کشی سے تمام آفتوں اور بلاؤں سے نجات حاصل ہوگئی ہزیمتوں کی کلفت کی جگہ فتحوں کی مسرت نے چھین لی۔ اب وہ فیروز مند سپاہ جس کے قبضہ میں افغانستان ہے ہندوستان کو واپس بلائی جاتی ہے اور افغانوں کو اپنے ملک میں اختیار دیا جاتا ہے کہ جسے چاہیں پادشاہ مقرر کریں۔ یہ امر برٹش گورنمنٹ کے اصول کے خلاف ہے اور نظم و نسق ملکی کا بھی مقتضا نہیں ہے کہ افغانستان کی رعایا مجبور کیجائے کہ وہ ایک شخص کو جس کو انکا دل فرمانروا بنانے کو نہیں چاہتا اسکو وہ اپنا فرمان دہ بنائیں۔ افغان جس کو خود پادشاہ بنائیں گے۔ اور وہ اپنے ہمسایہ کی ریاستوں سے مصالحت رکھے گا اسکو برٹش گورنمنٹ بھی افغانستان کا شہریار مانے گی ہماری سپاہیں انگلستانی و ہندوستانی مل کر اپنے سامان اسباب اور قواعد دانی اور بہادری اور اپنے افسروں کی حسن لیاقت کے سبب سے ایسی ہے کہ ایشیا میں خواہ کوئی لشکر اسکے سامنے مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہ خدا کے فضل سے اپنی قوت اور زور کے سبب سے جنبش نہیں کرے گی۔ وہ اس شاندار سلطنت میں جو اُس نے اپنی مردی اور مردانگی سے حاصل کی ہے امن و امان اور اپنی عزت کو قایم رکھتی ہے۔ اب گورنر جنرل بے تکلف اس امر کو تمام رئیسان ہمسایہ پر اعلان کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا دستور العمل صلح جوئی ہے اور وہ اپنی حالت موجودہ پر قایم ہے اور افغانستان اور چین نے اس کی صولت اور قوت کو دیکھا کہ وہ کس زور اور اثر سے اُن کو کام میں لا سکتی ہے۔ وہ اپنی صفائی نیت سے صلح اور امن کو قایم رکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر کوئی ریاست ناحق اس سے پرخاش کرے تو اسکے برخلاف وہ اپنی ساری قوت کے استعمال کے لئے بھی موجود ہے" بعد اسکے سومنات کے کواڑوں کے باب میں یہ اشتہار ہندوستان میں رئیسوں اور نوابوں اور راجاؤں کی مخاطبت میں جاری کیا کہ اے میرے بھائیو اور دوستو ہماری فیروز مند فوج سومنات کے کواڑوں کو محمود غزنوی کے مقبرہ سے اوتار کر لائی ہے۔ اُس نے آٹھ سو برس بعد اس ذلت ہند کا انتقام لیا ہے جو ان کواڑوں کے چلے جانے کے سبب سے ہوئی تھی۔ اے سرہند۔ راجواڑہ۔ مالوہ۔ اور گجرات کے رئیسو فتح افغانستان کے اس یادوار صندلین کو تم لے لو اور اپنے سومنات کے مندر میں پھر لگا دو۔ اس ایڈریس کا نام ڈیوک ولنگٹن نے نغمہ فتح رکھا ہے

اس اشتہار کی عبارت میں الفاظ بھائی اور دوست کے خوب تھے مسلمانوں کو جن میں افغان بھی شامل ہیں بھائی بنا کر یہ خوب ارمغان جان خراش اُن کے پاس بھیجا ہندوؤں کو اُن کی فراموش شدہ ذلت کہنہ کو یاد دلا کے اچھا دل دکھایا۔ دنیا دار انگریزوں نے تو اس اشتہار کو گورنر جنرل کا حماقت نامہ سمجھکر خوب قہقہے لگائے اور دیندار انگریز اُسکو گناہ کبیرہ سمجھکر چشم پرنم ہوئے۔ غرض گورنر جنرل کے ان دونوں

اشتہاروں کو مدبران اور منتظمان انگلشیہ خوب خاک اڑاتے ہیں ﷺ

تاریخ سے ثابت نہیں کہ محمود غزنوی سومنات کا دروازہ اوتار کرلے گیا تھا سوائے اس کے وہ کواڑ بہت دنوں کے بعد سومنات کی فتح سے بنے ہوئے ہیں۔ جب پالک پنجاب میں سفر کررہے تھے تو گورنر جنرل ایک ایسا تماشا دکھلانے کے لئے تیاریاں کررہے تھے جو انگریزی عملداری میں پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ۹ دسمبر سنہ ۱۸۴۲ء کو فیروزپور میں آئے یہاں بڑے بڑے راجہ مہاراجہ نواب رئیس اور گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدہ دار اور انگلش لیڈیاں اُن کے آنے کے منتظر تھے۔ فیروزمند سپاہ کی مبارکباد کی شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں لاہور سے شیر سنگھ کا بیٹا اور اس کا وزیر اس جشن میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ چالیس ہزار سپاہ جمع ہوئی سینکڑوں ہاتھی اکٹھے ہوئے تھے اُن کی مستکین طرح طرح سے رنگی گئی تھیں اور جھولیں زرق برق کی اور ہیکلیں سونے اور چاندی کی اور ساز و سامان زربین اُن کو پہنائے گئے تھے۔ مختلف مقامات میں مصنوعی چوبی عمارتیں و محرابیں آراستگی کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ستلج پر ایک پل بنایا گیا تھا اور اس پر رنگ برنگ کی جھنڈیاں سرخ و سبز لگائی گئیں۔ سب طرح کی چمک دمک کی تیاریاں کی گئیں گو وہ انگریزی مذاق کے موافق نہیں تھیں۔ ۱۷ دسمبر کو سر روبرٹ سیل نے پل سے مع اپنے فیروزمند سپاہ کے عبور کیا۔ جب وہ پل کی خوشنما محرابوں سے نکلے تو سب انگریزوں نے قہقہہ لگایا۔ لارڈ ایلن برا خود اس سپاہ کے استقبال کو گئے اور سپاہ کو دو ردیہ قطاروں کے درمیان لے گئے ہاتھیوں نے گھٹنا ٹیک کر سلام کیا۔ مگر اُن کو مبارک دینے کے لئے آواز دینی جو سکھائی گئی تھی وہ دینی بھول گئے۔ مگر توپوں کی آواز نے اُس کا معاوضہ کردیا۔ بینڈ میں فتحمند ہیرو گایا گیا۔ نکولس کی رجمنٹیں جو کھڑی تھیں۔ اُنہوں نے اپنے جنگ فرسودہ سپاہ کے روبرو اپنے ہتھیار پیش کئے۔ دو دن کے بعد پالک صاحب کی سپاہ نے ستلج سے عبور کیا۔ اور ۲۳ کو ناٹ صاحب کی سپاہ نظر آئی۔ جس کے ساتھ سومنات کے کواڑ فتح کے مرکب میں سوار تھے۔ لارڈ ایلن برا نے پل پر ہر جنرل کا استقبال کیا۔ مہینے کے باقی دنوں میں جشن فتح کی خوشیاں ہوتی رہیں۔ سپاہیوں کے ریویو ہوئے پبلک سپیچین ہوئیں۔ سپاہیوں کو ڈھیروں مٹھائیاں اُن کے دل پسند کھلائی گئیں۔ چالیس ہزار سپاہ اور سو توپیں فیروزپور کے میدانوں میں کمانڈر انچیف نکولس اور گورنر جنرل لارڈ ایلن برا کے روبرو اپنے ہنر اور کرتب دکھاتی تھیں بڑے بڑے بزرگ مہمان فرنگستان اور مشرقی ملکوں سے آئے تھے

اس جشن پر وہ سانگ ختم ہوا جس میں انگلستان کو سوائے اسکے کچھ فائدہ نہیں ہوا کہ اس کی عزت میں جو ضعف آیا تھا اُسے دور کیا اور انگلش گورنمنٹ اپنے خیال کے موافق ایک مہم نباکے ہندوستان کو خرچ جنگ

سے زیر بار کیا ان آخر فتحوں سے انگریزوں کے ساتھ افغانوں کو بڑی نفرت اور عداوت ہوگئی اور اس نفرت اور عداوت پر اور اضافہ ہو جاتا اگر لارڈ ایلن برا کی اس تجویز پر عمل ہوتا کہ افغانستان کے قیدی اس جشن فیروز پور میں رہا کیے جاتے۔ امیر دوست محمد خان گورنر جنرل نے حکم دیا تھا کہ وہ دربار میں حاضر ہو مگر اور انگریزوں نے گورنر جنرل کو اس حرکت نازیبا سے باز رکھا کہ امیر پر جس کو ناحق گورنمنٹ بہت سی تکلیفیں دے چکی ہے یہ ایک اور حقارت کا زخم لگائے۔ امیر دوست محمد خان کو بغیر کسی شرط کے اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مفلس اور بنجر ملک کو چلا جائے ؏

پہلی اکتوبر ۱۸۴۲ء کو ٹھیک چار سال بعد لارڈ آک لینڈ کے اس اشتہار کے جس میں انہوں نے شاہ شجاع کے بحال کرنے کے لئے اپنی مداخلت کرنے کو انصاف بتایا تھا لارڈ ایلن برا نے ایک اور اشتہار دیکر لارڈ آک لینڈ کی پولیسی کی بالکل ناکامیابی اور بطلان کا اعلان کر دیا انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ناراض رعایا پر اس کی مرضی کے خلاف زبردستی سے پادشاہ بنانا جیسا پولیسی کے برخلاف ہے ایسا ہی برٹش گورنمنٹ کے اصول کے برخلاف ہے۔ بس اسواسطے وہ اسی گورنمنٹ کو تسلیم کرے گی جس کو افغان خود اپنے لئے پسند کریں گے اور برٹش گورنمنٹ اپنی سپاہ کو واپس بلاتی ہے اور گورنمنٹ ان حدود پر جو قدرت نے اس کی سلطنت کی مقرر کر دی ہے قانع ہے۔ دوست محمد خاں کو قید سے رہائی ہوئی وہ کابل میں جہاں مدتوں تک فرمان روا رہا تھا پھر فرمان روا ہوا اس طرح سے انگریزوں کی مہم کی کہانی ختم ہوئی۔ جو افغانستان کی اندرونی حالت کے دوبارہ منتظم کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ ایک بے مثل چار برس کی آزمایش و مصیبت کے بعد ہر چیز نے اپنی اُسی حالت میں معاودت کی جو انگریزوں نے اس کے پہلے پائی تھی سوا اسکے کہ اُن کے بڑے بڑے بہادر دلیر انگریز اپنی خونی قبروں میں سوئے۔ ڈیوک ولنگٹن نے اس مہم کی ناکامیابی کے آٹھ سبب بتلائے ہیں۔ اول ہندوستان میں امن و امان تھا۔ جنگ و پیکار کا زمانہ نہ تھا فوجی سامان جو امن کے زمانہ کے موافق ہوا کرتا ہے وہ موجود تھا اُس سے معرکہ آرائی کرنی ایک مسئلہ نہی تھی دوم اپنے کاموں کی آسایش کو بغیر مستحکم کئے کارزار شروع کر دینا۔ سوم ہندوستان سے ہندوستانی سپاہ کو ایسے ملک میں لے جانا جو نہایت سرد ہوا اور اس میں وہاں اُن کے افسر دونوں اجنبی ہوں اور وہاں کے لوگ اُن کو ملعون اور کافر سمجھتے ہوں۔ چہارم ایک ایسے غیر آباد اُجاڑ ملک پر حملہ کرنا جو انگریزی سپاہ کے مایحتاج کا سر انجام نہ کر سکے اور جانوروں کے لئے دانے چارہ کا بہم نہ پہونچا سکے۔ پنجم پولٹیکل ایجنٹوں کو حد سے زیادہ وقعت اور اختیار دینا۔ ششم ناعاقبت اندیشی

سے بیک ناٹن صاحب کا افغانوں کی وفاداری غیر واجب پر اعتبار کرنا ہو

ہفتم میگ زین کا کیا بلکہ خزانوں کو غیر محفوظ جگہ میں رکھنا ہو

ہشتم ہنگامہ کے برپا ہونے کے بعد سپاہیانہ کاموں میں پرلے درجہ کی بدنظمی اور غفلت شعاری کا واقع ہونا۔ بیشک قومی اعتبار سے مہم کی ناکامیابی کے لئے یہ دلائل تھیں جس نے ہندوستان کی آمدنیوں میں سے بڑا خزانہ خرچ کیا لارڈ ڈاگ لینڈ نے خود لکھا ہے کہ جسوقت افغانوں نے رشتہ اتحاد توڑا اور فساد برپا ہوا تو آٹھ کروڑ روپیہ خرچ ہوچکا تھا اب اس پر سپاہ کے اس مصیبت میں آنے کا خرچ اور پھر سپاہ کو جانیکا اور انتقام سے کرآنے کا صرف اور زیادہ کیا جائے تو سترہ کروڑ روپے سے بھی زیادہ خرچ ہوا۔ ڈیوک ولنگٹن نے جو ناکامی کے اسباب تبلائے اُن سے زیادہ اور عمیق سبب ناکامی کے تھے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اس مہم میں جو غلط و مہلک پولیسی پر مبنی تھی اگر نپولین اپنی ذہانت اور فراست کو اور ڈیوک ولنگٹن اپنی دوربینی و مال اندیشی کو کام میں لاتے تو کوئی مستقل کامیابی حاصل کرتے۔ جن لوگوں کو اس مہم کی کارروائی سپرد کی گئی تھی۔ اُن کی قابلیت و لیاقت اور ہمہ تن مصروف ہونے میں کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ وہ کامیابی کے مستحق ہوتی۔ اول اصول کی یہ غلطی تھی کہ ہندوستان پر روسیوں پر حملہ کے خوف کا ایسا خیالی پلاؤ پکانا اور ہوا میں قلعے بنانا کہ بالکل اپنی راہ سے باہر چلے جانا اور دوسری بڑی غلطی یہ تھی جس کو لارڈ ایلن برا نے اپنے اشتہار میں اعلان کیا کہ زبردستی ایسی رعایا پر کسی کو پادشاہ بنانا جو اُس کو ناپسند کرتی ہو ؎

ملکہ معظمہ کے عہد و سلطنت کا اول واقعہ جنگ افغانستان تھی جس میں اُن کی پارلیمنٹ نے بھی کچھ حصہ لیا۔ اور اس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ اس کے سبب سے بیس کروڑ روپے کا قرض گورنمنٹ کا بڑھا اور سال کے آخر میں دو کروڑ روپے کا اضافہ اور ہوا اور ہند اور ایشیا میں جو برٹش گورنمنٹ کی ہیبت و شوکت کا سکہ جما ہوا تھا اُس میں تنزل ہوا۔ مسٹر ٹکر پریسیڈنٹ بورڈ کنٹرول نے کمپنی کی طرف سے یہہ کہہ کر اس جنگ کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی کہ اصل میں یہ لڑائی روس کے ساتھ تھی اسلئے یہ یوروپین معاملہ ہے کورٹ ڈائرکٹرز نے اس پولیسی کا نہ حکم دیا نہ اُس کو پسند کیا نہ ہندوستان کی محافظت کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس جنگ کا خرچ ہندوستانیوں کے ذمے نہیں ڈالنا چاہیئے مگر ان کی اس دلیل کو کسی نے نہیں سنا ؎

انگریزوں نے تو افغانوں کو اپنے نزدیک ایسی سزا دی کہ وہ اس کے دل میں انگریزوں کا خوف

دہشت پیدا کرتی مگر اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد جو فرنگستانی سیاح وہاں گئے اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کا اثر اُن کے دلوں پر اُلٹا یہ ہوا کہ وہ یہ یقین کرتے ہیں کہ انگریزوں پر ہم کو فتح حاصل ہوئی ہے جس پر تعجب ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دشمنوں سے اپنے ملک کو خالی کرا لیا اپنی آزادی کو قایم رکھا اور آخرکار ہم نے اس اپنے امیر کو پھر بلا لیا۔ جس کو ہم پادشاہ بنانا چاہتے تھے ؎

جنگ افغانستان کا خلاصہ

یہ جنگ بھی انگریزی قوم کے لوح دل پر فولادی قلم سے کندہ ہے جو کبھی نہیں محو ہوگی۔ اس میں عجیب عجیب باتیں وقوع میں آئیں کہ گورنر جنرل لارڈ آک لینڈ نے الا وصنہ بغیر اپنی کونسل کے صلاح و مشورہ کے افغانستان میں جو انگریزی عملداری کی سرحد سے چار سو میل تھا انگریزی سپاہ کو اس لیئے بھیجدیا کہ وہاں کے پادشاہ جو فرمانروائی کر رہا تھا معزول کرے اور ایک جلاوطن پادشاہ کو اس کا قایم مقام بنائے جب اس کام میں سپاہ کو بالکل ہزیمت ہوئی تو لارڈ آک لینڈ کے بالکل ہوش و حواس باختہ ہوئے وہ مشکل سے ایک رجمنٹ بھی ہندوستان سے نہیں بھیج سکتے تھے۔ کے صاحب مورخ لکھتے ہیں کہ انگلینڈ میں جو پارلیمنٹ کے وگ اور کون سرویٹو فریقوں میں اختلافات ہوتے ہیں اسکے اثر نے بھی لارڈ آک لینڈ کا ناک میں دم کیا۔ وہ وگ تھا اور یہ لڑائی بھی وگ تھی۔ کون سرویٹو اس جنگ پر تبرا بھیجتے تھے ہمیشہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے طرفدار تھے اس وقت کون سرویٹو کی وزارت تھی اور لارڈ آک لینڈ کا قایم مقام ایک کون سرویٹو آتا تھا کے صاحب بیان کرتے ہیں کہ اب یہ مباحثہ تو ہوتا ہی نہ تھا کہ جنگ کابل کی پولیسی صحیح تھی یا غلط تھی مگر اس پر بحث ہوتی تھی کہ کیا کرنا چاہیئے کہ برٹش گورنمنٹ کی عزت اور ہندوستان میں سلطنت کی سطوت و صولت قایم رہے۔ گورنر جنرل تو ایسا دل شکستہ تھا کہ اُس سے کسی تدبیر کی امید نہیں ہوسکتی تھی اب بعد اس کے کمانڈر انچیف سر چارلس نیپیر نکولس تھا وہ ابتدا ہی سے جنگ کابل کی پولیسی کے مخالف تھا۔ اور پیشین گوئی کرتا تھا کہ یہ جنگ بے اصول ہے اس میں ہزیمت ہوگی اور جب ہزیمت ہوگئی تو اُس نے اپنا پیغمبری لباس بدل کر تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ بلکہ اس پردہ میں اپنا منہ چھپا لیا کہ تم کہہ دیں کچھ نہیں کرونگا۔ مگر ضعیف فرمان رواؤں کے لیئے یہ ایک نعمت آلہی ہے کہ سر دست ایسے کارپرداز موجود ہوں کہ وہ جانتے ہوں کہ کیا کرنا چاہیئے اور اُن کا دل گردہ بھی ایسا ہو کہ جو کام کرنا چاہیئے اُس کو وہ دلیری سے کریں۔ اس وردرانہ ملک پر جو مہم کی گئی تھی اُس میں سکھوں کی امداد پر جو افغانوں کے جانی دشمن تھے بھروسہ کیا گیا تھا۔ مگر اب وہ مہاراجہ

رنجیت سنگھ کے مرنے سے اور انگریزوں کی اس ہزیمت پانے سے انگریزوں کی خدمت میں بے ادب و گستاخ ہو گئے تھے ۔

۱۸۴۲ء کے شروع میں سہ سالہ جنگ افغانستان کے نتائج یہ تھے کہ وہ کابل میں جو انگریزی سپاہ تھی وہ بھیڑوں کی طرح وہاں سے نکالی گئی اور دارالسلطنت اور جلال آباد کے درمیان ذبح کی گئی اور تھوڑے سے افسر اور لیڈیاں اور بچے افغانوں کے ہاتھ میں مقید ہوئے ۔

امیر دوست محمد خاں مع اپنی بیویوں اور بہت سے بچوں کے انگریزوں کے ہاتھ میں مقید ہوا ۔ ایک پتلی شاہ شجاع بتن بیٹھنے کے لئے تخت نشین ہوا اور پھر اُس کی رعایا نے مار کر کھائی میں ڈال دیا ۔

غزنی جس کی فتح سرجان کین نے ۱۸۳۹ء میں بڑی دھوم دھام سے کی تھی وہ کابل کی طرح جنوری سنہ ۱۸۴۲ء کو عاجزانہ انگریزوں کو دشمن کو حوالہ کرنا پڑا ۔ بہادری جو نوجوان افسر نے اسکے بچانے میں دکھائی تھی اُس پر حوالہ کرنے کی ذلت طاری ہوئی ۔ انگریزوں نے جیسا کہ اُن کی بہادری کا اقتضا تھا ۔ قلات غلزئی اور قندھار اور جلال آباد پر قبضہ کر رکھا تھا ۔

جنرل پالک ہندوستان سے سپاہ لے کر گئے اور خیبر پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور سیل صاحب سے جلال آباد میں ملے اور پھر کابل پر قبضہ کیا اور ناٹ صاحب قندھار سے غزنی کو فتح کرتے ہوئے کابل میں آئے پھر یہ افسر مع سپاہ اپنے قیدیوں کو چھٹا کر پشاور میں آئے اور امیر دوست محمد خان کابل گیا اور فیروز پور میں فتح کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا ۔
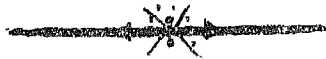
جنگ سندھ

فصل اوّل

امیران سندھ اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان معاہدے

سنہ ۱۸۳۲ء میں برٹش گورنمنٹ کو یہ خیال ہوا کہ مغربی سرحد پر جو وحشی قومیں آباد ہیں اُن سے رشتہ اتحاد وار تباط مضبوط و مربوط کیا جائے اس لیئے اس نے سرہنری پوٹنجر کو اپنا نائب بنا کے سندھ بھیجا کہ وہاں کے حاکموں کے ساتھ جدید معاہدے کرے۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے نیا عہدنامہ مرتب کیا جس کی شرائط یہ تھیں کہ ملک سندھ میں خاص قیود کے ساتھ سوداگر مسافر آیا جایا کریں۔ دریائے سندھ انگریزی تجارت کے لیئے کھلا رہے مگر مسلح کشتیوں جہازوں وسپاہ وسامان جنگ کی آمد و رفت کے لیئے مسدود رہے ان شرائط کے سوائے اور چھوٹی چھوٹی شرطیں تھیں بس یہ نیا عہدنامہ پرانے عہدنامہ کے ساتھ موثق ہوا اور وہ معاہدہ کرنے والے فریقین کی دوستی و اتحاد کی سند ٹھیرا اُنھوں نے آپس میں یہ قسم اقرار کیا کہ ایک دوسرے کے مقبوضات پر کوئی طمع کی آنکھ سے نہیں دیکھے گا۔ سنہ ۱۸۳۲ء کے عہدنامہ کے موافق سنہ ۱۸۳۴ء میں جہازی مال کے محصولوں کی فہرست مرتب ہوئی اور سارے دریائی محصولوں کی مقداریں اور ان کی تحصیل کے طریقے قابل اطمینان مقرر ہوئے ٭

سنہ ۱۸۳۸ء کے ابتدا میں عہدنامہ مذکور میں یہ شرائط اور منظور ہوئیں کہ حیدرآباد میں اور انگریزی پولٹیکل ایجنٹ مستقل رہے اور وہ اپنی محافظت کے لیئے پہرہ چوکی رکھے اور امیران سندھ اور رنجیت سنگھ مہاراجہ لاہور کے درمیان برٹش گورنمنٹ دوستانہ متوسل ہو۔ اسی سال کے آخر میں امیران سندھ کو ترغیب دی گئی کہ انگریزی سپاہ جو افغانستان میں جاتی ہے اُسکو اپنے ملک میں سے وہ گذرنے دیں اور بزرگ منش رستم خان کو ترغیب دی گئی کہ جب تک لڑائی رہے قلعہ بکھر انگریزوں کو مستعار دیدے۔ ابھی برٹش نے ملک سندھ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اُس نے امیروں پر شاہ شجاع کی طرف سے اکیس لاکھ روپیہ کے خراج کا دعوے کیا جس سے شاہ پہلے دست بردار ہو چکا تھا اور امیروں سے یہ درخواست کی گئی کہ ایک سپاہ محافظ ملک سندھ میں رہا کرے

اور اس کا خرچ بہ طور خراج تین لاکھ روپے سالانہ وہ دیا کریں اور پھر اس پر پچاس ہزار روپے کا اور اضافہ کیا
کہ وہ میر شریف دیا کرے اور دریائے سندھ کے سارے محصول راہداری کے معاف کئے جائیں۔ پھر اس معافی
محصول کی حد کو یہاں تک بڑھایا کہ رعایا سندھ بھی اس سے بری ہوگئی جس سے امیران سندھ کے دل میں کدورت
پیدا ہوئی اور کبھی انہوں نے اس شرط میں خاموشی نہیں اختیار کی اور کہا کہ ہم تو عہدنامہ کے معافی کی اعانت یہی سمجھتے
تھے کہ انگریزی اور پردیسی مسافروں کے لئے یہ محصول معاف ہو رعایائے سندھ کے لئے اس محصول کا معاف
ہونا چہ معنی دارد ؟

لارڈ آکلینڈ نے کرنیل جیمس اوٹرم کو سندھ اور اس کے آس پاس کی ریاستوں میں پولیٹکل
ایجنٹ کے عہدے پر سرفراز کیا۔ صاحب ممدوح کے نزدیک عہدنامہ موجودہ قابل اطمینان نہیں تھا وہ کم صاف
اور طرفین کے حق میں کم مفید تھا۔ انہوں نے اسکے نقص اور ان کے دور کرنے کی تدابیر بتائیں جو مناسب تھیں۔
اور ان میں طرفین کی بھلائی کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ لیکن جلد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ جن نقصانوں کو انہوں نے بتایا تھا
وہ دور کرنے پڑے ؟

اول اول افغانستان میں انگریزوں کو فتحیابیاں ہوئیں اور اس کے بعد پریشانی کا زمانہ ایسا آیا جس کا
خاتمہ ان آفات اور مصائب پر ہوا جنہوں نے انگریزوں کو افغانستان سے نکال دیا اور حکم یہ ہوا کہ افغانستان سے
ہر انگریزی سپاہی چلا آئے اور آیندہ مغربی سرحد سلطنت کی دریائے سندھ قرار پائے۔ امیران سندھ کے
عہدنامہ کے شرائط پہلے تو بے چینیاں پیدا کرتی تھیں اور اب انگریزوں کے متغیر حالات میں وہ سخت برائیاں
پیدا کرتی تھیں۔ اس لئے بہر نہج یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ عہدنامہ از سرنو ترمیم و تبدیل ہو جس سے خاص انگریزوں
کو ایسے فائدے حاصل ہوں کہ ان میں یہ قابلیت پیدا ہو کہ وہ اس ملک پر مفید طور پر استیلا رکھیں اور غالب
رہیں۔ پھر اوٹرم نے نیا عہدنامہ مرتب کیا کہ کراچی اور سکھر کا ملک لے کر اس میں انگریزی سپاہ کی دو چھاؤنیاں
ڈالی جائیں جس سے برٹش کی جنگی قوت کو تقویت ہو اور کل محصول دریائی بلا چون و چرا موقوف ہو۔ جس سے
تجارت کی پاؤں کی بیڑیاں کٹ جائیں اور انگریزوں اور امیروں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہوتی ہیں اور ان سے
جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ بند ہو جائیں۔ اور ہندوستانی بیڑوں میں جو دخانی جہاز ہوتے ہیں ان کے واسطے
جو ایندھن کی لکڑیوں کے لئے قیود ہیں وہ موقوف کی جائیں۔ جس کے سبب سے کافی ایندھن میسر نہیں ہوتا اور
اندیشہ ہے کہ وہ بالکل باقی نہیں رہے۔ ان سب کے عوض میں امیروں کو ساڑھے تین لاکھ روپیہ سالانہ جوابتک

خراج کے طور پر دیتے ہیں اور خراج کی باقیات جو ان کے ذمے ہیں معاف کی جائیں ۔

صاحب ممدوح نے اس لیے کہ انگریزوں کا قیام ملک سندھ میں استحکام پائے یہ تجویز کی کہ شکارپور اور بعد ازاں پر بھی شل سکھر بھکر کے انگریزوں کا قبضہ ہو جائے اور کراچی اور دریا سے جو تعلقات انگریزوں کے پہلے سے ہیں وہ بدستور قایم ہیں لارڈ آکلینڈ کا حکم اوٹرم صاحب کے پاس آیا کہ وہ ایسے عہد و پیمان کرنیکا سامان کریں کہ جس سے ہمیشہ کے لیے ضلع شکارپور پر انگریزوں کا قبضہ ہو جیسا کہ نیم وحشی قوموں میں دستور ہے کہ کبھی کبھی وہ رعایا پر ظلم و ستم کیا کرتے ہیں امیروں کے اہل کار سندھ میں بھی ظلم کیا کرتے تھے جس کی شکایت رعایا پولیٹکل ایجنٹ اور اُس کے نائب سے کرتی تھیں وہ سوائے دوستانہ صلاح دینے کے کسی طرح کی مداخلت نہیں کر سکتے تھے ۔ سندھ میں جو اپنی گورنمنٹ کا انتظام اور بندوبست تھا وہ رعایا کے خیالات اور عادات کے موافق تھا ۔ اس میں قومی دماغ کا پرتو ایسا ہی پڑتا تھا جیسا کہ برطانیہ کی گورنمنٹ کی کونسٹی ٹیوشن میں ۔ اُن کی عادت میں ترقی اور فراخ دلی پیدا کرنے کے واسطے اور اُن کے موافق اپنی گورنمنٹ کے نظام بہتر بنانے کے لیے یہی ترکیب تھی کہ برٹش گورنمنٹ اپنا نمونہ شکارپور میں انکو دکھائے ۔ جس کی پیروی اور تقلید سے امیروں کی گورنمنٹ خوش اسلوب ہو جائے اور اُن کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر ہم رعایا پر ظلم و جبر کریں گے تو مظلوم رعایا کے لیے شکارپور پناہ گاہ موجود ہے وہاں وہ مفرور ہو جائیگی ۔ اسلئے وہ ظلم میں کمی کریں گے ۔ امیران سندھ کی عقل ایسی طفلانہ تھی کہ وہ کوئی بھاری سازش انگریزوں کے برخلاف نہیں کر سکتے تھے اور امیر جو سازشیں کرتے تھے وہ ایسی سفیہانہ ہوتی تھیں جیسی کہ مشرقی درباروں میں ہوا کرتی ہیں میر رستم کا وزیر فتح محمد غوری محمد شریف کی کارندگی سے انگریزوں کو دروں کے اُوپر ستاتا تھا ۔ میر نور محمد نے میجر اوٹرم کو پرانا عہدنامہ دکھا کر کہا کہ جب سندھ کو انگلش سے تعلق ہوا ہے تب سے نئی نئی باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ آپ کی گورنمنٹ کبھی مطمئن نہیں ہوتی ہم تمہاری دوستی کے شایق ہیں مگر متواتر ظلم و ستم سہنا نہیں چاہتے ۔ حیدرآباد کے امیر نصیر خاں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی سازشیں کرتا رہا خیرپور کے امیروں رستم خاں اور نصیر خان کی نسبت شبہ تھا کہ وہ انگریزوں کے برخلاف سازشیں کرنے میں شریک ہوتے ہیں ۔ رستم خان اپنی ذات سے سازشوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا مگر اُس کا وزیر فتح محمد غوری اُن میں شریک ہوتا تھا ۔ جس کا الزام امیر رستم پر لگایا جاتا تھا ۔ میر رستم نے انگریزوں کے ساتھ ایسے دوستانہ سلوک کئے تھے کہ وہ مستحق تھا کہ اس الزام پر برٹش گورنمنٹ کچھ خیال نہ کرتی ۔ حیدرآباد کے امیر ولی محمد خان اور

شہداد خان پر بغاوت کا بہت ہی کم شبہ ہو سکتا تھا اور باقی حکمران امیر خیر پور میر محمد نے اور حیدرآباد کے اُمراء
حسین علی خان و صفدر خان نے ذرا سا کام بھی ایسا نہیں کیا تھا کہ وہ انگریزوں کے ساتھ دوستی کے برخلاف
ہوتا۔ سندھ میں جب سے انگریز داخل ہوئے صفدر خان اُن کے ساتھ دوستانہ کام کرتا تھا ۔

کرنیل اوٹرم کی جگہ سر چارلس نیپر سندھ کے سپہ سالار اور پولیٹکل ایجنٹ اعظم مقرر ہوئے۔ وہ بڑے
جری دلاور سپاہی اور روشن ضمیر عالی دماغ مدبر تھے مگر وہ ہندوستان کے حالات سے جاہل تھے خود اعتمادی اس درجہ
کے تھے کہ اپنی جہالت کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کرنیل اوٹرم نے جو عہد نامہ کا مسودہ تیار کیا تھا۔ اسمیں لارڈ ایلنبرا
نے یہ شرائط اور بڑھائیں کہ جن امیروں کے بدخواہی کی شہادت قوی ہوگی تو اُن کو یہ سزا دیجائے گی کہ اُن کے ملک کا
تھوڑا سا حصہ چھین کر بہاول خاں کو دیا جائے گا۔ جو برٹش کا بڑا خیر خواہ دوست ہے اور وہ اس انعام کا بھی مستحق ہے
کرنیل اوٹرم نے اُن ہدایتوں کے موافق جون ۱۸۴۲ء میں یہ انتظام پیش کیا کہ سبزل کوٹ جو بہاول خاں سے ۱۸۳۶ء
میں چھین لیا گیا تھا۔ وہ حیدرآباد کے امیر نصیر خاں سے لے کر پھر اس کو دیدیا جاوے۔ یہ امیر اس سزا کے مستحق
ہیں کہ اُن کا ملک اس قدر ضبط کیا جائے۔ گورنر جنرل نے اب عہد نامہ میں یہ اور اضافہ کیا کہ بونگ بڑا جو بہاول خاں
سے ناحق لے لیا گیا تھا اور اب وہ میر رستم کے قبضہ میں ہے اس سے لیکر اسکو واپس دیا جائے جو اضلاع ضبط
ہوئے اُن کی سالانہ آمدنی ۱۳۰۰۰۰ روپے تھے۔ اور انتظامات میں جو اور ضبطیاں ہوئیں وہ سب ملکر ۴۴۶۰۰
روپے کی ہوئیں جس کے برابر امیروں کو خراج معاف کیا گیا تھا ۔

۱۳۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو گورنر جنرل نے جنرل نیپر کے پاس حکم بھیجا کہ ایک اور زیادہ بہاول خاں کی سرحد روڑی
تک ضبط کیا جائے۔ جس کی آمدنی ۴۸۵۰۰ روپے سالانہ ہے پہلے ضبطی پر ۳۹۴۰۰ روپے کا اور اضافہ
کیا۔ نئے عہد نامہ کا مسودہ سر چارلس نیپر کے پاس ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو کرنیل اوٹرم کی روانگی سے ایک دن پہلے
بھیجا۔ کرنیل صاحب نے ملک کی ضبطی کا اضافہ دیکھ کر جرنیل صاحب سے کہا کہ اس میں کچھ غلطی ہے آپ جب تک اس
معاملہ کو گورنر جنرل سے رجوع نہ کریں نئے عہد نامہ کی تعمیل نہ کریں۔ مگر جرنیل نے یہ کام دو مہینے اٹھارہ دن
تک نہیں کیا یعنے ۳۰۔ جنوری ۱۸۴۳ء تک گورنر جنرل کا حکم اس اضافہ ضبطی کی موقوفی کا ۹۔ فروری ۱۸۴۳ء کو
صادر ہوا۔ جو جنرل کے پاس میانی کے جنگ کے بعد پہونچا کہ ہزاروں مُردے خونی قبر میں سوتے تھے۔ اور
سارے ملک پر انگریز قابض تھے اور امیر مقید اور جلاء وطن تھے۔ نئے عہد نامہ میں امیروں کا ملک سب ہی ضبط
ہوا تھا بلکہ وہ اپنی ٹکسال اور سکوں کے جاری کرنے بھی منع کئے گئے تھے ٹکسال کی آمدنی سے اور اپنے

سلطانی استحقاق سے محروم ہونے کا دل میں امیر رنج کرتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کو یہ شاق تھا کہ سندھ میں جو سکہ جاری کریں اس کی ایک طرف ملکہ معظمہ کی صورت ہو وہ صورت کے ہونے کو اپنے عقیدہ اسلام کے برخلاف سمجھتے تھے لارڈ ایلن برا نے کرنیل اوٹرم کو امیروں کی چشم نمائی اور دھمکانے کے لیئے یہہ خط امیروں کے نام لکھا تھا کہ میں تمہاری وفاداری اور خیر خواہی اور دوستی پر جب تک اعتبار کروں گا کہ تمہاری بدخواہی اور دغابازی کا ثبوت کامل میرے ہاتھ میں نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ثبوت مجھ کو مل گیا تو پھر میں اس میں تامل نہیں کروں گا کہ تمہاری حکومت کو جس کو تم نے بُری طرح استعمال کیا چھین لوں ۞

اس خط کو کرنیل اوٹرم نے مصلحت سمجھکر دبائے رکھا۔ امیروں کو اس خط کے دینے میں یہ اندیشہ کیا تھا کہ اگر وہ اس کو دیکھ کر بگڑ بیٹھے تو افغانستان سے سپاہ کا سندھ میں ہو کر آنا مشکل ہو گا اب تک تو صرف تین امیر تھے جو انگریزوں کے بدخواہ تھے پھر سب امیر بدخواہ ہو جائینگے ۞

خلاصہ یہ ہے کہ کرنیل اوٹرم نے جو نیا عہدنامہ تیار کیا تھا اُس میں ۳۱۶۰۰۰ روپے سالانہ کا ملک لے لینا تجویز کیا تھا اور اس کے عوض میں امیروں کو اسی قدر خراج سالانہ اور باقیات خراج جو پہلے عہدناموں کے مواقق اُن کے ذمے واجب الادا تھیں معاف کرنا قرار دیا تھا۔ لارڈ ایلن برا نے ہدایت کی کہ ۱۲۰۰۰۰ کا ملک ضبط کر کے بہاول خان کو دیا جائے یہہ ملک اُن امیروں کا ضبط ہوا جن کا رویہ اور طریقہ ایسا تھا کہ اُنکو یہ سزا ملنی چاہیئے تھی۔ لیکن گورنر جنرل نے کرنیل اوٹرم کو تھوڑے دنوں کے لیئے سندھ سے علیحدہ کر دیا۔ اور اُن کے قایم مقام سر چارلس نپیر کو ہدایت کی کہ وہ ملک کی ضبطی کو روڑی تک بڑھائیں جسکی آمدنی سالانہ ۴۸۰۰۰ روپے تھی۔ کرنیل اوٹرم نے اس حکم کی غلطی کو بتلایا مگر غلطی کے درستی ہونے میں دو مہینے اٹھارہ روز کا التوا ہوا یہ غلطی درست نہ ہوئی سر چارلس نپیر نے علی مراد کے ساتھ ایسا انتظام کیا کہ بالائے سندھ کے امیروں کا ملک ۵۰۷۲۵ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا اس لیئے انگریزوں نے کل ملک ۱۳۴۷۷۵۰ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا کل ملک کی آمدنی ۲۰۳۹۵۰۰ روپے سالانہ تھی۔ اس امر سے گورنر جنرل کو ۱۲ اگست ۱۸۴۳ء تک اطلاع نہیں ہوئی اب آگے اس بیان کی تفصیل ہو گی ۞

فصل دوم

سر چارلس نپیر کی ڈپلومیسی اور امیروں کے ذمے الزامات معاملات کی پیچیدگیوں کو سمجھنا اور

خصائل کے خصوصیات کا جانچنا اور اُن کو جائز رکھنا جس سے ہندوستانی ریاستوں کے مقدمات کا فیصلہ ایسا کیا جائے کہ اُن کے حق میں مفید ہو اور برطانیہ اعظم کی گورنمنٹ کا احترام و اعتبار و رسوخ بڑھے۔ ان سب باتوں کا حاصل ہونا تجربہ اور مطالعہ و مشاہدہ پر موقوف ہے۔ ایشیا میں سلطنت کے نظم و نسق کے لیے رعایا کے عادات و رسوم اور دستورات و قوانین اور آئین سے ماہر ہونا ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ یوروپ میں مہذب قوموں کے لیے۔ ہر ملک کی بعض باتیں ان آدمیوں کو عجیب معلوم ہوتی ہیں جو اُن کو سمجھتے نہیں۔ عدم واقفیت و لاعلمی کے سبب سے ایک ملک کے تمدنی و قانونی و پولیٹکل قصص و احکام اور اختلافات دوسرے ملک والوں کو بیہودہ و لغو معلوم ہوتے ہیں۔ اس سبب سے یوروپ والے ایشیا والوں کی اور ایشیا والے یوروپ والوں کی بہت باتوں کو لغو و بیہودہ جانتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ انگریزی سلطنت کی عظیم الشان عمارت کو اس نظام نے قایم کیا ہے کہ جب تک کسی شخص میں یہ لیاقتیں نہ ہوں کہ اس ملک کے کاموں میں آگہی اور تجربہ ہو اور علاوہ عقلی کمالات کے اُس میں محاسن اخلاق بھی ایسے ہوں کہ وہ ہندوستانی ریاستوں میں اپنے پولیٹکل اختیارات کو استقلال کے ساتھ جو تحمل میں سمویا ہوا ہو اس طرح کام میں لائے کہ نہ خود تکلیف اُٹھائے اور نہ اوروں کو تکلیف پہونچائے اور جو معاملات بہم پیش ہوں اُن کو مہربانی کی نظر سے دیکھے اور جہاں سزا دینے کی ضرورت نہ ہو وہاں بدروشی سے چشم پوشی کرے اس کو پولیٹکل جواب دہی سپرد کی جاتی۔ سر ولیم اوٹرم صاحب لکھتے ہیں کہ سر چارلس نیپیر ان لیاقتوں میں کچے تھے فقط یہی بات نہ تھی کہ وہ جن لوگوں کے حسن انتظام کے لیے مقرر ہوئے تھے اُن کی زبان سے رسوم سے دل کے تاثرات سے ناواقف تھے بلکہ اُن کے اوضاع و اطوار میں خشونت اور تحکم تھا۔ اُن کو ہندوستانیوں کے خصایل کی نسبت ایک تعصب تھا کہ وہ ہندوستانی امیروں کی بھی خیر خواہی اور وفاداری کو بغیر کسی وجہ کے مشتبہ و بے اعتبار جانتے تھے غالباً اسی سبب سے اُن میں یہ لیاقت نہ تھی کہ سچ کو جھوٹ سے جدا کر لیتے یا بے ریائی اور ریا میں تمیز کرتے یہ بات اُن میں بالطبع تھی۔ کچھ ارادتاً عالمانہ نہ تھی اسی سبب سے انہوں نے زبردستی کی اور انگریزی ہتھیاروں کے خوف کی طرف رجوع کی جس میں وہ اپنے تئیں اُستاد جانتے تھے ؎

سر چارلس نیپیر کے سبب سے امیران سندھ کو جو اشتعال پیدا ہوا اُس کے جانچنے کے لیے یہ جاننا اور یاد رکھنا ضروری تھا کہ امیر آزاد اور خود مختار پادشاہ تھے اور اُن کی رعایا اُن کی اطاعت اور فرمان برداری ایسی ہی کرتے تھے جیسے کہ پادشاہوں کی کیا کرتے ہیں۔ سر چارلس نیپیر کے آنے کے وقت

برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدہ دار اُن سے جو خط و کتابت کرتے تھے اُنہیں اُن کو القاب و آداب ایسے ہی تحریر
کرتے تھے جو اُنکی شان عظیم کے شایان گورنمنٹ نے مقرر کئے تھے - یہ امر رائے صائب کے برخلاف تھا کہ
تحریر کی طرز ایسی اختیار کی جائے کہ جس سے امیروں کی دلشکنی ہوے +

لارڈ ایلن برا نے ہندوستان میں وارد ہوتے ہی کل پولیٹکل افسروں کو ہدایتیں فرمائیں کہ وہ
ہندوستانی رؤسا اور اُمرا کے ذاتی عزت کا بڑا ادب اور لحاظ کیا کریں اور اُن کے ساتھ خط و کتابت اور ملنے جلنے
میں اُن کی ذاتی خواہشوں پر خیال کیا کریں اور اُن کو دوستوں کا قایم مقام جانا کریں اور اُن کو برٹش گورنمنٹ کی قوت
سمجھا کریں - اور یہ بھی خیال رکھیں کہ حکومت کے ضروری کاموں پر محاسن اخلاق کا لباس پہنانا ضروری ہوتا ہے

ان ہدایتوں کے خلاف امیران سندھ کے ساتھ سر چارلس نے پیر کا برتاؤ تھا اُنہوں نے جب سندھ کے
پولیٹکل فرایض منصبی کو اپنے ذمے لیا تو اول ہی اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اُن سے جو پہلے انگریز یہاں پولیٹکل افسر تھے
اُن کا نظام ضعیف و مذبذب تھا - اور اُنہوں نے اپنی آزادی اور زور آوری سے امیروں کو متنبہ کیا کہ اب اس نظام
کا خاتمہ ہے - دوم اُنہوں نے بلحواے احکام گورنر جنرل میجر اوٹرم کی تحریرات سے ثابت کیا کہ امیران سندھ برٹش گورنمنٹ
کے ساتھ بدخواہی اور دشمنی کے کام کرتے ہیں - سوم اُنہوں نے امیروں کو ترغیب دی کہ چپ چاپ وہ اس نئے
عہدنامے کو منظور کرلیں جو لارڈ ایلن برا نے اس سبب سے مرتب کیا ہے کہ امیر پہلے عہدنامے کی شرایط پر عمل
نہیں کرتے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بدخواہی کی مخفی تدابیر کرتے تھے - پس آخر امر کی تحقیقات پر اس مہم سندھ
کا حق و ناحق ہونا موقوف ہے +

۹ ستمبر ۱۸۴۲ء کو سر چارلس نے پیر سندھ میں وارد ہوئے اس وقت اس ملک میں امن و چین تھا اور
کسی بلوہ فساد کا اندیشہ نہ تھا - انگریزی افسر مع اپنی بیبیوں اور بچوں کے بغیر کسی پہرہ چوکی کے جہاں چاہتے تھے
سارے ملک میں پڑے پھرتے تھے - مگر سر چارلس نے پیر نے اُس ملک کا نام دشمنوں کا ملک رکھا - امیروں سے
جو اول ملاقات کی تو وہ مٹھائیوں و میووں کے خوان اور نذرانہ میں روپیوں کی تھیلیاں پیش کرتے تھے وہ اُن سے
یہ کہتے تھے کہ اگر تم عہدنامہ کے برخلاف کام کروگے تو میری دوسری ملاقات تمہارے لیئے بہت کم مبارک ہوگی -
امیروں کے ملاقات کے جو رسوم اور آداب تھے وہ اُن کے پابند نہ تھے اُن مشرقی امیروں کو بغیر القاب و آداب کے
اُنہوں نے مکاتبات بھیجنے شروع کئے +

میجر اوٹرم کی جگہ جنرل چارلس نے پیر مقرر ہوئے تھے - ان دونوں صاحبوں میں اتفاق آراء نہ تھا

جنرل صاحب نے جو سندھ کی تاریخ لکھی اُس میں میجر اوٹرم صاحب پر اعتراضات کئے کہ اُن کی عزت پر بٹا لگاتے تھے اسلئے اس کے جواب میں میجر صاحب نے بھی ایک کتاب لکھ کر اپنے تئیں سب اعتراضات سے بری کیا اور جنرل صاحب کے کاموں میں سین میکھ نکالیں اوپر جو کچھ لکھا ہے وہ میجر صاحب کی کتاب سے بالاجمال نقل کیا ہے اب آگے جنرل صاحب کی تاریخ سے نقل ہوتا ہے اور اُن کی تحریر پر جو میجر صاحب نے جرح و قدح کئے ہیں وہ بھی کہیں کہیں نقل ہوئے ہیں۔ جنرل صاحب کی تاریخ بہ طور روزنامچہ کے تاریخ وار تحریر ہوئی ہے اُس میں سے ضروری حالات تاریخ وار اپنی زبان میں نقل کرتا ہوں ❊

۱۳۔ ستمبر ۱۸۴۲ء کو کراچی میں اپنی توپ کے ایک گولہ کے چھٹنے سے جنرل صاحب کی پنڈلی زخمی ہوئی جس سے اُن کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مگر اس حال میں بھی وہ اپنے کاموں کو بڑی مستعدی اور چالاکی سے کرتے رہے سندھ کے معاملات میں پولٹکل ایجنٹوں کے تذبذب کے سبب سے بہت سی پیچیدگیاں اور گل جھٹیاں واقع ہو گئی تھیں سو سب اُنھوں نے سلجھائیں۔ لارڈ آک لینڈ کی حکومت میں امیران سندھ کے ساتھ ایک بڑا سلسلہ عہد و پیمان کا شروع ہوا تھا۔ اس کے سبب سے سندھ میں انگریزوں کا ایک جزوی قبضہ ہو گیا تھا اور امیران سندھ خود مختار بالکل اختیار رکھتے تھے۔ ساٹھ برس کا عرصہ گذرا تھا کہ تال پوری بلوچوں نے سندھ سے کلورائی قوموں کو خارج کر کے اپنی حکمرانی قایم کی تھی۔ اُنھوں نے سندھیوں کو اپنا تابع بنا لیا اور اپنی پہاڑی قوموں کو میدانوں پر فرمان روائی کے لئے نیچے لے آئے تھے مفصلہ ذیل قومیں آپس میں مربوط تھیں۔ کوہستانی بلوچی۔ میدانی بلوچی۔ خاص سندھی اور ہندو۔ آخر دو قوموں پر پہلے قوم جابر حکمران تھی اور دوسری قوم کے امیر پہلے قوم کے سردار تھے تال پوری بلوچیوں میں چار یاری دستور تھا یعنے ملک کو چار بھائی آپس میں تقسیم کر کے قابض ہوتے اور شرکت فرمان روائی کرتے اُس کی اولاد کی اولاد میں بھی دستور چلا آتا تھا۔ لیکن اس وقت اُن میں تین ہی خاندان حیدرآباد اور خیرپور اور میرپور میں حکمران تھے۔ اول جنوب میں دوسرے شمال میں تیسرا مشرق میں جس کی حد ریگستان تھا۔ اس چار یار نظام سے یہ دستور نکلا کہ بھائی کا جانشین بھائی ہوتا بیٹا نہ ہوتا اور اس کے سر پر دستار امارت ہوتی۔ جس وقت سر چارلس نیپیر سندھ میں آئے تو حیدرآباد میں نصیر خان اور خیرپور میں میر رستم اور میرپور میں شیر محمد صاحب دستار تھے۔ میر رستم بڑا بوڑھا تھا اُس نے کلورائی امیروں کو سندھ سے خارج کیا تھا ❊

۲۵۔ ستمبر ۱۸۴۲ء کو حیدرآباد میں میرے پاس ہر امیر اور سردار نے بیس بیس خوان مٹھائی کے بھیجے سو سے زائد آ چکے ہیں اُن سے تمام کنارہ دریا کا پٹا ہوا ہے آدمی کے سر پر خوان گول چھتر کی شکل آتا ہے امیروں

نے عجب النسانیت کو الٹ پلٹ کیا ہے اور یہ جانتے ہیں کہ میں اور میرے افسر اس مٹھائی کا ایک بھورا زبان پر نہیں رکھتے مگر وہ اُن کو بھیجے جاتے ہیں اور اگر انہیں میں نہ لوں تو بہت ناخوش ہوں۔ امیروں نے میرا استقبال بڑے احترام سے کیا مگر اُن کو عہدنامہ کا پابند ہونا چاہیئے میرا ارادہ ہے کہ اُن کو محاصل ملکی کے باب میں سبق پڑھاؤں گو وہ اچھے طالب العلم نہیں ہیں ؀

۲۶ ستمبر ۱۸۴۲ء کو میں امیروں کی ملاقات کو گیا اُنہوں نے میرا بڑا احترام کیا۔ میں نصیر خاں کی دائیں طرف بیٹھا وہ بڑا فربہ اندام ہے۔ مگر نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت میں نے اُس کے چہرے میں کوئی بری بات سوائے اس کے نہیں دیکھی کہ وہ انگریزوں سے نفرت رکھتا ہے لیکن وہ یہ نہیں پسند کرتا ہے کہ اُس کا ملک کسی غیر کا تابع ہو گو وہ ہم سے نفرت رکھتا ہے لیکن بظاہر ٹیاتپاک کرتا ہے وہ اپنے دستورات میں اشراف معلوم ہوتا ہے جو امیر بار بار میرے مزاج کی خیر و عافیت پوچھتے تھے میں اُن کو اس کہنے سے خوش نہیں کر سکتا تھا اگر وہ وہ عہدنامہ کے موافق راہداری کا محصول لینا موقوف نہ کریں گے تو میری دوسری ملاقات اُن کے لئے کم مبارک ہوگی ؀

۷- اکتوبر ۱۸۴۲ء چٹھی میڈ ڈکس گورنمنٹ سکرٹری کے نام

امیر کسی طرح ہماری نیک خواہی کے ساتھ کام کرتے ہوئے نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے لفٹنٹ ایل ٹے صاحب کو یہ خط دیا جس کی نقل ملفوف ہے میرے نزدیک نہایت مناسب ہے کہ عہدنامہ کی دفعہ کا جو مقصود و مطلوب ہو اُن کو ایک دفعہ کے کچھ الفاظ باطل کر دیں امیر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کراچی میں رسد نہ آنے پائے اور جب ہم اُس کی شکایت کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم عہدنامہ کی دفعہ ۵ کے برخلاف کام کرتے ہو۔ (اس دفعہ میں لکھا ہے کہ انگریزوں کو اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں اُس کی شنوائی کریں) اس دفعہ کے الفاظ پر ایسی چون و چرا ہو سکتی ہے جس سے امیر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اُن کے اس فریب سے بچنے کے لئے میرے نزدیک یہ ترکیب ہے کہ اُن کے اس بیان سے ہم انکار کریں کہ ہم نے عہدنامہ کے خلاف کام کیا ہے کہ اُن کی رعایا نے جو اُن کی شکایتیں کیں تو اُن کی شنوائی کی۔ میں اس پر اصرار کرتا ہوں کہ شکایتیں ہم نے خود اپنے سبب سے کیں ہیں اور یہ سچ ہے۔ عہدنامہ کا نتیجہ یہ ہے کہ امیروں کی رعایا کی حفاظت اُن کے جور و جفا سے کی جائے۔ یہ عہدشکنی کا عذر نہیں ہو سکتا۔ امیر دریا پر محصول راہداری لیتے ہیں یہ صریح عہدشکنی عہدنامہ کی دفعہ ۹ کے موافق ہے اُنہوں نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ بہاولپور کے

تاجروں کی کشتیوں اور اُن کی اپنی کشتیوں پر راہداری کا محصول لیا جائے ؎

میں نے جو امیر حیدرآباد کو شکایتیں لکھیں اُن کا جواب اُس نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ مگر میرا اُس کو متنبہ کرنا درست تھا۔ اُن کو یہ حق حاصل ہے کہ میں نے عہدنامہ کے جو معانی بیان کئے ہیں وہ اُن کو نہ مانیں اور پھر اپنے معانی بیان کرکے گورنر جنرل سے فیصلہ کرائیں۔ اُن کے دعوے کی بڑی بنیاد یہ ہے کہ ہم خودمختار پادشاہ ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ گورنر جنرل میری اس تحریر کو پسند کریگا جس نے نصیر خان کو متنبہ کیا ہے کہ کیا وہ ہمارے ساتھ علانیہ دشمنی اختیار کرے یا عہدنامہ کا پابند ہو۔ غالباً وہ دوسری بات اختیار کرے گا اور مخفی اپنی ایسی ہی چال بازیاں کرے گا جیسی کہ اب تک کی ہیں۔ لیکن اس صاف تنبیہہ کے بعد اس کے مقدمہ کی صورت سنگین ہوجائے گی۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں میں نے سنا ہے کہ نصیر خاں نے محصول راہداری وصول کیا ہے اور بہاولپور کی کشتیوں میں جو دریائے سندھ میں چلتی تھیں آگ لگا دی اور اُس کو عہدنامہ کے موافق درست سمجھا یہ امر مجھ کو ایسا اہم معلوم ہوا کہ میں نے لفٹنٹ برون کو ہدایت کی کہ وہ اُن واقعات کا ثبوت بہم پہنچائے جس کی مجھے اُمید ہے کہ وہ دس روز میں حاصل کرلے گا ؎

لفٹنٹ مائل لی کو میں نے ہدایت کی ہے کہ وہ برون کے اس پروانہ کی نقل حاصل کرے جو چند مہینے ہوئے کہ نربل کو دیا گیا تھا کہ وہ انگریزی چھاونیوں میں بغیر کسی محصول دینے کے اسباب کو فروخت کرے اور نصیر خاں کے اُس حکم کی بھی نقل حاصل کرے جو نربل کے گرفتار کرنے کے لئے دیا گیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کس لئے امیروں سے اس کام کے لئے اجازت لیجائے۔ عہدنامہ کی دفعات ۱۲ و ۱۳۔ امیروں کو منع کرتی ہیں کہ برٹش چھاونیوں میں جو اسباب بیچا جائے اُس پر محصول لیا جائے یہ ضرورت نہیں ہے کہ امیروں سے اجازت لی جائے اور برٹش رعایا یا ملازم اس کو قبول کریں۔ ۸۔ اکتوبر ۱۸۴۲ع کو میجر اوٹرم کو لکھا کہ بلوچ اور وحشیوں کے امیران سندھ بھی وحشی اور سیانے مکار ہیں۔ وہ پہاڑ پر چڑھ سکتے ہیں مگر اُن کے گلے میں عہدنامہ کی رسی ایسی پڑی ہوئی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس سے پرے ایک انچ نہیں جا سکتے اور اگر جائیں گے تو اُس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں سندھ کا مالک ہوا تو کیا ہوگا اور غالباً جو ہونے والا ہے وہ میرے گمان میں ہے ؎

لفٹنٹ مائل لی لکھتے ہیں کہ امیر صفدر کو جو جواب آپ نے لکھا تھا وہ بھیجدیا گیا۔ وہ نصیر خاں کی دل کی باتوں کو ٹٹولتا ہے یا وہ ڈرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دونوں طرف رہے یہ دونوں آپس میں نوچ کھسوٹ نہیں کریں گے۔ اگر وہ کریں تو خدا اُن کو روکے لیکن ہماری حکومت سے وہ اور ان کی رعایا بہتر حالت میں

ہوجائیگی۔ میرے خط نے اُن کی بھلائی کی ہے کہ معاملہ صاف اچھی طرح سمجھ میں آنے لگا ہے لیکن ہم کو معاملہ کو اور صاف کرنا چاہئے ؏

امیروں کی حکومت سے جو رعایا اپنی نفرت ظاہر کرتی تھی اُس سے امیروں کو بار بار اطلاع دیجاتی تھی کہ وہ اپنے اوپر گھمنڈ کرنے سے باز رہیں ؏

حیدرآباد میں برٹش رزیڈنٹ اور امیر شہداد کے ایک معتمد کے درمیان گفتگو ہوئی۔ امیر کے دوست نے یہ سوال پوچھا کہ اگر امیر برٹش گورنمنٹ کے اغراض اور فائدوں کے لئے امیروں کی عداوت اور دشمنی کو دور کرے تو برٹش گورنمنٹ اُسکی اعانت کریگی۔ جواب سر چارلس نے پیر کا۔ عہدنامہ کی دفعہ ۱۴ کے موافق برٹش گورنمنٹ اپنی ساری قوت سے اس امیر کو سہارا دیگی۔ اگر عہدنامہ کی پابندی کے ساتھ اسکی ذات معرض خطر میں آئے تو وہ برٹش رزیڈنٹ کی حمایت میں آجائے اسکی جو اہانت ہوگی اُس کا انتقام گورنر جنرل لے گا ؏

امیر کا دوست۔ اگر اور امیر پروانوں کے عطا کرنے سے انکار کریں اور اس بابت لکھیں اور آپ اسپر میر شہداد کی مہر دیکھیں تو اس پر آپ کچھ توجہ نہ کریں اور کسی بات پر سوائے اس بات کے جو اسوقت ملاقات میں ہوئی ہے کسی بات پر خیال نہ کریں ؏

جواب۔ میں کسی مخفی سازش میں شریک نہیں ہونگا کہ امیر کی امداد کرکے اور امیروں کو جو اسکے رشتہ دار ہیں دھوکہ و فریب دوں۔ امیر جس کاغذ پر دستخط کریں اُس کا خود جواب دیں اگر امیر عہدنامہ کا پابند ہوگا تو گورنر جنرل اُس کو سہارا دے گا۔ اگر عہدنامہ سے وہ منحرف ہوگا تو اُس کا خمیازہ بھگتے گا۔ گورنر جنرل دوستوں کی اعانت کرنے کے لئے اور دشمنوں کو سزا دینے کے واسطے یکساں صاحب طاقت ہے۔ امیر خود مختار مطلق العنان فرمان روا ہے عہدنامہ کا پابند گروہ اور امیر اپنے حق میں آپ انصاف کریں اور اُن کے نتائج کو اُٹھائیں اگر امیر میری نصیحت کا متمنی ہے تو وہ عہدنامہ کا پابند ہو۔ اور گورنر جنرل کی حمایت پر پورا اعتماد رکھے اور ہمیشہ دل میں یہ خیال رکھے کہ وہ انفراداً اور مجموعاً عہدنامہ پر عمل کرنے کا عہد کرچکا ہے۔ گورنر جنرل کی ہدایت کے موافق سندھ کی حکمرانی میں میری دلی خواہش ہے کہ امیروں اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان جو عہدنامہ کے موافق دوستی و اتحاد ہے اُسے قایم رکھوں یہ عہدنامہ دونوں کے اتحاد کی ایک بندش ہے اگر وہ شکستہ ہوگئی تو رشتہ اتحاد بھی شکستہ ہوجائے گا۔ اس واسطے میں نے مستحکم ارادہ کرلیا ہے کہ اگر عہدنامہ کے خلاف ذراسی بھی عہد شکنی ہو تو اُس کی رپورٹ گورنر جنرل کو کروں۔ میرے سے عہدنامہ کا نہ ہونا اس سے بہتر ہے۔

کہ وہ ملحوظ رکھا جائے ﴿

چار امیروں نے اطاعت قبول کی اور دو اطاعت نہیں قبول کرتے لیکن عہد و پیمان کرتے ہیں جن کی شرائط کو پورا کریں گے۔ وہ چار حکمراں ہیں اور ہم بھی چار حکمراں ہیں۔ مگر ہماری حکومت سے غربا زیادہ آرام بہ نسبت اُن کی حکومت کے پاتے ہیں۔ عہدنامہ میں صاف لکھا ہے کہ دریائے سندھ میں کسی کشتی پر راہداری کا محصول نہیں لیا جائے گا۔ لیکن پھر بھی محصول وہ لیتے ہیں اور میں جب اُس کی ممانعت کرتا ہوں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم صرف اپنی رعایا سے محصول راہداری کا لیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اچھا صاحب عہدنامہ میں تو یہ لکھا ہے کہ کسی کشتی پر محصول نہیں لیا جائے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں صاحب عہدنامہ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ امیران سندھ خودمختار مطلق العنان فرمان روا اپنی قلمرو میں ہیں اور انگریز کسی شکایت کو جو اُن کی رعایا برخلاف اُن کے کرے شنوائی نہیں کریں گے۔ میں کہتا ہوں بیشک تم سچ کہتے ہو میں ایک لفظ بھی شکایت کا نہیں سنونگا جو تمہاری رعایا کرے گی۔ مگر عہدنامہ میں یہ لکھا ہے کہ محصول نہیں لیا جائے گا۔ بس تمہاری رعایا شکایت نہیں کرتی بلکہ ہم شکایت کرتے ہیں۔ بس ایک دفعہ شکایت کرکے تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پھر تم محصول لوگے تو ہم حیدرآباد سے محصول لیں گے ﴿

کیا تم ایسے بیوقوف ہو کہ اپنی رعایا کی کشتیوں اور تجارت پر محصول لوگے اور غیروں کو محصول سے معاف رکھوگے اور اپنے دشمنوں سکھوں کی کشتیوں کو بے محصول گذرنے دوگے ؟ تمہارا محصول لینا بھی تمہاری پرانی تدبیر ہے جس سے دریائے سندھ کی تجارت بالکل غارت ہو جائے۔ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ افغانستان میں ہماری تمام فوجیں قتل ہو جائیں گی تو محصول کا لینا لڑائی جھگڑنے کے لئے اچھا سبب ہوگا۔ مرغا پھر لڑنا نہیں چاہے گا یعنے انگریز افغانوں سے شکست پاکر پھر لڑنا نہیں چاہینگے جب مرغا پالی سے بھاگ گیا تو پھر نہیں لڑتا۔ اول تو افغانستان میں ہماری فوجیں فتحیاب ہوگئیں گو تم کو اُس کی امید برخلاف ہے۔ دوم سوائے اس کے ہمارے پاس فوج اس قدر ہے کہ تم سب کو دریائے سندھ میں ڈبو دینے کے واسطے کافی ہے ﴿

یہ عجیب احمق امیر خیال کرتے ہیں کہ دریائے سندھ پر جو کل سپاہ انگریزی متصرف ہے اسکے حیوانات کے لئے ہم دریائے سندھ کے کناروں کو بے چارہ جنگل بنا دیں گے اور تمام دہات اور زمین مزروعہ کو ایسا غارت کر دیں گے کہ پانی میں جو چار اسٹیم (دخانی جہاز) تیر رہے ہیں اُن کے واسطے ایندھن نہ میسر ہوگا۔ محصول لینے سے تجارت کی اور اپنی کم بخت رعایا کی جو بعض دفعہ لیدوں سے دانہ چُن چُن کر کھاتی ہوئی نظر آتی ہے آسودگی کو غارت

کر دیں گے اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہمارا کوئی حق نہیں کہ سندھ پر قبضہ کریں۔ لیکن ہم اُس پر قبضہ کریں گے تو وہ انسانیت کے لحاظ سے کمینگی ہے لیکن بڑی مفید اور کارآمد ہے۔ امیروں نے ساٹھ سال میں بزورِ شمشیر سلطنت حاصل کی ہے جس کو وہ اپنی تلوار کے زور سے سنبھال نہیں سکتے۔ پس جو کچھ ہوتا ہے وہ ہونے دو۔

لارڈ ایلن برا نے سر چارلس نیپیر کو یہ ہدایتیں کیں۔

آخر حادثات میں جس کے اندر ہماری سلطنت کی بقا مشتبہ ہو گئی تھی اگر کسی امیر یا رئیس نے جس کے ساتھ دوستی و اتحاد کا عہد نامہ ہوا ہو ہمارے ساتھ اپنی عداوت و بدخواہی کے ارادے ظاہر کئے ہوں تو فی الحال گورنر جنرل کا ارادہ یہ ہے کہ ایسے دوست کو اس دغابازی کی سزا ایسی سنگین دی جائے کہ اور امیر جو اُن کے ہم منش ہوں عبرت پذیر ہوں اور اُن کو ایسی حرکت کرنے پر پھر جرأت اور حوصلہ نہ ہو۔ لیکن گورنر جنرل اس طریقہ پر جب تک عمل نہیں کرے گا کہ جس امیر پر یہ الزام لگایا گیا ہو اس کے جرم کا ثبوت کامل نہ ہو۔ گورنر جنرل کو پورا اعتماد ہے کہ آپ عدل فہم ہیں اور یقین ہے کہ جو کچھ رائے آپ اس باب میں بھیجیں گے اسمیں پوری تحقیقات ایسی ہوگی کہ اس پر عمل سلامتی سے کیا جاوے گا۔

پس قصوروں کے ثبوت بالکل جنرل کے حوالے کئے گئے جس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تحقیقات کر کے یہ فہرست اُن امیروں کی شکایتوں کی مرتب کی جنہوں نے بے ایمانی اور دشمنی کے کام بہ تفصیل ذیل کئے۔

خیرپور کے امیر رستم خاں نے عہد نامہ کے برخلاف مخفی مراسلت غیر ریاستوں سے کی۔ شیر سنگھ مہاراجہ لاہور کو خط کا لکھنا مشہور ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اس کے ارادے دشمنی کے تھے وہ برٹش کے ملازمین سے بری طرح پیش آیا۔ وہ دریائے سندھ کی تجارت اور جہازرانی کا حارج ہوا اس نے برٹش رعایا کو مقید کیا اور اپنے وزیر فتح محمد غوری کی کارندگی سے محمد شریف کے مفرور ہونے کا معاون ہوا جو انگریزوں کا کھلا دشمن تھا۔ حیدرآباد کے رئیس نصیر خاں کے ذمے یہ الزامات لگائے گئے تھے۔ سرحد کے فیصلے کے لئے خیرپور کے امیر محمد پر حملہ کرنے کے لیے سپاہ کا جمع کرنا جس کا فیصلہ انگریزوں کی ثالثی سے ہونا چاہئے تھا۔ دوم پولیٹکل ایجنٹ کے ساتھ دغابازی کرنا اور عہد نامہ کی دفعہ ۱۱ کی شرط کا ارادتاً پورا نہ کرنا۔ سوم انگریزوں کا شکارپور کے حوالے کرنے میں یہ خبر سن کر تاخیر کرنی کہ افغانستان میں انگریزی سپاہ تباہ ہو گئی ہے۔ چہارم انگریزوں کو خراج دینے کے لیے محض جعلی سکے بنائے۔ زبردستی ناجائز محصول لینا اور تجارت اور جہازرانی کو روکنا اور

کراچی کے بازاروں کے لئے رسد کو بغیر محصول کے نہ جانے دینا۔ پنجم انگریزی چھاونیوں میں اپنے رعایا کو تجارت کرنے کی ممانعت کرنی۔ ششم خراج کے ادا کرنے میں غفلت کرنی۔ ہفتم کے سردار بی بروک کو خط لکھنا کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرے جو افغانستان سے شکست پاکر آتی ہے۔ یہ سارے جرم شروع ۱۸۴۱ء سے ستمبر ۱۸۴۲ء تک ہو رہے تھے۔ ان شکایتوں کی فہرست کے ساتھ ایک رپورٹ انگلینڈ بھیجی گئی کہ یہ سر چارلس نیپیر کے سرکاری کاغذات کا پہلا سلسلہ ہے جس کی صفت سر رابرٹ پیل نے یہ بیان کی کہ صرف مجھ ہی نہیں بلکہ گورنمنٹ کے تمام افسروں کو جنہوں نے جنرل کے خطوط و مراسلات سندھ کے باب میں پڑھے اسکے خیالات کی صفائی اور قوت بیانیہ پر حیرت ہوئی مجھے اور امیروں کے دل میں یہ یقین ہوا کہ وہ مدت سے جیسے تلوار کے کمالات دکھاتا تھا ایسے ہی اب قلم کے کمالات دکھاتا ہے ؎

۱۷ اکتوبر ۱۸۴۲ء کو وہ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ امیروں اور ہمارے درمیان جو عہدنامے تحریر ہوئے اُن کے سبب سے ہم کو سندھ میں رہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ عہدناموں میں جو حقوق تحریر ہوتے ہیں وہ ایسے ہی مقدس ہوتے ہیں جیسا وہ حق جو عہدناموں کے لکھے جانے کا حکم لگاتا ہے اس لئے ہم اور امیر دونوں ایک ہی بنیاد پر قایم ہیں۔ امیروں نے اُن عہدناموں کی بابت اپنی مخالفت رائے کا اظہار علانیہ نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدنامے طرفین کی رضامندی سے ہوئے ہیں معاہدہ کرنے میں امیر آزاد تھے۔ جبر سے کوئی عہد و پیمان اُن سے نہیں لیا گیا۔ عہدناموں کے موافق انگریزوں کے قبضہ میں شکارپور اور سکھر اور کراچی ہیں۔ اگر اُن عہدناموں پر امیر ٹھیک قایم رہینگے تو وہ زیادہ متمول اور طاقتور ہو جاینگے اور اب سے زیادہ اُن کی رعایا مرفہ الحال ہو جائے گی۔ بیشک تکراری حجت کرنے والے محض اپنے حق کے لئے یہ بیان کرینگے کہ کسی شخص کو شرارت سے باز رکھنا اسکو غلام بنانا ہے اُن عہدناموں کی شرائط کو ملحوظ رکھنا بڑا تشدد ہے مگر ان عہدناموں کا ظاہر مقصد ہمارے اُن اغراض کے لئے مفید ہوتا ہے کہ ہم وحشی پنے کو دور کریں۔ سوسائٹی کی حالت کو سنواریں سدھاریں اور عہدناموں کے موافق امیروں کو مجبور کریں کہ وہ کام کریں جو مہذب حکمران اپنے قواعد کے موافق کرتے ہیں۔ ضرور اس بات کو خیال میں رکھنا چاہئیے کہ نیک کام کرنے کی خواہش گو عہد شکنی کی اجازت نہیں دیتی لیکن وہ حکم دیتی ہے کہ امیروں سے عہدناموں پر تعمیل تشدد سے کرانی چاہئیے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ عہد شکنی سے اُن کا وحشی پن اور رعایا کے ساتھ بیدردی اور حکومت کی عدم لیاقت ظاہر ہو ان باتوں کو دل میں رکھنا چاہئیے۔ اور نہیں تو جو کچھ میں کہونگا وہ ناانصافی

معلوم ہوگی ؟

بالفعل جن کیمپوں میں ہم رہتے ہیں اُن میں رہنے کا وقت عہدناموں کے موافق غیر معین ہے لیکن امیروں کی طرف سے ہمارے ساتھ عداوت اور عہدناموں سے نفرت اور ہر طرح سے اُن کے توڑنے کا مستحکم ارادہ بیچ کچھ چھپوں کا نہیں - مگر ہندوں اور سندھیوں کو برٹش حکومت کے ساتھ محبت رکھنے کی آرزو تمنا ہے یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم انسانیت کے اور برٹش گورنمنٹ کے مقاصد کو جو دوا ہیں ترک کرکے دفعتاً سندھ کو چھوڑ دیں - یا موجودہ عہدناموں کے موافق مقید ہو کر اپنے کیمپوں کو ہمیشہ کے لیئے سندھ میں قایم کریں ؟

اگر ہم سندھ کو خالی کر دیں گے تو آیندہ ایسے واقعات وقوع میں آئینگے کہ ہم کو پھر ناگزیر سندھ میں آنا پڑے گا - اگر ہم رہیں گے تو ہمارے کیمپ بہت جلد مشہور و نامور ہو جائیں گے اور اُن کے اندر دریاے سندھ میں تجارت کو رونق ہوگی جس سے امیروں کی رعایا باہر خارج ہوگی اور نحوست اور افلاس کے ساتھ چلے گی اور امیروں کا استحصال بالجبر دونوں تجارت اور زراعت کو خاک میں ملائے گا ؟

اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ حالتیں مدت تک جاری رہینگی ؟ گورنمنٹ جس سے خود اسکی رعایا متنفر ہو اور وہ خود مختار اور مطلق العنان ہو - اور انگلینڈ اور اپنی رعایا دونوں مقاصد کی یکسان دشمن ہو اس میں ذلیل سازشیں ہوتی ہوں اور ایسی اُسکی سرشت ہو کہ اپنی ہی برائیوں کے سبب سے چند سال میں شکستہ ہو - تو کیا ایسی گورنمنٹ متواتر عداوت ہمارے ساتھ قایم نہیں رکھے گی ؟ کیا وہ متواتر عہدناموں کے برخلاف عہد شکنی نہیں کریگی عہدناموں کے موافق ہم کو یہاں رہنے کا استحقاق ہے اسواسطے اس اپنے استحقاق کو سختی کے ساتھ قایم رکھنا چاہئے - میں خیال کرتا ہوں کہ یہ پولٹکل تعلق باقی نہیں رہ سکتا جو گورنمنٹ زیادہ زور آور ہوگی وہ کمزور کو کھا کر ہضم کریگی - کیا یہ بہتر نہیں کہ دفعتاً ہم اس مآل کار کو حاصل کریں ؟ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اچھا ہوگا بشرطیکہ وہ دیانت کے ساتھ کیا جائے اب مجھے یہ خیال کرنے دو کہ ایسے کام کو کیونکر کروں جس میں بڑی نکتہ چینی ہوگی شکایتوں فہرست میں جو اس یادداشت کے ساتھ ہی میں نے بیان کر دیا ہے کہ کئی امیروں نے کس کس مختلف طرح سے عہد شکنیاں کی ہیں - میں نے اوپر لکھا ہے کہ ہم کو ایک اچھے بہانے کے ہاتھ لگنے کی ضرورت امیروں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے لیئے ہے - میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سے امیروں کے اعمال ایسے اوپر بیان کیئے گئے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے لیئے کافی وجوہ ہیں کہ کراچی سیکھر - بکھر - شکارپور - سبزل کوٹ کو ہم لے لیں اور امیروں کو مجبور کریں کہ وہ دریا سے سندھ

کے کناروں پر قطعات چھوڑ دیں اور لکڑیوں کی رسد رسانی کا قول و اقرار کریں۔ اور ہم اُس کے ساتھ امیروں کو خراج اور باقیات جو چڑھے ہوئے ہیں معاف کر دیں اور آخر کو ایک امیر سے جو سب امیروں کا سردار ہو معاہدہ کریں اب ہر ایک امیر خود مختار ہے اور علیحدہ معاہدہ کرنے کا دعوے کرتا ہے میں یہ نہیں خیال کرتا کہ اس کام کے کرنے میں کوئی دقت یا درشتی ہو مجھے یقین ہے کہ یہ کام انسانیت کا ہے۔ امیر اپنی طمع اور حرص کے پورا کرنے کے لئے عہد شکنی کرتے ہیں اور ہم اس عہد شکنی کی سزا دیتے ہیں۔ میں اس طرح کام کرنے میں کسی نا انصافی کا خیال نہیں کرتا اگر سکھر اور بکھر کو قبضہ میں رکھنے کا ارادہ ہمارا مصمم ہو تو پھر شکارپور پر قبضہ رکھنا تجارت اور پولیٹکل خیال سے لازمی و ناگزیر ہے ؟

میں نے اس مضمون کو آخری فقرہ لکھ کر ختم کیا تھا کہ میجر اوٹرم صاحب آگئے انہوں نے جہاں تک ممکن تھا میری امداد کی۔ جو باتیں میں نے کہیں اُن سب میں انہوں نے اتفاق کیا انہوں نے امیروں کے حق میں ایک بات کہی جس سے میرا علم زیادہ ہوا کہ امیر یہ کہتے ہیں کہ ہم دفعہ ۹ کو جس میں اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کی ممانعت کیگئی ہے نہیں سمجھتے اور اُس کے ثبوت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ انہوں نے عہدنامہ کے کم اہم واقعات کا مقابلہ کیا۔ مگر دفعہ ۹ پر کبھی اعتراض نہیں کیا اس لئے کہ اُن کو دفعہ ۵ پر اعتماد تھا۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت جو علاقہ ہے وہ امیروں کے ملک میں دخل نہیں ہے۔ اور برٹش گورنمنٹ کے افسروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں وہ اُن کی شنوائی نہ کریں۔ امیر اپنے علاقہ میں خود مختار ہیں۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ عہدنامہ سے حقیقت میں وہ یہ سمجھے کہ وہ اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کے مجاز ہیں مگر انہوں نے یہ کوشش کی کہ بہاولپور کی کشتیوں سے محصول راہداری لیں۔ جبکہ لئے عہدنامہ یقینی یہ استحقاق اُن کو نہیں دیتا۔ انہوں نے بہاولپور کی تاجروں کی کشتیوں میں آگ لگادی۔ ان باتوں میں عہدنامہ کے معانی غلط نہیں بیان ہو سکتے۔ اس واسطے میں یہ نہیں یقین کرتا کہ انہوں نے دفعہ ۹ کے معانی میں غلط فہمی کی۔ بلکہ انہوں نے دانستہ اپنے مطلب کے لئے اس دفعہ کی شرط کو ایفا نہیں کیا اور دفعات کے شرائط کو بھی ایفا نہ کر کے عہد شکنیاں کیں کہ بغاوت انگیز خط و کتابت اور اور کام دق کرنے والے کئے۔ جن کا بیان شکایتوں کی فہرست میں کیا گیا ؟

اب اُن کی اس بداعمالی کے لئے میں کیا سزا تجویز کروں ؟ اُن کے گنبے کو گزند پہونچاؤں ! نہیں۔ اُن کی رعایا کو ستاؤں نہیں۔ پھر کیا۔ وہ یہ کہ اُن کے ملک کو چار جگہ گھٹاؤں۔ جن میں دو سکھر اور بکھر ہیں کہ جو بنجر مقامات ہیں اُنکی آمدنی کچھ نہیں ہے باقی دو اور کراچی اور شکارپور ہیں جو امیروں کے ظلم و ستم سے ویران ہو رہے ہیں اُن میں سے شکارپور کے

لیے ہنوز عہد و پیمان ہو رہے ہیں اور ان مقامات کے مالک بننے کے لیے یہ تجویز ہے کہ جو خراج کے باقیات امیروں کے ذمے ہیں وہ معاف کر دیے جائیں اور آئندہ حیدرآباد میں رزیڈنٹ نہ رہا کرے دریا کی تجارت کھولنے سے امیروں کی جسوقت قوت اور دولت بڑھے گی تو اس پر ان کی مفلس رعایا کی آسودہ حالی کا اور اضافہ ہوگا میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے اُن کی خود مطلبی کی اُن کی طمع اور حرص کی اُن کے شکار دوست ہونے کے اغراض عظیم منقطع نہیں ہونگیں۔ امیروں کے اصلی مفاد یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے سفیہانہ اشتعال اور کورانہ آزکسی خوشگوار اختیار دفا ہو ہیں اسوقت اُن کی عہد شکنیوں کے اور اپنی قوت کے سبب سے ہم مجاز ہیں کہ ہم اپنے حق کو اور خیر و عافیت کے ساتھ اپنے وسائل کے زور سے کام میں لائیں۔ اگر کوئی مہذب آدمی یہ سوال کرے کہ اگر ہم سندھ کے فرمان روا ہوتے تو کیا کرتے تو اُس کا جواب ہم یہ دیتے کہ دریا پر محصول راہداری کو معاف کرتے۔ کراچی کو ایک آزاد بندر بناتے۔ شکارپور کو غارتگروں کے ہاتھ سے بچاتے۔ سکھر کو دریائے سندھ پر تجارت کی منڈی بناتے۔ دریائے سندھ کے کناروں پر سڑکیں بناتے۔ دریا میں دخانی کشتیاں چلاتے۔ امیر ان ہی باتوں سے ڈرتے ہیں۔ اُنہوں نے عہد شکنیاں کیں جس سے ہم کو ایک بہانہ جس کے معنے دیانت کے ساتھ تشدد ہیں ہاتھ لگا ہے مجھے پورا یقین ہے شاید وہ غلط ہو جو تجویزیں میں پیش کرتا ہوں وہ عدل اور انصاف کے موافق درست ہیں میں اور زیادہ کہتا ہوں کہ نصیر خاں نے کھلی ہوئی عہد شکنی کی ہے گورنر جنرل کا ضلع سبزل کوٹ کا ضبط کرنا اور اُس کو بہاول پور کے خاں کو دینا عین انصاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے کرنے کا ارادہ ہے ۞

میجر اوٹرم نے ایک اور دوسری بڑی مستحکم بات پر مجھے متوجہ کیا کہ امیروں کے حصے میں جو دریا کا حصہ ہے اُسکے اوپر جو قومیں آباد ہیں وہ محصول راہداری لیتی ہیں اور کوئی عہد نامہ یا سرکاری کاغذ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بل پر امیروں کو اور نیز بالائے سندھ کے امیروں کو منع کریں کہ وہ رعایا سے محصول راہداری نہ لیا کریں۔ اس واسطے یہ ناانصافی ظاہر ہے کہ ہم حیدرآباد کے امیروں پر یہ تقاضا کریں کہ وہ محصول راہداری نہ لیں اور اُن سے جو اوپر قومیں رہتی ہیں اُن کے محصول راہداری کے لینے کو جائز رکھیں اس کے معنے یہ ہیں کہ راہداری کے محصول لینے کے لئے اوروں کو مجاز رکھنا ناانصافی ہے لیکن یہ ناانصافی نہیں کہ امیر محصول کے لینے سے منع کیے جائیں۔ اس دلیل کا جواب کہ شمالی سندھ میں محصول راہداری لیا جاتا ہے یہ ہے کہ ہم نے بہت وقت اور تکلیف اُٹھا کر سندھ میں دریا کے اندر کشتیوں کو آزاد چلایا ہے ہم نے مستحکم ارادہ کر لیا ہے کہ قوموں کی اس بڑی شاہ راہ پر تجارت کو کھولیں اور اس تدبیر سے سب کو فایدہ ہے کسی کو نقصان نہیں اس میں جو لوگ فائدہ اُٹھائیں وہ اس میں شریک ہوں ۞

اس یادداشت کے ساتھ فرد حساب بھی بھیجی گئی جس میں خراج کی معافی بہ نسبت ملک کی آمدنی کے ۳۰۰۰۰ روپے سالانہ زائد تھی اور یہ اس استحقاق کے معاوضہ میں دی گئی کہ دخانی جہاز کے لیے لکڑیوں کے کاٹنے کی اجازت ملے اور علاوہ اسکے ایندھن کی قیمت بھی دیجائے جب یہ یادداشت اور شکایتوں کی فہرست گئی تو ہندوستان کے گورنر جنرل نے سر چارلیس نیپیر کے پاس امیروں کے اُن خطاؤں کی سزا دینے کے لیئے جو شکایتوں کی فہرست میں مندرج تھیں ایک اور عہدنامہ بھیجا کہ امیروں سے منظور کرا جائے۔ لیکن اُسکے ساتھ یہ لکھا کہ ان جرموں کا ثبوت قطعی ہو کہ نصیر خان نے بی بروک یعنی کو انگریزوں کے ساتھ لڑنیکے لیئے آمادہ کیا اور میر رستم نے مہاراجہ شیر سنگھ کو خط لکھا ۞

میجر اوٹرم صاحب اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ لارڈ ایلین برا نے جنرل نیپیر پہ اعتماد کرکے شکایتوں کی فہرست کو سچ مان لیا۔ لیکن امیروں پر جرموں کا ثبوت قطعی نہ تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے نام امیر رستم کے خط لکھنے کا ثبوت مہر پر موقوف تھا۔ جس کی نسبت میجر صاحب لکھتے ہیں کہ اول تو مہر کی شہادت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ خاصکر ایسے ملک میں جو جعلی مہروں کے بنانے میں نامور ہوا ور بہت سے مقدمات جعلی مہروں کے دائر ہوتے ہوں غرض میجر صاحب جتنے الوسع امیروں پر سے الزامات کو دفع کرتے ہیں۔ جس کو جنرل صاحب میجر صاحب کی ہٹ دھرمی جانتے ہیں۔ اُن دونوں کی مخالفانہ تحریرات کے سبب معاملات سندھ کے باب میں کوئی جنرل کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بجا اور درست تھا اور کوئی میجر اوٹرم صاحب کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بیجا اور ناحق تھا ۞

۲ نومبر ۱۸۴۲ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ امیر بڑے ستاتے ہیں اُنہوں نے دریا کے کناروں پہ ہیر ہستان کی احاطہ بندی کرکے اپنی شکارگاہیں بنالیں جن کا مقصد یہ تھا کہ دخانی جہازوں کے لیئے ہم کو لکڑی نہ مل سکے۔ عہدنامہ کے موافق ان شکارگاہوں کا لحاظ ادب ضرور تھا میں اس پیچ میں سے ایک آرا ایسی نکال لوں گا کہ پھر وہ چکر نہ کھا سکے گا۔ لکڑیاں جو ہم سے پرے اور بالکل پرے ہیں اُن کی نسبت یہ سوال کیا جائے گا کہ امیر کس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ میں ہیر ہستان کو آگ لگادوں یا حیدرآباد کو۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کی جائے گی۔ یہ امیروں کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو وہ پسند کریں۔ یہ امر کچھ خفیف نہیں ہے ہمارے پاس کوئی عہدنامہ یا کوئی اور وثیقہ ایسا موجود نہیں ہے کہ جس کے موافق ہم کو لکڑیوں کے کاٹنے کا استحقاق ہو۔ لکڑی کے بہم پہونچنے پہ ہماری ساری چیزیں موقوف ہیں۔ ایسی حماقت کا کام بھی ہوتا ہے کہ امیر مجھ پر اس دانج

کی ضرب لگا کے مجھے دیوار پہ پھینکیں گے۔ مگر جہاں سلامتی میں خلل پڑتا ہو تو وہاں زور کا حق ہوتا ہے۔ یعنے دست زور بالا ہوتا ہے ❊

۲۳- نومبر ۱۸۴۳ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میں علی مراد سے ملنے گیا جہاں تپاک اور شان سے میرا استقبال ہوا۔ علی مراد نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے وعدہ کیجئے کہ رئیس الامرا کی دستار مجھے دلا دیجئے گا۔ میں نے جواب دیا کہ آپ رستم خاں کے بھائی ہیں جس کے سر پر دستار ہے جب تک وہ زندہ ہے تم رئیس الامرا نہیں ہو سکتے۔ مگر قانون کے موافق تم دستار کے وارث ہو اور چونکہ عہدنامہ کے موافق ہم پر واجب ہے کہ ہر امیر کے حقوق قایم رکھنے میں مددگار ہوں اس لئے ہم تمہارے حق رسی کے لئے معاون ہونگے۔ اس میرے کہنے سے وہ بہت خوش معلوم دیتا تھا اور اس نے مسٹر براون سے جو میرے ترجمان تھے کہا کہ میں بہت خوش ہوا اگر جنرل صاحب میری مدد نہ کریں گے تو میں ایسا صاحب طاقت ہوں کہ بزور وہ دستار حاصل کر سکتا ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دوست انگلش میرے طرفدار ہوں اب ایک اور بات یہ ہے کہ میرا بھائی رستم یہ سازش کر رہا ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنے بڑے بیٹے کے سر پر دستار بندھوائے کیا جنرل اسکو جائز رکھے گا۔ نہیں۔ اس کے برخلاف تمہارے استحقاق کی حمایت کی جاوے گی لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ گورنر جنرل تمہارا حامی اور معاون ان سب بولے ہے کہ تم دستار کا حق رکھتے ہو اور تم ہمیشہ خیر خواہ اور نیک سگال برٹش گورنمنٹ کے رہے ہو لیکن اگر تم اپنے اس طریقہ کو بدل ڈالوگے تو پھر وہ تمہاری اعانت نہیں کرے گا۔ وہ دشمنوں کو سزا اور دوستوں کو انعام دیتا ہے اس واسطے میرا وعدہ شرطیہ ہے اس نے جواب دیا کہ سب درست ہے جیسے دوست دوست سے رخصت ہوا کرتے ہیں اسی طرح میں اس سے رخصت ہوا ❊

یہ بات کہ کون اس دستار کو پہنے گا مجھے چاندنی کے بے اعتبار معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اصل میں اس کا کوئی قانون اور قاعدہ نہیں ہے۔ اب تک دستار بھائی کو ملتی ہے جب ـ ـ ـ چچا باقی نہیں تو بڑے بیٹے کے بیٹے کو ملتی ہے۔ اب میں جانتا ہوں کہ اگر علی مراد کو دستار مل گئی اور رستم خاں مر گیا اور میں حکمران رہا تو میں رستم خاں کے بیٹے کو وارث نہیں ہونے دونگا۔ اور مجھے یہ قوی شبہ ہے کہ رستم خاں مجھے مجبور کرے گا کہ میں اس کو دستار سے اور اس کی ریاست محروم کروں اس صورت میں علی مراد کا وزیراندام بیٹا دستار پہنے گا وہ ایک چھوٹا دیو ہے۔ وہ خوش ہو ہو کر جل جلالہ پکارے گا ❊

اس معاملہ میں جب میں گفتگو کرتا تھا تو تین مفید باتیں میرے دل میں آئیں۔ اول علی مراد اس سازش

سے الگ ہو جائے گا جو ہمارے خلاف ہو رہی ہے وہ بڑا زبردست امیر ہے اس لیئے خون ریزی کے ہونے کا اتفاق کم ہو جائے گا ؎

دوم ٹھیک وقت پر اسکو سب امیروں کے سردار بنانے سے اور امیر اُس کی بزرگی کو تسلیم کرینگے اور فقط اُسی کو عہد و پیمان کرنے کا استحقاق رہے گا جس کے سبب سے اُن عہدناموں کے طوماروں سے نجات ہوگی جو ہر ایک کے ساتھ عہد و پیمان کرنے سے لگائے جاتے ہیں۔ سوم اور امیر بجائے خود مختار پادشاہ ہونے کے دولتمند اشراف ہو جائینگے (اُن کے درجے کا تنزل ہو جائے گا) ؎

آخری حکم جو میرے ساتھ سکھر و بکھر اور روڑی پر قبضہ کرنے کا آیا ہے یہ سب مل کر جلد ایک عظیم الشان شہر ہو جائے گا جس کا نام وکٹوریا دریائے سندھ پر مشہور ہو جائے گا اسمیں حکومت اچھی طرح کی جائیگی وہ ایسا آزاد ہوویگا کہ دستار بند امیر بھی تجارتی شہر سے دب جائیگا ؎

۱۰۔ نومبر ۱۸۴۲ع کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میرے جاسوس خبر لائے کہ امیر رستم نے اپنے خفیہ دربار میں کہا کہ اگر فرنگی سندھ سے چلے جائیں تو جتنا روپیہ مجھ سے مانگیں میں اُن کو دیدوں خواہ روپے کے دینے میں میری عورتوں کے جواہر ہی کیوں نہ بک جائیں لیکن اگر وہ یہاں رہیں تو میں اپنی سپاہ اُن کے نکالنے کے لیئے جمع کرونگا مجھے اور ذریعوں سے یہ خبر ملی ہے کہ تمام بلوچی سرداروں نے ۷ دسمبر کو مسلح ہو کر جمع ہونیکا ارادہ کیا ہے اُسی دن لارڈ ایلنبرا کا حکم آیا کہ نیا عہدنامہ نافذ ہو میں نے تمام کاغذات کا فارسی میں ترجمہ کرا لیا۔ فریج صاحب اور سیٹن لی صاحب اُن کو کل لے کر خیرپور اور حیدرآباد جائینگے اور کل ہی دو ہزار سپاہی دریائے سندھ کے پار روانہ ہونگے اور دو ہزار آدمی تین توپخانوں کے ساتھ تیار رہینگے۔ میں ملک پر جس میں روڑی بھی داخل ہے دریا کے اوپر سبزل تک قبضہ میں لاؤنگا میں دریائے سندھ کے پار اپنے لشکر میں سے اور زیادہ سپاہیوں کو بھیج کر سپاہ کو تقسیم نہیں کرونگا بلکہ اُنکو روڑی اور سکھر میں جب تک جمع رکھونگا کہ امیر کام کرینگے اگر اُنہوں نے اپنی گردن نیچے کی تو دریا کے بائیں کنارے پر سبزل کوٹ تک قبضہ کرلونگا اور پھر نواب بہاول پور کو بلاؤنگا جس کے پاس آخر کار یہ ملک حوالے ہوگا ؎

میں نے امیروں کو اپنے نام کے سکے ڈھالنے اور رائج کرنے سے بھی منع کر دیا جس سے اُن کی جان پر صدمہ پہونچا ہے اگرچہ مجھے یہ حق نہیں حاصل تھا کہ اس کام کو کروں اس لیئے اس کا کرنا ناانصافی ہے مگر انسانیت کو اس سے فائدہ حاصل ہے۔ دو ہفتے کے اندر اس کا فیصلہ ہو جائے گا کہ میں سندھ کا حکمران ہوں یا اُن سے

امیروں کا نکالا ہوا جرنیل ہوں۔ تمام دولتمند اور غریب آدمی جو چور اور بدمعاش نہیں ہیں شوق سے انتظار کر رہے ہیں کہ میں سندھ کا حکمران ہو جاؤں جس سے وہ شادان اور خرم ہوں اور کراچی اور بھکر میں اُن کے انبوہ کے انبوہ آئیں ۔

۴۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو خیرپور میں نیا عہد نامہ بھیجا گیا۔ امیروں نے اس سے بظاہر بڑی نفرت ظاہر کی اپنے بغاوت انگیز خطوں کے بھیجنے سے اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط ہمارے نہیں ہیں دشمنوں نے جعلی بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کل ایک معتمد وکیل بھیجیں گے جو مجھے یقین دلادے گا کہ گورنر جنرل نے کیسی اُن کے حق میں ناانصافی کی ہے۔ میں جب تک اُن کا بیان نہیں سُن لوں گا کچھ کام نہیں کروں گا۔ وکیل کا بھیجنا دلالت کرتا ہے کہ وہ مجھ سے لڑنے کے نہیں۔ اس سے مجھے یک معنی کر خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس سے یہ غم ہوتا ہے کہ وہ اطاعت کریں اور میں اُن کو سزا دوں۔ خاص کر پیر کہن سال میر رستم کو یہ غریب بڈھا بڑھا آدمی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے وزیر فتح محمد غوری نے جو کہ یقینی بڑا شریر ہے اُسکو دغا اور فریب دے رکھے ہیں۔ میر رستم نے دستار اپنے بیٹے کو دیدی ہے جو بڑا شہ زور اور ہمارا مخالف ہے وہ ہنگامہ جنگ اس لیئے برپا کریگا کہ علی مراد میر رستم کا جانشین ہوگا۔ یہ آدمی ایسی کوشش کرینگے کہ جاڑے کے موسم کو عہد و پیمان کی گفتگو میں ٹالیں جس کے بعد انگریز سپاہ سے باہر ناک نہیں نکال سکتے اُن کی شکایتیں لارڈ ایلن برا تک جائنگی لیکن میں اس اثنا میں ضلع سبزل کوٹ اور بھونگ بارا پر اپنا قبضہ کرلوں گا۔ ہم انصاف کے موافق رفاہ عام کے لئے حکومت کریں گے یہ تالپوری تو اپنے مگرمچھوں کے موافق موذی ہیں ۔

۷۔ دسمبر ۱۸۴۲ء۔ کو امیروں کے وکلاء آئے تاکہ اُن کو مہلت مل جائے۔ ۸۔ دسمبر کو میرے اور امیروں کے درمیان ۱۴ تک چال بازیاں ہوئیں ۔

۱۴۔ دسمبر کو امیر چلائے کہ ہم قصوروار نہیں مگر میں اُن کو یہ نہیں کہہ سکتا اس لیئے کہ وہ اپنے قصور سے انکار کرتے ہیں وہ قصوروار ہیں مگر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اُن کا قصور ثابت نہیں کرسکتا ۔

کس طرح سے اُن کا قصور ثابت ہو سکتا ہے اور کس کورٹ میں۔ اُن کے بغاوت انگیز خطوط ہیں جن میں حملہ کرنے کی سازش ہے اُن کو کورٹ میں لے جاؤ تو وہ اُس سے انکار کریں گے کس طرح سے انکار رد ہو سکتا ہے۔ اُن کے خط سے رد نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ وہ خود کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے الا اس

صورت ہیں کہ اُن کو کسی شخص کو معزز و ممتاز بنانا ہوتا ہے تو اُسکے لیئے قلم کو ہاتھ میں لیتے ہیں ؎

یہ جناب کی مہر ہے - نہیں - وہ جناب کی مہر سے ملتی ہے یقینی وہ جعلی ہے کس واسطے جناب کی مہر جعلی بنائی جائے - جناب کے دشمن اسکو بنائیں - ہم کو مہر اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اسکو دشمن جعلی نہیں بنا سکتے - ہم کچھ نہیں جانتے یہ مہریں ہماری نہیں ہیں - ہم ہمیشہ انگریزوں کے سچے خیر خواہ رہے ہیں - نہیں تم ہمیشہ چھوٹی چھوٹی لڑائی کرتے رہے ہو - ہمارے نوکروں نے ایسا کیا ہوگا ؎

لیکن ہم نے اُن نوکروں کو سزا نہیں دی ہم نے اُن کو معاف کر دیا - وہ جاہل تھے ؎

حضور کے معتمد منشی کے ہاتھ کا یہ نوشتہ لکھا ہوا ہے اس سے وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گواہ موجود ہیں کہ قسم کھا کے کہتے ہیں کہ یہ نوشتہ منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے ؎

عدالتی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن امیر قصوروار ہیں اور گورنر جنرل کا ارادہ مصمم ان کے سزا دینے کا ہے - بے شک یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم اُن کے ملک میں آئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ رعایا ہم کو چاہتی ہے یا امیروں کو - ہر ایک آدمی خواہ کیسا ہی غریب ہو ہم کو چاہتا ہے ؎

ایک مسلح بلوچی قزاق ہوتا ہے اور ہم بھی ایسے ہی قزاق ہیں - مگر ہم جائز طور سے قزاقی کرتے ہیں اور وہ جائز طور سے نہیں (من تقاعدہ کشتم او بے قاعدہ مے کشد) ایک اٹرنی کا بل اگرچہ نہایت برا ہوتا ہے - مگر وہ ایسا برا نہیں ہوتا کہ کسی کا گلا کاٹے ہمارے بل بہ نسبت غریبوں کے دولتمندوں کے دلوں کو زیادہ تلملاتے ہیں - اس تحقیقات سے مسئلہ الیہ میں زیادہ خوبی نہیں مجھے احکام دیئے گئے ہیں کہ اسقدر ملک کو ضبط کر لوں - میرا کام ہے کہ اس کام کو بغیر کسی تشدد کے انجام دوں اگر ممکن ہو تو بغیر کشت و خون کے سرانجام ہو جائے گا خدا کے فضل و کرم کا بڑا شکر ادا کیا جائیگا ؎

۱۱ - نومبر کو لارڈ ایلن برا نے لکھا کہ میں نے اس لیئے تامل کیا ہے کہ نصیر خان کی مہر ہاتھ آ جائے میں نے آپکے فیصلہ کا ماحصل ان باتوں کو قرار دیا ہے اول حیدرآباد کے امیر کا خط بنام بی بروک لفتنی کے نام اصلی ہے - دوم خیرپور کے امیر کا خط بنام شیر سنگھ مہاراجہ لاہور اصلی ہے - سوم میر رستم کا معتمد کارندہ فتح محمد غوری محمد شریف کے فرار ہونے میں معاون ہے ؎

ان تینوں باتوں کی نسبت جنرل صاحب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ ظن غالب یہ ہے کہ مہر جعلی نہیں ہے - میر رستم کے خط کے باب میں میجر اوٹرم کو بڑے شبہات ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس خط کو اس کے وزیر

فتح محمد غوری نے لکھا ہے۔کیا یہ مسئلہ مانا جاتا ہے کہ اگر ایک پادشاہ مُہر اور اپنا اختیار اندھے پنے سے اپنے وزیر کو دیدے پھر اس سے جو نتائج پیدا ہوں اُن کے لیے اس کی یہ حماقت معذرت ہو۔حضور مشکل سے اس معذرت کو مانینگے۔اس میں شبہ نہیں کہ فتح محمد غوری نے شریف خان کے فرار ہونے میں مدد کی اگر حضور کارروائی کرنے کے لیئے میرے بیان کو کافی جانتے ہیں تو نئے عہدنامہ کے پیش کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے اور کارروائی کرنے کے لیئے میں بالکل ایسا تیار ہوں کہ امیروں کو میں بغیر کشت و خون کے بدلایل سمجھا دونگا کہ وہ نئے عہدنامہ کو قبول کرلیں ؎

۸۔ دسمبر ۱۸۴۲ء میرپور کے امیر کا ذکر کہیں نئے عہدنامہ میں نہیں وہ پچاس ہزار روپے سالانہ دیتا ہے۔لفٹنٹ برون کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمارا سخت دشمن رہا ہے مگر ہم اسپر کوئی اصلی الزام نہیں لگا سکتے۔ اور نہ اس کا قبضہ کسی ملک پر دریاے سندھ کے کناروں پر ہے وہ خود فرمان روا ہے لیکن حیدرآباد کے امیروں سے اسکا درجہ نیچا ہے۔میری راے ہے کہ وہ اپنا خراج دیا کرے نئے عہدنامہ کے دوران میں بعض باتیں ایسی واقع ہونگی کہ ہم اس کا خراج بہ عوض ملک کے چھوڑ دیں گو مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا کہ وہ کس لیئے خراج دیتا ہے ؎

۹۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو علی مراد امیروں کے گروہ سے علیحدہ ہوگیا۔امیروں نے جو سپاہیں جمع کیں تھیں اُن کے چلے جانے کا حکم اب تک اُنہوں نے نہیں دیا۔اس لیئے میں اُن کی کسی ایک بات پر جو وہ کہتے ہیں یقین نہیں کرتا اُن کی دشمنی اور مکاری دونوں کانٹے کے تول ہیں اگرچہ میرے نزدیک ممکن نہیں کہ ایسے آدمی جو تین نیچے کے بعد باقاعدہ بھنگ پیتے ہوں وہ رات کو میرے لشکر پر کشت و خون ماریں مگر میں نے بمقتضاے احتیاط و دوراندیشی یہ خط امیروں کے نام لکھکر بھیجا ؎

امیرو گورنمنٹ کے احکام کی اطاعت اور ہماری قوم کے ساتھ تمہاری محبت بلاشبہ ہے تم نے نہایت سنجیدگی سے مجھ پر ثابت کردیا ہے کہ ہم تمہارے دوست ہیں اس لیئے یہ عین صواب ہے کہ ایک عجیب افواہ جو مجھ تک پہونچی ہے اس سے تم کو مطلع کروں۔لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمہاری رعایا میرے کیمپ پر شب خون ماریگی۔بے شک بغیر تمہارے علم کے اس کا ارادہ احمقانہ ہوا ہوگا جو لوگ حملہ کرینگے اُن کو میرے سپاہی مار ڈالیں گے اور جب دن نکلے گا تو میں خیرپور میں جاؤنگا اور اسکے باشندوں کو سکھر میں منتقل کردونگا اور تمہاری دارالسلطنت کے شہر کو بالکل تباہ خاک سیاہ کردوں گا صرف تمہارا یہ

ادب کروں گا کہ تمہارے محلوں کو غارت نہیں کرونگا مجھے یہ یقین ہے کہ تم اپنی رعایا کو زیر حکم نہیں رکھ سکتے ہیں تمہارے خزانہ پر دست درازی اتنی کرونگا کہ اس کام میں جو روپیہ صرف ہوا ہے وہ وصول ہو جائے کیونکہ یہ انصاف ہے کہ حکام جن کی رعایا اپنے ہمسایوں کے ساتھ شرارت کرکے نقصان پہونچائیں تو اُن کے نقصان پورا کرنے کے لیئے وہ خرچ ادا کریں اس واسطے میں اشتہار دیتا ہوں کہ اگر میرے کیمپ پر شب خون مارا جائے گا تو میں ضرور خیرپور کو غارت اور تباہ کروں گا تاکہ تم اپنی رعایا کو تنبیہ کردو کہ دشمنی کا نتیجہ یہ ہے ؀

۱۶- دسمبر ۱۸۴۲ء کو لارڈ ایلن برا کو لکھا تھا کہ امیروں نے جو اطاعت نامے تحریر کیئے ہیں وہ حضور کے پاس بھیجتا ہوں - مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر سپاہیوں کو جمع کر رہے ہیں اسواسطے میں نے امیروں سے کہہ دیا ہے کہ میں بموجب احکام گورنمنٹ تمہارے ملک پر قبضہ کروں گا مگر یہ تمہارے خطوط بھی گورنر جنرل کے پاس بھیجتا ہوں لیس جس قدر جلد ممکن ہے دریائے سندھ کے پار اتر دینگا لیکن کشتیاں تھوڑی ہیں اور پانی بہت کم عمیق ہے کام مشکل ہے ؀

۱۸- دسمبر ۱۸۴۲ء کو شب گذشتہ کو خیرپور کے پاس ڈاک کو میر رستم کے آدمیوں نے لوٹ لیا- یہ غریب بوڑھا احمق اپنے کنبے کے ہاتھ میں ہے میں نے اُسکو حکم بھیجا ہے کہ وہ فوراً اپنے لشکر کو علیحدہ کرے مجھے شبہ ہے کہ اس کو کچھ اختیار نہیں ہے مجھے اُس کے گروہوں پر بجائے اسکے حکومت کرنی پڑیگی یہ خبر مجھے آج صبح کو ہوئی ہے کہ خیرپور اور شکارپور کے درمیان بلوچی لوٹ مار کر رہے ہیں- جہاں وحشی قومیں شتر بے مہار سپاہ کے لیئے جمع ہوں وہاں ایسی ہی کاموں کی توقع ہوسکتی ہے ؀

۱۸- دسمبر ۱۸۴۲ء کو رستم خان کے پاس سے ایک مخفی پیغام آیا کہ میں اپنے کنبے میں مقید ہو گیا ہوں اس کو میں اپنے قابو میں نہیں کر سکتا- اگر آپ مجھے اپنے پاس رکھنا قبول کریں تو میں بھاگ کر آپکے کیمپ میں آجاؤں- اس کا اس طرح آنا حقیقت میں اُس جرم سے بری کریگا اور دشواری میں ڈالے گا- یہ خط و کتابت دغا و بغاوت آمیز ہے جس کے واسطے اس کو سزا دینی چاہیئے- یہ اسی کی خطا ہے کہ اس نے اپنی مہر فتح محمد غوری کو دیدی ہے- امیروں ہی کے رسم اور دستور کے موافق وزیروں کے کاموں کی جوابدہی اُن کے امیروں کے ذمہ ہے ؀

اوّل میں جنرل کی رائے اس کے خلاف تھی کہ علی مراد کو دستار ملے مگر جب رستم خان نے

اپنی خوشی سے اس کو دستار دیدی تو جنرل کی راے اس بنا پر بدل گئی کہ علی مراد مستحق وارث ہے اور نیز سب امیروں میں زیادہ زبردست ہے۔ وہ اب رئیس الامرا ہے اِس کا بھائی رستم خاں اسکا طرفدار ہے۔ میں سب قلعے لیکر علی مراد کے حوالہ کر دونگا۔ وہ ہماری دوستی کے سبب سے تا حیات ملک سندھ کا مالک ہوگا۔ جس کے لایق وہ ہے اور بجائے اس کے کہ متواتر خونریز لڑائیاں جو بالاے سندھ میں ہوتی رہتی ہیں بالکل امن وامان ہوگا ❊

۲۰۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو ایک مخفی پیغام میر رستم کے پاس سے میرے پاس آیا خط لانے والے کی پاس کھلا خط تھا۔ مگر اُس نے لفٹننٹ برون سے خفیہ کہا کہ میر رستم کچھ نہیں کرے گا اور میرے کیمپ میں بھاگ کر چلا آئے گا میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ آن کر مجھے دق کرے۔ مگر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ علی مراد کے پاس چلا جائے جو اسکو فائدوں کے حسن انتظام کے لئے ترغیب دے گا کہ وہ دستار سے مستعفی ہو جا ئے کیونکر اس لئے کہ وہ مدت سے چاہتا ہے کہ اس پگڑی کی جواب دہیوں سے اس کو نجات ہو اس لئے میں نے مخفی میر رستم اور علی مراد کو لکھا۔ اور آج صبح کو علی مراد نے مجھے لکھا کہ میرا بھائی بخیر وعافیت دیجی میں میرے پاس ہے اور مجھ سے درخواست کی کہ خیر پور میں بارہ بجے سے پہلے آپ حرکت نہ کیجئے گا تاکہ اُس کی عورتوں کو چلے جانے کی مہلت ملے۔ اب حقیقت میں علی مراد رئیس الامرا ہے اس واسطے کہ اگر میر رستم اسکو دستار نہ دے گا۔ مگر تو بھی وہ بہرحال میر رستم کا ہادی اور رہنما ہوگا۔ جس کے ہاتھ میں اس نے اپنے تئیں خود حوالے کر دیا ہے علی مراد تمام تال پوری امیروں سے زیادہ صاحب اختیار اس حال میں بھی تھا کہ میر رستم کی حکومت اسکے برخلاف تھی۔ اب کوئی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارا دوست ہے ❊

واقعات عظیمہ

خیر پور کے امیر رستم نے اور حیدر آباد کے امیر نصیر خاں نے جس کے سر پر امارت کی پگڑی تھی۔ لارڈ ایلن برا کے نئے عہد نامہ کے مسودہ کو منظور کر لیا۔ مگر اس پر دستخط کرنے میں تامل کیا اور چُپ چاپ اپنے ماتحت رزم آرا رئیسوں کو لڑنے کے لئے بلایا۔ اور اس کے ساتھ ہی دشمنانہ سازش مخفی کی جس کے اندر خیر پور کے نوجوان امیر زادے پیشوا بنے اور اُنہوں نے نہایت محنت سے سپاہیوں کے جمع کرنے میں اہتمام کیا۔ اب برٹش گورنمنٹ کو مداخلت کرنے کا استحقاق اس سبب سے حاصل ہو گیا کہ عہد نامہ پر دستخط کرنے میں امیروں نے التوا کیا۔ برٹش چھاونیوں کو

اجورہ دار سپاہیوں کے گروہوں کے جمع ہونے سے خوف پیدا ہوا۔ لارڈ ایلن برا کے احکام جنرل نیپیر
کے نام بڑے تشدد کے ساتھ جاری ہوئے کہ ان سپاہیوں کے گروہوں کو منتشر کرے اور نئے عہدنامہ کے
موافق جو ملک دریائے سندھ کے بائیں کنارہ پینے ٹھہرے ہیں اُن پر قبضہ کرے جب یہ احکام امیروں کو معلوم ہوئے
تو اُنہوں نے بے انتہا اطاعت اور فرمانبرداری کو ظاہر کیا اور بڑی ڈھٹائی سے سپاہیوں کے گروہوں کے
موجود ہونے سے انکار کیا لیکن وہ لڑائی کے واسطے تیاریاں کرتے رہے اور عہدنامہ کو تاخیر میں ڈالتے رہے
تاکہ موسم سرما ختم ہو جاوے۔ اور موسم گرما آجائے اور اُن کی سپاہ جمع ہو جائے اور انگریز گرمی میں لڑنے کے
قابل نہ ہوں جنرل اُن کی اس پولیسی کو پہلے سے تاڑ گیا وہ احکام کی تعمیل کے لئے دریائے سندھ کے پار اُترا
میر رستم اپنے سرکش بیٹوں اور بھتیجوں سے خوف زدہ ہو رہا تھا تو اُس نے مخفی درخواست کی تھی جس کا اوپر ذکر ہوا
کہ وہ جنرل کے کیمپ میں چلا آئے اس لئے یہ خط اُسکو جنرل کی طرف سے بھیجا گیا ؏

جناب من - میرا یہ یقین ہے کہ آپ اپنی ذات سے ہمیشہ انگریزوں کے دوست رہے ہیں مگر اب اپنے
بدعقل کنبے کے سبب سے بیکس اور بے بس ہو رہے ہیں۔ میں جو خط آپکے بھائی علی مراد کے ہاتھ بھیجتا ہوں کہ آپ اُسکے
صلاح اور مشورہ پر چلیں اور پورا اعتماد کریں کہ وہ آپ کی محافظت کرے گا اب آپ ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ
لڑائی کے قابل نہیں رہے۔ اگر لڑائی شروع ہوئی تو میں آپ کو کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اگر آپ اپنے بھائی کے
ساتھ چلے جائینگے تو آپ کیا اُس کے ساتھ رہیں گے یا میں سپاہی بھیجا آپنے کیمپ میں آپ کو بلا لوں گا۔ جہاں امن
عافیت سے آپ رہیں گے آپ میری نصیحت پر چلیئے وہ ایک دوست کی نصیحت ہے۔ میں آپ کا دشمن کس طرح سے
ہو سکتا ہوں ؟ اگر میں دشمن ہوتا تو اس تکلیف کو کیوں گوارا کرتا کہ آپ کو سلامت رکھوں میں خیال کرتا ہوں کہ آپ
میری بات کو یقین کریں گے لیکن آپ کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ خط تو مخفی بھیجا مگر علانیہ ایک خط امیر کو
بھیجا جس سے اُسکے فتنہ پرداز بیٹوں اور بھتیجوں کو تنبیہہ ہو ؏

میرے خطوط خیرپور میں روکے گئے یہ امر کیا آپ کے حکم سے جاری ہوا ہے یا بغیر آپ کی منظوری کے
ہوا ہے اگر آپ کے حکم سے ہوا ہے تو آپ قصوروار ہیں اور اگر بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے تو آپ اپنے
آدمیوں کو اپنے قابو میں زیر حکم نہیں رکھ سکتے بہرحال میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً اپنے مسلح آدمیوں کو آپ دور
کریں اور میں خیرپور جاؤں گا تاکہ میں دیکھوں کہ میرے حکم کی کیا تعمیل ہوئی ؏

پھر اس دھمکی کی تائید اس اشتہار سے ہوئی کہ عہدنامہ کے موافق اضلاع سبزل کوٹ اور بھونگ بارا

نواب بہاول پور کو پھر دیئے گئے اور امیروں کو ممانعت کی جاتی ہے کہ ۱۰-جنوری ۱۸۴۲ء کو ان اضلاع میں تحصیل محصول نہ کریں اور رستم کے بیٹے اور بھتیجے جو خیر پور کے قلعوں پر اور اور مقامات پر مسلح سپاہ کے ساتھ قابض ہیں اور یہ قلعے دستار سے متعلق ہیں اسلئے یہ کام دشمنی کا ہے جس سبب سے وہ رستم کے باغی اور برٹش کے دشمن ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دو قلعے امام غور اور غور شاہ ریگستان میں بہت دور ہیں پہلا قلعہ اپنی حصانت و متانت اور فاصلہ کے سبب سے بلوچیوں کے نزدیک ممتنع التسخیر ہے دونوں قلعوں میں سب سامان جمع کیا گیا ہے اول قلعہ میں رستم خاں کا سرکش بیٹا محمد حسین ہے اور دوسرے قلعہ میں اسکا بھتیجا نصیر خان ہے۔ لیکن جنرل کی نصیحت کے موافق دفعتاً قلعہ ڈیجی میں رستم کے چلے جانے نے اُن نوجوان امیرزادوں کے تدابیر جنگ کو بالائے سندھ میں سست کر دیا اور وہ خیر پور سے بھاگ گئے جس کے سبب سے بالائے سندھ میں علی مراد کی بالکل حکمرانی ہو گئی ❊

۲۹-دسمبر ۱۸۴۲ء کو۔ جنرل صاحب لارڈ ایلن برا کو لکھتے ہیں کہ علی مراد سے شب گذشتہ کو میں ملا اور میں نے اُس سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کل رستم سے ملوں مگر دوسرے دن میں نے سنا کہ میر رستم کہیں چلا گیا اسکے دو سبب میں خیال کرتا ہوں اوّل میر رستم ایک ڈرپوک آدمی ہے اُس نے یہ خیال کیا کہ میں اسکو قید کرنا چاہتا ہوں میں اور اس کا بھائی دونوں ملکر اس کام کے لیئے سازش کرتے ہیں ❊

دوم علی مراد ہی نے اپنے بھائی کو بھگا دیا ہو ❊

میر رستم نے اپنی دستار علی مراد کو دیدی اور قرآن پر قسم کھا کر دستار سے استعفا دیدیا جس کے گواہ بہت سے مولوی بنے۔ یہ قرآن علی مراد نے میرے پاس بھیجا جس پر میں نے کہا کہ خاندان کے انتظامات اُن کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ مگر گورنر جنرل خاندان کے سردار کا حامی ہر بشرطیکہ وہ عہد نامہ کا پابند ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میر رستم کی ذات کے لیئے یہ اچھا ہوتا کہ وہ اپنی دستار بدستور رکھتا اور علی مراد کو اپنا قایم مقام کام کرنے کے لیئے بناتا۔ مگر اُس کو اختیار تھا کہ جو چاہتا وہ کرتا اب مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس بوڑھے آدمی کو علی مراد نے اس سفیہانہ قدم میں جو اُس نے اُٹھایا تھا اپنے اس حصول مقصد کے لیئے دہشت دلائی۔ کہ دستار پر اس کا قبضہ پورا ہو جائے۔ اس کام کے کرنے کے لیئے اُس نے رستم سے کہا کہ میں اس کے قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ علی مراد نے رستم کے دوست ہونے کا ادعا کیا۔ اور اسکو دغا دینے کے موقع کا منتظر رہا ❊

۳-جنوری ۱۸۴۳ء کو نصیر خان نے ایک خط بھیجا۔ جو بکر دو فریب سے بھرا ہوا ہے اس نے اطاعت

کا اقبال اس لیئے کیا ہے کہ مہلت مل جائے میر رستم نے بھی لکھا ہے کہ میں نے خود اپنی خوشی سے دستار نہیں حوالہ کی ہے آپ نے علی مراد کے ہاتھوں سے میرے ساتھ دغا کی ہے نصیر خاں کو میں نے یہ جواب دیا ؛

امیر۔ جب کسی آدمی کے قول و فعل مطابق نہیں ہوتے تو مجھے بڑی دقت پیش آتی ہے کہ کس طرح کام کروں امیروں کی ایک گورنمنٹ بہت سے سر رکھتی ہے ان میں سے ہر ایک مختلف و عجب طرح سے باتیں کرتا ہے میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا میں خیرپور میں اسلیئے آیا کہ دیکھوں معاملہ کی کیا صورت ہے اور اسی مطلب کے لیئے میں حیدرآباد کو جانے کا تھا۔ میں دو سو میل کے فاصلہ سے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ چونکہ تم کہتے ہو کہ ہم کمپنی اور گورنر جنرل کے دوست ہیں تو میرے دیکھنے سے تم کو خوشی ہوگی میں سنتا ہوں کہ جنوب میں لشکر جمع ہو رہا ہے مسلح آدمی سندھ میں دریائے سندھ سے عبور نہیں کر سکتے اس لیئے میں سپاہ ساتھ لیکر آتا ہوں۔ اور رستم خاں بوڑھے شریر کو یہ خط لکھا ؛

جناب کا خط مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں ایسی زبان استعمال کروں جس کا مجھے افسوس ہے لیکن میرے ملک کی عزت اور تمہاری غرض مجھے کچھ اور نہیں کرنے دیتی آپ کے خط کا منشا یہ ہے کہ میں نے آپکو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی علی مراد کی ہدایتوں کے موافق کام کریں اور اُس نے آپ کو یہ صلاح دی کہ میرے ملنے سے آپ اس طرح فرار ہوں جیسے کہ اُس سازش کرنے والے سے جو آپ کو قید کرنا چاہتا ہو۔ امیر ایسا فریب کرنا آپکے عز و جاہ کے لایق نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سچ نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آپ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میرے کیمپ میں آجایئں تو میں نے آپ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنے بھائی کے قلعہ میں بجائے میرے کیمپ میں آنے کے چلے جایئں اسواسطے آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کو میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور نہ آپکے کنبے کے انتظامات میں دخل دینا اب تم یہ سخن سازی کرتے ہو کہ جب میں نے یہ چاہا کہ آپ مجھ سے ملیں تو آپ بھاگ گئے کچھ اس غرض سے نہیں کہ ملاقات سے بچنا منظور تھا بلکہ اس سبب سے کہ میں نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی کی صلاح پہ چلیں اور بھائی نے آپ کو یہ صلاح دی کہ آپ بھاگ جایئں اس لیئے بھاگ گئے میں یہ تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ جناب ایسی غلط نمائیوں کے اندر پناہ لیں میں گورنر جنرل کا قایم مقام ہوں اس لیئے آپ میری اطاعت کرتے ہیں آپ نے قسم کھا کر دستار سے استعفا دیا اب آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا یہ ایک اہم اور سنجیدہ کام ایسا تھا جیسا کہ سانگ یا تمسخر کا ہوتا ہے ؛

امیر۔ میں ایسے دو رنگ کاموں کو سمجھتا نہیں۔ آپ کے افعال اور اقوال کی گرفت کرتا ہوں۔ لیکن آپ

میں یہ نہیں خیال کرتا کہ آپ تالپوری رئیس الامراء ہیں اور نہ میں آپ کی اور نہ اُن لوگوں کی جو آپ کو رئیس سمجھتے ہیں ایسی مدارات کروں گا جیسی کہ رئیسوں کی ہوتی ہے ؎

۷۔ جنوری ۱۸۴۳ء۔ میجر اوٹرم سے میر رستم ذاتی واقفیت رکھتا تھا میرے ساتھ تھا۔ کل میر رستم نے ایک ایلچی بھیجا جس نے کہا کہ وہ آپ کا تابع اور فرمانبردار ہے۔ میجر نے مجھ سے درخواست کی کہ میر رستم سے مجھے ملنے کی اجازت دیجائے میں نے اجازت دی اور کہا کہ آپ میر رستم کی یہ تشفی کر دینا کہ اُس کی ذات کو کچھ جوکھوں نہیں ہے وہ سلامت رہیگی۔ لیکن اطاعت و فرمانبرداری اُس کو دوبارہ صاحب دستار نہیں بنائیگی جس سے اُس نے خود استعفا دیا ہے اور میرے خیال میں ایسے استعفے پر سندھ کا امن و امان منحصر ہے۔ میجر صاحب اس سے مل کر اس کے بیٹے کو ساتھ لے کر آئے میں نے بیٹے کے سامنے خوب اچھی طرح بیان کر دیا کہ تمہارا باپ بالکل سلامت رہے گا۔ وہ نئے عہد نامہ کے موافق مالک زمیں رہے گا لیکن دستار جو امارت سے متعلق ہے وہ اُس کے پاس نہیں رہیگی میں امام غور کو جاتا ہوں کہ علی مراد کو اُس قلعہ میں قلعہ دار مقرر کروں۔ لیکن پیر دیرینہ سال خیرپور میں مراجعت کر سکتا ہے یا جہاں اُس کی خوشی ہو وہ اپنے ملک کی طرح رہ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس بات سے بیٹا مطمئن ہو گیا اس سبب سے میں خیال کرتا ہوں کہ بالائے سندھ بالکل پرامن رہے گا ؎

جنرل صاحب نے ریگستان میں بڑے سخت سفر کئے۔ توپوں کے ساتھ لیجانے میں بڑی دشواریاں اُٹھائیں۔ امیر یہ جانتے تھے کہ انگریز ایسے سفر نہیں کر سکتے بیشک اگر انگریزوں کے ساتھ اُن کے رہبر اچھے نہ ہوتے یا اُن کا مقابلہ کرنے والی توڑہ دار بندوقیں ہوتیں اور کنوے بند کر دیے جاتے تو اُن کو قلعہ امام غور تک پہنچنے میں بہت عرصہ لگتا ؎

سفر کی کیفیت جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری آنکھوں میں ہمارے کانوں میں ہماری ناکوں میں ہمارے حلقوں میں بالکل ریت بھری ہوئی تھی۔ دانت ریت کو پیس رہے تھے۔ ہم اپنے کپڑوں اور کھال کے درمیان ریت کا باریک جامہ پہنے ہوئے تھے۔ خشکی کے سبب سے ہمارے جوتوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ ہم جو چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جوتوں کی جگہ ریت کی ہتھیلیاں پہن لی ہیں۔ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ امیر اپنے سپاہیوں کو دیہی میں جمع کر رہے ہیں تو میں نے حکم دیا کہ خیرپور میں میجر اوٹرم صاحب سے سب امیر یا اُن کے وکلاء ملاقات کریں تاکہ عہدنامہ کی مشکل آسان ہو ؎

۱۴ - جنوری سنہ ۱۸۴۳ء کو میں پر سوں اکٹھا جاؤں اگر ڈیجی میں سپاہیوں کا اجتماع پراگندہ نہ ہوا تو میں اُن کو سزا دوں گا - یہ اجتماع غریب رنج وغم کے کسانوں کا نہیں ہے جنہوں نے حملہ آور سے لڑنے کے لیے نوکری کر لی ہو بلکہ وہ باقاعدہ قزاقوں کی قوموں کا جمگھٹ ہے - ان میں ہر ایک قوم کا جدا سردار ہے جس کا کوئی اختیار سوا اس کے نہیں ہے کہ وہ اس کو شرانگیزی و مفسدہ پردازی کے لئے لیئے جائیں اُن کی کوئی خوشی سوائے شرارت اور گزند رسانی کے نہیں ہے اس وحشی ملک میں قزاقوں کی حکمرانی ہے میں اُن کو وہی سزا دونگا جو قزاقوں کو دیجاتی ہے ؎

۱۵ - جنوری سنہ ۱۸۴۳ء کو دس ہزار پونڈ باروت کے اُڑنے نے قلعہ امام غور کے ریزے ریزے کر دئے اس میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ دوزخ کی آگ روشن ہو رہی ہے - آگ سے دھنوئیں کے وہ بادل پر بادل اُڑتے تھے کہ شیطان کے تخت کے لئے زیبا تھے مجھے اس طرح غارت کرنے کا کام پسند نہیں لیکن عقل مجھ سے دو باتوں کو کہتی ہے اوّل اس سے کشت و خون کا انسداد ہوتا ہے اور یہ بہتر ہے کہ آدمی کے ڈھائے ہوئے مندر ڈھائے جائیں بہ نسبت اسکے کہ خدا کے بنائے ہوئے مندر مسمار ہوں دوم یہ قلعہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ ظلم و ستم کے لئے استعمال کیا جائے آئندہ اُس کے کھنڈروں میں غلام بجائے جابروں کے پناہ گزیں ہوں گے میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میری خوبصورت پیاری ماں مجھے دیکھ کر مسکرائی - کیا میں اُس سے جلد ملنے جاؤں گا - ہاں ہم سب پھر ملیں گے بشرطیکہ یہ ہولناک لڑائی کا کام مجھے جہنم واصل نہ کرے غالباً وہ نہیں کرے گا ؎

جنرل صاحب کو یہ اُمید تھی کہ جیسی میں نے بالائے سندھ میں ڈرپوک پولیسی سے کام چلا لیا ہے ایسے ہی کل ملک میں اپنا کام بنالوں گا - مگر بہت سے اثر جو پہلے معلوم نہ تھے وہ کل کاموں کو درہم برہم کر رہے تھے بلوچی امیر امرا اور اُن کے پیرو بڑے جفاکش اور آتش مزاج تھے - جہاد - کافروں سے نفرت انگریزی کیمپ کے لوٹنے کی طمع یہ سب باتیں اُن کو جنگ پر برانگیختہ کرتی تھیں - انگریزی سپاہ کی قوت کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تھے - کابل میں اس کا قتل عام دیکھ چکے تھے اور اُس کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو شکست دے چکے تھے سب سے زیادہ ان باتوں کا اثر میر نصیر پر تھا - اس نے ادھر جنرل سے اُس کے کیمپ میں آنے کا وعدہ کیا اُدھر ڈیجی میں جہاں اُس کے بیٹے بیٹھے تھے چلا گیا - جب پھر اوٹرم کمشنر اُس سے ملنے گیا تو ظاہر میں اُس کے پاس کچھ سپاہ نہ تھی مگر مخفی سپاہ جمع کر رکھی تھی اُس نے کمشنر کو اطمینان دلایا کہ وہ بالکل انگریزوں کا تابع اور فرمانبردار ہے نئے عہدنامہ کے فیصلہ کے لئے خیرپور میں جانے کا تقاضا اس پر کیا گیا تو تکان کا عذر کیا اور اپنا ایلچی بھیجکر پیچھے آنے کا وعدہ کیا مگر رات کو ڈیجی میں

پھر چلا گیا۔ یہ کام کچھ خوف سے نہیں کیا بلکہ پولیسی یہ بھی کہ کل بلوچی قوم کو اور اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرے اور خود صحرا کے کنارہ پر پھرتا رہے کہ جنگ میں شریک ہو یا انگریزوں کو اپنے تئیں حوالہ کرے جیسا موقع مناسب ہو ۔

جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میجر اوٹرم صاحب اپنے سب تحریرات کو فراموش کرکے میر رستم خان کا ناخواہ اور علی مراد کا ہجو پیرا ہوا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امیروں پر فوج کشی ہو۔ فتح محمد غوری کی رہائی چاہتا تھا کو اس کو پہلے انگریزوں کا دشمن لکھ چکا تھا۔ جنرل صاحب نے بڑے غصہ میں آنکر میجر اوٹرم کو خط لکھا جس میں عہدناموں کی ساری تاریخ بیان کی اور بتلایا کہ لارڈ آکلینڈ نے عہدناموں کے لکھانے میں بیوقوفی کی اب لارڈ ایلن برا اس کی صلاح عقلاً اور انصافاً کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کام کرنا چاہیئے کہ جس سے نیک گورنمنٹ کی ترقی ہو آسودگی انام اور رفاہ عام اور خلقت کو سکھ چین ہو ان باتوں کو صرف اس لئے قربان نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم کوشش کریں کہ ان ظالموں۔ شرابیوں۔ مکاروں۔ دغابازوں۔ سازش کرنیوالوں حقیر ذلیل امیروں کو اس لوٹ کا کچھ حصہ دیں جو وہ ساٹھ برس سے ملک کو فتح کرکے تباہ اور خستہ حال رعایا سے جمع کر رہے ہیں۔ یہ قزاق سب کے سب خوش نصیب ہیں اگرچہ میں قطعی اس طریقہ پر تبرا بھیجتا ہوں جسکے موافق ہم اس ملک میں داخل ہوئے ہیں مگر وہ اس دیانت کے طریقہ کے مطابق ہے جس کے موافق کو ورستے تال پوری بلوچیوں نے ملک چھینا تھا۔ میں اس پولیسی پر بھی تبرا بھیجتا ہوں جو ان پاجی کمینوں کو اجازت دے کہ وہ ملک کے لوٹ کر اپنی عیاشی کے اسباب کو اس حال میں تیار کریں کہ ہم نے اس ملک کے ہر اشراف کو بہبودی کی امید دلائی ہو۔ میجر اوٹرم صاحب تم یہ کہتے ہو کہ یہ امیر بچے ہیں احمق ہیں تو کیا آدمی اس لائق ہیں کہ جن کے لئے کل آبادی کے فوائد قربان کئے جائیں تاکہ وہ غارتگری اور لوٹ مار کرتے رہیں۔ کیا یہ آدمی اس قابل ہیں کہ کسی قلمرو پر سلطنت کریں اگرچہ ہم نے یہاں آنے میں ناانصافی کی تو ہم کو اور رعایا کو اس ناانصافی سے تہذیب و شائستگی کے فائدے حاصل کرنے چاہئیں

میں اپنے کام میں امیروں کے اغراض کا کوئی جزو نہیں دخل کرتا اور سب امیروں میں میر رستم کو جانتا ہوں کہ وہ کوئی نیک یا مردانہ لیاقت نہیں رکھتا میں کس لئے علی مراد کی حمایت کرتا ہوں میں اسے [illegible] ہوں میں یہ نسبت اور امیروں کے اس کی نسبت کوئی اعلےٰ خیال نہیں رکھتا وہ کیا رستم سے بہتر ہے [illegible] بہتری صفتیں ہیں جن میں سے ایک بھی کسی امیر میں نہیں ۔

اول اُس کا اخلاق شاید بہ نسبت اوروں کے اچھا نہیں ہے مگر وہ شرابی نشہ باز نہیں۔ دوم اُس نے ہم سے پہلے بہادرانہ مخالفت کی مگر جب اُس نے جانا کہ یہ مخالفت بیفائدہ ہے تو ہمارا دوست ہو گیا۔ سوم اسوقت سے اُس نے ہماری خیرخواہی کے کام کیئے ہیں جو کسی اور میر نے نہیں کئے۔ الاصفدر خان نے جس پر اُس کا کُنبا بڑا ظلم کرتا تھا ؟

میں اُن سب باتوں کو کتے کے آگے پھینکتا ہوں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ علی مراد شیطان کا اوتار ہو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سب امیروں کا کوئی سردار اُن کے اپنے قاعدہ اور دستور کے موافق ہو سو علی مراد ہے۔ اگر لوگ اس کو قتل کر ڈالیں گے تو وہ علی مراد سے علی ہو جاویگا ؟

یہ رئیس ہمارا غلام اور تابع ہے اُس کا اور ساری آبادی کا اور ہمارا ایک مقصود ہے کہ گورنمنٹ اچھی ہو ؟

ان امیروں کے عہدشکنی کرنے نے گورنر جنرل کو مجبور کیا کہ ایسا عہدنامہ لکھا ہے جسمیں اُن کو سزا ملے وہ تمام خراج معاف کرتا ہے اور اسکے عوض میں ملک لیتا ہے جس میں خطاداروں کو سزا ملتی ہے اور بے گناہ آدمی محفوظ رہتے ہیں ؟

۲۸- جنوری ۱۸۴۳ء کو میں نے حیدرآباد کے امیروں کو دھمکایا ہے اُنہوں نے اپنے وکیل بالکل اختیار دے کر اوٹرم صاحب سے ملنے کو بھیجے ہیں خیرپور کے امیر علیحدہ رہیں گے میں اُنکے پاس جاتا ہوں

۱۲ فروری کو حیدرآباد میں عہدنامہ پر امیروں نے دستخط اور مہریں میجر اوٹرم کی موجودگی میں کیں۔

جب میجر صاحب قلعہ سے جہاں اس عہدنامہ پر دستخط ہوئے تھے چلے تو ایک غضبناک گروہ نے اُن پر اور اُن کے افسروں پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ باندھی اسکو کشت و خون سے میجر صاحب کے ساتھ کے سپاہیوں نے جو امیروں کی سپاہ میں سے ساتھ تھے روکا۔ دوسرے دن امیروں نے اوٹرم صاحب کو اطلاع دی کہ بلوچی سپاہی ہمارے اختیار میں نہیں رہے۔ اگر آپ رزیڈنسی میں رہیں گے تو اُس کا نتیجہ جو کچھ ہو اُس کے جواب دہ ہم نہیں ہیں سپاہیوں نے ہمارے سب حکموں کو مانا لیکن میر رستم کے ساتھ جو لڑائیاں کی گئیں اور جنرل نے ہماری دارالسلطنت پر چڑھائی کرنے کے لیئے بالاستقلال سفر کیا اس سے بلوچیوں کو ایسا غصہ چڑھا کہ وہ اس کو روک نہیں سکتے۔ انگریزی رزیڈنٹ نے ایک انچ سرکنے سے انکار کیا۔ اور اپنے دروازے پر دوسرا پہرا بھی نہیں لگایا۔

۱۵- فروری کو رزیڈنسی پر تین طرف سے پیدل اور سواروں نے حملہ کیا اور چوتھی طرف دریا تھا۔

جہاں سے دخانی جہاز پر ایک کمپنی سے نے آتش باری کر کے بڑا کام کیا۔ تین گھنٹہ تک تھوڑی سی انگریزی سپاہ نے
دشمن کی بہت سی سپاہ کا مقابلہ کیا کمک آنے کی امید نہیں تھی بس اوٹرم صاحب جہاز میں اپنی سپاہ کو لے کر
چڑھ گئے ۱۷ سپاہی مجروح و مقتول ہوئے ؏

اس تلوار چلانے کا جواب بڑے شد و مد سے دیا گیا۔ ۱۷ فروری ۱۸۴۳ء کو جنرل نیپیر کی تھوڑی سی
سپاہ میں تین ہزار طاقتور سپاہیوں کی بلوچیوں کی بہت سی سپاہ میں ہزار آدمیوں کے سامنے آئی جو حیدرآباد سے
چھ میل کے فاصلہ پر میانی گاؤں میں منقسم تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں لشکروں میں آپس میں بڑی لڑائی رہی کہ
یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون فتحیاب ہوگا۔ آخر کو ایک سخت جنگ کے بعد بلوچی میدان جنگ سے بھاگ گئے توپیں خیمے
اور سامان سب چھوڑ گئے انگریزوں کو فتح ہوئی۔ بلوچیوں کے پانچ سو سے زیادہ آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے
۲۵۷ سپاہی جس میں ۱۹ افسر تھے ؏

بلوچیوں نے اپنی دارالسلطنت حیدرآباد کے بچانے میں کوشش نہیں کی۔ ۲۰ فروری کو اس پر جنرل نیپیر
نے قبضہ کر لیا۔ شہر کے قبضہ کرنے میں ایک بڑا نازک معاملہ پیش آیا کہ وہاں بلوچی اس پر آمادہ بیٹھے تھے کہ اگر
ذرا بھی ہل چل ہو تو وہ سب اپنی عورتوں کا گلا کاٹ کر لڑ بھڑ کر اپنا کام تمام کریں اس لئے شہر میں سپاہی بہت
آہستہ آہستہ گئے ؏

۲۴ فروری کو تین پرائز ایجنٹوں یعنی غنیمت کا مال جمع کرنے والوں کو بڑا خزانہ ہاتھ آیا کہتے ہیں
کہ دو کروڑ روپیہ تھا ؏

بمبئی ٹائمز میں لسٹ صاحب نے چھپوا دیا کہ امیروں کی عورتوں کو افسروں نے خراب کیا اور عورتیں
ان کے خیموں میں رہتی ہیں لیکن تمام افسروں نے ایک نوشتہ پر اپنے دستخط کئے کہ یہ خبر غلط ہے اور سر سے پیر
تک جھوٹ اور افترا ہے ایسا واقعہ یہاں ایک بھی نہیں ہوا ہے بلکہ اس کے ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوا ؏
اب ایک مشکل یہ پیش آئی کہ قیدی امیروں کے ساتھ سلوک کس طرح کیا جائے ان امیروں سے
اب بھی خوف لگتا تھا وہ انگریزوں کے دشمن تھے مگر فتح کرنے والوں نے ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا۔
اول جنرل نے یہ کوشش کی کہ ان کی عورتوں کی محافظت کی جائے اپنے سپاہیوں کے ہاتھ سے نہیں بلکہ امیروں
کے وحشیانہ غیظ و غضب سے اس لئے کہ ان کے زنانہ قلعہ میں تھے۔ اور آٹھ سو بڑے زبردست دلاور قاتل پورے
بلوچی ان کے نگہبان تھے اور ان کو حکم تھا کہ اگر ذرا سی بھی عورتوں کی بے عزتی ہو تو وہ ان کا گلا کاٹیں اور لڑ کر

اپنا راستہ لیں۔ مگر لائن صاحب نے اُن کا انتظام بہت اچھی طرح سے کر دیا ہے

قیدی امیر دریائے سندھ کے قریب اُن کے سرسبز باغ میں بھیجدیئے گئے اور بہت سے تالپوری
بلوچی اُن کی خدمت کے لئے مقرر کر دئے۔ جو لائن صاحب کے پاس آتے جاتے تھے اور خبریں لاتے تھے۔
لیکن جنرل نے کہا کہ تم نے تو یہ حکم دیا تھا کہ انگریزوں کو قتل کر دو لیکن میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ مگر جہاز کے
اوپر تمہارے پاؤں میں بیڑیاں ضرور ڈالوں گا۔ اُس نے بیڑیاں تو نہیں ڈالیں مگر جہاز میں بٹھا کے جلاوطن
کیا ہے

اُن کے خزانہ میں قریب تین کروڑ کے روپیہ علاوہ مستورات کے زیورات اور جواہرات کے تھا۔ جنرل نے
حکم دیدیا کہ عورتوں کے زیورات کے باب میں کچھ تحقیقات نہ کی جائے جس کے سبب سے اُن کے وحشی پہرے والے
بلوچیوں کو اُنکے قتل کا بہانہ ہاتھ آئے۔ جنرل نے عورتوں کو تین دن آزادی دی کہ لونڈیاں اپنے گذارے کے لئے کچھ
لوٹ لیں۔ وہ بہت سا روپیہ لوٹ کر لے گئیں۔ تمام عورتوں اور بی بیوں اور لونڈیوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے
آقاؤں اور خاوندوں کے پاس چلی جائیں یا سندھ میں رہیں۔ اُنہوں نے دوسری بات پسند کی۔ اور کوئی عورت
اپنے آقاؤں اور خاوندوں کے پاس نہ گئی۔ اب تک چھ امیروں نے اپنے تئیں حوالہ کیا تھا اور امیر میدان جنگ کے
لئے تیار تھے ان سب میں بہادر امیر پور کا امیر شیر محمد خان تھا جس نے لڑنے والے بلوچیوں کو بلایا وہ آس پاس کے
ہزاروں جمع ہو گئے کہ ایک دفعہ اور اپنے ملک کی آزادی کے لئے قسمت آزمائی کریں۔ حیدرآباد کے قریب موضع ڈبا
پاس شیر محمد نے اپنے مورچے جمائے اس میں بیس ہزار طاقتور سپاہی تھے۔ ۲۴۔ مارچ ۱۸۴۳ء کو جنرل نیپیر نے
چھ ہزار سپاہ سے اُن پر حملہ کیا طرفین سے خوب آتشباری ہوئی بجائے اس کے کہ بلوچی مقابلہ بہادری سے کرتے
وہ ہر جگہ شکست پا کر بھاگے اُن کے بہت آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے دو سو سٹھ سپاہی ضائع ہوئے

بس ڈبا کی فتح سے فتح کرنے والوں کے ہاتھ میں کل ملک سندھ آ گیا۔ شرقی صحرا میں امرکوٹ جو شہنشاہ
اکبر کی جنم بھوم تھی وہ بھی آسانی سے فتح ہو گیا تباہ شدہ امیر کیا جلاوطن ہوئے یا مقید ہو کر بمبئی بھیجے گئے ملک سندھ
میں اول جنرل نیپیر گورنر مقرر ہوئے پھر اُس کے بعد یہ ملک بمبئی پریسیڈنسی کے متعلق ہوا ہے

جنرل نیپیر امیران سندھ کی نسبت تحریر کرتے ہیں کہ امیر صرف بزور شمشیر حکومت کرتے تھے سوائے تلوار
کے کوئی اور قانون نہ تھا۔ بلوچی اُن کے سپاہی تھے اور سندھی اور ہندو اُن کے رعایا تھے جو اُن کی قربانیاں تھیں۔
میانی کی لڑائی تک ہر بلوچی اپنی خوشی یا مطلب کے لئے سندھی یا ہندو کو قتل کر ڈالتا تو اُس کو سزا کچھ نہ ہوتی خاص کر

حب عورتوں کا اس قتل سے کچھ تعلق ہو تو

تمام امیر بردہ فروشی کی تجارت بڑی وسعت کے ساتھ کرتے تھے۔ اُنکے ماتحت جاگیردار لونڈی غلاموں کو بیچنے کے لئے باہر لے جاتے تھے اور اندر لاتے تھے امیر اپنے لئے شکارگاہیں بناتے تھے جن کے سبب سے ساٹھ سال کے اندر ایک چوتھائی ملک نہایت سرسبز و شاداب ویران ہوگیا جس کا طول پانچسو میل اور عرض ۱۰۰ میل سے ۲۰۰ میل تک تھا۔ اپنے ایک آٹھ برس کے لڑکے کے لئے شکارگاہ بنانے میں بستے تال دہات کے دہات ویران کردیئے تھے اُن کے دل پر اس کا ایسا ہی اثر نہ ہوتا تھا جیسا کہ ایک انگریز کے دل میں شہد کی مکھیوں کے چھتے میں دھنواں کرنے سے۔ وہ ہندوؤں اور سوداگروں سے روپیہ شکنجہ فرمائی کر کے بالجبر لیتے تھے وہ مزدوروں اور اہل حرفہ پیشہ سے کام بیگار میں از راہ زبردستی لیتے تھے ہر روز کی مزدوری میں سوایا ڈیڑھ آنہ دیتے تھے جو مزدوروں کی مزدوری کا دسواں حصہ ہوتا تھا اور اکثر کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ وہ اُن کے روزینہ دینے میں دغابازی بھی کرتے اُن کے تعدی و جبر کی نوبت یہاں تک پہونچی تھی کہ جب سر چارلس نیپر نے سندھ فتح کیا ہے تو اُن کو ایک معمار یا نجار یا کوئی اور دستکار نہیں ملا سب دور دور ملکوں میں بھاگ گئے تھے۔ امیر تجارت کے بھی مانع تھے تاجروں اور سوداگروں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ اُن کو یہ پسند نہ تھا کہ پردیسی اُن کے ملک میں آئیں کہ وہ اُن کی عملداری کا اور بادشاہوں کی عملداری سے مقابلہ کریں اُن کو یہ اندیشہ لگتا تھا کہ اُن کی رعایا سے وہ بیان کردیں کہ جو تم سختی اور تشدد کو اُٹھاتے ہو اُن کو سوائے سندھ کے کہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں۔ آخر کو اُنھوں نے دریائے سندھ کی اُس نہر کو بند کردیا کہ ہمسایہ کی ریاست کچھ کی آبپاشی اُس سے نہ ہوسکے جس سے وہ سرسبز و شاداب ہو *

امیروں کے ان سب الزامات کی نسبت میجر اوٹرم صاحب بیان کرتے ہیں کہ بالکل حسد اور کینے کے سبب سے جھوٹے گھڑے گئے ہیں اُنہوں نے اپنی کتاب میں ہر الزام کو بدلائل امیروں پر سے دفع کیا ہے جنرل صاحب اور میجر صاحب کی تحریروں میں بڑا تخالف ہے۔ میجر صاحب سندھ میں اُسوقت پولیٹکل ایجنٹ تھے کہ انگریزوں کی سپاہیں افغانستان جاتی تھیں اور یہ امیر دوستانہ خدمات اور برتاؤ انگریزوں کے ساتھ کرتے تھے جس کے سبب امیروں کے ساتھ مروت کرنا بمقتضائے طبع بشری تھا۔ جنرل صاحب کے برتاؤ کو جو امیروں کے ساتھ تھا کب اُسے انصاف اور عدل جان سکتے تھے وہ سب طرح سے امیروں کے طرفدار تھے اور اس طرح سے اُن کی بربادی کو ظلم اور اپنی قوم کے محاسن اخلاق کی تذلیل و تحقیر جانتے تھے جنرل صاحب بھی اس اپنی فتح کو کمینگی کا کام جانتے تھے مگر نہایت

سفید و بیکار آمد۔ یہ بات وہ بڑی سچ کہتے تھے۔ اس کے برخلاف لارڈ ایلن برا یہ استدلال کرتے تھے کہ صحیح پولیسی اور برٹش کی عزت کے خلاف یہ امر ہے کہ افغانستان سے سپاہ کے واپس آنے کے بعد ملک سندھ سے سپاہ واپس بلالی جائے۔ امیروں نے تجارت کے عہدنامہ کے بعض شرایط میں عہدشکنی کی۔ انہوں نے سپاہیں اپنے دستور کے خلاف ناجائز سبب سے جمع کیں۔ انہوں نے خطوط بغاوت انگیز لکھے۔ امیر رستم کے وزیر نے دشمنی کے کام کئے اس کا آقا اس اپنے ملازم کے کاموں کا جواب دہ تھا۔ ان وجوہ سے یہ امر ضرور تھا کہ امیروں کو ایک نئے عہدنامہ کے منظور کرانے سے سزا دیجائے امیروں نے بجائے اس کے کہ اس نئے عہدنامہ کے شرایط کے ماننے سے علانیہ انکار کرتے نئی شرایط کو مان لیا مگر اپنے ان اقراروں سے جنرل کو فریب اور دھوکا دیا جس کی سپاہ پر دہ دغا کر کے حملہ کر کے غارت اور تباہ کرنے کو تھے ایسے طریقہ اور روش کے واسطے قابل یادگار سزا دینا ہی مکافات ہو سکتی تھی میانی کے جنگ کے بعد تدابیر کا آدھا کرنا اور آدھا نہ کرنا ممکن نہ تھا امیر خود سندھ میں پردیسی تھے جو قومی یا اپنے قدیمی قبضہ کا دعوے نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ معزول کئے گئے اور سمندر کے پار بھیجے گئے اور ان کے ملک مضبطہ کا ایک حصہ پہلے ملک کے مالکوں نواب بہاول پور اور جودھپور اور جیسل میر کے راجاؤں کو دیا گیا اس کا انصاف کہ یہ جنگ انصاف اور ایمانداری پر مبنی تھے یا نہ تھی پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں گے۔ مگر سب کا ماحصل یہ ہے کہ جو پولیسی اختیار کی گئی اس سے کوئی ملک کے لئے برائی نہیں پیدا ہوئی بلکہ یہ بھلائیاں ہوئیں کہ بردہ فروشی ملک سندھ سے جاتی رہی امن و امان چین چان اور عمدہ انتظام ایک کارگر پولس نے بہت طرح سے ایسا قایم کر دیا جس سے علے العموم رعایا کی رضامندی اور بہبودی و خوشنودی ہو ؛

کرنیل اوٹرم صاحب بڑے سچے عیسائی بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند مدبر ملکی تھے سندھ کی لڑائی کی پولیسی کو وہ ناپسند کرتے تھے گو اس کو وہ روک نہیں سکتے تھے خیرپور کے امیر رستم خاں کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے اس کی عمر بچاسی سال کی تھی سالوں کے بوجھ سے اس کی عمر جھک گئی تھی اس پر جو تشدد ہوتا تھا اور ناحق اس پر جو الزام لگائے جاتے تھے اس کی وہ حمایت کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ امیر انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے اور اس نے انگریزوں کے ساتھ بہت دوستی کے کام کئے ہیں جب اس بوڑھے کو جس کو برٹش گورنمنٹ نے ساڑھے تین کوڑی برسوں سے ہمیشہ اعزاز اور احترام کے ساتھ خط و کتابت سے مخاطب کیا ہو خطوط بغیر القاب آداب کے لکھے جاتے تھے جن کے سبب سے وہ کہتا تھا کہ اس کا منہ کالا ہو گیا اس کے سفید بالوں کی کچھ عزت نہیں رہی۔ اس پر یہ تہمتیں تھوپی جاتی تھیں کہ وہ انگریزی لشکر پر شب خون مارے گا۔ مسلح سپاہ کو جمع کر رہا ہے کہ انگریزی لشکر پر دست درازی کرے اور اور

باتیں کہی جاتی تھیں۔ جن کو اپنی مروت محبت اور شرافت کے سبب سے کرنیل اوٹرم رد کرتے تھے اُنکو ایک آتیر مرنے لگا ہو
تو اپنا ایک بیٹا حوالہ کر گیا۔ جب وہ لڑائی میں گرفتار ہوا تو اُس کی رہائی کے واسطے اُنہوں نے بڑی سعی کی اور اُس کی
صلاح اور فلاح میں ایسی کوشش کی جیسی کہ باپ کرتا۔ جب سندھ کی لوٹ کا روپیہ انعام میں تقسیم ہونے لگا تو اُنکے
حصہ میں ساٹھ ہزار روپیہ آیا۔ اُنہوں نے اس لوٹ کے روپے کا نام سندھ کا خونی روپیہ رکھا تھا۔ اُنہوں نے
اس انعام کے لینے سے انکار کیا اور اُس لڑکے کو دینا چاہا جس کا اوپر ذکر ہوا تاکہ سندھ کی لڑائی میں جو گناہ کیا
گیا ہے اُس کا کفارہ ہو۔ اور مظلوم امیروں کی دادرسی ہو۔ مگر ڈاکٹر ڈف نے اُن کو صلاح دے کر اور گورنمنٹ سے
خط و کتابت کر کے اُس روپیہ کو ہنری لارنس اسے سائلم میں گوروں کی اولاد کی تعلیم کے لئے اور اور عیسائی
مدرسوں میں تقسیم کر دیا ؀

جنگ گوالیار

اس لڑائی کا حال زیادہ تر نامور مورخ اڈورڈ تھارنٹن صاحب کی برٹش امپائر انڈیا سے اخذ کرکے لکھتا ہوں اور اُن پر کپتان ٹروٹر صاحب کی تاریخ وکٹوریا ریِن اور ہوپ صاحب کی تاریخ سیندھیا سے بعض بعض مضامین کا اضافہ کرتا ہوں ؏

عہدہ رزیڈنٹی اور دربار گوالیار کی تشریح

اس لڑائی کے بیان سے پہلے عہدہ رزیڈنٹی اور دربار گوالیار کے معانی سمجھ لینے چاہئیں برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں میں سے ایک عہدہ رزیڈنٹ کا بھی ہے جو کسی بڑے خوش نصیب حاکم کو ملتا ہے اس کا ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ لوٹری میں چٹھی کا کسی کے نام نکل آنا۔ رزیڈنٹ ہندوستانی ریاستوں کے دارالسلطنت میں یا اُس کے قریب کسی بڑی سرکاری رفیع الشان کوٹھی میں رہتا ہے اور اُس کا مشاہرہ پچاس ہزار روپے سالانہ سے لیکر لاکھ روپے سالانہ تک ہوتا ہے وہ ریاست میں گورنر جنرل کا قایم مقام سمجھا جاتا ہے وہی درجے اور مرتبہ میں مہاراجہ کے بعد ہوتا ہے۔ جب کوئی حاکم رزیڈنٹ مقرر ہوتا ہے تو گورنمنٹ کی طرف سے اس کو یہ ہدایتیں ہوتی ہیں کہ ریاست کے دربار میں جو مخالف فریقوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اُن میں سے کسی کی طرف نہ ہونا اور ملک کے اندرونی انتظامات میں دخل اندازی نہ کرنا۔ ہاں اگر کسی باب میں رئیس صلاح ومشورہ پوچھے تو اُس کو صلاح دینے کی اجازت ہے مگر بغیر استفسار نہیں۔ افسوس ہے کہ سب رزیڈنٹ راست بازی سے ان ہدایتوں کے پابند نہیں ہوتے ؏

دربار گوالیار ایک مجلس شوریٰ ہوتی ہے جس کا صدر انجمن مہاراجہ ہوتا ہے اگر وہ نابالغ ہوتا ہے تو مہارانی یعنی راجہ کی ماں پس پردہ صدر انجمن ہوتی ہے اور اس مجلس کے اراکین یہ ہوتے ہیں۔ ریاست کے امرائے موروثی امیر بڑے بڑے پنڈت۔ عالم اور سپاہ کے افسران اعلےٰ جو اکثر یتگیز اور اہل اٹلی عیسائی ہوتے ہیں اور اُن عہدداروں کے نام [illegible] ارات اُن کے عہدوں کے متفاوت مدارج کے موافق ہوتے ہیں۔ اُن ممبروں

میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سرکاری کاموں میں کوئی عملی حصہ نہیں لیتے۔ مہاراج کی سالگرہوں اور تیوہاروں اور سپاہ کے معائنوں کی تقریبات میں بلانے سے آتے ہیں۔ مگر ان ممبروں کی گروہ کی راے ریاست کی مسلمہ راے سمجھی جاتی ہے۔ وہی نائب الریاست یا مدارالمہام کے مقرر اور معزول کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بڑی بات قابل یاد رکھنے کے یہ ہے کہ دربار کے کام مہاراج ہی کے ساختہ پرداختہ سمجھے جاتے ہیں۔ اگر راجہ کم عمر ہو تو اُس کی قایم مقام مہارانی جو اُس کی ماں ہو مانی جاتی ہے۔ ہم جس وقت کا ذکر لکھتے ہیں اُس میں دونوں مہاراجہ اور مہارانی کم عمر تھے ؏

دربار کے ممبرون کا حال

اس دربار کے تین ممبر بڑے صاحب لیاقت تھے ایک باپو سنتولیا جو امارت میں سب امرائے ریاست سے بڑھے ہوئے تھے مگر کام کرنے کی عادت نہیں رکھتے تھے دوسرے رام راؤ پھلکیا یا پھلیتیا جو اپنی نوجوانی میں مرہٹہ کنٹنجنٹ کے افسر بنکر لارڈ لیک کے ماتحت اُن کے دشمنوں سے لڑے تھے اور اپنے حسن خدمات کا صلہ بھی برٹش گورنمنٹ سے بہت کچھ پا پایا تھا۔ تیسرے داداخاص جی والا تھے۔ جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کو اس حال میں ایک کروڑ روپیہ دلوا دیا تھا کہ اس کا خزانہ خالی تھا اُن کا یہ لقب اس سبب سے تھا کہ ریاست کے کل جواہر اُن کے پاس رہتے تھے اور وہ محل کے کاموں میں بھی دخل رکھتے تھے اور محل میں بے تکلف آتے جاتے تھے ؏

معاملات گوالیار

افغانستان میں لڑائی کی آگ بڑی بھڑکی تھی وہ بجھی ہی چکی تھی کہ اُسکی چنگاریاں ملک سندھ میں چمکنے لگیں۔ ابھی یہاں وہ بالکل خاکستر نہیں ہوئی تھیں کہ ریاست گوالیار میں اپنے شرارے دکھانے لگیں برٹش گورنمنٹ کو اسی سال میں کہ سرکار انگریزی کی عملداری میں ملک سندھ کو اضافہ ہوا تھا اور سر چارلس نیپئر اُس کے انتظام میں تن مصروف تھے کہ یہ گوالیار کا تردد پیش آیا۔ مارکوئس ولزلی اور مارکوئس ہسٹنگز کے زمانہ میں دولت راؤ سیندھیا سے عہدنامہ ہوا تھا وہ سنہ ۱۸۲۷ء میں لاولد مر گیا اور اُس نے کوئی متبنیٰ بھی نہیں کیا تھا۔ مہارانی بیجا بائی اُسکی جانشین ہوئی اس نے اپنے شوہر کے سب سے قریب رشتہ دار جنکوجی راؤ سیندھیا کو متبنیٰ کیا وہ اپنی سترہ برس کی عمر میں سنہ ۱۸۳۳ء صاحب اختیار ہوا۔ مہارانی سے لڑ جھگڑ کر اُس نے ریاست کے اختیارات لے لئے مہارانی آگرہ میں چلی آئیں اور اپنی پنشن کے انتظار میں برسوں بیٹھی رہیں۔ اندر ہی اندر اُس کے لئے تجویزیں ہوتی رہیں کہ ۷ فروری [illegible]

میں مہاراجہ جن کوجی راؤ سیندھیا دفعتاً سرگباشی ہوا وہ لاولد تھا اور اُس نے اپنا کوئی متبنےٰ بھی نہیں کیا تھا کہ وہ دستور کے موافق اس کا جانشین ہوتا۔ اُس کی بیوہ تارا بائی تیرہ برس کی تھی اُس نے بھگیرت راؤ کو جو اُس کے شوہر کا سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار تھا دربار کے صلاح اور مشورے سے متبنےٰ کیا اور وہ دستور کے موافق گدی پر بیٹھا۔ اسوقت مہاراج کی عمر آٹھ برس اور مہارانی کی عمر تیرہ برس کی تھی ان عمروں میں ریاست کے کاروبار وہ خود نہیں کر سکتے اس لئے مدار المہام یعنے راج منتری کا مقرر ہونا ضرور تھا۔ کرنیل سپائرس صاحب رزیڈنٹ نے مہاراج متوفی کے ماموں ماما صاحب کو مدار المہام مقرر کیا اور اس تقرر پر گورنر جنرل نے بھی خاموشی اختیار کی ماما صاحب کے بہت رقیب اور دشمن تھے۔ مشرقی درباروں کا دستور ہے کہ جو شخص آگے قدم بڑھاتا ہے وہ اس شخص کا دشمن ہوتا ہے جسکو وہ یہ جانتا ہے کہ وہ میری پیش قدمی کا سدراہ ہوگا۔ مگر رزیڈنٹ کا رعب و داب ایسا غالب تھا کہ ماما صاحب مدار المہام مقرر ہوگیا اور مہاراج جس روز گدی پر بیٹھے اس کو اس عہدہ کا خلعت مل گیا ؏

اس تقرر سے برٹش گورنمنٹ کی تو منہ مانگی مرادیں مل گئیں لیکن ماما صاحب کو جب سے یہ عہدہ ملا اُس کے اکھیڑ پچھاڑ میں اُن کے رقیب تدبیریں کرنے لگے۔ ایک عورت نرنجن مہارانی کی ناک کا بال تھی وہ اس پر بالکل مسلط تھی وہ مدار المہام سے سخت عداوت رکھتی تھی وہ محل سے نکالی گئی۔ مگر اُس کا بُرا اثر جو مہارانی کے دل میں بیٹھ گیا تھا وہ نہیں نکالا گیا (ہوپ صاحب نرنجن کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ لونڈی تھی۔ مگر وہ بلا کی بنی ہوئی تھی کہ اس کے خوبصورت لمبے بال کالے ناگ کا حکم رکھتے تھے اور اُس کے سفید دانت سور کی تھوتھنی کا کام دیتے وہ محل کی چار دیواری سے باہر نہیں جا سکتی تھی) سپاہ کی حالت سب سے بُرا اثر ریاست پر کر رہی تھی۔ تین پیادوں کی پلٹنوں کا ایک برگیڈ جس میں ایک پلٹن کا افسر ایشور سنگہ تھا جب وہ اپنی پلٹن کو لے کر مالوہ میں گیا تو بڑے ظلم و ستم کرتا گیا رزیڈنٹ کے بیانات کے موافق ایشور سنگہ کو حکم بھیجا گیا کہ وہ اپنی پلٹن کو جہاں ہو چھوڑ کر تنہا یہاں چلا آئے اس کے لئے تجویز تھی کہ چُپ چاپ آجائے تو عہدہ سے معزول اور مقید کیا جائے ؏

یہ حکم ایشور سنگہ کے خیال کے موافق تھا وہ اپنی پلٹن سمیت کیمپ میں آیا جس نے اپنے برگیڈ کی دو پلٹنوں میں بدخواہی کا بُرا اثر پھیلایا۔ یہ برا اثر بغاوت کا جو برگیڈ میں پھیلا تو رزیڈنٹ اُس کی فوراً سزا دینی چاہتا تھا اُس نے اس سزا دینے کے لئے انگریزی سپاہ کی امداد کی تجویز پیش کی ماما صاحب نے عرض کیا کہ میں رزیڈنٹ صاحب کے ارشاد کی تعمیل کے لئے تیار ہوں لیکن میں اس امر کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ کام بغیر برٹش گورنمنٹ کی مدد کے سرانجام پائے۔ کیونکہ انگریزی سپاہ کے آنے سے کل لشکر میں ایک ہل چل پڑ جائے گی مگر یہ کام ایک مہینے یا چھ ہفتے کے التوا سے ہوگا۔

اس عرصہ میں سپاہ کو تنخواہ دیدی جائیگی جس کے بغیر وہ گورنمنٹ کا کام سرانجام نہیں دیگی۔ گورنر جنرل آگرہ میں تشریف فرما تھے اُن کو یہ اطلاع دیگئی جس سے اُن کو اطمینان ہوا کہ اب انگریزی سپاہ کو گوالیار جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پہلے اُن کا یہ خیال تھا کہ سپاہ کا جانا ضرور ہوگا *

ماما صاحب کی مدارالمہامی پر تین مہینے کا عرصہ گذرا تھا کہ مہارانی نے اپنی حوالی موالی سے سازش کرکے ماما صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اچانک ۱۰ مئی کو مہارانی کی طرف سے رزیڈنٹ صاحب کے پاس پیغام آیا کہ میں ماما صاحب کی بھتیجی سے مہاراجہ کا بیاہ کرنا چاہتی ہوں کل یہ رسم ٹیکے کی ادا ہوگی اور وہ ادا ہوئی۔ معاملہ کا اس طرح بدلنا عجیب و غریب تھا۔ مگر اس کے بعد جو وہ کایا پلٹ ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا۔ ۱۰ مئی کو مہاراجہ اور ماما صاحب کی بھتیجی کا عقد ہونا ماما صاحب کے حق میں سراسر مفید معلوم ہوتا تھا۔ مگر ۱۷ مئی کو اُن کے حق میں زہر ہوا۔ اس تاریخ میں مہارانی نے کیمپ میں تمام سرداروں کو سوائے ماما صاحب کے جمع کیا اور پیچھے رزیڈنٹ صاحب کو خریطہ بھیجا جس میں مدارالمہام ماما صاحب کی شکایت لکھی اور اُس کے برخاست ہونے کی درخواست کی رزیڈنٹ صاحب اُس کے مانع ہوئے مگر اُس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ ماما صاحب کو حکم ہوا کہ لشکر گوالیار میں رہنے نہ پائیں اُن کو یہاں سے سفر کرنا پڑا۔

مشرقی سازشوں کی تشریح و توضیح سوائے اُن لوگوں کے جو اُنکے کرنے میں شریک ہوتے ہیں شاذونادر ہی کوئی شخص کرسکتا ہے اور اکثر مثالوں میں یہ سازش کرنے والے بھی سازش کی اور اپنے چال چلن کی توجیہ معقول نہیں بیان کرسکتے ہیں اس لئے ان سازشوں کی تحقیقات کرنی عبث ہے جن میں اول ماما صاحب عز و جاہ کی معراج پر چڑھایا گیا اور پھر وہ ذلت و خواری کی تحت الثرےٰ میں اوندھے منہ پھینکا گیا۔ مگر یہ بات صاف ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا رعب داب و اثر کم تھا۔ مدارالمہام کو برٹش گورنمنٹ کا سہارا فقط زبانی تھا۔ ماما صاحب اس طرح برطرف کیا گیا کہ کوئی ذلیل سے ذلیل نوکر بھی موقوف نہیں ہوتا۔ صرف اس مخالف فریق کے سبب سے جس کی سرغنہ ایک عورت تھی۔ جس کی عمر اتنی تھی کہ یورپ میں اس عمر کی عورت نہایت خفیف امور سلطنت میں بھی کچھ اختیار نہیں رکھ سکتی۔ تعجب یہ ہے کہ مدارالمہام کی اعانت اس سپاہ نے کچھ نہیں کی جس کو چند مہینے ہوئے کہ اُس نے سرکش برگیڈ کی سزا دینے کے لئے تیار کیا تھا۔ رزیڈنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کی کہ ضرورت کی حالت میں وہ آگرہ سے سپاہ کو مدارالمہام کی حمایت کے لئے بلالے مگر گورنر جنرل نے اسے منظور نہیں کیا اور یہ بیان کیا کہ کسی دوست کی ریاست میں اندرونی فسادوں میں مداخلت کرنے کے لئے سپاہیوں کو اس لئے بھیجنا کہ قوت انگلشیہ کا پسند کیا ہوا آدمی انگریزی سپاہ سے معاملہ کا تصفیہ کرے ایک بڑا امر اہم مہتم بالشان ہے *

گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو جس نہینے میں اپنے ارادہ سے مطلع کیا تھا بڑے زور سے یہ لکھا کہ کسی حالت میں گورنر جنرل یہ نہیں چاہتا کہ بغیر اس کی خاص ہدایت کے ایک سپاہی بھی سرحد پر قدم رکھے ﴿

گورنر جنرل نے سپاہیوں کے بھیجنے سے انکار کیا مگر مہلت کی جنہیں رزیڈنٹ کو صلاح دی کہ برٹش گورنمنٹ ماما صاحب کی موقوفی پر صرف اس وجہ سے نہیں رضامند ہوگی کہ مہارانی اس کو موقوف کرنا چاہتی تھی وہ اس لئے موقوف ہوا بلکہ وہ چاہیگی کہ اس کی موقوفی کی اور وجوہ اور دلائل معقول بیان کی جائیں۔ رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ ماما صاحب کے جانشین سے بغیر گورنر جنرل کی ہدایتوں کے کسی طرح کی خط و کتابت نہ کرے اور یہ حاکمانہ اطلاع دی گئی کہ مہارانی اور سردار اپنے دل میں اس بات کو یاد رکھیں کہ انگریزی عملداری اور گوالیار کی سرحدیں آپس میں ملی جلی ہیں یہ امر اہم مہتم بالشان ہے کہ گوالیار میں ایسی گورنمنٹ موجود ہونی چاہیئے کہ وہ طول طویل سرحد پر امن اور عافیت رکھنے کے لئے رضامندی اور قابلیت رکھتی ہو۔ برٹش گورنمنٹ یہ امر ہرگز نہیں جائز رکھے گی کہ گوالیار میں ایسا سست نظام ہو کہ جس سے سرحد پر غارت اور لوٹ و کھسوٹ کی عادت پیدا ہو اس کا فرض حاکمانہ اپنی رعایا کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے اثر و رعب و داب کو سب طرح سے عافیت عامہ کے قایم رکھنے کے لئے کام میں لائے اس کا اصلی مقصد اس مقصود کا حاصل کرنا ہے۔ یہ امر نہایت اطمینان خاطر کا سبب ہوگا کہ برٹش گورنمنٹ ریاست گوالیار کو ایسا دوستانہ شریک و معاون بنا کے اس کام کو کرے اور یہ قوی امید ہے کہ ماما صاحب کی مدار المہامی میں یہ کام اچھی طرح انجام پاسکے گا۔ بہر حال امن و عافیت عامہ کا برقرار رکھنا ناگریز اور لازمی ہے اور ریاست گوالیار کی بدنظمی سے کوئی خلل اور فساد پیدا ہو تو اس کی جواب دہی اُس کے ذمے ہے ﴿

گورنر جنرل کے یہ اظہارات نہایت عمدہ تھے اگر اس کے ساتھ کوئی سپاہ کا بریگیڈ ہوتا تو وہ زیادہ تر موثر ہوتے۔ مشرق میں قاعدہ ہے کہ خالی دلائل خواہ کیسی ہی پر زور و متین ہوں مگر اُس کے ہمراہ سپاہ کا زور نہ ہو تو اُس کا اثر کچھ نہیں ہوتا۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ ناممکن ہے کہ میں ماما صاحب کو صرف اپنی جتجوں سے بحال کراسکوں بے شک رزیڈنٹ کا خیال صحیح تھا ﴿

گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق رزیڈنٹ گوالیار سے باہر جانے کے لئے ایک موسم کے واسطے تیار ہوا تو مہارانی اور اُس کے ہوا خواہوں کے پیٹ میں چوہے دوڑے اور اُن کو فکر و تردد پیدا ہوا۔ جب کسی برائی سے کسی گروہ کو تکلیف پہونچائی جاتی ہے تو اکثر اُس کی حرکت سے فضول خوف پیدا ہوتا ہے اب رزیڈنٹ کے چلے جانے کی تحقیقات شروع ہوئی۔ مشرقی درباروں میں دستور ہے کہ نہایت ادب کے ساتھ خالی اقرار کئے

جاتے ہیں۔مہارانی کی طرف سے رزیڈنٹ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مہاراجا اور مہارانی کو اپنے پیچھے جائیں
اور اگر فرزندانہ اطاعت میں کوئی قصور ہوا ہو تو آپ اور گورنر جنرل پدرانہ محبت سے معاف فرمائیں لیکن ماما صاحب
کو پھر بحال نہیں کیا۔اس عرضی کا جواب رزیڈنٹ نے نہ دکھا پیدا کا دیا۔جس کے معنے کچھ اور تھے اور وہ خود دھولپور
چلا گیا ہ

گورنمنٹ نے جو اصول عدم مداخلت کا اختیار کر رکھا تھا اُس کی پابندی مشکل تھی۔ماما صاحب سرونج
میں چلا گیا تھا اور یہ خوف تھا کہ گوالیار کا دربار اُس کی گرفتاری میں کوشش کرے گا ماما صاحب کی معزولی میں
گورنمنٹ کے چپ چاپ رہنے سے اس کی قدر و منزلت میں فرق آیا تھا۔شروع میں اُس کے مقید ہو جانے سے
اُس کی اور بیٹی ہوتی تھی۔۲۳۔جون کو گورنر جنرل نے ظاہر کیا کہ وہ ماما صاحب کے معاملہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا
اور رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ وہ ماما صاحب خواہ سرونج میں رہے یا کہیں اور اس سے کچھ تعلق نہ رکھے اس کی وجہ
یہ بیان کی جاتی ہے کہ گورنر جنرل کو یہ ثابت ہو گیا کہ ماما صاحب کو اپنے عہدہ کی لیاقت نہیں ہے وہ نہ مردوں
نہ عورتوں میں انتظام کر سکتا ہے اور گوالیار کی مدار المہامی میں دونوں طرح کی لیاقت کی ضرورت ہے ہ

اب ۱۳۔جولائی کو گورنر جنرل نے دوسری طرح کا حکم صادر فرمایا کہ اگر ماما صاحب کی ذات کے لئے ذرا
سا بھی خوف ہو تو وہ مہارانی کو ان دہشت ناک الفاظ میں مخاطب ہو کہ اگر ریاست گوالیار کا ایک سپاہی بھی
علداری انگریزی کی سرحد میں قدم رکھے گا تو وہ یہ خیال کیا جائے گا کہ انگریزی علداری پر حملہ کیا گیا ہے۔
اور اس کو وہ سزا دیجائے گی جو حملہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس دھمکی کے ساتھ اس میں امیران سندھ کی
سزا کی مثال دی گئی جو برٹش گورنمنٹ کے دشمن تھے اس چٹھی کی نقل مہارانی کے پاس بغیر مدار المہام کے بھیجی گئی
یہ طریقہ بالکل اس اصول کے خلاف تھا جو چند مہینے پہلے مقرر ہوا تھا کہ مہارانی کو کچھ اختیار نہ تھا۔اور کل اختیارات
کا مرکز مدار المہام تھا جس کے ساتھ اب خط و کتابت ترک کی گئی۔مہارانی نے اس چٹھی کے جواب میں عرض کیا کہ ماما
صاحب پر کسی حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور مدار المہام نے بھی یہی جواب دیا ہ

اس باب میں سازشوں کا مفصل لکھنا مشکل ہے اور وہ دلچسپ بھی نہیں ہے اس کا یہ مختصر بیان
کافی ہے کہ جس شخص نے ماما صاحب کو معزول کرایا اور بالکل صاحب اختیار ہو گیا اس کا نام دادا خاص جی والا
تھا۔یہ کوشش کی گئی کہ مہارانی کے باپ کو امورات سلطنت میں اختیارات حاصل ہوں اور ہر معاملہ اُس سے
صلاح پوچھی جائے۔مگر دادا خاص جی والا نے کہا کہ حکومت کے اس طرح تقسیم ہونے سے غالباً بہت سی

برائیاں پیدا ہونگیں اس سبب سے وہی مختار کل رہا ✚

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کا کل اختیار سپاہ کے ہاتھ میں تھا لشکر میں تیس ہزار سپاہی تھے جو ریاست کی محافظت کی ضرورت سے زیادہ تھے اور ریاست کی آمدنی اس کے خرچ کے لئے کافی نہ تھی وہ اُس کی آمدنی کو بیٹھے ہوئے اسی طرح کھاتے تھے جیسے کہ لٹیرے - اس سپاہ میں افسر فرنگی یا ہندوستان نا فرنگی تھے مگر سپاہیوں اور افسروں میں تعلق معکوس تھا کہ سپاہی خود حاکم بن کر افسروں کو سزا دیتے تھے ✚

اب برٹش گورنمنٹ کی آہستگی کے ساتھ اس طرف توجہ ہوئی کہ ریاست گوالیار میں جو بدعملی اور بے انتظامی ہو رہی ہے جس سے اندیشہ ہے کہ انگریزی عملداری کی امن و عافیت میں خلل پڑے اگر اور وسایل سے اُس کے دور کرنے میں کامیابی نہ ہو تو سپاہ سے اس میں مداخلت کرنی چاہیئے - ۱۰ - اگست ۱۸۴۳ء کو گورنر جنرل نے یہ ایک فقرہ اپنی تحریر میں اور زیادہ کیا کہ گوالیار میں فی الحال مدار المہام کی نئی تبدیلی ہوئی ہے جس سے وہ مدار المہام معزول ہوا ہے جس کو ابھی برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا اور گوالیار میں کل سپاہ جمع ہوئی ہے اور اس میں سے زبردستی تقریباً تمام ولایتی فرنگی اور ہندوستان نا فرنگی موقوف کئے گئے اور سول اور ملیٹری عہدوں کے لئے وہ افسر تجویز ہوئے جن کی عداوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مشہور ہے اور مہاراجہ متوفی کے عہد میں جو عہدہ دار کہ برٹش گورنمنٹ کے کہنے سے مقرر ہوئے تھے وہ اپنے عہدوں سے معزول ہوئے ہیں اور جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں انہوں نے ان سب باتوں میں غلو کیا ہے اس سبب سے برٹش گورنمنٹ کے قایم مقاموں کی یہ خواہش ہوئی کہ گوالیار کے دربار پر اور ہندوستانی ریاستوں پر اپنی عیب داب اور اثر کو سپاہ سے سہارا دے - اگرچہ آیندہ کے لئے صحیح صحیح حساب کرنا ناممکن ہے جب سپاہ اس رنگ کی ہو جس میں نہ ڈسپلن ہو اور نہ تنخواہ ملتی ہو اور سپاہیوں کو اپنے بڑے حوصلوں کے مقاصد پورا کرنے کے لئے کسی وسیلہ کے کام میں لانے کے لئے تامل نہ ہو تو آیندہ وہ کیا کریگی اُس کا صحیح صحیح جانچنا ناممکن ہے لیکن غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات وقوع میں آئیں کہ ریاست گوالیار کے جو اضلاع دور افتادہ مالوہ اور ساگر اور بندھیل کھنڈ میں ہیں جن پر کوئی قوت غالب و حاکم نہ ہو وہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کی سرحدوں کی رعایا پر حملہ آور ہوں اور اُن کو غارت و تباہ کریں اور ہم مجبور ہو کر ریاست گوالیار سے اس کی درستی اور اصلاح کی درخواست کریں جو حقیقت میں اس اصلاح کی لیاقت نہ رکھتی ہو اس لئے ان اضلاع کی نسبت جو مالوہ میں اور اُس کے متصل ساگر میں گوالیار کی ریاست سے متعلق یہ تدابیر کرنی پڑیگی

کہ ہم جمنا پر یا اُس کے متصل سپاہ جرار کا کیمپ باندہیں اس لئے کمانڈر انچیف کو حکم ہوا کہ وہ کانپور میں کیمپ باندھے
اور ۵ا۔ اکتوبر کو ایک لشکر کا کیمپ جمنا پر یا اس کے قریب باندھے جس میں کم از کم بارہ پلٹنیں پیادوں کی اور اس کے
متناسب سواروں کے رسالے اور توپخانے ہوں اس اثنا میں اگرچہ مہارانی اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان
مراسلت موقوف نہیں ہوئی مگر گوالیار میں بدعملی اور بے انتظامی نے آخر زیادہ پاؤں پھیلائے۔ مہارانی نے
اپنی تمنا یہ ظاہر کی کہ برٹش رزیڈنٹ پھر گوالیار میں آجائے۔ لیکن رزیڈنٹ نے گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق یہ
کہا کہ وہ گوالیار میں ان شرائط کے موافق آئے گا کہ دادا خاص جی کے ہاتھ سے بالکل اختیارات لے لئے جائیں
اور اسکو سزا دیجائے اور وہ جلاوطن کیا جائے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ
کرے۔ اس کاغذ کو دادا خاص جی نے مہارانی کو نہیں دیا جو رزیڈنٹ کی طرف سے مہارانی کو لکھا گیا تھا کہ دادا
کیا جلاوطن کیا جائے یا برٹش گورنمنٹ کے حوالہ ہو۔ دادا جی کی طبیعت کا مقتضاء تھا کہ اس کاغذ کا
مضمون مہارانی کے کان تک نہ پہونچنے دے۔ جب اس واقعہ سے گورنر جنرل کو اطلاع ہوئی تو اُس کو دادا
کے اس طریقہ عمل پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے اس مراسلہ کو دبا رکھا یہ ایک جرم فوجداری برخلاف ریاست
گوالیار تھا۔ جس میں مہارانی کی حکمرانی کے اختیارات کا ساقط کرنا اور کل اختیارات کا اپنے ہاتھ میں لے لینا
ثابت ہوتا ہے گورنر جنرل مع کونسل یہ اجازت نہیں دے گا کہ ریاست گوالیار میں کوئی رعیت
اپنے بادشاہ کی حکومت سے زیادہ حکومت رکھے۔ گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ وہ اس غصہ آمیز مایوسی کو
مہارانی کو مطلع کرے کہ دادا خاص جی نے اس مراسلت کو جو اس کی مخالفت میں تھی مہارانی تک نہ پہونچنے
دیا۔ مگر گورنر جنرل کی اس تحریر کی طرز مبالغہ آمیز تھی کہ اس نے دادا کے اس کام کو ریاست گوالیار کے برخلاف
ایک جرم فوجداری قرار دیا۔ حقیقت میں اس وقت گوالیار کوئی سٹیٹ نہ تھی اور نہ اس میں کوئی گورنمنٹ جو تھی
تھی۔ اس معاملہ کی توضیح میں جو یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ دادا کے اس کام سے مہارانی کی حکومت معطل ہوتی ہے
بالکل ضعیف و مہمل ہے۔ یہ سچ ہے کہ دادا کو یہ اختیار نہ تھا جو وہ کام میں لایا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ برٹش
گورنمنٹ نے اپنے اس یقین کا اعلان کر دیا تھا کہ مہارانی کے اختیارات سلطانی حاصل نہیں ہیں۔ اس نے اپنی
کم عمری کے سبب سے سنجیدگی کے ساتھ صحیح فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی سلطنت کے کاموں کے کرنے کے لئے بالکل
لائق نہیں۔ اس کی کچھ حکومت نہ تھی مگر ہاں اُس کے پاس وہ حکومت تھی جو دادا کی طرح اُس نے غصب کر لی تھی
برٹش گورنمنٹ کے حکم سے ایک مدار المہام مقرر ہوا تھا۔ جس نے اُسکو معزول کر دیا تھا اس تجویز کے اختیار کی

وہ مجاز نہ تھی ۔

گورنر جنرل کلکتہ سے چلنے کی تیاری اس لئے کر رہا تھا کہ گوالیار کے قریب پہونچکر برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان جو مخالفت ہے اس کا فیصلہ کرے اپنی روانگی سے پہلے اُس نے ایک طول طویل فہرست میں اپنے سفر کی دلیل لکھی ہے اس تحریر میں وہ مشتہر اور ثابت کرتے ہیں کہ ستلج سے ورے برٹش گورنمنٹ سب سے اعلیٰ حکومت رکھنے کا استحقاق رکھتی ہے اس مسئلہ کا سبق مشرق اور انگلستان میں مدبران ملکی نے بہت آہستہ آہستہ پڑھا ہے کہ ہند میں ایک ایسی سلطنت ہونی چاہیئے کہ وہ سب حکومتوں پر استیلا و استعلا رکھتی ہو اور وہ سلطنت برٹش گورنمنٹ کی ہونی چاہیئے۔ لیکن اب یہ مسئلہ سب مدبران ملکی کے دل نشین ہو گیا ہے کہ آسانی سے محو نہیں ہو سکتا لارڈ ایلن برا کا یہ اشتہار کہ برٹش گورنمنٹ سب سے اعلیٰ حکومت رکھتی ہے صحیح اور درست تھا اسی اصول پر اس کی ساری تحریکیں مبنی تھیں اس تحریر کا دوسرا فقرہ یہ تھا کہ مجھے اس امر کی بہت کم امید ہے کہ معاملات گوالیار کا فیصلہ بغیر سپاہ کے زور کے کسی اور طرح سے ہو سکے اور پہلی نوبت سے ہم کو اُن کو تو اور سوجھی کہ ہمارا فرض فقط یہی نہیں ہے کہ ہم اپنی عملداری کو کوئی رخنہ نہ پڑنے دیں بلکہ انسانیت کا بھی یہ فرض ہے کہ ہم کل ہندوستان میں خلل نہ پڑنے دیں۔ اس پولیسی کے نئے خیالات جن میں ہم ضعف کا نام اعتدال اور بزدلی کا نام تحمل رکھتے ہیں ہماری رعایا کے اور ہمارے ممالک کے سر پر سے ان بلاؤں کو نہیں ٹال سکتے۔ جب تک کہ ہم ہندوستان پر آنے سے اپنے زبردست ہاتھوں سے اُن کو نہیں روکیں گے ۔

پھر سیندھیا کی مملکت کے انتشار اور بد ارتباطی کو بیان کیا کہ حالت موجودہ میں وہ برائیوں کا ایک مخزن ہے مہاراجہ سیندھیا کا ذکر اس طرح کیا جس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس معزول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ مہاراج کو لکھتے ہیں کہ غریب آدمی کا لڑکا ہے اور تعلیم یافتہ نہیں کئی دفعہ اس کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کا ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کو کوئی امر عظیم سمجھتے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم اُن کا یہ قیاس کس بنا پر مبنی تھا۔ ہندوستان کے رؤسا اور والیان ملک اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ کمتر ہوتے ہیں اگرچہ مہاراجہ کی تعلیم ایسی نہ تھی کہ جس پر فخر کیا جائے مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل ناتعلیم یافتہ تھا۔ گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کر لیا تھا کہ مہاراجہ نے مرہٹی زبان کے علم ادب میں ایسی ترقی کی جیسی کہ اس عمر میں لڑکے کیا کرتے ہیں یہ اکثر نہیں ہوتا کہ آٹھ نو برس کے لڑکے حکیم یا زبان دان ہوں۔ پھر مہاراج پر یہ اعتراض بھی بیجا تھا کہ وہ خاندان سیندھیا میں سے نہیں جو حکمران ہے بلکہ اس خاندان میں سے ہے جس سے سلطنت چھن گئی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کر کے کہ وہ

جن کو جی راؤ سیندھیا کا اقرب رشتہ دار تھا اور اُس کے متبنہ ہونے اور گدّی نشینی کو اسی سنہ میں مان لیا تھا پھر نومبر میں اُس کو یہ لکھنا فضول تھا کہ زنانہ نے اور سپاہ نے اُس کو اپنے فائدوں کے لیئے راجہ بنالیا تھا اور رعایا نے اس کو راجہ نہیں بنایا اس لیئے اُس کے نام کے ساتھ راجا کا لفظ نہ لگایا جائے اگرچہ یہ بات سچ تھی۔ مگر جب برٹش گورنمنٹ نے اس کی گدّی نشینی کو اسی سنہ میں اپنی منظوری سے مستقل اور مستحکم کردیا تو یہ اعتراض مشتے بعد از جنگ تھا۔ ان بیانات کے بعد مدارالمہام کے معزول ہونے کا ذکر لکھا ہے کہ برٹش رزیڈنٹ کے بیانون کا کچھ اثر نہیں ہوا مدارالمہام کا رقیب مدارالمہام ہوکر بالکل صاحب اختیار ہوگیا۔ اور عیسائی افسروں کی باستثنائے چند تجری مدارات کی کہ سپاہیوں نے اُن کو کیمپ سے نکال دیا اور ہمارے بیانات پر جو افسر اپنے عہدوں سے موقوف ہوئے تھے وہ پھر بحال ہوئے۔ وہ افسر جو ہم سے دوستانہ تعلق رکھنا چاہتے تھے بالکل اپنے عہدوں سے نکالے گئے اور گوالیار نے سارے ہندوستان کو اس مدارالمہام کی مثال کو دکھایا کہ جس کو برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا وہ ملک سے نکال دیا گیا جس میں وہ حکومت کرتا تھا اور اس کی جگہ وہ مدارالمہام مقرر کیا گیا جو اپنے اعمال سے تبلاتا کہ برٹش گورنمنٹ کا بدخواہ دشمن ہے۔

گوالیار میں مداخلت

باوجود اُن تمام معاملات کے جن میں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی گستاخیاں کی گئیں اور اُس سے رعایا کی امن اور عافیت میں خلل پڑا۔ گورنر جنرل نے اس پر قناعت کی کہ اُس نے اپنے رزیڈنٹ کو گوالیار سے ایک فاصلہ پر بلالیا اور سپاہ کے گروہوں کو چھوڑدیا کہ وہ افسروں کو معزول اور مقرر اپنی دانائی سے کیا کریں اور اپنی مرضی کے موافق لوٹ مار کیا کریں اور خاندان سیندھیا کی عملداری میں اور سرحدوں پر جو رعایا رہتی ہے اُس کو دہشت دلایا کریں گورنر جنرل نے لکھا کہ ان معمولی حالتوں میں شاید ہم وقت کے منتظر رہیں اور ہم کو یقین ہے کہ رئیسوں میں باہم فساد و نزاع پیدا ہو اور ہندوستانی درباروں کے انقلابوں کے سبب سے ہمارا پھر رعب و داب اور اثر گوالیار میں پیدا ہو اس لیئے بالفعل مداخلت کی گوالیار میں ضرورت نہیں۔ لیکن مداخلت کی جو جلدی سے ضرورت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہوا اور پنجاب میں بدنظمی نے پاؤں پھیلائے۔ شیر سنگھ اور اُس کا بیٹا مارا گیا۔ سکھوں کی سپاہ کا زور زیادہ ہوگیا اس لیئے جو پہلے انتظار کی پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اس کا رکھنا ناممکن ہوگیا۔ گورنر جنرل نے اس باب

میں اپنے خیالات ظاہر کیئے کہ دریائے ستلج سے تین میل کے فاصلہ پر ستر ہزار سپاہ ہے جس کو اپنی قوت پر اعتماد
ہے اور اپنے ہمسایہ پر فتح یابیوں کے حاصل کرنے کے نشہ میں وہ مست ہو رہی ہے لڑائی اور لوٹ مار کی بھوکی
ہے اور بن سری بن رہی ہے کوئی ڈسپلن اس میں نہیں ہے یہ امید ہوتی ہے اور یہ توقع ممکن ہے کہ یہ سپاہ
دشمن کی ایسی کوئی حرکت نہ کرے کہ جس سے ستلج پار لڑائی ٹھن جائے۔ لیکن یہ خطا قابل معافی نہیں ہے کہ جہاں تک
ممکن ہے اس سپاہ کے لئے مخالفانہ دور اندیشی وحزم واحتیاط اور پیش بندی نہ کی جائے۔ پھر اس سے
زیادہ کوئی حزم واحتیاط ضروری نہیں ہے کہ ہم گوالیار کے ساتھ دوستانہ تعلق قایم کرکے اپنے پیچھے کوئی
کھٹکا باقی نہ رکھیں جس سے ہماری مراسلت اور آمد و رفت میں کوئی خلل عائد ہو۔ گورنر جنرل نے اپنی اس رائے
کو ظاہر کیا کہ بلحاظ لاہور کے یہ ضرور ہے کہ گوالیار سے پہلے عام جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائے گورنر جنرل نے اس
بنا پر اپنا یقین ظاہر کیا کہ گورنمنٹ اپنے دعووں کو اس ایک بات پر مقید کرے کہ دادا خاص جی والا کو گوالیار
سے خارج کیا جاوے اس بات کو وہ خیال کرتے تھے کہ اس سے کچھ وقت کے لئے گوالیار میں در حصل بڑا غالب
رعب و داب و اثر حاصل ہوگا جس کے سبب سے سپاہ کی تخفیف میں بڑا اثر ہوگا اور حسب مراد اور تدابیر بھی چل جائینگی۔
ان تدابیر کے جاری کرنے کو اس نے حالات پر اور اپنے خیالات کی ان ترمیم و تبدیل پر موقوف رکھا جو سوچنے
سے پیدا ہوں اور جن کا وقوع غالباً ہوا جس وقت میں کہ گورنر جنرل مضمون مذکورہ بالا کو لکھ رہے تھے گوالیار کے
معاملات کی صورت اور بھی بگڑ گئی تھی سپاہ کے تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق دادا خاص جی والا کا دوست
تھا۔ دوسرا فریق اس کا دشمن تیسرا فریق نہ دوست نہ دشمن۔ دوسرے فریق نے دادا کو گرفتار کر لیا اور توقع تھی
کہ دھولپور میں وہ رزیڈنٹ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوئی بابو ستولیا دیس لکھ جو
دادا کی گرفتاری میں بڑا مستعد تھا اس نے رزیڈنٹ کو اس واقعہ سے جو وقوع میں آیا تھا اطلاع دی اور
اپنی یہ امید ظاہر کی کہ برٹش گورنمنٹ اس کی اور اور سرداروں کی اس حسن کارگذاری سے بڑی خوش
ہوگی جو بڑی تمنا یہ رکھتی ہے کہ آپس میں نیک و خوش معاملگی ہو رزیڈنٹ نے اس خط کے جواب میں دادا کی
گرفتاری کا شکریہ ادا کیا اور پکڑنے والوں کی تعریف کی اور بڑی تاکید سے لکھا کہ قیدی اس کے حوالہ کر دیا
جائے چنانچہ وزیر اسی صلاح کے باب میں رزیڈنٹ نے مہارانی کو خط بھیجا جسکو منشی لے کر دربار میں گیا مگر بے سبل ملزم
رہا مہارانی کو دادا کی ذات پر کچھ اختیار نہ تھا وہ اس فریق کے ہاتھ میں گرفتار تھا جس کی رانی خود تابع تھی اس لئے
سبب سے رانی نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میں مجبور ہوں کہ رزیڈنٹ کی درخواست کے موافق کام نہیں کر سکتی

اور اس بات پر وہ جمی رہی وہ اور اُس کے صلاح کار جن کے ہاتھ میں کاٹ کی پتلی کی طرح تھی آپس میں یہ متفق الرائے ہوئے کہ دادا کا حوالہ کر دینا ہی صرف ایک ایسی تدبیر ہے جو انگریزی سپاہ کو آگے بڑھنے سے روک دے گی یہ پہلی ہی دفعہ ہے کہ برٹش گورمنٹ نے ریاست گوالیار سے ایک قیدی کو مانگا ہے دھولپور میں دربار سے رزیڈنٹ کا منشی واپس آیا اس کا وہاں ذرا سا کام بھی نہیں بنا ایک اخبار نویس نے لکھا کہ تمام فریق یہہ کہتے ہیں کہ سب طرف مشکلات ہی مشکلات ہیں کہ بائی مہارانی کم عمر اور ناتجربہ کار ہے اسکے باپ گنگو پرا کے ہوش وحواس ایسے درست نہیں کہ اس نازک وقت میں کام کو سرانجام دے جو فریق ہیں اُن میں آپسمیں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں ہر ایک کو یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ دوسرا دغا و فریب نہ دے بائی صاحب یہہ چاہتی ہیں کہ بابو صاحب دربار میں آئیں اور صلاح مشورہ دیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ گنگو پرا اس کا اطمینان کر سکے کہ وہ گرفتار نہ کیا جائے گا بابو صاحب چاہتا ہے کہ دربار میں آنکر صلاح اور مشورہ دے بشرطیکہ کرنیل جیکب (ایک برگیڈ کے افسر اعلے) اس کے کفیل ہوں کہ کوئی دغا اور فریب نہیں دیجاوے گی کرنیل صاحب اس اندیشہ میں ہیں کہ بابو صاحب اور گنگو پرا دونوں زبردست سردار ہیں اُس کے اختیار میں یہ نہیں کہ اُن کی آپس کی دغابازی اور مکاری کا انسداد کر سکے بس اس طرح سے اُن کی باہمی نزاع کا کسی طور سے فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا ✽

مہارانی اور رزیڈنٹ کے درمیان اور خط وکتابت ہوئی۔ مگر بے فایدہ۔ کرنیل سپائرس رزیڈنٹ دھولپور سے ناگپور میں رزیڈنٹی پہ بدل گئے اس تبدیلی کا سبب نہیں معلوم ہوا اور کرنیل سلیمن اُن کی جگہ مقرر ہوئے جن کی نسبت ہوپ صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ صاحب ممدوح اپنے ہندوستان کی ملازمت دراز میں ایک ہفتہ بھی گوالیار میں نہیں رہے تھے مگر دربار گوالیار کے ایسے مخالف تھے کہ اُنھوں نے گوالیار کے رزیڈنٹ ہونے سے پہلے ایک کتاب چھاپ کر انگلینڈ بھیجی تھی۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ میں دنیا کا ایک شہری آدمی ہوں میں اس خیال سے اپنے تئیں روک نہیں سکتا کہ اگر گوالیار کے دربار کو اور اُس کی گرد کی سپاہ کو کوئی زلزلہ نگل جائے تو بنی نوع انسان کے بڑے حصہ پر خدا کا بڑا فضل وکرم ہو۔ اس رزیڈنٹ کے مبادلہ کے تھوڑے دنوں بعد دو فریقوں میں آپس میں خوب مخالفت کا زور ہوا اور دونوں میں آپسمیں توپ بازی ہوئی۔ پھر مہارانی کے حکم سے یہ توپ بازی موقوف ہوئی جس کی ابتدا سپاہ کے اُس فریق نے کی تھی جو مہارانی کا رفیق تھا انگریزی سپاہ کے قریب آنے نے اور غالباً سرحد گوالیار پر اُس کے

آگے بڑھنے نے بڑی ہل چل گوالیار میں ڈالی اور کچھ وقت تک یہ امید رہی کہ اگر دادا حوالے کر دیا جائے گا تو سپاہ
کا آگے بڑھنا رک جائے گا مگر کوئی امر محقق نہ تھا۔ ۱۱- دسمبر ۱۸۴۳ء کو گورنر جنرل آگرہ میں آیا اُس نے حکم دیا کہ
جس قدر جلد ممکن ہو سپاہ آگے بڑھے اور دوسرے دن اُس نے اپنے ارادہ سے مہارانی کو تحریری اطلاع دی
سپاہ کے آگے بڑھنے نے حصول مقصد میں تائید کی کہ دادا خاص جی حوالہ کیا گیا اور آگرہ کو وہ روانہ کیا گیا اس
سپاہ کے بڑھنے کے خوف سے گورنر جنرل کا مقصد اعظم دادا کی گرفتاری کا حاصل ہوا۔ کھانا کھانے سے گورنر
جنرل کی اور اشتہا بڑھی تو اُس نے اپنی پولیسی کو بدلا۔ کہ وہ دو مہینے سے جس کام کو فقط رعب داب کے اثر سے
حاصل کرنا چاہتے تھے اب سپاہ کے خوف سے اُس کا حاصل کرنا چاہنے لگے ۱۸- دسمبر کو انہوں نے نئے رزیڈنٹ
کو مطلع کیا کہ دادا خاص جی کے حوالے ہونے سے گورنر جنرل بڑا خوش ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ
کے ساتھ مہارانی اور دربار اپنے دوستانہ رشتہ مندی کو بحال کرنا چاہتے ہیں لیکن مہارانی کو اطلاع دیگئی ہے
کہ انگریزی سپاہ جب تک آگے بڑھنے سے رکے گی نہیں جب تک گورنر جنرل کو یہ ضمانت نہ دی جائے گی کہ حدود
مشترکہ پر آیندہ بالکل امن و عافیت رہے گی اور گوالیار میں ایسی گورنمنٹ ہو جائے گی کہ وہ اپنی رعایا سے سلوک بہتر
کرنے کے لیئے راضی اور قابل ہو گی اور برٹش گورنمنٹ اور اُس کے دوستوں کے ساتھ مستقل رشتہ اتحاد کو
مضبوط رکھے گی۔ ۲۰- دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے خاص سرداروں کا آپس میں مل کر صلاح و مشورہ یہ ہوا
کہ سپاہ کے آگے کا سفر کرنا فقط اس شرط سے موقوف ہو سکتا ہے کہ ایک عہد نامہ پر جس میں شرائط جو برٹش
گورنمنٹ نے پیش کی ہیں تین دن کے اندر تصدیق ہو کر۔ اور دستخط ہو کر مکمل ہو جائے صرف یہی تبدیلی نہیں ہوئی
بلکہ پہلی نومبر کو جو نوشتہ تحریر ہوا تھا اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی ریاست گوالیار کے معاملات
میں مداخلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں سب سے اعلےٰ حکومت ہے اسکا فرض ہے کہ کل ملک میں وہ امن و
عافیت کو برقرار رکھے اور جب کوئی اس کی خود یا اُس کے دوستوں کی سرحدوں پر فتنہ و فساد و آشوب و شر کی
صورت پیدا ہو تو وہ اُس کو رفع دفع کرے اب اُس کی جگہ یہ فقرہ لکھا گیا کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ کے
تعلقات موجودہ پر نظر کی جاتی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ماما صاحب کا معزول ہونا اور دادا خاص جی والا کا مدار المہام مقرر
ہونا کسی اور طرح سے سوائے اس کے خیال کیا جائے کہ گوالیار کے زنانہ کی کامیاب سازشوں اور سپاہ کی بدنظمی کے
سبب سے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی مخالفت ہو گئی ہے سپاہ تیس ہزار ہے جس کے ساتھ بڑا توپخانہ ہے اور ایک
اپنے افسر کے ماتحت ہے جو اپنے عہدہ پر برخلاف برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے قایم رہے گا ایسی سپاہ ممالک

مغربی کی دارالسلطنت سے چند منزل کے فاصلہ پر ہے۔ ریاست گوالیار کی سرحدیں بڑے فاصلہ تک انگریزی عملداری کے اضلاع ساگر کی سرحد سے اور بندھیل کھنڈ کے راجاؤں کی عملداری کی سرحدوں سے ملی ہوئی ہیں۔ اور وہ ایسی پھیلی ہوئی ہیں کہ مالوہ میں دریا نربدا اور تاپتی ندی کے پار انگریزوں کی دوستوں کی سرحدوں سے ملی ہوئی ہیں ان مقامات میں انتظام اور بندوبست کے لئے اور شر و فسادوں کے دور کرنے کے واسطے ضرور ہے کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ دونوں باہم شریک و متحد ہو کر کام کریں ہوپ صاحب لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے خود انصاف کریں کہ جب ہم بیان کرتے ہیں کہ اضلاع بندھیل کھنڈ اور زرخیز اضلاع نربدا اور ساگر میں بالکل انگریزی عملداری تھی جن کی سرحدیں ریاست گوالیار کی سرحدوں سے ملی ہوئی تھیں دو برس پہلے سے اور اس وقت یہاں کی رعایا بغاوت کر رہی تھی سیندھیا کی دو ہزار سپاہ کنٹنجنٹ سڑکوں پر فساد نہ ہونے دیتی تھی۔ باغی انگریزی عملداری کے ایک معمور حصہ کو جھم لاسا کو غارت کر رہے تھے وہ گوالیار سے سو میل پر تھا اور مہارانی کا قابل افسر کرنیل سیلوا ڈور اپنی سپاہیوں سے انگریزوں کے ایک حصہ اور بلیہ ہٹ کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا رہا تھا جو اس میں آگ لگانے کو تیار تھے۔ موسم گرما کی سختی کے سبب سے انگریزوں نے مہارانی سے سپاہ مستعار لی تھی کہ فسادوں کو دور کریں۔ گوالیار کی سرحد پر یہ فساد نہ تھا بلکہ جب سے انگریزوں کی سپاہ کابل گئی تھی ان اضلاع کی رعایا انگریزی عملداری سے برگشتہ ہو کر بغاوت کرتی تھی اور گوالیار کی سپاہ دوستانہ اس کو فرو کرتی تھی۔ یہ باغی کم از کم پچاس گاؤں بالکل تباہ کر چکے تھے جن کے باشندے بھاگ کر جنگل میں چلے گئے تھے کئی انگریزی افسر مارے گئے تھے اس حکایت کے سننے پر ہنسی آتی ہے کرنیل سلیمن صاحب کے پاس جو ان تین اضلاع کے حاکم تھے اس چھوٹی سی بغاوت کا سرغنہ آیا تو انہوں نے اس سے یہ استفسار کیا کہ تیری آراضی مقبوضہ پر ہلکی جمع لگائی گئی تھی تو پھر کیوں اپنے ہمسایہ کے رقبوں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا تو اس آدمی نے اکڑ کر اور کرنیل صاحب کی ترچھی نگاہوں سے دیکھ کر کہا کہ یہ میرا طریقہ کچھ عجیب نہیں تھا میں ان آدمیوں کا واقف کار تھا کہ جن کے پاس ہندوستان تھا اور ان سے کچھ محصول نہیں لیا جاتا تھا پھر بھی وہ افغانستان پر کچھ اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے چڑھے یہ حال اس وقت کا ہے کہ مہارانی کے پاس مراسلہ دہشت آور لکھا گیا تھا ؏

۱۲۔ دسمبر کو مہارانی کو مراسلہ میں لکھا گیا جس میں یہ بات بے ٹھکانے بیان کی گئی کہ دولت راؤ سیندھیا کے جانشین مہاراج کی ذات اور حقوق کی محافظت عہدنامہ کے موافق برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں ہے۔ ۱۹ دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے سرداروں کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں رام راؤ پھلکیا

بھی تھا اُس نے امر مذکور کا ذکر کیا تو اُس کی حقیقت کھلی کہ عہدنامہ جس میں برٹش گورنمنٹ کا یہ حق اور فرض مندرج تھا کہ سیندھیا کے قایم مقام کی ذات کی وہ حفاظت کرے اور اس کے حقوق کو برقرار کرے۔

۱۸۰۴ء میں جو برہان پور میں عہدنامہ لکھا گیا تھا اُس میں یہ شرایط داخل تھیں اور اسی عہدنامہ کی بناء پر برٹش گورنمنٹ اپنے مداخلت کے استحقاق کو مبنی کرتی تھی رام پھلکیا کو اس عہدنامہ کے حال سے بہت کم واقفیت تھی اس نے کہا کہ گو یہ عہدنامہ میرے دفتر میں ہے مگر میں نے اُس کی طرف بہت برسوں سے التفات نہیں کیا ہے اور مجھے یاد نہیں کہ اس عہدنامہ میں کیا شرایط لکھی گئی ہیں ایک دفعہ اس میں یہ بھی تھی کہ جب مہاراج درخواست کرے تو اس کی امداد کے لئے سپاہ انگریزی جو سرحد کے قریب ہو بھیجی جائے تو رام راؤ پھلکیا نے کہا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط موجود ہے تو بالفعل کی حالت میں اس کا عمل میں آنا کیا ہے۔ آیا برٹش گورنمنٹ کی مداخلت مقصور ان ہی صورتوں میں ہے جن میں مہاراج درخواست کرے۔ تو اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ عہدنامہ کے منشاء کے موافق صورت حال میں عمل کرنے کی ضرورت اس واقعیت کے سبب سے پیدا ہوئی ہے کہ مہاراج اور مہارانی دونوں کم عمر ہیں تو وہ اپنے لئے کام نہیں کر سکتے ہیں۔ زشت طبع اہل کاروں نے دھوکہ بازی کر کے گورنمنٹ کا سارا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور مہاراجہ اور مہارانی دونوں ساقط الاختیار ہیں۔ ان اہل کاروں کی کارروائیوں سے وہ دوستانہ تعلقات شکستہ ہو گئے ہیں جو برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان تھے۔ اگر برٹش گورنمنٹ رحم کم عمر مہاراجہ کی محافظ و مربی کی بجائے ہے ہم یہ مداخلت نہ کریں گے کہ وہ مہاراج کی ذات کو اور ملک کی گورنمنٹ کو قایم و برقرار رکھے تو ریاست گوالیار کی بربادی کی صورت پیدا ہو گی اس مجلس کے بعد ایک اور مجلس منعقد ہوئی جس کا مقصد اعظم یہ تھا کہ گورنر جنرل اور مہارانی اور مہاراجہ کی ملاقات کے لئے مباحثہ ہو کر یہ امر طے پائے کہ ملاقات کس طرح کی جائے گوالیار کے امرا یہ کہتے تھے کہ ملاقات اس جگہ ہو جہاں سپاہ ٹھیری ہوئی ہے۔ ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ گوالیار میں جب گورنر جنرل آتا ہے تو اس مقام پر اول راجہ ملنے جاتا ہے خلاف اس دستور کے خلاف اگر ملاقات ہو گی تو راج کی ہیٹی ہو گی۔ گورنر جنرل نے آگے بڑھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ گوالیار کے سرداروں نے بڑی منت و سماجت سے عرض کیا کہ اس معاملہ پر حضور غور سے نظر ثانی فرماویں کہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ گوالیار کی عملداری میں چلی جائے گی تو خلاف دستور ہو گا اور مہاراج اور گورنمنٹ سیندھیا کو ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکا لگ جائے گا۔ مگر ان کی اس منت و سماجت کو گورنر جنرل نے

جب نہ سنا تو انہوں نے اور زیادہ لجاجت کی اور اپنا یہ یقین ظاہر کیا کہ اگر انگریزی سپاہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے سرحد گوالیار سے گزرے گی تو سپاہ گوالیار جس میں ہل چل پڑ رہی ہے یقین کرے گی کہ گورنر جنرل دوستانہ نہیں آیا۔ بلکہ دشمنی کی غرض سے آیا ہے اس عہدنامہ کی زبان کو جس سے حضور نے یہ منصوبہ باندھ کے قدم اٹھایا ہے اس کو ذرا غور سے پھر دیکھئے اس لئے کہ حضور ریاست گوالیار کے بالکل مختار و مالک ہیں چاہیں سے برقرار رکھیں چاہیں برباد کریں ہماری رائے میں اگر مہاراج اور گورنر جنرل کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ سرحد گوالیار میں گزر جائے گی تو اس کے نتیجے بڑے کڑے ظہور میں آئیں گے۔ بعد بہت سی تکرار اور مباحثہ کے گورنر جنرل نے یہ امر پیش کیا کہ پہلی مجلس میں جو عہدنامہ کے اصول قایم ہوئے ہیں اس کے موافق مفصل عہدنامہ مرتب ہوا اور ۲۲۔ دسمبر کو مہاراج گورنر جنرل سے ملاقات کرے اور اس عہدنامہ کی تصدیق کرے اور سردار ضامن ہوں کہ عہدنامہ کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس دن تک ان شرایط پر چنبل سے پار سپاہ کی آگے روانگی ملتوی رہے گی اور اگر سردار اپنے ضمانت نامہ کے موافق کام نہ کریں گے تو ان پر بھاری جرمانہ کیا جائے گا۔ تھوڑی تامل کے بعد سرداروں نے یہ کہا کہ ہم مہاراج کو ملاقات کے لئے ایسا جلد نہیں لا سکتے مجلس برخاست ہوئی جس کا مآل یہ ہوا کہ ہنگونا میں ۲۶۔ دسمبر کو چنبل سے پار ایک منزل پر مہاراج کی ملاقات کا ہونا قرار پایا ۞

کرنیل سلیمن ریزیڈنٹ نے ۱۱ دسمبر کو گورنر جنرل کو چٹھی لکھی اور گوالیار میں جو امر انکے ذہن نشین ہوا تھا اس طرح بیان کیا کہ جب میں نے گورنر جنرل کے ارادہ کو ۲۲۔ دسمبر کو چنبل سے پار اترنے کو بیان کیا تو شوچرن راؤ بیا اور رام راؤ پھالکیا اور بابو تن راؤ نے جو مجھ سے ملنے آئے تھے گڑگڑا کر یہ عرض کی کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ مہاراج گورنر جنرل سے چنبل پار ملاقات کرتے ہیں اس دستور کے برخلاف ملاقات نہ ہو۔ اس بات کا ان کو بہت خیال ہے ۞

سنہ ۱۸۳۲ء کی مثال بیان کی گئی کہ مہاراج پہلے چنبل سے پار گورنر جنرل سے ملاقات کرنے گئے اور دوسرے روز گورنر جنرل بازدید کے لئے چنبل کے وار آئے۔ ۲۲۔ دسمبر کی چٹھی میں کرنیل سلیمن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مہاراج اور مہارانی سے ملاقات کی ان سے اور سرداروں کے مجمع سے کہا کہ گورنر جنرل نے مجھے اپنے کیمپ میں بلایا ہے تاکہ نوجوان مہاراجہ کی معیت میں پھر میں مراجعت کروں۔ سرداروں نے اپنی بڑی توقع شوق سے یہ ظاہر کی کہ چنبل کی دوسری طرف ملاقات ہو ۞

۲۴- دسمبر کو گورنر جنرل کے سکرٹری کو کرنیل سلیمن نے لکھا کہ ہماری سپاہ جو چنبل سے پار جاتی ہے اُس کے آدمیوں سے گوالیار کے سپاہی کہتے ہیں کہ یہ انگریزوں کی حرکت جنگ کے لیئے ہے - ۲۵ کو پھر کرنیل سلیمن نے خوب اچھی طرح لکھا کہ یہاں کی سپاہ میں بالکل ابتری ہے یہ ناممکن ہے کہ ہماری سپاہ چنبل پار اُترے اور اس سے لڑائی نہ ہو - دھنیلا میں دریا کے دونوں طرف توپیں لگی ہوئی ہیں اور سپاہ ڈینگیں مار رہی ہے کہ اگر گورنر جنرل آگے گوالیار کی طرف بڑھے گا تو ہم اُس کا مقابلہ کرکے چنبل پار اُتار دیں گے ۞

ہنگونا سے گورنر جنرل نے ۲۵- دسمبر کو یہ اشتہار مہارانی کے پاس بھیجا تھا کہ انگریزی سپاہ سیندھیا کے ملک میں دوستانہ عہد نامہ کے موافق داخل ہوئی ہے کہ مہاراج کی ذات کی محافظت کرے اور ان کی شاہانہ قوت کو برقرار رکھے - ۲۶- دسمبر کو مہارانی اس عہد نامہ کی تصدیق کرے اگر اسکے آگے التوا کیا جائے گا تو پندرہ ہزار روپے روزانہ جرمانہ لیا جائے گا - ۲۷ دسمبر کو ایک اور اشتہار اسی مضمون کا جو پہلے جاری ہوا تھا دیا گیا ۞

بابو سنتو لیا دیس مکھ جو انگریزوں کا دوست سمجھا گیا تھا اور وہ انگریزی کیمپ میں شرائط عہدنامہ ٹھیرانے کے لیئے تین روز ٹھیرا تھا - ۲۵- دسمبر کو تین دن بعد جب گورنر جنرل کی سپاہ نے چنبل سے عبور کیا تھا گوالیار کو چلا گیا اور وہاں اس سپاہ کے ڈویژن کا افسر ہوا جو انگریزی سپاہ کے کوچ کے روکنے کے لیئے مقرر ہوئی تھی - اور ۲۶ کو سیتاجی انگرائی اس کا سردفتر بغیر اطلاع چلا گیا - ۲۸- تاریخ کو جو عہدنامہ کی تصدیق کے لیئے مقرر ہوئی تھی وہ بھی گزر گئی اور تصدیق نہیں ہوئی ۞

افسوس ہے کہ لڑائی کا آغاز جس طرح ہوا اسکے حالات کی تفصیل ناقص اور بے ٹھکانے ہے جو مراسلہ گورنر جنرل کو اس لڑائی اور اس کے نتیجے کے باب میں کمانڈر انچیف نے لکھا تھا وہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ حضور نے ۲۹ تاریخ کے کام ملاحظہ کئے ہیں اور میرے بہت سے خطوط حضور کے پاس ہیں جنہیں میں نے اپنا انتظام بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کی سپاہ جو ایک مستحکم مقام جونڈا میں مقیم ہے اُس پر کس طرح حملہ کیا جاوے گا - مجھے اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں بہ تفصیل یہ بیان کروں کہ دشمن کا مقام کہاں ہے اور میں نے اس پر حملہ کرنے کا کیا باقاعدہ بندوبست کیا ہے اس طرح اطلاع نہ دینے کے دلایل کا بیان کرنا مناسب نہ تھا - پھر آگے کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ دشمن نے جونڈا میں اپنا مقام خوب دیکھ بھال کر پسند کیا ہے اور اُسکو نہایت مستحکم کیا ہے اور اس میں توپیں اس خوش اسلوبی سے لگائی ہیں کہ میں نے

پہلے کبھی توپوں کو اس طرح سے لگا ہوا نہیں دیکھا۔ پیادوں کی مرہٹہ سپاہ جن کا مذہب توپ پرستی ہے وہ توپوں کی خوب محافظت کرتی ہیں پھر انہوں نے حملہ کرنے کی تدبیر بھی بتائی ہے کہ دشمن پر فلاں سپاہ اور فلاں افسر کو بھیجوں گا پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ جس ملک میں سپاہ بڑھیگی وہ دشوار گذار ہے اسمیں بڑے بڑے نالے اور کھل آتے ہیں جو سد راہ ہوتے ہیں۔ میجر سمتھ کے سپرد بڑی محنت کرکے راستہ صاف کرتے تھے ❊

بس کمانڈر انچیف نے مختصر سامان اپنے ارادوں اور تیاریوں کا اکٹھا جو جونڈا پر مرہٹوں نے حملہ کرنے کے لئے سوچے تھے اُن کو توقع نہ تھی کہ مہاراج پور میں دشمن سے لڑنا پڑے گا۔ جب انگریزی سپاہ یہاں آئی اور اس پر دشمن نے گولہ باری کی تو معلوم ہوا کہ دشمن کی سپاہ یہاں موجود ہے اور شب گذشتہ کو مرہٹوں کی سات پلٹنوں نے مع توپخانوں کے ایک مستحکم مقام میں اقامت کی ہے تو پھر کمانڈر انچیف نے جو مرہٹوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ پہلے باندھا تھا اُس کو بدل دیا اور حملہ کیا۔ مہاراج پور سے دشمن کو نکال دیا۔ دشمنوں نے اپنی توپوں کے بچانے میں بڑی سرگرمی سے کوشش کی۔ مگر انگریزی سپاہ نے اُن کے چار علم اور دو افسر کمانیر گرفتار کئے۔ غرض بڑی مشکل سے کامل فتح حاصل ہوئی اور بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ سو سپاہی مجروح و مقتول مضرور ہوئے۔ انگریزی سپاہ کا مقابلہ ہندوستانی سپاہ نے ایسی سختی سے اس حال میں بھی کمتر کیا ہے کہ جہاں دونوں کی سپاہ کی تعدادوں میں غیر مناسبت بہ نسبت یہاں کے بہت زیادہ تھی۔ کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ مجھے افسوس ہے کہ جانیں جو تلف ہوئیں وہ میرے اس تخمینہ سے جو میں نے کیا تھا بہت زیادہ تھیں میں نے دشمنوں کی بہادری کے اندازہ کرنے میں انصاف نہیں کیا تھا ❊

اسی دن کہ کمانڈر انچیف کو فتح حاصل ہوئی دوسری فتح پنیار میں میجر جنرل گرے کو حاصل ہوئی۔ اُنہوں نے مرہٹوں کے ایک بڑے لشکر کو شکست دی۔ ۹ دسمبر کو جنرل گرے نے ۱۶ میل سفر کیا اور ایک تنگ وادی میں جو ہمت گڑھ سے پنیار تک تھا گزرنا چاہا۔ دشمن نے بھی اس کے محاذی و متوازی سفر کیا اور منگور گاؤں کی بلندیوں پر چڑھ گیا اور انگریزی سپاہ پر گولہ زنی کی۔ بریگیڈیر پری اٹ سوار اور کپتان نیاز سپی توپخانے لے کر گئے اور دشمنوں کی توپوں کو بند کر دیا۔ دوپہر کے بعد چار بجے پہاڑیوں پر چار میل کے فاصلہ پر انگریزی لشکر سے دشمن نظر آیا۔ جنرل گرے نے ان پر حملہ کیا اور ایک بلندی سے دوسری بلندی پر دشمنوں کو ہٹایا غرض لڑائی کا خاتمہ انگریزوں کی فتح پر ہوا ❊

ان دو فتحوں کا نتیجہ یہ تھا کہ مہارانی اور اُسکے صلاح کار راضی ہو گئے کہ انگریز جو شرائط عہدنامہ

تجویز کریں وہ ہم منظور کر لیں۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۸۴۳ء کو مہاراجہ اور مہارانی اور گورنر جنرل ایک مجلس میں جمع ہوئے
طرفین سے تپاک کی باتیں ہوئیں جس میں کچھ نفاق کی بھی آمیزش تھی۔ حالت موجودہ کے موافق یہ تجویزیں طرفین سے
منظور ہوئیں کہ مہاراجہ یہ حکم اپنے افسروں اور ملازموں کے نام جاری کرے کہ انگریزی سپاہ کے ساتھ لڑائی کر
باز رہیں اور اسی قسم کا حکم گورنر جنرل جاری کرے کہ انگریزی سپاہ مرہٹوں کی سپاہ سے اگر وہ حملہ نہ کرے تو نہ لڑے
اور مہاراج یہ احکام جاری کریں کہ کسی جنرل جس قدر رسد کی درخواست کرے وہ بہم پہونچائی جائے اور مہاراج
کے یہ احکام اس طرح بھیجیں جائیں کہ لوگوں کو صاف معلوم ہوں کہ ان سے خاص مہاراج کا انشاء یہ ہے کہ ان کی
تعمیل ہو۔ مہاراج انگریزی قاصدوں کو اپنے حضوریوں کے ساتھ بندھیل کھنڈ کی سپاہ کے پاس سلامتی سے
پہونچا دیں تاکہ لڑائی نہ ہونے پائے اور جہاں انگریزی سپاہ مقیم ہو اُس سے تین میل کے فاصلہ پر گوالیار کی سپاہ نہ
آنے پائے انگریزی سپاہ گوالیار کے متصل ۱۔ جنوری ۱۸۴۴ء کو کوچ کرے اور گورنر جنرل مہارانی کو اپنے
ساتھ لے جائیں۔ اور برٹش گورنمنٹ اُن کاشتکاروں کو اور اور لوگوں کو گوالیار کی ریاست میں معاوضہ دے
جن کی کھیتی انگریزی سپاہ کی پامالی میں آئی ہے اور اس معاوضہ کی تشخیص کا انتظام سیندھیا کرے اور اس کے
موافق برٹش گورنمنٹ معاوضہ ادا کرے اور مہاراج ایک اشتہار اس طرح دے کہ وہ بہت جلد سارے ملک میں
پھیل جائے کہ برٹش سپاہ گوالیار کی قلمرو میں اس لئے داخل ہوئی تھی کہ مہاراج کی ذات خاص کی محافظت کرے
اور اُس کی حکومت کو برقرار رکھے اور ایسی گورنمنٹ قایم کرے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات موجود
کو برقرار رکھے اس لئے سیندھیا کی تمام خیرخواہ رعایا کو ہدایت ہوئی ہے کہ انگریزوں کی حتی المقدور اعانت
کریں انگریزی سپاہ کا کوئی آدمی کسی آدمی کو ضرر نہ پہونچائے گا۔ تمام رسد کی قیمت ادا کی جائے گی اور جو نقصان
اتفاقی ہو جائے گا۔ اُس کا معاوضہ بھی دیا جائے گا ؎

علاوہ ان انتظامات کے برٹش گورنمنٹ اور سیندھیا کے مابین نئے تعلقات کے فیصلہ کرنے کے
لئے اور یہ انتظامات ہوئے کہ باغی سپاہ برطرف کر دی جائے اور آیندہ گورنمنٹ کے معاملات کی کارروائی
کے طریقے مقرر ہوں۔ ۵۔ جنوری ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل مع سپاہ کے گوالیار کی طرف آگے بڑھا۔ اب نئے عہدنامہ
کی شرائط عظیمہ ایک مجلس میں جس میں گوالیار کے سردار تھے منظور ہوئیں۔ گورنمنٹ گوالیار نئی طرح کی مقرر ہوئی
جو نسبت سابق کے زیادہ مفید تھی۔ پہلے ایک آدمی کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہوتے تھے اور اُسی کو ذمے
داری کی جواب دہی ہوتی تھی اب یہ اختیارات سلطنت ایک کونسل کے سپرد ہوئے جس کا پریسیڈنٹ کارفرما عظم

ہوا اور اسی کی معرفت رزیڈنٹ سے خط و کتابت ہو سپاہ ہر طرف ایسی آسانی سے برطرف ہو گئی جس کا پہلے سے گمان بھی نہ تھا۔ ۹۔ جنوری کو یہ موقوفی کا کام شروع ہوا۔ ۱۷۔ جنوری کو بغیر اس کے کہ ایک فساد بھی ہو ختم ہو گیا۔ اس موقوف شدہ سپاہ کا ایک حصہ نئی کنٹجنٹ میں بھرتی ہو گیا۔ باقی کو تین مہینے کی تنخواہ بطور بخشش کے دی گئی وہ اپنی روزی اور جگہ تلاش کرنے کے لئے چلی گئی ؎

۱۳۔ جنوری ۱۸۴۴ء کو نئے عہد نامہ کی تصدیق گورنر جنرل نے کی اسکی بارہ دفعات تھیں۔ اول تمام سابق کے عہد ناموں کی شرایط سوائے انکے جنہیں ترمیم تبدیل ہوئی ہے تسلیم کیجائیں برہانپور کا عہد نامہ بھی عہد ناموں کی فہرست میں داخل تھا دوم ریاست سیندھیا میں جو کنٹجنٹ موجود ہے اُسکی تعداد بڑھائی جائے۔ اور اُس کے خرچ کے لئے ایک مستقل آمدنی بعض اضلاع کی مقرر کی جائے۔ جن کی فہرست بطور ضمیمہ کے عہد نامہ کے ساتھ منسلک تھی یہ آمدنی علاوہ اُس آمدنی کے ہو جو پہلے اس خرچ کے لئے مقرر ہے دفعہ سوم اگر سپاہ کنٹجنٹ کے خرچوں اور سول بندوبست کے صرفوں کے بعد اضلاع معینہ کی آمدنی کا اضافہ اٹھارہ لاکھ روپے سے زاید ہو تو وہ اضافہ مہاراج کو دیا جائے لیکن اگر اٹھارہ لاکھ روپے سے آمدنی کم ہو تو مہاراج سے کمی لی جائے دفعہ چہارم اضلاع معینہ میں آمدنی کے ٹھیک وصول ہونے اور خوشش انتظامی کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ان اضلاع کا برٹش گورنمنٹ اپنا بندوبست کرے دفعہ پنجم میں یہ ایک امر اہم مہتم بالشان قرض کا تھا۔ جس میں ہندوستان کا نفع تھا۔ گوالیار کی ریاست برٹش گورنمنٹ کی چھتیس لاکھ روپیہ کی قرضدار تھی۔ جس کے ادا کرنے کی مہلت چودہ روز کی تاریخ دستخط عہد نامہ سے دی گئی۔ اگر اس عرصہ میں روپیہ نہ ادا کیا جائے تو اس کے ادا کرنے کے لئے اضلاع معین کر دیئے جائیں جن کی فہرست عہد نامہ کے ساتھ منسلک تھی تا اسوقت تک برٹش گورنمنٹ کے حوالے کر دیئے جائیں کہ اصل قرض اور سود بحساب ۵ روپے سیکڑہ کے ادا ہو (یہ روپیہ دربار نے ادا کر دیا وہ خرچ جنگ کی بابت تھا) دفعہ ششم۔ برہانپور کے عہد نامہ کا نام صاف صاف نہیں لیا گیا۔ مگر وہ مانا گیا اور مہاراج کی سپاہ کی تعداد معین کی گئی کہ وہ کتنی رکھے اور کتنی تخفیف میں لائے۔ نو ہزار سپاہ اور ۳۲ توپوں کے رکھنے کا حکم دیا گیا ۲۰۰ توپیں تھیں جن میں سے بہت سی لڑائی میں چھن گئی تھیں اور باقی اور جن میں نامور توپ بڑی جہانسی تھی وہ آگرہ کے میگزین میں بھیجی گئی ۱۵۔ بیس ہزار سپاہ موقوف ہوئی۔ دفعہ ہفتم سپاہ موقوف شدہ کی تنخواہ جو چڑھی ہوئی تھی اُس کے ادا کرنے کے باب میں اور اسکو تین مہینے کی تنخواہ انعام دینے کی تجویز تھی۔ جس کا اوپر بیان ہوا۔ عہد نامہ کا بڑا اہم امر یہ تھا کہ آیندہ گوالیار کی گورنمنٹ کے لئے کوئی قاعدہ مقرر ہو دفعہ ہشتم

یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج کی نابالغی اُس کی اٹھارہ برس کی عمر تک سمجھی جائے اور بلوغ کی تاریخ ۱۹ جنوری ۱۸۵۲ء مقرر ہوگئی۔ جب تک راجہ نابالغ رہے ارکین ریاست کے رزیڈنٹ کے صلاح اور مشورہ سے گوالیار کی گورنمنٹ کا انتظام کریں اس دفعہ میں اس باب میں الفاظ لکھے گئے جس کے معانی کو جہاں تک وسعت چاہو دے لو۔ دفعہ نہم میں کونسل کے ممبران کے نام لکھے گئے۔ دہم مہارانی کی پنشن تین لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوئی۔ جس کے خرچ کرنے کا اختیار اس کو بالکل دیا گیا۔ یازدہم برٹش گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے رعب داب اور اثر کو جس طرح اب تک کام میں لائی ہے کام میں لائے گی کہ وہ مہاراج کی سلطنت کے استحقاق کو اور رعایا کے استحقاق کو جو ہمسایہ میں رہتی ہے اچھی طرح قایم رکھے۔ دفعہ دوازدہم۔ عہدنامہ کے تصدیق کے باب میں تھی

گورنر جنرل کا ولایت میں طلب ہونا

۲۶۔ فروری ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل بارک پور میں واپس آیا اور ۲۸۔ کو کلکتہ میں داخل ہوا۔ یہ یورپ سے آنے کے بعد دوسری سالگرہ تھی۔ کلکتہ کے باشندوں نے اُن کو ایڈریس دیا جو انگریزوں کے کانوں کو اچھا نہیں معلوم ہوا کہ حضور نے گورنمنٹ کی معمولی دارالاقامت سے ہندوستان میں بڑے فاصلہ پر وقت کا بہت سا حصہ صرف کیا۔ پریسیڈنسی میں حضور کی مراجعت پر ہم کلکتہ کے باشندے دلی مبارک دیتے ہیں کہ آپ نے بالائے ہند میں مقاصد عظیمہ حاصل کیئے۔ ان مقاصد کا فتح یابی اور بہتری کے ساتھ حاصل ہوتا تو قوم سے متعلق ہے۔ لیکن دوہری انبساط خاطر اس سبب سے ہوتی ہے کہ حضور کو اپنے قوت عالیہ کے کام میں لانے کا موقع ملک کی اندرونی نفع رسانی کا ملا۔ دوم اس سے رفاہ عام و آسودگی انام پر اثر ہوا۔ حضور کا اس مقام پر رونق افروز ہونا ہماری بہبودی و آسودگی کا سبب ہے جب ضروری غیر حاضری حضور کی ہوتی ہے تو اس سے ہمارے دل میں بے صبری پیدا ہوتی ہے ہم اپنی خوشی سے حضور کی مراجعت کو گرم الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ہماری یہ آرزو ہمیشہ رہے کہ حضور یہاں ہمارے سر پر موجود رہیں اور ملک میں ایسی ضرورت آن کر نہ پڑے کہ حضور ہم سے جدا ہوں اگر بیشک سرکاری ضرورت لارڈ ایلن برا کو ایسی نہ پڑی کہ وہ کلکتہ سے جدا ہوتے مگر ایسی صورت واقع ہوئی کہ وہ ہمیشہ کے لئے کلکتہ سے جدا ہو گئے۔ ۱۵۔ جولائی ۱۸۴۴ء کو یہ مشہور ہوا کہ ایسٹ انڈیا کے کمپنی کے کورٹ ڈائرکٹرز کے حکم سے وہ اپنے عہدہ سے جدا کیئے گئے۔ کورٹ اوف ڈائرکٹرز نے جو اپنا یہ غیر معمولی اختیار ظاہر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ایلن برا اور اُن کے درمیان جن باتوں میں اختلاف تھا وہ خفیف

اور تھوڑی نہ تھیں۔ جن وجوہ سے وہ واپس طلب کئے گئے تھے اس کا اعلان نہیں کیا گیا اس لئے بلائے جانے کے سبب کا ان کے افعال پر غور کرنے سے استنباط کرسکتے ہیں ؏

اس میں شک نہیں کہ لارڈ ایلن برا نے ہندوستان میں جو انتظام کیا اُس سے اُن کے دوست بھی مایوس ہوئے۔ جس وقت وہ یوروپ سے رخصت ہوئے تھے تو اپنے جلسۂ وداعی میں انہوں نے جو بیان کیا تھا اس کے رائے لگائے تو وہ خود بھی مایوس ہوئے وہ ہندوستان میں صلح و عافیت کے مرد میدان ہو کر گئے تھے۔ مگر اُنہوں نے اپنا سارا زمانہ جنگ و پیکار میں بسر کیا۔ جنگ افغانستان کی جواب وہی ان کے ذمے نہیں ہے اس میں اپنی اس پولیسی سے جو انگلینڈ میں اُنہوں نے بیان کی تھی انحراف نہیں کیا۔ افغانستان میں جن جرنیلوں کی ہمت استقلال اور جوانمردی سے فتوحات حاصل ہوئیں اُنہوں نے لارڈ ایلن برا کے خیالات کو بدل دیا۔ اگر وہ جنگ افغانستان سے کنارہ کشی کرتا تو اُس کے ملک میں اکثر آدمی اپنی بے عزتی سمجھتے مگر وہ جنگ سندھ اور جنگ گوالیار سے بغیر کسی بے عزتی کے پہلو تہی کرسکتا تھا۔ لیکن یہ اس نے نہیں کیا۔ ہندوستان کی اندرونی ترقی کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔ اُس کو فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ یہ کام کرتا۔ جنگ میں یا جنگ کی تیاریوں میں یا ہاتھی ایٹر کے سے تماشے دکھانے میں اور طفلانہ شان و شوکت کی نمائش میں اسکے وقت کا زیادہ تر حصہ صرف ہوتا تھا۔ وہ اپنی رائے پر اعتماد ایسا لا و مضہ رکھتا تھا کہ اُن معاملات میں جن کو اُس نے کبھی مطالعہ نہیں کیا تھا کبھی استقلال اور ثابت قدمی کے حصہ کو کام میں نہیں لایا۔ وہ اپنے مقاصد کا منصوبہ باندھتا اور اُس کو خفیف سبب سے چھوڑ دیتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں کوئی مستقل و مناسب پولیسی نہیں اختیار کی گئی۔ اس کا رعب و داب اثر مشرق میں شہاب ثاقب کی طرح اپنی روشنی دکھا گیا۔ سندھ کے معاملہ میں فتح کے ساتھ جس شرمندگی کو ہمراہ لے گیا تھا۔ اُس کی روشنی بھی اس شہاب ثاقب کے چھپنے کے ساتھ جاتی رہی ؏

لارڈ ایلن برا کے عہد حکومت کے بعض انتظامات

لوگ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ گورنمنٹ اس کلکٹر کے حال پر بہت توجہ کرتی ہے جو اُس کے خزانہ کو معمور کرتا ہے اور مجسٹریٹ اور پولیس کے حال پر وہ التفات نہیں کرتے جو تمام رعایا کی جان و مال کا محافظ ہوتا ہے لارڈ ایلن برا کی غیر حاضری میں ولبر فورس برڈ صاحب کونسل کے وائس پریسیڈنٹ ہوئے تھے اُنہوں نے ان دو کاموں کی طرف توجہ کی۔ مجسٹریٹ کے کاموں کو ہلکا کرنے کے لئے ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر کیا جس ہو

ہر قسم کے آدمی مقرر ہو سکتے تھے اور پولیس کے دروغاؤں کے چار درجے مقرر کئے اور اول درجہ کی تنخواہ سو روپے
مقرر کی۔ جس کے سبب سے بنگال میں پولیس کے پاجیانہ کاموں میں کمی ہوئی انگلستان کے نمونہ پر ہندوستان میں لوٹری
بنائی گئی تھی جس میں ایک انعام مقرر ہوتا ہے اور اس کے واسطے چٹھیاں ڈالی جاتی ہیں جس کے نام کی چٹھی نکلتی ہے
وہ انعام لے لیتا ہے اور اس کا کوئی حصہ لوٹری کا مہتمم بھی لے لیتا ہے اُن لوٹریوں کی آمدنیوں سے
پریسیڈنسی کے شہروں میں بڑی عالیشان عمارتیں بنائی جاتی تھیں اور اُن کی آرایش ہوتی تھی لارڈ ایلن برا نے
اس کو اپنے حکم سے بالکل موقوف کر دیا۔ انگلستان میں بھی لوٹری موقوف ہو چکی تھی۔ لارڈ آکلینڈ کے
زمانہ میں قانون بردہ فروشی نافذ ہوا تھا اس کے انسداد کو بعض لوگ خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔ مگر برڈ صاحب نے
ایسی کوشش و سعی کی کہ اُس کا نفاذ خاطر خواہ ہو گیا۔ لارڈ ایلن برا کو یہ قانون ایسا پسند تھا کہ سندھ کے
فتح ہوتے ہی اس ملک میں یہ قانون جاری کر دیا۔ انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہندوستانی ریاستوں میں والی ملک
کی نابالغی کی حالت میں ایک کونسل مقرر ہو۔ جس پر یہ واجب ہو کہ ضرورت کی صورت میں برٹش رزیڈنٹ کے
مشورے کے موافق کام کرے۔ نابالغ راجہ اٹھارہ برس کی عمر میں بالغ سمجھا جائے۔ انہوں نے سپاہ کی
سرکشیوں کے باب میں بھی انتظام کیا جس کی تفصیل نیچے لکھی ہے ؎

سپاہ کی سرکشیاں

گورنر جنرل کلکتہ میں آئے ہی تھے کہ اُن کو یہ فکر پیش آیا کہ بنگال سپاہ کی جو رجمنٹیں ملک سندھ میں گئی
تھیں اُن میں آثار بغاوت نمایاں ہوئے۔ جس سے بالائے ہند میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اس کا کچھ سبب یہ تھا کہ
سپاہ کو دریائے سندھ کے پار اُترنا بالطبع ناگوار خاطر تھا۔ کچھ یہ وجہ تھی کہ اُن کو جنگ کا پورا بھتّا نہیں ملتا تھا۔
جب سندھ انگریزی گورنمنٹ میں شامل ہو گیا۔ تو ان رجمنٹوں میں سے کئی ایک نے مارچ کرنے سے بالکل انکار کر دیا
اور بعض نے کچھ بغاوت ظاہر کی۔ سواروں کے ساتویں رسالے نے اور پیدلوں کی ۴ و ۴۴ و ۶۹ رجمنٹوں
نے تو بہت جلد سرکشی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کر لی اور ۳۴ ویں رجمنٹ نے بغاوت اختیار کی جسکو ۴ مارچ
۱۸۴۴ کو سپہ سالار کمانڈر انچیف نے برطرف کر دیا کہ وہ اس قابل نہیں رہی کہ ملازم رکھی جائے۔ مگر سندھ میں جو
سپاہ بھیجی گئی تھی اُسکو پورا بھتّا ملنے کا حکم دیا گیا ؎
[illegible] رجمنٹ جو شکارپور میں آئی تھی اُس نے جون کے مہینے میں اپنی بغاوت کے آثار دکھائے

اور تنخواہ لینے سے اس سبب سے انکار کیا کہ وہ اس تنخواہ سے کم تھی۔ جس کا وعدہ کرنیل نے کیا تھا۔ سپاہیوں نے
اپنے افسروں کو گالیاں دیں اور اُن کو پتھر مارے اور جنرل ہنٹر پر جو بالائے سندھ میں کمانڈر تھا ڈھیلے پھینکے۔
دوسرے دن اس بوڑھے جوانمرد جنرل نے سپاہیوں کے روبرو پیچ دیا۔ مگر اُس سے کم مطلب برآری ہوئی۔ اکثر
سپاہیوں نے تنخواہ لے لی۔ جب اُن کو حکم ہوا کہ ہتھیاروں کو لیں تو کوئی سپاہی سوائے تین کے اپنی جگہ سے نہیں
سرکا۔ دوسرے دن اگرچہ باغی چپ چاپ اپنی پلٹنوں کو چلے گئے۔ دو دن میں رجمنٹ نے پھر اُلٹا سفر سکھر میں کیا
ہنٹر صاحب اُن کا سپہ سالار تھا وہاں اُن کی پریٹ ہوئی تیرھویں پیدل پلٹن اور توپ خانہ حکم منتظر تھا کہ اس رجمنٹ
پر فیر کرے۔ یہ خوشی کی بات تھی کہ فیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اُن کا قصور اس وعدہ پر معاف کیا گیا کہ بغاوت
کے سرغنوں کو حوالہ کر دیں۔ اُنہوں نے ۳۱ سرغنوں کو حوالہ کیا اُن سے ہتھیار لیئے گئے اور اُن کے ساتھیوں
نے اُن کو جیل خانہ میں پہونچا دیا۔ اُن میں سے ۱۰ کو پھانسی کا حکم ہوا لیکن کورٹ مارشل نے کمانڈر انچیف سے اُن پر
رحم کی درخواست کی تو سب کی سزائیں سوائے چھ کے تخفیف کی گئی ؏

بنگال ہی کی سپاہ میں بغاوت نہیں ہوئی۔ بلکہ جبل پور میں سواروں کے چھٹے رسالہ نے زیادہ تنخواہ
مانگنے میں سرکشی کی سینتالیسویں پیدل مدراس کی پلٹن بمبئی کو اس لیئے بھیجی گئی تھی کہ وہ سندھ کو لڑنے کے لیئے
جائے۔ گورنر مدراس نے اُن سے وعدہ کیا کہ تنخواہ اُن کو وہی دی جائے گی جو معمول اُن کی خدمات میں دیجاتی تھی۔
لیکن جب سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ یہ تنخواہ اُن کو سندھ میں نہیں دیجائے گی تو انہوں نے پر پھر سرکشی کی بعض
اُن کے سرغنہ گرفتار ہوئے اور باقی سب کو پیشگی تنخواہ دے کر خاطر جمع کی گئی۔ اُن کے آقا اُن کے سزا دینے کے
لئے ایسے معقول وجوہ نہیں رکھتے تھے جیسے کہ سپاہی اپنی شکایتوں کے معقول وجوہ رکھتے تھے۔ ان میں سے یہ امر
صاف ظاہر ہو گیا کہ نہ بنگال کی نہ مدراس کی سپاہ پر اعتبار و بھروسہ ہو سکتا ہے کہ وہ سندھ کی حفاظت کرینگے
اس لئے اب سے آیندہ صرف بمبئی کی سپاہ پر یہ اعتبار کیا گیا ؏

باب اوّل

لارڈ ہارڈنگ کا عہد حکومت

لارڈ ہارڈنگ کا تقرر ۱۸۴۴ء

لارڈ الن برا تو کورٹ ڈائرکٹرز کے بورڈ کنٹرول رہ چکے تھے وہ کورٹ پر حکمرانی کے عادی تھے۔ جب گورنر جنرل ہند مقرر ہوئے تو عادت کے موافق اس پر حکمرانی کرنے لگے یہ نہ سمجھے کہ میں وہاں کا حاکم تھا یہاں محکوم ہوں۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے ناراض ہو کر ہندوستان سے برخلاف وزارت سلطنت کی مرضی کے اُن کو بلا لیا اس لیئے ان دونوں میں آپس میں بے لطفی و رنجش ہو گئی۔ مگر دونوں نے متفق ہو کر سر ہنری ہارڈنگ کو جو لارڈ الن برا کے قریب رشتہ دار تھے گورنر جنرل ہند مقرر کیا۔ یہ نیک نہاد و پاک نفس بڑا شجاع سپاہی تھا جزیرہ نما سپین وغیرہ کی لڑائیوں میں چار زخم جسم پر کھائے تھے اور چار گھوڑے اُسکے ران کے نیچے مرے تھے اور میڈل انعام پائے تھے ❊

البورہ کی لڑائی میں بڑی فتح نمایاں حاصل کی تھیں جسمیں آپکے ہاتھ کا ساتواں حصہ دشمنوں کے بیدست و پا کرنے میں ضائع ہوا تھا۔ پہلے سے انکی نسبت کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ہندوستان میں عہدہ گورنر جنرل کے کام کو کسی طرح انجام دینگے۔ لیکن وہ پارلیمنٹ کے مدتوں تک ممبر رہے تھے اور دو دفعہ سکرٹری اوف وار کے عہدہ کو بہت خوبی سے انجام دے چکے تھے اور کچھ تھوڑے دنوں کے لئے آئرلینڈ کے سکرٹری رہ چکے تھے۔ اور لارڈ ایلن برا ہمیشہ انڈیا ہوس سے لڑتا رہا اور ابھی اسکے مظفر و منصور ہونے کا عہد منقطع نہ ہوا تھا۔ اُس کی جگہ ایسے آزمودہ کار اور لایق کارگزار بزرگ منش کا مقرر ہونا انسب تھا کہ سلامت رو ہو اور حکام بالا کی اطاعت کرے۔ کفایت کے انتظام پر غور کرے۔ سول سروس کا حق واجب ملحوظ خاطر رکھے اور جنگی ناموری کا بھوکا نہ ہو۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے جو اسکی دعوت وداع کی تو اُسکو یہ جلمہ دیا کہ وہ کمپنی کے اعلےٰ ملازموں کے لئے کورٹ ڈائرکٹرز کے احکام کی اطاعت کرنے کا نمونہ بنے۔ ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ

اشرافانہ سلوک کرے اور امن و عافیت اور اندرونی اصلاح کی پولیسی کا پیرو بنے۔ اس نے بھی یہ کہا کہ میں آشتی اور آرزم جوئی سے نیک نامی حاصل کرونگا۔ جنگ و رزم میں ہنرمندی دکھا کر ناموری حاصل کرنے میں سعی نہیں کرونگا ❊

عدن میں لارڈ ہارڈنگ کا جانا

۲۳- جولائی ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل نے کلکتہ میں قدم رکھا وہ اپنے راستہ سے آئے کہ عدن رستہ میں پڑا ۱۸۳۹ء میں یہ شہر جزیرہ نما ے عرب بمبئی سے تھوڑی سی سپاہ لے جا کر قبضہ کر لیا تھا۔ جسکو سلطان یمن نے ایک برس کا عرصہ گذرا کہ روپیہ لے کر انگریزوں کے حوالہ کیا تھا۔ اب یہاں ایک حصن حصین بنگیا تھا۔ اورینٹل کمپنی کے دخانی جہازوں میں یہیں سے کوئلہ بھرا جاتا تھا۔ سرہنری ہارڈنگ نے استحکام قلعہ میں توپوں کی چمک دمک اور اور سامان محافظت کو دیکھ کر فرمایا کہ میری رائے میں اگر اہل عرب یا کوئی اور دشمن اس پر حملہ کریں تو اس کے ہزیمت دینے کے لئے یہ کافی ہے ❊

گورنر جنرل کے روبرو اودہ کی بدانتظامی وابتری کا معاملہ پیش ہونا

ابھی لارڈ ہارڈنگ نے اپنے عہدہ کا حلف اٹھایا تھا کہ دو ہفتے کے بعد ان کے سامنے اودھ کی بدنظمی اور ابتری کے روز بروز بڑھنے کا معاملہ پیش ہوا۔ نئے پادشاہ محمد امجد علی نے اپنے باپ کے وزیر کو موقوف کر کے اُس کی جگہ ایک نیا نالایق وزیر مقرر کیا اور اس وزیر نے اپنے ایک پاجی رفیق کو اپنا کام سپرد کر دیا۔ پادشاہ خود عیش و عشرت و کاہلی میں ڈوب گیا۔ سلطنت کے کاموں پر ذرا دل نہ لگایا رزیڈنٹ کے صلاح و مشورہ کو نہ سنا۔ اس کے دربار کے رفیقوں نے سلطنت کے ہر عہدہ کو بیچنا شروع کیا۔ تعلقہ داروں نے اپنے گڑھیوں و کوٹوں میں جن کے گرد جنگل تھے گورنمنٹ کی قوت سے لڑنا اختیار کیا اور جب ان کے دل میں آتی تو آپس میں ہنگامہ جنگ برپا کرتے راہ گیر تاجروں اور ہمسایہ کے گاؤں سے خون ریزیلوے کر کے تحصیل زر کرتے۔ ہر جگہ زبردستوں کا زبردست شکار کرتے۔ مجرموں کے جرم ایسے دب دبا جاتے کہ وہ سزا نہ پاتے۔ سپاہ کے زور سے یا طاقتور تعلقہ داروں کی ثالثی سے زر مالگذاری وصول ہوتا۔ قانون و عدالت ایسے ملک میں عنقا تھا جہاں بڑے سے بڑا مجرم اپنی بدمعاشی کے کمائی میں سے ایک حصہ عدالت کو رشوت دیکر

میری ہو جاتا۔ تعجب کی بات نہیں ہے کہ پالاک صاحب نے جو نائٹ صاحب کی جگہ عہدہ رزیڈنٹی اودھ پر مقرر ہوئے تھے گورنر جنرل سے التماس کیا کہ پہلے عہدناموں کی شرائط کے موافق اس ملک کی گورنمنٹ کو وہ اپنے ہاتھوں میں لے لے جو عام تباہی کے کنارہ پر آگیا ہے لیکن سرہنری ہارڈنگ نے اپنی ابتدا حکومت میں ایسی سخت تدبیروں کے اختیار کرنے سے پرہیز کیا۔ خالص دوست اور نیک خواہ بن کر شاہ اودھ کو سنجیدگی و متانت کے ساتھ متنبہ کیا۔ کہ وہ جو رزیڈنٹ کی صلاحوں و فہمائشوں پر کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ اُن کا لازمی خمیازہ اُسکو بھگتنا پڑے گا۔ تین برس کے بعد گورنر جنرل خود لکھنؤ میں گیا۔ جہاں واجد علی شاہ ایک نالایق باپ کا زیادہ نالایق بیٹا نیا پادشاہ ہوا تھا۔ اس مدت میں ملک کی حالت بد سے بدتر ہو گئی تھی۔ اب اس پادشاہ سے صاف کہا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کا انتظام کرے ورنہ اس کے ہاتھ میں عنان سلطنت اس لئے نہیں چھوڑ دیجائے گی کہ وہ رعایا کو اپنی حکومت میں زیادہ تکلیف پہونچائے۔ اگر دو سال کے عرصہ میں انتظام کے نیک آثار نمودار نہ ہوں گے تو انگریزی گورنمنٹ بندگان خدا پر ترس کھا کر اودھ کو ضبط کرکے اُس کی رعایا کو آسودہ حال کریگی۔ اور انتظام و بندوبست کے بجال کرنے میں کوشش کرے گی۔ اس نوجوان پادشاہ کے روبرو وضروری اصلاحوں کا مسودہ رکھا گیا جو اُسے دیکھ کر ایسا خوف زدہ ہوا کہ کچھ منہ سے نہ کہہ سکا۔ کاغذ پر لکھ کر گورنر جنرل کا شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا کہ اسکو صلاح و مشورہ ایسی ہی خوش اخلاقی سے دیا گیا ہے جیسے کہ باپ بیٹے کو دیتا ہے۔ اب آیندہ پڑھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ اس نے گورنر جنرل کے ارشادات پر کہانتک عمل کیا ہے

سرہنری نے اپنی ہی برداشت اور دوستانہ ثابت قدمی جو شاہ اودھ کے ساتھ برتتا تھا اور ہندوستانی اور سرحدی ریاستوں کے ساتھ بھی برتتا۔ نظام کی ریاست میں اودھ کی طرح بڑے بڑے تعلقدار مسلح عربوں اور رہیلوں کو ہمراہ لے کر ملک میں بدنظمی پھیلاتے تھے۔ خود نظام کی سپاہ تنخواہ کے چڑھنے پر لڑنے پر آمادہ ہوتی تھی ۱۸۴۷ء میں برٹش کنٹنجنٹ کو ایک بڑے خوفناک بلوے کو دبانا پڑا۔ دوسرے برس خود حیدرآباد میں جو فساد برپا ہوا اُسکو رزیڈنٹ نے سنگینوں کے زور سے فرو کیا ہے

بھوپال کا فساد

اس اثناء میں دکن کے رہیلوں نے اپنی تلواروں کو میر محمد خاں کے نذر کیا جو بھوپال کی بیگم سے

سرکشی کرر ہا تھا۔ وہ نوجوان بیگم کا ذلیل رشتہ دار تھا۔ ۱۸۴۶ء میں وہ دارالسلطنت کے قریب بقدر طاقتور سپاہ کے ساتھ خیمہ زن ہوا کہ ایجنٹ بھوپال بیگم کی کمک کے لئے سپاہ لے گیا۔ تھوڑی دیر تیزی کے ساتھ لڑائی رہی۔ جس میں باغی سپاہ کو شکست ہوئی اور بیگم کو فتح۔ اور میر محمد خاں نے اپنے تئیں بیگم کے حوالہ کیا مگر اس کا قایم مقام ایک بہادر رسیلہ کریم خاں ہوا جس نے اپنی لڑائی کے اندر جان دیدی۔ اس شکست سے بغاوت کے شعلے زیادہ اونچے نہ اُٹھنے پائے اور ساگر میں نہ پھیلے جسکو ۱۸۵۳ء میں برار کے راجہ بھوسلا نے سرکار انگریزی کو دیدیا تھا ؏

کولہاپور اور ساونت واری کے فسادات

کولہاپور کی مرتفع زمینوں میں ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی تھی جسیں ابھی تک خاندان سیواجی کا وارث راجہ چلا جاتا تھا۔ راجہ لڑکا تھا۔ داجی کرشنا پنڈت مدار المہام ریاست تھا جو برٹش ریجنٹ کی صلاح سے کام کرتا تھا۔ سرداروں نے پہاڑی قلعوں اور گڑھیوں پر قبضہ کر لیا تھا پنڈت جو صلاحیں کرنی چاہتا تھا اسکے وہ دشمن تھے اور انتقام لینا چاہتے تھے۔ پنڈت تو سرداروں کی اُن درخواستوں کو منظور کر لیتا تھا جو قابل سراہتی تھیں مگر جو آدمی ہاتھوں میں ہتھیار لے کر برسر فساد کھڑے ہوتے۔ اُن کے ساتھ برٹش ریجنٹ کوئی رعایت نہیں کرتا تھا ؏

ستمبر ۱۸۴۴ء میں انگریزی سپاہ نے بدنظمی کے مقامات پر سفر کرنا شروع کیا۔ اکتوبر میں سامن گڑھ کے قلعہ کو حملہ کر کے فتح کر لیا اور پہلی دسمبر کو پٹیالہ کا قلعہ اسی طرح لے لیا۔ سال ختم نہ ہونے پایا تھا کہ ملک کا ہر قلعہ انگریزوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اور باغی سرحد سے بڑے پہاڑوں میں بھاگ گئے ؏

لیکن اس اثناء میں ساونت واڑی کے جنگلوں اور پہاڑوں میں سرکشی کے شعلے بھڑکنے لگے۔ یہ ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی گوا اور کولہاپور کے درمیان ہرکان کن کے اس جنوبی کونے میں سردیسی جو خاندان بھوسلا کی نسل سے تھا راجہ تھا جس نے ۱۸۱۹ء سرکار کمپنی سے صلح کر لی تھی۔ سمندر کے کنارہ کا قطعہ جو اس سے علاقہ رکھتا تھا وہ اب انگریزوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ۱۸۳۸ء سے اس ملک میں انگریزی عملداری اس سبب سے تھی کہ وہاں کے راجہ میں یہ لیاقت نہیں تھی کہ اپنی سرکش رعایا کو اپنی اطاعت میں رکھ سکتا۔ لیکن رعایا ان نئے انگریز حاکموں سے محبت نہیں رکھتی تھی ۱۸۴۴ء کے آخر

ہیں یہاں کے سارے سردار مسلح ہو کر انگریزوں سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ اُنہوں نے جنگلوں میں چار سو سپاہیوں کو پکڑ کر مار ڈالا اور ونگولا میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ کرنیل اوٹرم صاحب ولایت سے بچی ہیں آگئے تھے وہ سپاہ لے کر میدان میں آئے۔ ان کے آتے ہی اور رنگ ہو گیا۔ گو بہت سی مزاحمتیں پیش آئیں مگر کرنیل صاحب برابر قلعوں اور دہات اور کوٹوں کے بلا مزاحمت نامعلوم ملک میں برابر فتح کرتے چلے گئے۔ اور باغی پرتگیزوں کے ملک میں مفرور ہوئے۔ کولہاپور میں انگریزی ایجنٹ کی جگہ ہندوستانی ایجنٹ مقرر ہوا اور ساونت واڑی کے معاملات ملکی کرنیل جیکب کے حوالہ ہوئے اور کرنیل اوٹرم ستارہ میں رزیڈنٹ رہے جہاں سیواجی کے خاندان کی ایک شاخ کو راجہ پرتاب سنگہ نے پھر سرسبز کیا ؎

سکھوں کی اول لڑائی کی تمہید میں

۱۸۴۵ء معلوم ہوتا تھا کہ امن و عافیت سے گذریگا کہ شمالی مغربی سرحد پر ایک طوفان جنگ اُٹھا۔ جو سرہنری ہارڈنگ کے آشتی طلبی اور صلح جوئی کے خیالات کو اُڑا کر لے گیا۔ پنجاب میں سکھوں کی سلطنت کو مہاراجہ رنجیت سنگہ نے درست کیا اور ایک سپاہ جرار جس کو خالصہ کی سپاہ کہتے ہیں تیار کی۔ اس دیدہ ور دوربین میں ایک استعداد خداداد معاملہ فہمی کی ایسی تھی کہ ایک نظر میں معاملات کو تول لیتا تھا اور اس کی برائی بھلائی جانچ لیتا تھا جس کے سبب اُس نے کبھی برٹش گورنمنٹ سے مخالفت و عداوت کا خیال نہیں کیا۔ ہمیشہ رشتہ اتحاد کو اسکے ساتھ مستحکم رکھا۔ اور ہمیشہ ستلج کے پار اپنے ہمسایہ کو اپنے سے زیادہ طاقتور جانتا مگر جب ۱۸۳۹ء میں اسکی آنکھ بند ہوئی تو چھ برس کے عرصہ میں جلد جلد انقلاب پر انقلاب ایسے واقع ہوئے اور راجہ پر راجہ ایسے دغا و فریب سے قتل کیئے گئے کہ اُن کی نظیر تاریخ میں کمتر ملتی ہے۔ سارے ملک میں بدعملی و بے انتظامی و ابتری پھیل گئی۔ ۱۸۴۵ء میں سلطنت کی صورت یہ تھی کہ مہاراجہ دلیپ سنگہ ایک طفل خردسال راجہ تھا۔ اس کی ماں رانی جنداں نائب السلطنت تھی اکثر دربار میں اجلاس کرتی تھی اور معاملات سلطنت میں دیوان دینا ناتھ و بھائی رام سنگہ و مصر لال سنگہ سے صلاح و مشورہ لیتی تھی۔ لیکن اصل اقتدار اور اختیار سپاہ خالصہ کے پنچوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو وہ چاہتے سو کرتے وہ گلاب سنگہ کو وزیر بنانا چاہتے تھے مگر یہ گرگ باراں دیدہ کب اس عہدہ کو قبول کرتا تھا جس میں جان جانیکا اندیشہ تھا۔ تیج سنگہ پشاور کا حاکم لاہور میں آیا۔ اس سے بھی عہدہ وزارت کے قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر اُس نے بھی اسکو نامنظور کیا پھر وزارت کے عہدہ کے لیئے پانچ چٹھیاں ڈالی گئیں۔ جنکو مہاراجہ دلیپ سنگہ

نے نکالا۔ اتفاق سے یا کسی حکمت سے لال سنگھ کے نام کی چٹھی نکلی مگر اُس کی وزارت کو سپاہ خالصہ نے نہیں مانا۔ سلطنت کا کاروبار رانی ہی کے نام سے ہوتا رہا۔ جس کے معاون لال سنگھ و تیج سنگھ تھے۔

اب سپاہ خالصہ کے اقتدار و اختیار کا پایہ اپنی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اُس سے اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ دار ڈرتے تھے کہ وہ ایک لمحہ میں اُن کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ رانی اپنے منصب کو بڑا خطرناک جانتی تھی اور ملک کی آمدنی کے ماخذ خالی ہوگئے تھے۔ خزانہ میں روپیہ نہ تھا۔ فسادی سپاہ کا غارتگری سے کسی طرح پیٹ نہیں بھرتا تھا تیار بیٹھی تھی کہ شیر سنگھ کے بیٹے کو جو ابھی بچہ تھا پنجاب کا مہاراجہ بنائیں۔ سپاہ کسی کی مطیع و فرمانبردار نہ تھی۔ دربار نے اپنی مصلحت یہ سمجھی کہ سپاہ کو کوئی اور کام بتلا دیں کہ وہ اس میں مصروف ہوجائے۔ اور سلطنت اُس کے ہاتھ سے خلاصی پائے سپاہ کو یہ صلاح دی گئی کہ وہ جموں پر چڑھائی کرے اور راجہ گلاب سنگھ سے روپیہ وصول کرے۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ کر گئی اور گلاب سنگھ کو لاہور میں لائی اور اُس سے ایک کروڑ روپیہ وصول کیا پھر سلطنت کو اس کی دست یازی سے بچانے کے لئے مولراج پر حملہ کرنے کی صلاح دی وہ ابھی اپنے باپ کی ریاست پر نیا مسند نشین ہوا تھا اس سے بھی اٹھارہ لاکھ روپے اینٹھ کر لائی غرض رانی ایسی تجویز کرتی تھی جس سے سپاہ کا اقتدار اور اس کا اتحاد جاتا رہے اُسکو یہ تجویز بتائی کہ ستلج کے پار ہوکر وہ برٹش گورنمنٹ پر حملہ آور ہو۔ جب سپاہ نے یہ بات سنی تو حرب و ضرب کے سامان کی طلب کے لیے غل شور مچایا جب وہ اُن کو نہ دیا گیا تو کچھ مدت کے لئے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ اس اثناء میں دربار امرتسر میں چلا گیا اور نومبر کی شروع میں لاہور میں پھر واپس آیا۔ اب لال سنگھ نے علانیہ وزارت کا کام سلطنت میں رانی کے ماتحت شروع کیا۔ تیج سنگھ کمانڈر انچیف تھا ؂

جھوٹی رپورٹیں کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے

ذہانت کے ساتھ یہ افواہیں اُڑائی تھیں کہ ستلج کے جنوب و مشرق کی طرف سے انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے۔ اور ستلج پار سکھ سرداروں کے خطوط دکھائے جاتے تھے جنہیں یہ لکھا تھا کہ انگریزی افسر حقیقت میں سکھوں کی رعایا کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور اُن کو سب طرح کی تکلیفیں اور رنج پہونچاتے ہیں اور دق کرتے ہیں ان افواہوں نے اپنا یہ کام کیا کہ سپاہ کو چونکایا اور بھڑکایا اور شہر لاہور میں ایک تھلکہ ڈال دیا۔ نومبر کے شروع میں سرداروں اور سپاہ کے پنچوں اور سلطنت کے ارکان کو راجہ لال سنگھ

نے شالامار کے باغ میں بلایا جب وہ سب جمع ہو گئے تو دیوان دینا ناتھ نے ایک خط پڑھا جو ستلج کے پار کے سکھ افسروں نے اس باب میں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی دربار کی رعایا سے مدارات ایسی کرتی ہے کہ گویا وہ اسی کی رعایا ہے اور اُن سے خراج مانگتی ہے دیوان نے مطلع کیا کہ کشمیر اور پشاور میں کوئی گورنمنٹ کا انتظام نہیں ہے وہ سرکاری مالگذاری کا ایک روپیہ بھی نہیں دیتے ہیں اور سارے ملک میں بے انتظامی اور ابتری اور بدعملی ہو رہی ہے ان کو یہ خیال دلایا کہ اُن کا راجہ ایک بچہ ہے اگر کل سکھ کی قوم یا اُس کی خیرخواہ رعایا ہے تو اُس کا یہ فرض ہے کہ اسکے حقوق کو محفوظ رکھے۔ اگر سکھوں کی سلطنت و اقتدار کے قائم رکھنے کے لئے جلد انتظامات نہیں کئے جاینگے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سلطنت بالکل برباد ہو جائے گی اور دیوان نے مہارانی کی طرف سے مجلس میں بیان کیا کہ وہ راجہ لال سنگہ کو وزیر اور تیج سنگہ کو کمانڈر انچیف مقرر کرتی ہیں اس مجلس میں اس فصیح تقریر نے سپاہ خالصہ کے پنچوں اور سرداروں اور افسروں پر ایسا اثر کیا کہ سب نے بالاتفاق پکار کر کہا کہ لڑائی ہو۔ اور رانی نے جن کو عہدوں پر مقرر کیا تھا سب نے بڑی خوشی سے منظور کیا ؎

لاہور میں سب قسم کے گروہوں میں آپس میں جو گفتگوئیں ہوئی تھیں ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان پر چڑھائی کی جائے اور اکثر سپاہ اپنے لوٹ کی تفصیل و تشریح کرتی تھی کہ متھرا اور بنارس و دہلی سے خوب دولت و مال ہاتھ آئے گا۔ اور ڈینگیں مارتی تھی کہ ہم کل ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ راجہ لال سنگہ اور تیج سنگہ کو اپنے عہدے کا تلک مہاراجہ رنجیت سنگہ کی سمادھ میں لگایا گیا اور سردار اور سپاہ کے پنچ کورنش بجا لانے کیلئے جمع ہوئے کہ اُن کو ستلج کے پار جانے کے احکام دے جائیں۔ گرنتھ کے بعض فقرے پڑھے گئے اور کرا پرشاد تقسیم ہوا جو شکر اور کشمش سے بنی ہوئی ایک مٹھائی ہوتی ہے۔ پنچوں اور سرداروں نے گرنتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ہم مہاراجہ دلیپ سنگہ کی خیرخواہی میں وفادار رہیں گے اور راجہ لال سنگہ وزیر اور تیج سنگہ کمانڈر انچیف کے حکموں کی اطاعت کرینگے۔ بعد ان رسوم کے ادا ہونے کے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا گیا۔ سپاہ خالصہ کو حکم دیا گیا کہ وہ ستلج کے پار جائے۔ دربار نے اس جنگ کے لئے چار وجوہ بیان کیں۔ اول برٹش گورنمنٹ کا ستلج کی طرف افواج انگریزی کا آگے بڑھانا اور اپنی محافظت کے لئے ایسی تدبیروں کا کرنا جس سے معلوم ہوتا کہ پنجاب کی لڑائی کو وہ پہلے سے سوچے ہوئی تھی اور اسپر وہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ دوم راجہ رنجیت سنگہ کا اٹھارہ لاکھ روپیہ فیروزپور کے انگریزی خزانہ میں جمع تھا اس روپیہ کا دعویٰ جو سکھوں کی گورنمنٹ نے کیا تو اُس کے دینے سے انکار کیا۔ سوم گاؤں موڑان کو راجہ نابھہ کو دینا جو سکھوں کی ملکیت سے تھا۔ چہارم

ستلج کے جنوب میں جو خالصہ کا ملک ہے اُس میں سپاہ سکھ کو آزادانہ اجازت کا نہ دینا یہ بھی یقین کیا گیا تھا کہ بمبئی میں کشتیاں اس لئے تیار ہو رہی ہیں کہ ستلج پر پل بنایا جائے اور سندھ میں لشکر اس لئے تیار ہو رہا ہے کہ ملتان پر چڑھائی کی جائے۔ اب ان سب باتوں کی اصل حقیقت آگے بیان کی جاے گی ۔

انگریزوں کی حفظ ماتقدم کی تدبیر

پنجاب میں اور انگریزی عملداری میں یہ یقین کیا جاتا تھا کہ دیر سویر لڑائی ضرور ہو گی۔ لیکن اسکا سان گمان کسی انگریز کو نہ تھا کہ دفعتاً سپاہ خالصہ انگریزی عملداری پر ٹوٹ پڑیگی۔ سکھوں کی سپاہ کو انگریز بڑا حقیر جانتے تھے سکھوں کی عظمت انگریزی نگاہ میں اس سبب سے بھی نہ تھی کہ وہ بے سری تھے اور لوٹتے مارتے پھرتے تھے ان کے اخلاق و عادات بگڑے ہوئے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب راجہ رنجیت سنگھ کا سا عاقل انگریزوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے اپنےتئیں بچاتا رہتا تھا تو اُس کی سپاہ خالصہ کو ایسی ہمت و جرأت کہاں سے ہو گی کہ وہ برٹش گورنمنٹ پر بے سبب لڑائی پر جھلاک پڑیگی۔ غرض سوائے ہنری لارنس کے کسی اور انگریز کو یہ خیال نہ تھا کہ ایسی حالت میں کہ برٹش گورنمنٹ کی اور کسی سے لڑائی نہیں اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا اُس کی اپنی عملداری میں ہے سکھوں کی سپاہ ستلج سے پار اُتر کر جنگ شروع کر دیگی ۔

جب سر ہنری ہارڈنگ ہندوستان میں آیا تو اُس نے خیال کیا کہ لارڈ ایلن برا نے جو سرحد کی محافظت کا انتظام کیا ہے وہ ناقص ہے اور وہ کافی نہیں کہ دشمنوں کے حملہ کو روک سکے۔ پس حفظ ماتقدم ناگاہ خوفوں کے لئے ضرور ہے۔ ایک مہینہ بھی ان کے آنے پر نہ گذرا تھا کہ انہوں نے بہت جلد ان مقامات کو جہاں حملہ ہونے کا خوف تھا خوب مستحکم کیا تو نومبر ۱۸۴۵ء سے پہلے فیروز پور۔ لدھیانہ۔ انبالہ میں تیس ہزار سپاہ اور ۶۸ توپوں کو جمع کیا لارڈ ایلن برا نے جو سپاہ ان مقامات پر متعین کی تھی۔ اُس سے یہ سپاہ دو چند تھی۔ میرٹھ میں دس ہزار سپاہ و ۲۸ توپیں موجود تھیں کہ ضرورت کی صورت میں فوراً روانہ ہو جائیں فیروز پور میں انگریزی سپاہ کے لئے بارکیں بنانے کا حکم ہو گیا تھا۔ لارڈ ہارڈنگ کے آنے کے بعد نو مہینے میں تیار ہو گئی تھیں گورنر جنرل کے احکام سے چھپن کشتیاں جو سندھ میں لارڈ ایلن برا نے تیار کرائی تھیں وہ بروقت فیروز پور میں آگئی تھیں۔ گیارہ سو گھوڑے توپوں کے واسطے گورنر بمبئی اور مدراس سے مستعار لئے گئے اور بمبئی سے ایک رجمنٹ ڈریگونس کی آگئی تھی۔ دہلی کے میگزین میں رات دن کام ہوتا

تھا۔ ممالک مغربی میں نئے لفٹنٹ گورنر کلارک صاحب سپاہ کے لئے سامان ورسد بڑی چستی وچالاکی سے تیار کرتے تھے۔ میجر براڈفٹ جنہوں نے جلال آباد میں بڑی شہرت پائی تھی وہ شمالی مغربی سرحد میں برٹش ایجنٹ تھے۔ اُن سے بہتر کوئی شخص اس خدمت کے لئے نہیں مقرر ہوسکتا تھا وہ بڑے بڑے کام کرتے تھے۔

ان تمام علامتوں سے ستلج کے پار سکھوں کے دلوں میں برٹش گورنمنٹ سے نفرت پیدا ہورہی تھی۔ اور وہ اس کی دوستی پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور اس کو جو فتوحات جدید حاصل ہوئی تھیں گو یہ سپاہ خالصہ اپنے حق میں مضر جانتی تھی اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ انگریز ہی ہم کو کسی اور طرف فتح نہیں حاصل کرنے دینگے۔ برٹش گورنمنٹ برابر ملک پر ملک فتح کرتی چلی آتی ہے۔ پنجاب کو کب چھوڑیگی وہ یاد رکھتی تھی کہ کل سپاہ جو ہمارے پیچھے شمالی مغربی سرحد پر چھوڑی گئی ہے وہ سات ہزار سے کم تھی ۱۸۴۲ء میں کابل سے مراجعت کے بعد ملک سندھ کو اُس نے فتح کرکے اپنے ملک میں ملالیا۔ اور گوالیار کی سپاہ کو شکست دیدی پہلے گورنر جنرل نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک سکھ راجہ کی امداد کرے کہ وہ اپنی خالصہ سپاہ کو تہ وبالا کردے۔ اب جو انگریزوں نے اپنے حفظ ماتقدم کی تدبیریں کیں وہ یہ سمجھے کہ ہم کو وہ دھمکاتے ہیں اور اپنی آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اگر اُن کے دل میں کوئی بدی نہ ہو تو پھر کیوں نئے پیر صاحب سپاہ جرار کو ملتان کی سرحد پر تیار کررہے ہیں اور فیروزپور کی حفاظت دس ہزار سپاہ کررہی ہے۔ کس مطلب کے لئے براڈفورٹ سندھ سے آئی ہوئی کشتیوں کا پل بنانے میں کوشش کررہے ہیں۔ اگر برٹش گورنمنٹ آشتی طلب ہے تو پھر کیوں نیا ایجنٹ ایں روے ستلج کی ریاستوں کا جن میں سے حقیقت میں بعض لاہور سے متعلق ہیں دعوے کرتا ہے۔ آنند پور، مکھووال کے معاملات میں دست درازی کی۔ جس کا لاہور کی قلمرو میں ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ غرض ان باتوں سے سکھوں کے دلوں میں غلط یا صحیح اشتعال ہوا اُنہوں نے براڈفورٹ صاحب کو اپنا دشمن جانا۔

۸ دسمبر ۱۸۴۵ء کو سکھوں کی سپاہ ستلج کے داہنی کنارہ پر نمودار ہوئی اور ۱۱ دسمبر کو فیروزپور کے سامنے ہری کے پٹن میں سکھوں کے سوار آئے۔ فیروزپور میں انگریزوں کی سپاہ دس ہزار اور توپیں تیس تھیں اور اس کے سپہ سالار سرجان لٹلیر تھے جنہوں نے مہاراج پور کی لڑائی میں بڑا نام پیدا کیا تھا اُنہوں نے اپنی آدھی سپاہ کو غیر محفوظ لشکر گاہ کی محافظت کے لئے چھوڑا اور آدھی سپاہ لیکر وہ دشمن سے جن کی سپاہ ان سے دس گنے تھی لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ مگر ان کے بہادرانہ مقابلہ کے سامنے سکھ نہیں آئے یا تو وہ انگریزی سپاہ سے آزمایش کے لئے تیار نہ تھے یا اُن کے دغاباز سرداروں لال سنگھ و تیج سنگھ نے یہ کہہ کر لڑنے سے باز رکھا

استعیفہ دشمن کے مقابلہ میں اپنا وقت [illegible] ضایع کریں تحقیق یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ سپاہ لڑکر لیٹلر صاحب کے چھکے چھڑانے میں کوشش کرتی۔ فیروزپور سے دس میل کے فاصلہ پر مدکی میں بیس ہزار سپاہ اس امید میں چلی گئی کہ گوف صاحب کی سپاہ جو آگے بڑھتی چلی آتی ہے اُسے روکے۔ ۸ دسمبر تک برٹش سپاہ نے آگے حرکت نہیں کی برٹش گورنمنٹ کی مصالحت کی پولیسی اتنا تک چلی جاتی تھی کہ جب سکھوں کی سپاہ نے ستلج سے پار سفر کیا ہے تو سر ہنری ہارڈنگ نے اسلئے ظاہر کیا کہ اگر سرحد حقیقت میں شکستہ نہ ہو تو انصاف نہیں ہے کہ لڑائی شروع کی جائے۔ مگر لاہور گورنمنٹ نے اس انگریزی مدبر سے کہا کہ برٹش گورنمنٹ کو ستلج کے کنارہ کے محفوظ کرنے کا اختیار ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم کو اپنے کنارہ کے محفوظ رکھنے کا اختیار ہے۔ غرض گورنر جنرل کی اس مصالحت کی تحریک سے سکھوں کی سپاہ نے ستلج سے پار اترنا موقوف نہیں کیا ✽

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اشتہار جنگ

گورنر جنرل نے جب ۸۔ دسمبر کو سنا کہ لڑائی پر سکھوں کی سپاہ تیار ہے تو اُس نے فوراً حملہ آور سپاہ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ ۱۳۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنمنٹ نے اشتہار دیا جس میں اس نے اپنی پولیسی اور مقاصد اور خیالات کو ظاہر کیا۔ اس اشتہار میں لکھا گیا کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب کے ساتھ ہمیشہ مصالحت کے شرایط کو بجا لاتی رہی اور ۱۸۰۹ء میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے عہد نامہ ہوا تھا اسکے عہدوں کو پورا کرتی رہی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جانشینوں کے ساتھ وہ اپنے تعلقات دوستی رکھتی رہی۔ مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات سے گورنر جنرل پر یہ فرض ہوا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کا حفظ ماتقدم اس خیال سے کرے کہ لاہور [illegible] اگر [illegible] ہوگئی ہے باوجودیکہ لاہور کے دربار نے ان دو سالوں میں بہت سے معاملات خلاف دوستی کئے مگر برٹش گورنمنٹ نے نہایت تحمل سے اُن کی برداشت کی۔ اور اپنے سچے دل سے یہ آرزو کی کہ پنجاب میں سکھوں کی ایک مستحکم گورنمنٹ قایم ہو جائے حال میں دربار کے حکم سے سپاہ خالصہ نے لاہور سے اس ارادہ سے کوچ کیا ہے کہ انگریزی عملداری پر حملہ کرے۔ باوجودیکہ اس کی وجہ بار بار استفسار ہوئی مگر کچھ جواب نہیں ملا اور اب سپاہ سکھ نے انگریزی عملداری پر بغیر اسکے کہ کوئی ہماری طرف سے ذرا سا بھی اشتعال دیا گیا ہو حملہ کیا ہے اسواسطے گورنر جنرل کو چاہئے کہ اپنے ملک کی محافظت کرنے کی تدبیر اختیار کرے کہ جس سے برٹش گورنمنٹ کی حکومت کی رعایت ہو اور عہد شکنوں اور رفاہ عام میں خلل انداز وں کو سزا دیجائے اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کا جو ملک

رو سے ستلج تھا وہ انگریزی عملداری میں داخل کیا گیا ؎

انگریزی سپاہ کا لڑائی کے لئے جانا

۱۱- دسمبر کو سر ہیوگاف انبالہ میں اپنے لشکرگاہ میں بال کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ سکھوں کی سپاہ ستلج پار اتر آئی وہ بال کو چھوڑ چھاڑ جس قدر سپاہ کو جمع کرسکے اپنے ساتھ لے کر جنگ گاہ کی طرف چلے۔ سات دن میں گیارہ ہزار سپاہ اور بیالیس توپوں نے ۱۷۰ میل کے قریب سفر کیا۔ ۱۸- دسمبر کو دوپہر کے بعد موضع مدکی میں جو فیروز پور سے ۲۰ میل اور لدھیانہ سے ۵۰ میل تھا سپاہ اتری وہ ریگستانی سڑکوں میں دھوپ کے اندر سفر کرنے سے تھکی ہوئی تھی۔ نہ سونے اور کھانے پینے کے نہ ملنے سے ضعیف ہو رہی تھی اسکو امید تھی کہ چند گھنٹے ٹھیر کر اور کھا پی کر تازہ دم ہوگی۔ تو اس کے بعد روزانہ محنت شروع ہوگی مگر وہ چند منٹ ہی ٹھیری کہ براڈفٹ صاحب کے پاس خبر آئی کہ دشمن سر پر آپہنچا ہے۔ سپاہ کی صف بندی ہوئی کہ چار بجے دوپہر کے بعد سپاہ کے روبرو دشمنوں کے آجانے سے خاک کے بگولے اُٹھنے شروع ہوئے ؎

مدکی کی لڑائی

یہ پہلی لڑائی تھی جو ۱۸۴۵ء کو انگریزی سپاہ اور خالصہ سپاہ کے درمیان ہوئی۔ انگریزوں کی سپاہ گیارہ ہزار کے قریب تھی اور سکھوں کی سپاہ لال سنگھ کے زیر حکم بیس ہزار کے قریب تھی اور چالیس توپیں اُس کے ساتھ تھیں۔ ایک شخص چشم دیدہ حال لکھتا ہے کہ اس تاریخ کو برٹش کیمپ میں کوئی خبر دشمن کی سوائے اس کے نہ تھی کہ وہ قریب آگیا ہے دفعتہً ۴ بجے دوپہر کے بعد توپوں کی بہت سی آوازیں سنائی دیں۔ گورنر جنرل گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً میدان جنگ میں پہونچے برٹش ہاری تھکی اپنے کھانا پکانے کی تیاری کر رہی تھی کہ فوراً جنگ کے لئے تیار ہوئی۔ کمانڈر انچیف سر ہیوگاف سواروں اور گھڑچڑھی توپوں کو لے کر گئے اُن کے پیچھے پیدل سپاہ اور میدانی توپخانہ گیا۔ دشمن کا مقام جنگل کے اور جھاڑیوں اور ریت کے ٹیلوں کے پیچھے تھا۔ انگریزی لشکر سے دو میل تھا۔ ان چیزوں کو سکھوں نے اپنے پیدلوں اور توپخانوں کی آڑ بنا رکھا تھا جس وقت انگریزی لشکر نگاہ کے روبرو آیا تو سکھوں کے توپخانہ نے ایسی بڑی بھاری آتش باری اس پر کی کہ وہ اس طرف آگے نہ بڑھ سکا۔ لیکن انگریزی سواروں نے سکھوں کے بائیں بازو کو چکرا دیا۔ اور پیادوں اور توپوں کے

کے پیچھے پڑے اور انگریزی توپخانہ نے سکھوں کے توپ خانہ کا منہ بند کر دیا۔ سر جان ایم کیسکل اور میجر جنرل سر ایچ سمتھ اور گلبرٹ نے انگریزی پیدل سپاہ سے سکھوں کی پیدل سپاہ پر حملہ کیا۔ جب کہ طرفین سے لڑائی بڑی سرگرمی اور تیزی سے گھمسان ہو رہی تھی تو لال سنگھ دفعتہً میدان جنگ سے چلا گیا اور سکھوں کو چھوڑ گیا کہ وہ اپنی لڑائی آپ لڑیں۔ سکھوں نے اپنے سردار کی دغابازی کا ذرا خیال نہیں کیا اور بڑی بہادری سے بدستور لڑتے رہے۔ بعض سکھ سوار گھوڑوں پر سے اُترے اور دونوں ہاتھ سے تلوار کو پکڑ کر انگریزوں کی صفوں میں تیغ زنی کرتے ہوئے گھس گئے مگر بہت سے قتل ہو گئے باقی پسپا ہوئے۔ سرہنری سپاہ کے ایک حصہ کو خود لڑا رہے تھے۔ جب سر گرے صاحب نے اُن کو منع کیا کہ آپ خود اپنے تئیں ایسے جوکھوں میں نہ ڈالیے تو اُنہوں نے ذرا بھی اُس کا کہا نہ سنا۔ دو ہزار برس ہوئے کہ سکندر اعظم کو بھی اسطرح ایک ناصح نے منع کیا تھا مگر اس نے نہ سنا تھا۔ گورنر جنرل کے موجود ہونے سے سپاہیوں کی ہمت بڑھی اور وہ دلاوری اور دلیری سے لڑتے تھے۔ آخر کار انگریزی سپاہ کی شجاعت کے سامنے سکھوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور سنگینوں کے ایک مقام سے دوسرے مقام میں ہٹائے گئے۔ رات کی تاریکی اور خاک کے اُڑنے نے انگریزی سپاہ کو انکا تعاقب دریا کی سمت میں نہیں کرنے دیا جس طرف وہ بھاگتے جاتے تھے۔ رات سے پہلے ستر بھاری توپیں انگریزوں نے چھین لیں۔ لڑائی ڈیڑھ گھنٹہ تک ستاروں کی ضعیف روشنی اور خاک کے بگولوں میں جو ریگستان سے اُٹھتے تھے جاری رہی۔ اس لڑائی سے سپاہ خالصہ کی بہادری کی حقیقت کھلی فتح بڑی گراں بہا خریدی گئی سپاہی ۲۱۵ مقتول اور ۶۵۷ مجروح ہوئے اور سیل صاحب جلال آباد کے جلیل القدر افسر اور میجر جنرل کیس کل اس جنگ میں اجل کے ہاتھ میں آ گئے۔ ساٹھ برس سے ہوم گورنمنٹ کا یہ دستور تھا کہ جب گورنر جنرل سپاہی ہوتا تو وہ لڑائی میں کمانڈر انچیف بھی مقرر ہوتا۔ جیسا کہ لارڈ کورنواس کو اور لارڈ ہیسٹنگز مقرر ہوئے تھے مگر معلوم نہیں کہ سرہنری ہارڈنگ کیوں کمانڈر انچیف نہیں مقرر ہوئے۔ جب اُنہوں نے بدکی میں سپاہ کی صف آرائی میں بے ترتیبی دیکھی تو اُنہوں نے اپنے منصب عالی پر کچھ نظر نہ کی اور کمانڈر انچیف کے ماتحت ایک جنرل کا عہدہ اختیار کر لیا ان میں عجیب انکسار نفس تھا کہ ان تمام لڑائیوں میں وہ کھلے میدان میں درخت کے نیچے دفتر کے صندوقوں کو کام کرنے کے لیے بیٹھتے تھے اور خیمے ڈیرے کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے ؎

پھروپا فیروز شہر کی لڑائی ۲۱ دسمبر ۱۸۴۵ء

سپاہ انگریزی نے مدکی میں آرام کے لئے دو روز قیام کیا اور مردوں کو دفن کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ سکھوں کی سپاہ عظیم پرانی کے مقام فیروز شہر میں حملہ کیا جائے۔ شب گذشتہ کو سرجان لٹ ٹلر کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فیروز پور سے پانچ ہزار سپاہ اور چار میدانی توپ خانے لیکر اس لشکر سے آن ملے تاکہ دونوں لشکر ملکر دشمن پر حملہ کریں صاحب ممدوح نے تیج سنگھ کو سپاہ لیئے اُن کے نزدیک کھڑا تھا یہ بھلا وا دیا کہ اُس کو اپنے نقل و حرکت سے خبر نہ ہونے دی اپنے خیمے بدستور کھڑے رہنے دیئے اور بازار کا جھنڈا قایم رکھا اور سوار بدستور پکٹ پر کھڑے رہے۔ ۲۱ دسمبر کو سرجان کی سپاہ دوپہر کو لشکر سے آنکر ملی تھی

مدکی اور فیروزپور سے دس میل کے فاصلہ پر فیروز شہر کے گرد سکھوں نے تھوڑے دنوں سے اپنا مورچہ بنانا شروع کیا تھا وہ ایک قسم کا مستطیل مربع کی شکل کا تھا۔ جس کا طول ایک میل اور عرض آدھا میل تھا۔ ایک سو توپوں سے زیادہ اس پر لگی ہوئی تھیں۔ سپاہ کی تعداد پینتیس ہزار کے قریب تھی۔ جس میں دس ہزار سوار تھے۔ ان میں سے تہائی کے قریب قواعد دان تھی۔ جن کو اہل فرانس اور اہل اٹلی نے قواعد سکھائی تھی۔ سپاہی بڑے تجربہ کار بہادر اور نہایت پرجوش تھے اور سکھ توپچی تو ایسے تھے کہ ہندوستانی سپاہ میں وہ کسی سے درجہ دوم پر نہ تھے۔ انگریزی سپاہ ۱۷۰۰۰ اتھی اور ۶۹ میدانی توپیں تھیں۔ دو رجمنٹیں سواروں کی فیروزپور سے آگئی تھیں۔ اس سپاہ کو دشمن کے مورچے کے لمبے رخ کی طرف ایک قطعہ کھلے میدان میں جانا پڑا جس میں کہیں کہیں جنگل تھا۔ دن کے چار بجے لڑائی شروع ہوئی۔ اول تو جاڑے کے دن چھوٹے ہوتے ہیں یہ آج کا دن تو چھوٹوں سے بھی چھوٹا تھا۔ اسی وقت میں لڑائی کا شروع کرنا بغیر اس کے کہ تاریکی میں لڑائی ہو کسی طرح لڑائی کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں لڑنے کی اشد ضرورت ہے کہ گورنر جنرل کا حکم تھا کہ لڑائی ابھی ہو اگر یہ حملہ کل تک موقوف رکھا جائے گا تو تیج سنگھ جو فیروزپور میں تھا اپنے لشکر کو لے کر میدان جنگ میں آجائے گا اور گاف صاحب کی سپاہ کو جاڑے کی بڑی رات بھوک پیاس میں کاٹ کر صبح کو دشمن سے لڑنا پڑیگا۔ غرض اسوقت حملہ کرنا ضرور تھا سپاہ انگریزی کے میمنہ کے کمانڈر انچیف اور میسرہ اور قلب کے گورنر جنرل میر عسکر تھے۔ انگریزی لشکر کے توپخانہ نے سکھوں کے مورچہ پر سخت آگ برسانی شروع کی اس کے جواب میں دشمن کے توپخانہ نے بھی گولہ پر گولہ مارنا شروع کیا۔ انگریزی توپخانہ نے ہر چند کوشش کی کہ دشمن کے توپخانہ کو بند کرے مگر وہ بند نہ ہوا۔ گولے

گویاں سناسن جارہے تھے انگریزی پیدل سپاہ نے کپتان پرنگل اوبین لین کے ماتحت دشمن کے مورچے میں
قدم رکھے اور کچھ توپیں بھی دشمن سے چھین لیں مگر سکھوں نے توپوں کے پیچھے جاکر انگریزی سپاہ پر وہ آگ
برسائی کہ وہ بہت خستہ حال ہوکر واپس آئی۔ انگریزی سپاہ نے پھر از سر نو حملہ شروع کیا اور آفتاب کے
غروب ہونے سے پہلے دشمنوں کے مورچہ کا ایک حصہ فتح کر لیا۔ سر ہنری سمتھ کے بریگیڈ نے فیروز شہر کا گاؤں
دشمنوں سے لے لیا۔ مگر رات کو اس پر قبضہ نہ رکھ سکا۔ اسلئے اسکو چھوڑ دیا۔ ملکہ معظمہ کی تیسری ڈریگون رجمنٹ
نے بڑی بہادری کر کے دشمنوں سے بعض خوفناک توپ خانے چھین لئے مگر پھر بھی دشمنوں نے اپنے مقام
پر پاؤں جمائے رکھے۔ رات ہوگئی مگر لڑائی بڑے زور شور سے ہر جگہ ہوتی رہی اور انگریزی سپاہ کو اس نے
پریشان و پراگندہ کیا۔ اس رات کا نام خوف کی رات رکھا گیا۔ پیاس۔ سردی۔ تکان زیادہ محنت کرنے سے
تھکی ہوئی سپاہ کو بیدم کر دیا اور اس کی تعداد کو بھی کم کر دیا۔ لیکن آفرین ہو انگریزی سپاہ کی بہادری پر کہ اس
خستہ حالی میں بھی اپنی ہمت نہیں ہاری۔ اس رات کا حال سر ہنری ہارڈنگ نے سر روبرٹ پیل کو لکھا ہے
جو بڑی گرمجوشی سے کامنس ہوس میں پڑھا گیا کہ ۲۱۔ دسمبر کی رات بھی میری زندگی کی ایک عجیب و غریب رات
تھی میں اس سپاہ کے ساتھ خیمے میں تھا کہ نہ جس کے پاس خوراک تھی نہ اوپر اوڑھنے کے کپڑے تھے شدت
سے سردی پڑتی تھی۔ سامنے ہمارے ایک آتشناک کیمپ تھا۔ ہمارے بہادر سپاہی سکڑے ہوئے پڑے تھے جن پر
ساری رات توپوں کی بڑی مار رہی تھی۔ اس کے ساتھ سکھوں کا غل شور اور انگریزی سپاہ کے ہمراہ کی نعرے
اور سپاہیوں کے چلنے کی آوازیں مرنے والوں کا نالہ و فغان تھا اسی حالت میں ان تھوڑے سے سپاہیوں
کے ساتھ صبح تک رہا۔ جو پہلی رات کو توپخانہ لے گئے تھے۔ کچھ تھوڑا سا آرام لے کر مختلف رجمنٹوں میں آیا
ان کے حوصلے اور جرات کے تحقیق کرنے کے لئے ٹھہر گیا اور ان کے حوصلوں اور ہمتوں کو بڑھایا۔
مجھے میرے پرانے دوست ۲۹ ویں و ۳۱ ویں و ۵۰ ویں و ۹ ویں رجمنٹوں کے ملے جن کو میں نے
بڑا ہی قوی دل پایا میں نے ان میں سے ہر ایک سے یہی کہا کہ صبح کو ہمیں سویرے ہی دشمنوں پر حملہ کر کے
ان کو مارنا چاہیئے یا میدان جنگ میں عزت کے ساتھ مرنا چاہیئے۔ بڑا شجاع جرنیل (لارڈ گاف)
رحم دل دلیر وفادار اور میرے ساتھ متفق الرائے ہوا۔ بعض افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ رات کو لوٹ کے
فیروز پور چلے جائیں لیکن لارڈ گاف اور سر ہنری ہارڈنگ نے اپنی ہمت مردانہ اور جرات دلیرانہ کے سبب
اس تجویز کو پسند نہیں کیا ان مشکلات کے اندر گورنر جنرل کا حسن خلاق اور عالی ہمتی سپاہیوں پر

جادو کا اثر کرتی تھی۔ وہ سپاہیوں سے کچھ ایسی نیک اخلاقی سے باتیں کرتے تھے کہ اُن کی ہمت تازہ و توانا ہوجاتی
تھی۔ سکھوں نے بہت سی لکڑیاں جمع کر لی تھیں اُن کو جلا کے اپنے اعضا کو گرم کرتے تھے۔ مگر انگریزی سپاہیں
جو لکڑیاں جلائی جائیں تو وہ دشمنوں کی نشانہ گاہ بنجاتی۔ سکھ اُس آگ پر آگ برساتے تھے جو سپاہیوں کو سرد
کرتی تھی۔ رات پر سکھ انگریزی لشکر پر توپیں چلاتے رہے اُن کا مقام بڑا خطرناک تھا۔ غرض ان مشکلات ہی
میں رات ختم ہوئی۔ جب دن نکلا تو دونوں جرنیلوں نے اپنے خستہ و شکستہ سپاہ کو اس کام کے لیئے تیار کیا جو
اُس کے آگے آنے والا تھا۔ سمتھ اور لٹ ٹلر کی سپاہیں جو لشکر گاہ کے عقب میں تھی بہت جلد بلائی گئیں سورج
نکلنے سے پہلے یہ رجمنٹیں آگے بڑھیں دشمنوں کی توپوں نے بہت سی انگریزی توپوں کو نیچے گرا دیا مگر انگریزی
سپاہ نے فیروز شہر سے دشمن کو نکال دیا اور پھر سارے مورچے کو چھین لیا۔ اور بہت سے خالصہ سپاہیوں
کے علموں کو لے لیا۔ اور ستر توپیں لے لیں۔ دشمنوں کے مورچے میں سپاہ انگریزی اس طرح کھڑی ہو گئی۔
جیسی کہ اپنے پریڈ کے میدان میں کھڑی ہوتی ہے اور اپنے جرنیلوں کو فتح کی مبارکبادیں خوش ہو ہو کر دیتی تھیں
اب سکھوں کی سپاہ ستلج کو بھاگی جاتی تھی مگر ابھی انگریزوں کا خوف بالکل نہیں گیا تھا وہ فتح کی خوشیاں
منا رہے تھے کہ سامنے خاک کے تودے اڑتے ہوئے نظر آئے جس سے معلوم ہوا کہ کوئی دشمن آپہونچا ہے۔ یہ
تیج سنگھ کا لشکر تھا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ سر جان لٹ ٹلر کا لشکر اس کو دھوکا دے کر چلا گیا ہے تو وہ
۲۲۔ دسمبر کو بیس ہزار پیادے اور پانچ ہزار سوار اور ساٹھ توپیں لے کر چلا مگر یہاں آ کر دیکھا تو سارا کام تمام ہو چکا
تھا۔ جو مورچے سکھوں نے قایم کیئے تھے وہ دشمن کے ہاتھ میں تھے۔ سکھوں کا لشکر ستلج پار اُتر چکا تھا۔ وہ انگریزوں
کا حال دریافت کر کے الٹا چلا گیا اسکو چال نہ کھلا کہ انگریزی سپاہ میں کچھ دم باقی نہ رہا تھا وہ بھوک پیاس کے
مارے مر رہی تھی ہندوستانی سپاہ پکار رہی تھی کہ ہم بھوکے پیاسے مرے جاتے ہیں چھتیس گھنٹے بے کھائے پیئے
ان پر گذر چکے تھے گولہ بارود کچھ پاس نہ تھا۔ اگر ایسے وقت میں ان پر حملہ ہوتا تو گاف صاحب اور ہارڈنگ
صاحب اس کے روکنے لئے بہادرانہ تدابیر کرتے مگر پھر بھی انگریزی سپاہ پر بری بنتی۔ ہندوستان میں کبھی اُس کے
سامنے ایسا زبردست دشمن لڑنے نہیں آیا۔ غرض خدا کا فضل ہوا کہ رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت

طرفین کی سپاہوں کا نقصان

فتح بڑی مشکل سے حاصل ہوئی گاف صاحب خود لکھتے ہیں کہ اگرچہ دشمنوں کا بڑا دہشت ناک قتل ہوا مگر ہمارا نقصان

بھی ایسا بھاری ہوا کہ پہلے کبھی ہندوستان میں کسی لڑائی میں نہیں ہوا۔ ۲۴۱۵ سپاہیوں کا نقصان ہوا جنمیں ۶۹۴
قتل ہوئے اس لڑائی میں سب سے زیادہ گوروں کی جانیں تلف ہوئیں وہ بہت جان لڑا کر اس معرکہ میں لڑے۔
اوران ہی کے سر پہ فتح کا سہرا رہا۔ یہ لڑائی ایسی سخت تھی کہ سر ہنری ہارڈنگ نے ۲۱ دسمبر کی رات کو میولوک سے کہا
کہ اگر ایسی دوسری لڑائی ہوئی تو سلطنت متزلزل ہو جائے گی اس کہنے کی گونج اور انگریزوں کے دلوں تک پہونچی۔
اوران پر اثر کیا اس لڑائی میں سپاہ کا ساتواں حصہ بیکار ہو گیا میجر براڈفٹ جو پولیٹکل افسر اور ٹوڈ صاحب
ہرات کے ناسور اور بریگیڈیر وال لیس کام آئے۔ سکھوں کے نقصان کا آٹھ ہزار کا تخمینہ کیا گیا۔ فیروزشہر کی
فیروزمندی بڑی عظیم الشان تھی اس نے خالصہ سپاہ کو بالکل بیدل کر دیا اور تقریباً توپخانوں سے اس کو محروم کر
دیا۔ ان معاملات کے بعد تیج سنگھ سکھوں کا کمانڈر انچیف گورنر جنرل کے پاس صلح کی گفتگو کرنے آیا تو گورنر جنرل
نے فرمایا کہ صلح جب تک نہیں ہو گی کہ انگریزی سپاہ دارالسلطنت کے اندر داخل نہیں ہو گی ؟

گورنر جنرل کا اشتہار ۳۱ دسمبر ۱۸۴۵ء

۳۱ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل نے فیروزشہر (پھیروشہر) سے یہ اشتہار دیا کہ برٹش گورنمنٹ نے
لاہور کی گورنمنٹ کو کوئی اشتعال نہیں دلایا کوئی اسکے ساتھ اظہار جنگ نہیں کیا ان دونوں کے بغیر اس نے
انگریزوں کے ساتھ جنگ بازی شروع کی۔ سکھوں کی سپاہ جرار جس نے انگریزی عملداری پر حملہ کیا تھا ستلج کے
پار ہٹا دی گئی۔ اس لئے برٹش گورنمنٹ کو ضرور ہوا کہ ایسی تدابیر کرے کہ جس سے بغیر اشتعال کے حملہ کرنے والوں
کو سزا ملے اور آیندہ پنجاب کی گورنمنٹ اور سپاہ میں اس قسم کی دغابازی کا انسداد ہو۔ تمام ہندوستان کے باشندوں
سے جنھوں نے لاہور گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کی ہے اطلاع دیجاتی ہے کہ وہ فوراً اپنی خدمت کو چھوڑ کر
گورنر جنرل ہند کے زیر حکم آئیں ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ستلج کی اس طرف آجائیں جو انگریزی عملداری
میں ہے اور اپنے آنے کی اطلاع دیں اگر وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ برٹش گورنمنٹ کی حمایت
سے محروم کر دیے جائیں گے اور اپنے ملک کے دغا دینے والے اور برٹش گورنمنٹ سے باغی سمجھے جائینگے۔

رنجور سنگھ کا ستلج سے پار اترنا اور لدھیانہ کو دھمکانا

ستلج کی سپاہ انگریزی ایک مہینہ کے قریب بیکار اس انتظار میں بیٹھی رہی کہ سپاہ و ہتھیار و خوراک دہلی سے اس کے پاس آئیں۔ دشمن نے اس التواء جنگ کو انگریزوں کے ضعف پر حمل کیا اس نے وسط جنوری میں بالائے ستلج کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ سکھوں کی ایک فوج جرار کو رنجور سنگھ مجیٹھیہ (سردار لہنا سنگھ کا بھائی) ستلج کے پار پھلور سے اترا اسکے پاس ستر توپوں کا توپخانہ تھا اور لدھیانہ کی سرحد کو دھمکایا جس میں انگریزی سپاہ کم تھی۔ لڈوا کا چھوٹا سا راجہ جو پہلے انگریزوں کا دوست تھا اُن سے دغا کرکے رنجور سنگھ کی سپاہ سے جا ملا۔ ۱۸ جنوری کو سر ہنری سمتھ نے قلعہ دھرم کوٹ کو لے لیا کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا لدھیانہ کی کمک کے لئے سواروں اور اٹھارہ توپوں کے ساتھ بھیجے گئے۔ قلعہ بدووال جس میں رنجور سنگھ نے تھوڑی سی سپاہ چھوڑی تھی ان کی راہ میں آتا تھا لیکن پہلے اس سے کہ یہہ انگریزی افسر یہاں آئے دس ہزار سپاہ اس کی کمک کے لئے آگئی تھی سر ہنری سمتھ ایسی لڑائی سے جس میں سپاہ کی تعداد غیر مساوی تھی بچنا چاہتا تھا وہ لدھیانہ سکھوں کی سپاہ کے مقام سے دور کتراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ سکھوں نے اس سے لڑنے کا قصد مصمم کیا۔ جسوقت انگریزی سپاہ نظر آئی اُسی وقت گولے مارنے شروع کئے بڑی تیزی کے ساتھ لڑائی ہوئی جس میں انگریزی سپاہ کو شکست ہوئی اور سکھوں کے ہاتھ ان کی خرجیاں اور باربرداری کا [illegible] اسباب ہاتھ آئے بریگیڈیر کیورٹن دھرم کوٹ سے سوار لے کر سپاہ کی کمک کو پہونچ گئے کہ وہ بالکل تباہ ہونے سے یا زیادہ نقصان اٹھانے سے بچ گئی۔ وہ ۲۱ جنوری کو لدھیانے پہونچ گئے مگر لڑائی میں انکے [illegible] سپاہی مارے گئے [illegible] زخمی ہوئے ۷۷ مفرور ہوئے۔ کئی انگریز قید ہوئے جنمیں مسٹر بیرن اسسٹنٹ سرجن [illegible] لاہور بھیجا گیا ❊

علی وال کی لڑائی

ستلج کی دائیں طرف سے اسی وقت میں رنجور سنگھ کی کمک چار ہزار قواعد دان سپاہ کی اور بارہ توپوں کی اور بہت سے سواروں کی آگئی وہ جگراؤں کی طرف اس ارادہ سے بڑھا کہ برٹش سپاہ کی آمد و رفت کی راہ کو بند کرے چونکہ بدووال کی فتح سے سکھ اترا رہے تھے اور ڈینگیں مار رہے تھے کہ ہم انگریزوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اسی زمانہ میں سر ہنری سمتھ کی سپاہ کی کمک کے لئے بریگیڈیر ویلر کا بریگیڈ آگیا اور وہ لدھیانہ کی سپاہ سے مل گیا اور کل سپاہ گیارہ ہزار ہوگئی اور اس کے ساتھ

۳۲ توپیں تھیں - ۲۸ - تاریخ جنوری ۱۸۴۶ء کے دن ہیں اس سپاہ کے ساتھ وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا جو علی وال میں جمع تھے جس کا تخمینہ ۱۵۰۰۰ تھا اور ۶۷ توپیں تھیں - فوراً جب انگریزی سپاہ دشمن کو نظر آئی تو اس کی کل لین پر اپنی توپوں سے گولے مارنے شروع کئے ایک بڑی لڑائی ہوئی جسمیں سنگینوں اور تلواروں نے اپنی چمک دمک دکھائی خاک نہیں اُڑتی تھی دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی - اس میں ہتھیاروں کی چمک بہار دکھاتی تھی - انگریزی سپاہ کو دشمن کی آتش باری میں جب تک چند منٹ ٹھیرنا پڑا کہ بریگیڈ اس کی کمک کو آن پہونچا پھر اُس نے حملہ کرکے علی وال کو لے لیا - لیکن میدان جنگ میں سکھ جمے رہے اور بڑی ثابت قدمی سے لڑتے رہے وہ کئی دفعہ انگریزی سواروں سے دست بدست لڑے - پیدلوں نے جو سولہویں لین سر پر حملہ کیا تو بندوقوں کو پھینکدیا اور تلوار اور سپر لے کر دشمنوں کے نیزوں سے لڑنا شروع کیا - سکھوں کا بڑا مستقل مضبوط مقابلہ کچھ کام نہ آیا - انگریز ایک مقام سے دوسرے مقام پر حملہ کرتے گئے اور ان کی توپیں چھینتے گئے آخرکار جنرل کورٹن کے سواروں نے تیسری دفعہ میں سکھوں کو بھگا دیا وہ دریا کے پار بھاگے اور سینکڑوں ڈوب گئے - سینکڑوں سے زیادہ جو کشتیوں میں سوار ہوئے اُن پر انگریزوں نے ایسے تاک کر گولے لگائے کہ وہ بھی موت کی کشتی میں سوار ہوئے دریا میں جو بہت سی لاشیں بہتی ہوئی جاتی تھیں اُن کے دیکھنے سے دہشت ہوتی تھی دشمنوں کی توپیں کیا چھین لی گئیں کیا انہیں منخین گاڑدی گئیں یا وہ دریا میں ڈبودی گئیں اسی طرح سکھوں کا کل توپخانہ برباد ہوگیا - ان کا اسباب حرب و خوراک اور ان کی ساری چیزیں جو وہ میدان جنگ میں لائے تھے فتحمندوں کے ہاتھ لگ گئیں - کمانڈر انچیف سرکاری مراسلہ میں اس فتح نمایاں کا حال جو یادگار روزگار رہیگا اسطرح لکھتے ہیں کہ میری عادت ہے کہ میں اس کی تعریف نہیں کرتا جو تعریف کے قابل نہ ہو - میں اپنی رائے متین اور یقین کو بیان کرتا ہوں کہ کبھی کسی سپاہ نے کسی لڑائی میں جو تحریر میں آئی ہو اس سے زیادہ عمدہ کام نہیں کیا - انگریزوں کا نقصان اس لڑائی میں یہ ہوا کہ ۱۵۱ مقتول اور ۴۱۳ مجروح اور ۲۵ مفرور ہوئے ؎

علی وال کی لڑائی کا اثر فوراً یہ ہوا کہ ستلج کی انگریزی عملداری کی طرف کے تمام قلعے خالی ہوگئے اور سارا ملک انگریزوں کے قبضہ میں آگیا ؎

گلاب سنگھ کی مصالحت کی گفتگو

علی وال کی شکست سے دربار لاہور کا جی چھوٹ گیا لال سنگھ وزیر اعظم اپنے عہدہ سے معطل ہوا۔ گلاب سنگھ جموں سے ۲۷-جنوری ۱۸۴۶ء کو لاہور سے بلایا ہوا آیا اس نے سپاہ کو سمجھایا کہ یہ اسکی حماقت تھی کہ اس نے ہندوستان کے فتح کرنے والوں پر فتح حاصل کرنے کی امید کی پھر اس نے سر ہنری ہارڈنگ سے مصالحت کے پیغام سلام کرنے شروع کئے گورنر جنرل نے اسکو اطلاع دی کہ وہ صلح کرنے پر اس شرط پر راضی ہیں کہ سکھوں کی سلطنت پنجاب میں قایم رہے مگر سپاہ خالصہ بالکل موقوف کی جائے اس پر گلاب سنگھ نے گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ اس ونگی سپاہ کے موقوف کرنے میں ہم بے اختیار ہیں سپاہ خالصہ سب پر غالب ہے وہ کسی کی مغلوب نہیں ہے

سبراؤں میں سکھوں کا مورچے بنانا

اس اثناء میں سکھ نئی لڑائی کے لئے بڑی مستعدی سے تیاریاں کر رہے تھے۔ ستلج کے دائیں کنارہ پر وہ اقامت رکھتے تھے اور بائیں کنارہ پر انگریزی سپاہ کے سامنے بڑے دہشت ناک مورچے جا رہے تھے ایک بڑا انجنیر ہسپین کا افسر ہیوریا ان کے پاس تھا جسکے ذریعہ سے انہوں نے فیروزپور سے بیس میل کے فاصلہ پر سبراؤں میں اپنا دمدمہ ایک ڈیرہ کی شکل کا بنوایا تھا جس کا قاعدہ دریا تھا اور اس کے گرد ایک خندق تھی۔ اور دریا پر پل بنایا تھا ان بڑے بڑے کاموں کی انگریزوں نے خوب تفتیش کر لی تھی کہ وہ ڈھائی میل تک پھیلے ہوئے ہیں اور بڑے زبردست توپخانے لگے ہوئے ہیں کہ دریا پر نگرانی کرتے ہیں سکھوں کی سپاہ میں ۳۵ ہزار سپاہی لڑنے والے تھے ۷۰ توپیں تھیں۔ دریا کے پار ایک اور سپاہ کمک کے لئے موجود تھی اور دریا پر توپیں انگریزی سپاہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انگریزوں نے سکھوں کے دمدمہ پر حملہ کو اس لئے ملتوی کر رکھا تھا کہ دہلی سے میگزین اور قلعہ شکن بھاری توپوں کے آنے کا انتظار تھا یہ سامان ۷ فروری کو آگیا بعد اس کے لدھیانہ کی کمک کے لئے جو بریگیڈ بھیجے گئے تھے وہ لشکر عظیم میں آ کر مل گئے اب کل انگریزی سپاہ ۱۵۰۰۰ ہو گئی جن میں ۵۰۰۰ گورے سپاہی تھے

جنگ سبراؤں

علی وال کی لڑائی سے سکھوں کی سپاہ کا دل شکستہ و افسردہ ہو رہا تھا۔ اور انگریزی سپاہ کا دل اپنی فتح کے سبب شگفتہ تھا۔ اُن کو یقین تھا کہ ہم کو فتح حاصل ہوگی۔ سکھوں کے افسروں میں اتحاد رائے نہ تھا۔ ان کی نسبت کننگھم صاحب نے سچ کہا ہے کہ سپاہی ہر ایک کام کرتے تھے اور افسر کوئی کام نہیں کرتے تھے بہت سے دل دلاوری کرنے کو اور بہت سے ہاتھ کام کرنے کو موجود تھے مگر کوئی دماغ نہ تھا جو ان کی رہنمائی کرتا کل سپاہ میں جان ڈال دیتا۔ انگریزی سپاہ جس وقت ہاتھیوں کو دیکھتی تھی کہ وہ بھاری بھاری توپوں کو اُن کے لئے لاتے ہیں اور حرب و ضرب و رسد کا سامان دہلی سے چلا آتا ہے تو وہ باغ باغ ہوتی تھی۔ اب پیش قدمی کرنے کے لئے کسی چیز کی کسر باقی نہ تھی۔ دسویں فروری کو علی وال کی لڑائی کے بارہ دن بعد سکھوں کے مستحکم دمدمہ پر حملہ کرنے کے لئے تجویزیں ہوئیں۔ اس تاریخ کی صبح کو کُہر بڑی پڑ رہی تھی اس کے اندر سپاہ کے بڑھنے کی ساری تیاریاں ہوگئیں اور دشمنوں کو خبر نہ ہوئی۔ دمدمے کے مضبوط مقاموں پر جو تیج سنگھ کے زیر اہتمام تھے بھاری توپیں لگائی گئیں تھیں۔ لال سنگھ اپنے سواروں کے ساتھ دریا کے سمت بالا میں مقیم تھا۔ سکھوں کے عزم مردہ میں اس سے جان آگئی تھی کہ ان کے ہاتھ انگریزوں کا وہ مقام لگ گیا تھا۔ جہاں سے وہ سکھوں کے لشکر کا مشاہدہ کیا کرتے تھے جس کو انھوں نے رات کو بغیر کسی پہرہ چوکی کے چھوڑ دیا تھا۔ پیر دیرینہ سال وآزمودہ کار شام سنگھ اٹاری کا راجہ بوڑھا تھا۔ سکھوں نے اپنے دیوسار پیہا سے لڑنا اختیار کیا۔ لیکن اس کی نصیحتوں کو کون سنتا تھا اس نے مایوس خالصہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ لڑائی میں دشمن سے سب سے پہلے لڑ کر اپنے جنگ کو درست کروں اور مقدس جمہوری سلطنت پر اپنی جان قربان کروں۔

میدان جنگ کی کیفیت اور لڑائی کا حال

سات بجے صبح کو تاریک کُہر جو سارے میدان جنگ کو گھیرے ہوئے تھی کٹی انگریزی توپخانوں نے دشمنوں کے مورچوں پر گولے اولوں کی طرح متواتر برسانے شروع کئے جو ہر طرف موت کو دشمن کے پاس لیجاتے تھے سکھ بھی ان گولوں کا جواب دیتے تھے۔ کل میدان جنگ پر گندک کے دھوئیں کی گھٹا چھا رہی تھی اور اس میں ہتھیاروں کے لوہے اور پیتل کی چمک بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔

طرفین کی ایک سو بیس توپوں کی دھنواں دھوں ایک قیامت کا غل شور مچا رہی تھی میں پل پر فیروز پور میں
ان کی آوازیں جا رہی تھیں۔ اب معلوم ہوا کہ لڑائی کا فیصلہ بندوقوں اور سنگینوں کے ہاتھ میں ہے۔ برگیڈیر سٹین کی
پیادے اور سواروں کو ساتھ لے کر حملہ کرنے کے لئے بالاستقلال آگے بڑھا اور دشمنوں کے توپخانوں سے دو یا
سے تین سو گز کے فاصلہ پر جا پہونچا باوجودیکہ یہ پیش قدمی حملہ کے لئے سائنس کے موافق ہوئی تھی۔ لیکن سکھوں کی
بندوقوں اور توپوں اور زنبورکوں نے اس سپاہ کے بڑے حصہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ لڑائی ایسے جوش وخروش
سے ہوئی جو خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آخر کو مستقل بہادر سپاہ انگریزی کو فتح ہوئی۔ ایک پیر بزرگ دلاور
سر روبرٹ ڈک صاحب فوج کو جو حملہ میں پیچھے رہتی تھی۔ ساتھ لیکر ایسی دلیری سے حملہ آور ہوئے کہ وہ دمدمہ کی
خندق سے پار ہو کر فصیل پر چڑھ گئے اور فتح کے نعرے لگائے۔ بہادر سکھوں نے خوب مقابلہ کیا ایک
ایک انچ پر لڑے مگر تقدیر نے خالصہ کے ساتھ اپنا اخلاص چھوڑ دیا تھا۔ نہایت بہادرانہ تدابیر بھی کچھ کام نہ آئیں
تباہی ہر طرف ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سکھوں کی آتش زنی میں اول سستی ہوئی پھر بالکل موقوف ہوئی
سبراؤں کا دمدمہ جس نے انگریزوں کا مقابلہ کیا وہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کسی طرح فتح ہی نہیں ہوگا۔ اب وہ
انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ دغا باز تیج سنگھ جیسے پہلے میدان جنگ سے بھاگا تھا ایسا ہی اب بھی بھاگا اور شرارت
سے پل کی ایک کشتی کو بیچ میں سے نکلوا گیا۔ لیکن اُس کے طریقہ کے برخلاف شام سنگھ کا حال تھا جس کے سفید بال
تھے وہ خالصہ کا دوست بڑے خلوص کے ساتھ تھا اُسکو اپنا قول یاد تھا جو اُس نے اپنی قوم سے کہا تھا اُس نے
برف کی سی سفید ڈاڑھی کے مثل سفید لباس پہنا اور اپنے ہمراہیوں کی ہمت بڑھاتا ہوا اور اُن کو میدان جنگ سے
میں سرگ پانے کی امیدیں دلاتا ہوا رزم گاہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑتا ہوا گیا۔ اور بہادرانہ لڑکر اپنی قوم
پر جان فدا کی۔ اس کے شہید ہونے کو اسکی قوم بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یاد رکھتی ہے اس دن کا قتل بڑا
دہشت ناک تھا۔ خندقیں مردوں سے یا مرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں اور فصیل ایک سرے سے دوسرے
سرے تک خون آلود ہو رہی تھی۔ گو فتمندوں نے اُن کو ایسا دبایا مگر گرو کے ان چیلوں نے کبھی انگریزوں سے
پناہ نہیں مانگی ہر جگہ بہادرانہ مقابلہ کیا۔ رات کو ستلج میں پانی بہت آگیا تھا اور سکھوں نے اُس پر کشتیوں کا
پل بنایا تھا وہ بہہ گیا تھا شکست یافتوں نے ستلج کے دائیں کنارہ پر تیر کر اترنا چاہا۔ لیکن انگریزی اسپی توپخانہ
دوڑ کر آیا اس مفرور سپاہ پر اس نے گولوں کی ایسی بوچھاڑ لگادی کہ اس قدر آدمی مرے کہ اُن کے خون سے دریا
کا پانی سرخ ہو گیا اور لاشوں سے وہ پٹ گیا۔ لڑائی ۹ بجے شروع ہوئی اور گیارہ بجے ختم ہوئی۔ ان دو

گھنٹوں میں سکھ جو سپاہ میدان جنگ میں لائے تھے اس کی ایک تہائی فنا ہو گئی۔ سینکڑوں گرا پوں سے مرے اور اُن سے زیادہ ستلج کی طغیانی میں ڈوب کر مرے۔ دریا میں جابجا دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑی سپاہ کا جہاز عرپہاں شکستہ ہوا ہے۔ سکھوں کا قتل اور انتشار اور نا امید ہونا اسقدر تھا کہ کمانڈر انچیف نے کہا کہ اگر خالصہ سپاہ نے جنگ کی ابتدا میں ہمارے زخمیوں کو قتل کر کے اور مردوں کے پرزے اڑانے سے اپنی بہادری کو داغ نہ لگایا ہوتا جو لڑائی کے اتفاقات سے سکھوں کے بس میں آگئے تھے تو اس سے فیاض فتح کرنے والوں کو بھی ان پر رحم آتا۔ اُنہوں نے کہا کہ دشمنوں کے کشتوں کے وہ پشتے لگے ہوئے ہیں کہ میں دریا کے دوسرے کنارہ پر اُن پر قدم رکھتا ہوا گیا ہوں

فتح کا اثر فاتح اور مفتوح پر

سرسٹھ توپیں اور دو سو سے زاید شتری زنبورکیں اور بہت سے علم اور اسباب حرب و ضرب افراط سے انگریزی فتحمندوں کے ہاتھ لگا خالصہ نے جو پل بنایا تھا اس کا ایک حصہ کمانڈر انچیف کے حکم سے جلایا گیا۔ اگرچہ فتح نمایاں ہوئی مگر انگریزوں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ ۳۲۰ انگلشی میدان جنگ میں قتل ہوئے اُن میں میجر جنرل سر رابرٹ ڈک کو اس وقت زخم مہلک لگا کہ وہ مورچوں کے قریب اپنے بہادر سپاہیوں کی دلیری بڑھا رہے تھے اور انگریزوں کے ۲۰۸۳ سپاہی مجروح ہوئے۔ سکھوں کا بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ ہزار سپاہی مجروح و مقتول ہوئے یا دریا میں ڈوبے۔ اس فتح سے سکھوں کی سپاہ بالکل شکستہ و پراگندہ ہو گئی۔ اس میں یہ قابلیت نہیں رہی کہ پھر ہتھیاروں کو ہاتھ میں لے ؎

برٹش کا ستلج کے پار جانا

فتح کے دن کی رات کو برٹش بریگیڈ جو آگے بڑھے ہوئے تھے وہ ستلج کے پار فیروزپور کے مقابل اُترے کوئی دشمن اُن کو نظر نہیں آیا کہ وہ ان کی راہ روکتا۔ میجر ایبٹ نے اُن کشتیوں کا پل جو ایک سال پہلے سندھ سے آئی تھیں ۱۲۔ فروری کو تیار کیا۔ ۱۳۔ فروری کو سارا انگریزی لشکر سوائے بھاری توپوں کے ستلج کے پار اُترا۔ ۱۱۔ فروری کو قصور جو ۳۲ میل لاہور سے اور دریا سے ۱۲ میل تھا انگریزوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہیں سکھوں کے لاہور سے ایلچی آئے۔ دو تین دن قلعہ قصور پر بھی بغیر کسی مقابلہ کے انگریزوں کا قبضہ

ہو گیا۔ ۱۳ کو گورنر جنرل بھی کمانڈر انچیف کے کیمپ میں آ گئے بہ تحقیق معلوم ہوا اکیس ہزار کے قریب سکھ امرتسر میں جمع ہوئے ہیں مگر اُن کا ارادہ لڑنے کا فتنہ دوں سے نہیں ہے ٭

گورنر جنرل کا اشتہار

اسی تاریخ گورنر جنرل نے اشتہار دیا کہ انگریزی سپاہ ستلج پار اُتر گئی اور پنجاب میں داخل ہوئی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر قبضہ رکھنے سے جب تک باز نہیں آئیگی کہ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے شرائط کے توڑنے اور بغیر کسی اشتعال کے ممالک برٹش پر حملہ کرنے کا بڑا کفارہ اسکو نہ دیا جائے گا اور جو کچھ جنگ میں اس کا خرچ ہوا ہے اُس کا تاوان لیا جائے گا اور آیندہ لاہور گورنمنٹ کے انتظامات ایسے کئے جائینگے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کے نزدیک پورے کفالت اسکے ہونگے کہ اس قسم کی عہد شکنی و بے وفائی اور حملہ آوری کی زیادتی لاہور کی گورنمنٹ برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہیں کرے گی۔ اور گورنمنٹ انڈیا نے لاہور کی سپاہ اور گورنمنٹ کے برخلاف جو جنگی کام اختیار کئے ہیں کچھ اس خواہش سے نہیں کئے کہ وہ اپنی عملداری کو وسیع کرے اگرچہ اس کو ضروری تدبیریں تحصیل تاوان جنگ کے اور امن و عافیت رکھنے کے لئے ایسی کرنی پڑیں گی کہ لاہور کی مملکت میں سے ایک حصہ برٹش گورنمنٹ لے لے۔ اور اس کے مقدار دربار کے انتظام پر موقوف ہے اور برٹش عملداری کے سرحدوں کی محافظت اور امن و عافیت کے خیالات کے سبب بہر حال کوہستانی اور میدانی اضلاع جو لاہور کی مملکت بیاس و ستلج کے درمیان واقع ہیں برٹش گورنمنٹ اپنے ملک میں داخل کریگی۔ جس کی آمدنی تاوان جنگ میں محسوب ہوگی جو لاہور کی سلطنت پر واجب الادا ہے گورنمنٹ انڈیا نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ ہرگز پنجاب میں لاہور کی گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتی اگرچہ دربار نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے کہ یہ انصاف ہے کہ اسکے عوض لینے کے لئے سخت اور شدید تدابیر کیجائیں باوجود اس کے گورنر جنرل کی خوشی ہے کہ سرداروں اور دربار کو ایک بھلا وقت دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کی حکومت کا تابع جانیں اور نیک ایمانداری اور دانشمندی کے صلاح و مشورہ کی طرف رجوع کریں اور گورنر جنرل کو برٹش گورنمنٹ کے خالص دوست اور بانی سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک بیٹے کے لئے سکھ گورنمنٹ کو مرتب کرنے دیں اسواسطے گورنر جنرل ان تمام سرداروں سے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے کے خیرخواہ ہیں چاہتا ہے کہ اُسکے ساتھ اتفاق کرکے کام کریں۔ اور ایسے انتظامات کو کام میں لائیں کہ وہ سکھ گورنمنٹ کو لاہور میں جمالیں اور سپاہ کو اپنے قابو میں کریں

رعایا کی محافظت کریں کہ وہ ایسے اصول پر مبنی ہوں کہ وہ آیندہ سکھوں کی ریاستوں میں امن و عافیت پیدا کریں
اور برٹش گورنمنٹ کے برخلاف اس کی سرحد پر فتنہ انگیزی اور حملہ آوری پھر مکرر نہ ہونے دیں اور کل ہندوستان پر
ہندوستان کی اعلے او مستولی گورنمنٹ کے اعتدال اور عدالت کو ثابت کریں اور اشتہار کا خاتمہ اس اعلان پر
ہوا کہ اگر اس وقت میں جو اُن کو دیا گیا ہے دربار سکھوں کی قوم کی سپاہ کی بدنظمی و بدعملی سے بچانے میں غفلت کریگا
اور انگریزی سپاہ سے از سر نو لڑائی شروع کریگا تو گورنمنٹ انڈیا پنجاب گورنمنٹ کے لئے ایسے انتظامات
کرے گی کہ برٹش حکومت کے لئے عدالت اور ضرورت کے موافق ہونگے ؁

لاہور کے دربار کی مصالحت جوئی

رانی اور دربار نے اپنے پسند کئے ہوئے وزیر گلاب سنگھ کو کہا کہ وہ فوراً برٹش کیمپ میں جائے اور
دربار کی طرف سے رحم اور کرم کے لئے گڑگڑائے اور مصالحت کے پیغام پر کوشش کرے۔ تمام امرا اور سردار
اور سپاہ کے پنچوں نے راجہ سے سنجیدہ وعدہ کیا کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنا پر
کیجائینگی کہ سکھوں کی گورنمنٹ لاہور میں قایم رہے گی۔ جس کا اعلان اشتہار میں دیا گیا ہے۔ قصور میں ۱۵ فروری
کو گورنر جنرل نے راجہ گلاب سنگھ دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین اور بارک زئی سردار سلطان محمد خان سے اس طرح
ملاقات کی جیسی کہ کسی ناراضمند گورنمنٹ کے قایم مقاموں سے ہوا کرتی ہے وہ رسمیں نہیں برتی گئیں جو دوستانہ
ملاقات میں ہوتی ہیں اور بڑی بڑی نذریں پیش کی گئیں وہ قبول نہیں ہوئیں۔ گورنر جنرل نے ان سکھ ڈیپوٹیشن
کے آگے بیان کیا کہ دربار اور سپاہ نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بغیر کسی اشتعال کے ناجایز رویہ اختیار کیا۔
اور برٹش گورنمنٹ نے کل کاموں میں تحمل اور اعتدال کا شیوہ برتا۔ راجہ گلاب سنگھ کی تعریف کی کہ وہ سکھ گورنمنٹ
کی بیوفائی اور دشمنی کے کاموں سے جو اُس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ کئے علیحدہ بیٹھا رہا اور اس کے اس فعل
کی قدر گورنر جنرل کے دل میں ہے وہ برٹش گورنمنٹ اور لاہور کے دربار کی مصالحت کے باب میں جو شرائط
ٹھیرائی ہوئی ہوں ان کی بابت فیصلہ چیف سکرٹری مسٹر کری اور ایجنٹ شمالی سرحد ہند میجر لارنس سے مل کر
کرائے۔ ان انگریزی افسروں کے ساتھ رات کو ان سرداروں کی مجلس مشورہ ہوئی اور اس میں جو شرائط
مصالحت انگریزوں کی طرف سے سرداروں کے سامنے بیان ہوئیں اُن پر انہوں نے دستخط کر دیئے۔ شرائط
صلح کا آگے بیان آئیگا ؁

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ملاقات گورنر جنرل سے

گورنر جنرل نے ۱۰- فروری ۱۸۴۶ء کو مقرر کی کہ ستلج و راوی کے درمیان للیانی میں مہاراج ملاقات کو لاہور سے آئیں - چنانچہ یہاں مہاراج مع گلاب سنگھ و بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور دین اور اور دس بارہ مصاحبوں کے آئے - گورنر جنرل کے دربار کے خیمے میں ملاقات ہوئی - مہاراجہ کی توپوں کی سلامی اُتری - مہاراجہ نے اپنے قصور کی معافی مانگی اور لطف و کرم و رحم کے لئے گڑگڑائے گورنر جنرل نے ارشاد کیا کہ شرائط صلح پہلے طے ہو چکی ہیں ان کا ذکر اس وقت بے فائدہ ہے جب سے مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں آ گئے ہیں وہ اپنی مہربانی سے مہاراجہ کو یہ سمجھکر پھر بحال کرتی ہے کہ وہ ایک قدیمی وفادار دوست کے بیٹے ہیں اور سکھوں کی قوم کا قایم مقام بناتی ہے جسکو اُمرا اور رعایا نے اپنی فرمانروائی کے لئے آپ کو انتخاب کیا ہے بشرطیکہ آپ سب شرائط عہدنامہ کی ایفا کریں جو کہ آپکے وزیروں کے سامنے بیان ہو چکی ہیں - پھر کچھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تعلقات برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بیان کر کے یہ اپنی امید ظاہر کی کہ مہاراج اپنے باپ کے قدموں پر چلیں گے اس کے بعد دربار برخاست ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج گورنر جنرل کے ہمراہ لاہور میں جائیں ؂

لاہور و امرتسر میں چل چل کا پڑنا

زمانہ گذشتہ میں لوگ یہ قاعدہ سیکھ چکے تھے کہ جو شخص شہر کو فتح کرتا ہے اُس کو خوب لوٹتا ہے اُن کو خوف تھا کہ انگریز بھی اس قاعدہ سے مستثنٰے نہ ہوں گے اس سبب سے گورنر جنرل نے ۱۰- فروری ۱۸۴۶ء کو یہ اشتہار جاری کیا کہ امیروں و تاجروں و اہل پیشہ اور رعایا اور امرتسر اور لاہور کے باشندوں پر اعلان کیا جاتا ہے کہ آج کی تاریخ گورنر جنرل کی خدمت میں مہاراجہ دلیپ سنگھ حاضر ہوا اور اُس نے اپنی اور سکھ گورنمنٹ کی برٹش گورنمنٹ سے لڑنے پر پشیمانی ظاہر کی گورنر جنرل کو ہر طرح سے امید ہے کہ دونو گورنمنٹوں کے درمیان رشتہ اتحاد مستحکم ہو جائے گا لاہور اور امرتسر کے باشندے کسی طرح کا خوف انگریزی سپاہ سے نہ رکھیں گورنر جنرل نے پنجاب کے باشندوں کو یقین دلایا کہ اگر لاہور کا دربار راست بازی سے کام کریگا اور سپاہ خالصہ نے کوئی برٹش گورنمنٹ کا دشمنانہ مقابلہ نہیں کیا تو ان کی جان و مال آبرو سب طرح سے محفوظ

وسلامت ہے اور انگریزی سپاہ سے اُس کو بال برابر کھٹکا نہیں ہے وہ بخوف و خطرا پنے اپنے کاموں اور پیشوں میں مصروف رہے ؏

لاہور میں انگریزی سپاہ کے آنیکے لئے انتظام

اس اثناء میں راجہ گلاب سنگھ نے اپنے سخت احکام جاری کر دیئے کہ سبراؤن کی شکست کے بعد لاہور سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر سپاہ جو راے ونڈ میں مقیم ہے وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اس سپاہ کے پیادوں اور سواروں کی تعداد کا تخمینہ چودہ ہزار سے بیس ہزار تک کیا گیا تھا جس کے پاس ۳۵ توپیں تھیں۔ اور اسکے سپہ سالار تیج سنگھ اور راجہ لال سنگھ تھے لاہور میں قلعہ اور شہر کے دروازوں پر انگریزی مسلمان نجیبوں کی پلٹنیں متعین کی گئی تھیں اور اُن کو حکم تھا کہ کسی مسلح سکھ سپاہی کو شہر میں نہ آنے دیں ؏

لاہور میں انگریزی سپاہ کا پہنچنا

۲۰۔ فروری ۱۸۴۶ء کی صبح کو قدیمی شہر لاہور کے سامنے انگریزی سپاہ داخل ہوئی اور دوپہر کو سیامنیر کے میدانوں میں اُس نے اپنے خیمے ڈیرے جمائے مہاراجہ کی جلو میں انگریزی سپاہ کو مسٹر کیورٹن صاحب کوٹ تک لے گئے اور محل کے دروازہ سے الگ ہوئے۔ یہاں سے مہاراجہ کو راجہ گلاب سنگھ محل کے اندر لے گئے مسٹر کری صاحب نے مہاراج اور انکے وزراء سے یہ ارشاد فرمایا کہ گورنر جنرل کے حکم سے مہاراجہ کی جلو میں انگریزی سپاہ ان کو ان محلوں تک لائی ہے جہاں سے وہ اس خیال سے گورنر جنرل کی خدمت میں گئے تھے کہ برٹش گورنمنٹ کی اطاعت قبول کرنے کا اقرار کریں اور اپنے تئیں اور اپنی دارالسلطنت کو اور اپنے ملک کو گورنر جنرل کے سایہ عاطفت میں لائیں۔ گورنر جنرل نے اُن کو بحال کر کے پھر محل میں بھیجا ہے تاکہ مہاراجہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کی دوستی کی ایک علامت دکھلائیں۔ مہاراجہ محل میں داخل ہوئے اور اکیس توپیں سلامی کی سر ہوئیں ؏

گورنر جنرل کا اشتہار

جس محل میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کنبہ رہتا تھا اُس کے دروازہ اور کوٹ پر انگریزی سپاہ کا پہرہ

چوکی تھا۔ کوئی سکھوں کی سپاہ نہیں مقرر تھی۔ اس خیال سے کہ شہر کے باشندوں کو اعتبار ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ انگریزوں کا ارادہ لوٹ مار کرنے کا اور ایذا پہونچانے کا نہیں ہے یہ سخت احکام جاری کئے گئے کہ تا حکم ثانی کوئی یوروپین سوا اُن اہلکاروں کے جو سرکاری کام کے لئے بھیجے جائیں شہر کے نزدیک نہ نے پائیں اور ۲۲ فروری کو گورنر جنرل نے یہ اشتہار دیا جس میں ان واقعات کو جو واقع ہوئے تھے اور ان فتوح کو جو انگریزی سپاہ نے اپنے دشمنوں پر حاصل کیں تھیں بیان کیں۔ اور اس امر واقعی کو بڑے فخر و ناز سے بیان کیا کہ ساٹھ روز کے تھوڑے سے وقت میں چار لڑائیوں میں چیدہ چیدہ خالصہ سپاہ کو شکستیں دیں اور ان سے دو سو بیس توپیں چھینیں ان کی سپاہ عظیم میں سے ...۴۰ سپاہی باقی رہے اور اب ایک عہدنامہ لکھا جا رہا ہے کہ جس کی شرائط کے موافق برٹش اضلاع پر پھر کر رسالہ ایسے فتنے و فساد و حملے بغیر کسی اشتعال کے نہیں کرینگے ؎

لاہور میں بڑا دربار

۵ تاریخ کو لاہور میں گورنر جنرل نے بڑا ڈنر دیا کہ تمام افسر اور کمانڈر انچیف اور سر چارلس نیپر جو خود تھے ٹوسٹ کھائے گئے اور سپیچیں دی گئیں آپس میں ایک دوسرے کی مدح سرائی اور بعد کو سپاہ کی ثنا خوانی کی گئی۔ ہر چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ ہپ ہپ ہُرّے کا غل ایسا مچا تھا کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے ؎

عہدنامہ پر دستخط

۸۔ مارچ ۱۸۴۶ء کو برٹش گورنمنٹ اور لاہور دربار کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا اُس پر انگریزوں کی طرف سے مسٹر کرے صاحب اور میجر لارنس صاحب نے دستخط کئے۔ اور مہاراجہ کی طرف سے راجہ لال سنگھ اور سردار تیج سنگھ بھائی رام سنگھ دیوان دینا ناتھ و فقیر نور دین نے دستخط کئے۔ اس موقع پر سکھ سرداروں نے میجر لارنس کے نام مہاراجہ کی طرف سے ایک خط پیش کیا جس کا مضمون یہ پڑھا گیا کہ گورنر جنرل نے لاہور دربار کو اپنی مہربانی اور فیاضی کا یقین دلایا ہماری بڑی آرزو یہ ہے کہ جب گورنمنٹ یہ کوشش کرتی ہے کہ تمام معاملات کا بندوبست خاطر خواہ کرے اور یہ ضرور ہے کہ ہوشیار اور کارگزار افسر ایسی کیجائیں کہ پھر دوبارہ کوئی فتنہ و فساد نہ کھڑا ہو۔ اس لئے بعض برٹش رجمنٹیں مع توپخانوں اور افسروں کے لاہور میں سٹیٹ اور مہاراجہ اور شہر کے باشندوں کی حفظ و امان کے لئے رہیں ؎

گورنر جنرل کا دربار عہدنامہ کی تصدیق کے لئے

۹۔ مارچ کو اس عہدنامہ مصالحت کو شاہی خیمہ میں گورنر جنرل نے تصدیق کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اس کے ساتھ راجہ لال سنگھ و راجہ گلاب سنگھ و سردار تیج سنگھ اور بہت سے قریب اور سردار موجود تھے ۔ کمانڈرانچیف اور اس کا سٹاف اور سر چارلس نیپیر گورنر سندھ اور کل جنرل اور بریگیڈیر اور ہر ہندوستانی رجمنٹ کا ایک اعلیٰ افسر موجود تھا۔ گورنر جنرل ایک تخت پر اور مہاراجہ دلیپ سنگھ دوسرے تخت پر بیٹھے تھے عہدنامہ پر دستخط ہوئے اور اس کا نسخہ ایک دوسرے کو دیا گیا۔ گورنر جنرل نے سپیچ دیا جس کا ترجمہ سر کرے صاحب نے اہل دربار کو سنایا۔ اس سپیچ میں سر ہنری نے بار بار اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان دونوں گورنمنٹوں کے درمیان مصالحت اور موانست کا خواہاں ہے وہ چاہتا ہے کہ سکھ گورنمنٹ پھر ایسی قایم ہو جائے کہ وہ اپنی سپاہ کو قابو میں رکھ سکے اور اپنی رعایا کو حفظ و امان میں رکھ سکے۔ اور اپنے ہمسایہ کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھ سکے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دوستانہ پولیسی جو برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھی اس کی تعریف کی اور آیندہ کے لئے اس کے نمونے کی پیروی کرنے کی ہدایت کی۔ کونسل میں دانائی اور راست بازی سے عہدوں کے ایفا ہونیکی بڑے زور سے تمنا ظاہر کی انہوں نے بیان کیا کہ برٹش گورنمنٹ نہیں چاہتی کہ خصومت و عداوت و لڑائی جھگڑوں سے اپنی عملداری کو وسعت دے اور کسی طرح سے یہ نہیں چاہتی کہ دربار کے اندرونی کاموں میں مداخلت کرے دربار نے جو نہایت شوق سے یہ درخواست کی ہے کہ جب تک سکھ سپاہ کا از سر نو انتظام و بندوبست بموجب عہدنامہ کے ہو انگریزی سپاہ لاہور میں چھوڑ دیجائے اسکو میں نے منظور کیا ہے لیکن بطیب خاطر نہیں یہ سپاہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونے کے بعد لاہور میں نہیں رہے گی۔ پھر انہوں نے ارشاد کیا۔ کہ اگر دوستانہ امداد جو برٹش گورنمنٹ نے کی ہے دربار اس کو دانشمندانہ اور سچی کوششوں کے ساتھ پیروی کرے گا۔ تو سٹیٹ مرفہ حال ہوگی اور میں بھی اس کے ساتھ کام کرنے میں دریغ نکرونگا لیکن اگر انہوں نے اس میں غفلت کی تو پھر سٹیٹ کو برٹش گورنمنٹ کی امداد نہیں دیجائے گی ؟

اس سپیچ کے آخر ہونے کے بعد سرداروں نے شکریہ ادا کیا کہ گورنر جنرل نے اس کم عمر مہاراجہ پر جو عنایت و احسان کئے اور بہ قیمتی صلاح دی اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس کی پیروی کرنے کے لئے ہم آمادہ ہیں

شرائط عہدنامہ

عہدنامہ جو ۹۔ مارچ کو تصدیق ہوا اس کی شرائط صلح و صفات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں ٭

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اُس کے وارثوں اور جانشینوں کے درمیان ہمیشہ مصالحت اور موانست رہے گی ٭

دفعہ دوم مہاراجہ دلیپ سنگھ اپنے اور اپنے وارثوں اور جانشینوں کے تمام دعووں اور تعلقات سے دست بردار ہوتے ہیں جو اس کے اس ملک میں ہیں کہ دریائے ستلج کے جنوب میں واقع ہے اور عہد کرتے ہیں کہ اس ملک سے اور اس کے باشندوں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے ٭

دفعہ سوم مہاراجہ ہمیشہ کے لئے میدانی اور کوہستانی ملک کو جو دریا بیاس اور ستلج کے درمیان واقع ہے اور اس دوابہ کے تمام قلعوں اور ملکوں کی حکومت اور اپنے حقوق کو آنریبل کمپنی کو حوالہ کرتے ہیں ٭

دفعہ چہارم ان ملکوں کے حوالہ کرنے کے سوا برٹش گورنمنٹ لاہور کی سٹیٹ سے خرچ جنگ کا تاوان ڈیڑھ کروڑ روپیہ طلب کرتی ہے درصورتیکہ وہ ادا نہ کرے یا اس روپے کے ادا کرنے کی کوئی ایسی ضمانت نہ دے سکے جس پر برٹش گورنمنٹ کا اطمینان ہو تو مہاراجہ اُس کے عوض ایک کروڑ روپیہ ملک کی سلطنت ہمیشہ کے لئے آنریبل کمپنی کو دے گا اور یہ کوہستانی ملک دریا بیاس اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہوگا۔ جس میں کشمیر و ہزارہ داخل ہوگا۔ اس کے کل قلعے و ملک و حقوق یہ سب حوالہ کئے جائینگے ٭

دفعہ پنجم اسوقت یا عہدنامہ کی تصدیق سے پہلے پچاس لاکھ روپیہ مہاراجہ ادا کرے ٭

دفعہ ششم مہاراج معاہدہ کرتا ہے کہ لاہور کی سرکش سپاہ سے ہتھیار لے کر موقوف کر دیگا اور مہاراج یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت کے زمانہ میں پیدلوں کی رجمنٹوں کا جو نظام تھا اور جو تنخواہیں اُن کو ملتی تھیں اور جو اور قواعد تھے اُن کا پابند ہوگا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ جن سپاہیوں کو شرط مذکور کے موافق موقوف کریگا ان کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کرے گا ٭

دفعہ ہفتم اب سے لاہور سٹیٹ کی اپنی سپاہ کی تعداد یہ ہوگی پیادوں کی ۲۵ پلٹنیں جن میں ہر ایک میں آٹھ سو سپاہی ہوں گے اور بارہ ہزار اس تعداد پر بغیر منظوری برٹش گورنمنٹ کے اضافہ نہ ہوگا۔ اگر اس سبب سے اس سپاہ کی افزایش کی ضرورت کسی وقت میں ہوگی تو اس صورت کی توجیہ برٹش گورنمنٹ کے

روبرو بیان کرنی پڑے گی اور جب خاص ضرورت رفع ہو جائے گی تو بھی اپنی سپاہ کو اس قدر گھٹانا پڑے گا
جو اس دفعہ کے اوپر کے فقرہ میں بیان کی گئی ہے ۞

دفعہ ہشتم مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کو چھتیس توپیں حوالہ کرے گا جو انگریزی سپاہ پر چلائی گئی ہیں
اور ستلج کے دائیں کنارہ پر لگائی گئیں تھیں اور وہ سبراؤن کی لڑائی میں چھین جانے سے باقی رہی تھیں ۞

دفعہ نہم جن دریاؤں پر برٹش گورنمنٹ کا قبضہ رہے گا ان کا وہی محصول دریائی لے گی
ان کی تفصیل یہ ہے دریا بیاس اور دریا ستلج جو آگے بڑھ کر گراہ اور پنج نند کہلاتا ہے اور مٹھن کوٹ میں دریا
سندھ سے ملتا ہے اور دریا سندھ مٹھن کوٹ سے بلوچستان کی حد تک اپنے دریاؤں میں ملتا ہے جو لاہور کی
کشتیاں تجارت کی یا مسافروں کے لیجانے کی غرض سے چلیں گی۔ اس سے برٹش گورنمنٹ مزاحم نہیں ہوگی۔
دونوں ملکوں میں کشتیوں کے چلنے سے جو آمدنی ہوگی وہ بعد منہائی خرچوں کے آدھی آمدنی نقد لاہور گورنمنٹ
کو دیجائے گی اس دفعہ کی شرائط ان کشتیوں کی آمدنی سے متعلق نہیں جو دریائے ستلج کے اس حصہ پر ہوگی جو بہاولپور
اور لاہور کے درمیان واقع ہے ۞

دفعہ دہم اگر برٹش گورنمنٹ کسی وقت میں یہ چاہے گی کہ اپنی سپاہ کو مہاراجہ کی عملداری میں اپنی
عملداری کی سرحد کی حفاظت کے واسطے یا کسی دوست کی حمایت کے لئے لے جائے تو اس کی خاص اطلاع
دینے پر وہ لاہور کی عملداری میں گذرنے پائے گی اور ایسی صورت میں لاہور سٹیٹ کے افسروں کا یہ کام ہوگا
کہ اس کے واسطے سامان رسد اور دریاؤں کے عبور کرنے کے لئے کشتیاں بہم پہونچائیں اور برٹش گورنمنٹ
کشتیوں اور سامان کی قیمت ادا کرے گی اور جن لوگوں کا نقصان اس سپاہ کے گذرنے سے ہوگا اس کا
معاوضہ دے گی اور جن قطعوں میں یہ سپاہ گذرے گی وہ ان کے باشندوں کے مذہب کا ایسا پاس و لحاظ رکھیگی
کہ ان کا دل نہ دکھے ۞

دفعہ یازدہم مہاراجہ وعدہ کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی برٹش رعایا کو اور
یوروپ افریقہ و امریکہ کے باشندے کو نوکر نہیں رکھے گا ۞

دفعہ دوازدہم مہاراجہ گلاب سنگھ جموں نے لاہور کی سٹیٹ کی حسن خدمات کی ہیں جس سے لاہور اور
برٹش گورنمنٹ کے درمیان پھر رشتہ اتحاد محکم ہوا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ قبول کرتا ہے کہ پہاڑوں کے ان
ملکوں اور ضلعوں میں وہ اپنا آزاد راج رکھے جن کو برٹش گورنمنٹ نے جدا عہدنامہ کے موافق جو اس کے

اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا ہے دیا ہے یہ ملک راجہ کے قبضہ میں مہاراجہ کھڑک سنگھ کے عہد سے تھا اور برٹش گورنمنٹ بھی راجہ گلاب سنگھ کے حسن خدمات کے صلہ میں جو اُس نے برٹش گورنمنٹ کی کیں یا اُس ملک میں اُسکے آزادانہ راج کو منظور کرتی ہے اور اس کو ایک عہدنامہ سے جو برٹش گورنمنٹ سے ہوا ہے مستفید ہونے دیتی ہے ✤

دفعہ سیزدہم اگر لاہور سٹیٹ اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان کوئی فساد کھڑا ہو تو برٹش کی ثالثی سے فیصلہ کے لئے حوالہ کیا جائے وہ جو فیصلہ کرے اُسکے ماننے کا مہاراجہ اقرار کرتا ہے ✤

دفعہ چہاردہم برٹش گورنمنٹ کے بغیر اتفاق رائے لاہور کی عملداری کی سرحدیں تبدیل نہیں ہونگی

دفعہ پانزدہم لاہور سٹیٹ کے اندرونی انتظامات میں برٹش گورنمنٹ کوئی مداخلت نہیں کریگی لیکن ان تمام صورتوں اور حالتوں میں برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کی جائیگی تو گورنر جنرل اپنی صلاح و مشورہ سے مدد کرے گا اور لاہور گورنمنٹ کے نفعوں کے بڑھانے میں نیک صلاح دے گا ✤

دفعہ شانزدہم ہر ایک سلطنت کی رعایا ایک دوسرے ملک میں اس طرح آئے جائے کہ وہ معلوم ہو کہ دوست قوموں کی رعایا ہے ✤

یہ عہدنامہ ۹- مارچ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۰- ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ کو تصدیق ہوا-

۱۱- مارچ ۱۸۴۶ء کو لاہور گورنمنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کہ مہاراجہ کی ذات اور دار السلطنت کی حفاظت کے واسطے جب تک سپاہ کا دوسرا انتظام نہ ہو انگریزی سپاہ کا متعین کرنا ضرور ہے اس کے عہدنامہ میں ۱۱- مارچ کو یہ آٹھ دفعہ اور بڑھائی گئیں ✤

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ لاہور میں ۱۸۴۶ء کے آخر تک اتنی انگریزی سپاہ متعین رکھیگی جتنی گورنر جنرل کے نزدیک مہاراجہ کی ذاتی اور شہر لاہور کے باشندوں کی حفاظت کے واسطے اس عرصہ کے لئے کافی ہوگی جنمیں سکھ سپاہ کا از سر نو بند و بست لاہور کے عہدنامہ کے موافق ہو- اس سپاہ کا جو مطلب ہے اگر دربار کی رائے کے موافق پورا ہوگیا- تو سال کے ختم ہونے سے پہلے یہ سپاہ ایسے وقت میں واپس بلالی جائے گی جس میں اُس کو تکلیف نہ ہو- مگر وہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونیکے بعد لاہور میں نہیں رہیگی ✤

دفعہ دوم لاہور گورنمنٹ نے اسے منظور کرلیا ہے کہ لاہور میں انگریزی سپاہ جو ان مقامات

کے لیئے دفعہ مذکورہ بالامیں بیان ہوئے ہیں متعین ہوئی ہے وہ قلعہ اور شہر لاہور پر بالکل قابض ہوگی۔ اور شہر کے اندر سے لاہور کی سپاہ نکال دیجائے گی۔ لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ سپاہ مذکور کے سپاہیوں اور افسروں کے رہنے کے لیئے مکانات آسایش و آرام کے تجویز کردے گی۔ اور اگر یہ سپاہ اپنی چھاونیوں سے کہیں اور کام میں لائی جائے گی یا غیر ریاستوں میں بھیجی جاوے گی تو جو کچھ اس کا معمولی خرچ اس سبب سے برٹش گورنمنٹ کا ہوگا وہ اس کو ادا کر دیا جائیگا ؂

دفعہ سوم لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ وہ اپنی سپاہ کے از سر نو بند و بست کرنے میں بموجب شرایط عہدنامہ فوراً بڑے شوق سے مصروف ہوگی۔ اور اسمیں جو ترقی ہوتی جائے گی اور سپاہ کے رہنے کے لیئے جو مقامات تجویز ہونگے اس کی اطلاع ان حکام انگریزوں کو کرتی رہے گی جو لاہور میں متعین کیئے گئے ہیں ؂

دفعہ چہارم اگر دفعہ گذشتہ کے شرایط کے ایفا کرنے میں لاہور گورنمنٹ ناکام رہے تو برٹش گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ اپنی سپاہ کو جس وقت چاہے لاہور سے بلالے بغیر اس کے کہ سال جو دفعہ اول میں مخصوص کیا گیا ہے پورا ہو ؂

دفعہ پنجم جو ملک بموجب دفعات ۳ و ۴ عہدنامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ کو سرکار انگریزی کو دیئے گئے ہیں۔ اُن میں جو مہاراجہ رنجیت سنگہ و کھڑک سنگہ و شیر سنگہ کے رشتہ دار جاگیردار رہتے ہیں۔ اُنکے اصلی حقوق کے پاس و لحاظ کرنے کو سرکار انگریزی قبول کرتی ہے اور وہ تا حین حیات اپنی اصلی جاگیروں پر قابض رہینگے ؂

دفعہ ششم دفعہ ۳ و ۴ عہدنامہ لاہور کے موافق جو ملک سرکار انگریزی کو دیا گیا ہے اُس میں جو لاہور گورنمنٹ کی مالگذاری کی باقیات کارداروں اور ناظموں کے ذمے ہے اُسکے وصول کرانے میں حکام سرکار انگریزی سال حال ۱۹۰۲ بکرماجیت کی فصل خریف تک امداد کریں گے ؂

دفعہ ہفتم لاہور گورنمنٹ ۔ ۔ ۔ کو اختیار ہے کہ جو ملک مذکورہ بالا میں جن کی تخصیص دفعات بالا میں بیان کی گئی ہے تمام خزانے اور اسباب و مال سوا توپوں کے لیجائے اگر اسباب مذکور کے کسی حصہ کو سرکار انگریزی اپنے پاس رکھنا چاہے گی تو اُسکو اختیار ہے کہ وہ اس کو رکھ لے اور اس کی قیمت مناسب ادا کر دے اور سرکار انگریزی کے افسر لاہور گورنمنٹ کو اعانت اسباب کے اس حصہ کے فروخت کرنے میں

کرینگے۔ جسکو لاہور گورنمنٹ بیچنا نہیں چاہتی اور سرکار انگریزی اسکو رکھنا نہیں چاہتی۔

دفعہ ہشتم عہدنامہ لاہور گورنمنٹ مورخہ ۹ مارچ کے بموجب سرکار انگریزی اور سرکار لاہور کی مملکتوں کے درمیان حدود مقرر کرنے کے لئے دونوں گورنمنٹوں کی طرف سے کمشنر مقرر ہونگے۔

گلاب سنگھ کے معاملات

امرتسر میں ۱۵۔ مارچ ۱۸۴۶ء کو گورنر جنرل نے گلاب سنگھ کو حسب ضابطہ مہاراج کا خطاب عنایت کیا۔ اس کے شکریہ میں مہاراج نے ہاتھ جوڑکر بڑی گرمجوشی سے کہا کہ حضور کی ان عنایات اور احسانات کے سبب میں حضور کا زرخرید غلام ہوگیا۔ اور ۱۶۔ مارچ کو مہاراج گلاب سنگھ اور سرکار انگریزی کے درمیان یہ عہدنامہ ہوا۔

دفعہ اول مہاراجہ گلاب سنگھ کو اور اسکے ذکور وارثوں کو ہمیشہ کے لئے آزادانہ قبضہ اس تمام کوہستان ملک کا اسکے توابع کے برٹش گورنمنٹ حوالہ کرتی ہے جو دریا سندھ کے مشرق اور دریا راوی کے مغرب میں واقع ہے۔ اس میں چمبا داخل ہے مگر اس سے لاہول خارج ہے وہ اس ملک کا ایک حصہ ہے جو سرکار لاہور نے سرکار انگریزی کو بموجب دفعہ ۴ عہدنامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء دیا ہے۔

دفعہ دوم مشرقی سرحد اس خطہ کی جو بموجب دفعہ گذشتہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا ہے وہ کمشنر مقرر کرینگے جو اس کام کے لئے سرکار انگریزی اور مہاراجہ گلاب سنگھ مقرر کرینگے اور پیمایش کے بعد اس کی نسبت جدا معاہدہ ہوگا۔

دفعہ سوم مہاراجہ اور اسکے وارثوں کو بموجب دفعہ گذشتہ جو ملک دیا گیا ہے اس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگریزی کو پچہتر لاکھ روپیہ نانک شاہی ادا کرینگے اور پچیس لاکھ روپیہ بعد اس عہدنامہ کی تصدیق کے پہلی اکتوبر ۱۸۴۶ء سے پہلے دینگے۔

دفعہ چہارم کسی وقت میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے مملکت کی حدود بغیر سرکار انگریزی کی منظوری کے تبدیل نہیں ہونگی۔

دفعہ پنجم اگر گورنمنٹ لاہور اور مہاراجہ کے درمیان کوئی جھگڑا کھڑا ہو یا معاملہ پیش ہو یا کسی اور ہمسایہ کی ریاست سے لڑائی ہو تو اس کا فیصلہ کرنا برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا۔

دفعہ ششم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اور اس کے وارث اپنی کل جنگی سپاہ کو

انگریزی سپاہ کے ساتھ اس حالت میں شامل کرینگے کہ وہ پہاڑوں میں یا اُس کے ملک کے متصل کارزار میں مصروف ہو ❊

دفعہ ہفتم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ بغیر برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے وہ اپنی خدمت میں برٹش رعایا اور نیز یورپ اور امریکہ کی رعایا کو ملازم رکھے گا ❊

دفعہ ہشتم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ جو ملک اُسکو دیا گیا ہے اس میں وہ دفعات ۵ و ۶ و ۷ کو جو جدا ایک عہدنامہ میں لاہور دربار اور سرکار انگریزی کے درمیان لکھا گیا ہے ملحوظ خاطر رکھے گا ❊

دفعہ نہم اگر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ملک میں کوئی خارجی حملہ ہوگا تو سرکار انگریزی اُسکے ملک کی حفاظت میں مدد کرے گی ❊

دفعہ دہم مہاراجہ گلاب سنگھ نے برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ اور مرتفع ہونے کا اقرار کیا ہے پس اس اعتراف کے نشانی کے لیئے وہ برٹش گورنمنٹ کو نذرانہ میں یہ چیزیں دیا کرے گا ایک گھوڑا اور ۱۲ نہایت عمدہ نسل کی شالی بھیڑیں جن میں چھ نر چھ مادہ ہوں اور تین جوڑے کشمیری شال کے ❊

توپوں کا کلکتہ بھیجنا

کل ہندوستان میں ہندوستانیوں کے دلوں میں اس یقین دلانے کے لیئے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت نے بالکل اپنا سر انگریزوں کے قدموں پر رکھدیا ہے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ ڈھائی سو توپیں جو سکھوں کی ہم کو ہاتھ لگی ہیں وہ ایسی بڑی دھوم دھام اور کر و فر سے کلکتہ کو لاہور سے جائیں کہ اُن سے فیروزمندی کی حشمت و شوکت ظاہر ہو۔ فیروزپور سے کلکتہ تک جو چھاونی سڑک پر آئے وہاں سپاہ کی پریڈ ہو جب یہ توپیں کلکتہ میں آئیں تو وہ ڈپٹی گورنر جنرل کے ملاحظہ سے گذریں اور فورٹ ولیم سے بارکپور تک سپاہ کی صف بندی ہو ❊

خطابات کا عطا ہونا

جب انگلنڈ میں ان فتوح کا مژدہ پہونچا تو اس احسان مند ملک نے ان لڑائیوں میں جن افسروں

کاروبار نمایاں کئے اُن کا بڑا احترام کیا۔ سر رو برٹ پیل نے کامنس ہوس میں اپنی فصیح سپیچوں میں اس بہادر سپاہ کا جنہوں نے سر ہیو گاف اور سر ہنری ہارڈنگ و سر ہنری سمتھ کے ماتحت کاروبار عظیم خوفناک دشمن کے مقابلہ میں کئے تھے شکریہ ادا کیا اور ان کے ساتھ اور ممبر بھی شریک ہوئے۔ وزیر اعظم نے جو گورنر جنرل کی تعریف کی وہ اُسکے مستحق تھے۔ اپر ہوس میں لارڈ رپن کی سپیچوں کی ڈیوک ولنگٹن نے تائید کی اور گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کو پیر کا اور ہنری سمتھ علی وال کو بیرونٹ کا اور جنرل گلبرٹ کا خطاب عطا ہوا۔ جتنے سپاہی لڑائی میں شریک تھے اُن میں سے ہر ایک کو میڈل ملا اور بارہ مہینہ کا پورا بھتہ دیا گیا ہو

انتظام لاہور

سر جان لٹ ٹلر لاہور کی سپاہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے وہ بڑے بہادر تھے اس کام کے لئے سب طرح سے لایق تھے۔ لاہور میں رزیڈنٹ کرنیل ہنری لارنس کو گورنر جنرل نے مقرر کیا۔ کوئی دوسرا افسران سے بہتر اس عہدہ کے لئے نہیں تصور ہو سکتا تھا وہ بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند و عالی دماغ و دوربین مدبر تھے ڈپلومیٹک کاموں میں کامل اُستاد تھے۔ جنگ افغانستان اور نیپال کی رزیڈنٹی میں اپنے کارہائے نمایاں دکھا چکے تھے۔ اور آیندہ اُنہوں نے اپنی قابلیت اور لیاقت و عقل و دانش کے جوہر پہلے سے زیادہ دکھائے تھے جب وہ پنجاب میں آئے تو اُنہوں نے عہدنامہ کے مرتب کرنے میں فرزانگی کے ساتھ بڑی جد و جہد کی وہ لارڈ ہارڈنگ کے ساتھ ہم خیال اور سکھوں کے سرداروں کے ساتھ ہمدرد تھے اس لئے وہ برٹش گورنمنٹ اور سکھ گورنمنٹ کے درمیان ثالث بالخیر بننے کے لئے نہایت مناسب و موزوں تھے۔ رانی جنداں مہاراجہ کی والدہ نائب السلطنت تھی۔ اور وزیر اعظم لال سنگہ تھا جو بڑا وجیہہ اور خوش وضع تھا مگر بالکل نالایق تھا۔ سکھوں کے ایسے سرپرستوں کے ہونے سے گورنر جنرل کے دل میں یہ امید باقی نہیں رہی تھی کہ دوستانہ مصالحت سکھوں کی گورنمنٹ کے ساتھ جاری رہیگی ہو

کشمیر کا فساد

شیخ امام الدین کو جو صوبہ کشمیر کا دربار کی طرف سے حاکم تھا یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ اس صوبہ کا قبضہ و دخل راجہ گلاب سنگہ کو جب وہ اُس کو لینا چاہے حوالہ کرے لیکن اُس نے رانی اور لال سنگہ کی صلاح سے اول تو اس

کام میں التوا کیا اور پھر اُس کے کرنے سے انکار کر دیا۔ بہت سے کوہستانی سردار جو اپنے اس نئے حاکم کو ناپسند کرتے تھے اس سرکشی میں امام الدین کے ساتھ ہو گئے۔ اور راجہ گلاب سنگھ کے جوے کے تلے نہ آنے میں اپنا فائدہ سمجھتے تھے۔ غرض یہ سرکشی ایسی بڑھ گئی کہ اُس کے فرو کرنے میں برٹش امداد کی ضرورت پڑی لاہور کی سپاہ انگریزی جموں کی حفاظت کے لئے روانہ ہوئی چنانچہ ہفتے میں ہنری لارنس اس ناراض سپاہ کا سپہ سالار بن گیا۔ جو ابھی میدان جنگ میں انگریزوں کے ساتھ لڑ رہی تھی اور اس کو کشمیر اپنے ساتھ لے گیا چنانچہ انگریزی افسر اسکے ساتھ تھے۔ لارنس صاحب بیان کرتے ہیں کہ نصف درجن انگریزی افسروں کو اپنی مطیع کی ہوئی سرکش سپاہ کو دنیا کے دشوار گذار ملک میں ایسے سردار کے لئے جو پہلے وہاں حاکم تھا اور اب وہاں اُس کو لوگ دل سے باغی جانتے ہیں۔ اس زمین کے قبضہ دلانے کے لئے جو ان کے ملک کا جوہر درخشان ہے لے جانا ایک عجیب و غریب تماشا ہے۔ جب امام الدین نے اپنے رقیب کی اس زبردست کمک کو دیکھا تو خوف کے مارے وہ خود لارنس صاحب کے پاس آگیا۔ جیسا لارڈ ہارڈنگ نے فرمایا کہ وہی سرداروں کی سپاہ جو کل ہمارے ملک پر حملہ کرتی تھی آج انگریزی افسروں کی ہدایت سے عہدنامہ کی اس شرط کو پورا کرنے میں تحسین کے قابل کام کر رہی ہے جو ان کو سب سے زیادہ ناگوار تھی سپاؤں کی اٹھارہ مہینے کے اندر ہی ان سکھ سپاہیوں نے دو تین انگریزی افسروں کی ماتحتی میں اس سردار کو جس سے اُن کو دلی نفرت اور آزردگی تھی اپنے ملک کے سب سے زیادہ زرخیز صوبہ دلا دینے میں کام پورا کیا۔ گلاب سنگھ کا اپنے ملک پر پورا تسلط ہو گیا تو ہنری لارنس صاحب لاہور آئے اُن کو امام الدین نے تین اصل پروانے دئے تھے۔ جس میں لال سنگھ نے شیخ امام الدین کو ہدائتیں لکھی تھیں کہ وہ گلاب سنگھ کا مقابلہ کرے اور کشمیر کے افسروں اور سپاہیوں کو لکھا کہ شیخ امام الدین کے احکام کی تعمیل کریں ؛

لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن جس میں پانچ انگریزی افسر تھے۔ مسٹر فریڈرک کرے فورین سکرٹری اس کے صدر انجمن تھے اور تین سکھ افسر تھے اس کمیشن کے روبرو جو لال سنگھ پر الزامات لگائے گئے تھے وہ پوری طرح ثابت ہوئے وہ اپنے عہدہ وزارت سے معزول ہوا۔ اور دو ہزار روپیہ ماہوار پنشن پر مجبور دریا شہر بنارس میں جلا وطن ہوا۔ اس سزا پر وزیر عورتوں کی طرح رویا پیٹا ؛

انتظام گورنمنٹ لاہور

اب ضروری سوال یہ پیش ہوا کہ پنجاب کی گورنمنٹ کا کام کس طرح جاری کیا جائے ایک بڑا جو تجربہ
کیا گیا تھا۔ اُسمیں چند مہینے بعد ناکامیابی ہوئی اب ایک دوسرے تجربہ کی آزمائش ہونی چاہیئے تھی لارڈ ہارڈنگ
کی یہ امید باقی نہ رہی کہ پنجاب میں ہندوستانی حکومت کی کمزوری کو دور کردیں۔ مہاراجہ کی عمر نو برس کی تھی۔
گورنر جنرل راج کو خود سر مہاراجوں اور خراب یا نالائق افسروں سے بچانا چاہتا تھا اُس نے سکھوں کے سب
سرداروں کو بلایا کہ وہ ان شرائط کو سوچیں کہ جن کے موافق برٹش سپاہ کی محافظت اور برٹش رزیڈنٹ کے
صلاح و مشورہ مستعار دیئے جائیں۔ ۱۶۔ دسمبر کو باون سردار سکھوں کی ایک سنجیدہ مجلس میں اس مطلب کے
لیئے جمع ہوئے کہ مسٹر فریڈرک کرے اور کرنیل لارنس سے اس نئے عہدنامہ کے مقاصد پر بحث کریں جو مارچ کے عہدنامہ
سابق کے انتظامات پر فایق ہوگا۔ ایسا اتفاق آرا ئے شاذ و نادر ہوتا ہے جو اس بات پر ہوا کہ کونسل اوف
ریجنسی قایم کی جائے میر مجلس مدارالمہامی اور اسکا رہنما اور ہادی برٹش رزیڈنٹ ہو اور وہ سب پر غالب ہو بجائے
اس کے کہ نالائق رانی نائب السلطنت ہو اور اپنے پسند کے وزیر سے مدد لے۔ اس نئی کونسل میں آٹھ سردار
ہوں جن کی موقوفی صرف گورنر جنرل کی منظوری سے ہو وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ایام نابالغی میں سلطنت
کے کاموں کو رزیڈنٹ کی نگرانی میں انجام دیں اور رزیڈنٹ ہر کارخانے و ڈپارٹمینٹ اور سررشتے و معاملے
و مقدمے میں وسیع الاختیار ہو اور یہ بھی سب ارباب مجلس نے منظور کیا کہ پنجاب میں جو انگریزی سپاہ متعین ہے
اس کے خرچ کے لئے بائیس لاکھ روپیہ سالانہ خزانہ لاہور سے ادا ہوا کرے اس انتظام میں سب سے زیادہ
سکھ سرداروں نے اس بات کو پسند کیا کہ نائب السلطنت رانی کے کل اختیارات کرنیل لارنس کے ہاتھ
میں منتقل ہو جائیں۔ اُنہوں نے خود درخواست کی کہ رانی اپنے عہدہ سے موقوف کی جائے اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ
سالانہ اُس کی پنشن مقرر کی جائے۔ اس پنشن کو وہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے گورنر جنرل کے حکم سے
کرنیل لارنس صاحب بالکل پنجاب کا فرمانروا خودمختار ہو گیا جسکو ایسے وسیع اختیار دیئے گئے کہ وہ جو چاہے
معاملات اندرونی و بیرونی میں کام کیا کرے۔ ۲۶۔ دسمبر کو بھرووال میں اس نئے عہدنامہ کے ہونے پر جو
مہاراجہ دلیپ سنگھ اور لارڈ ہارڈنگ کے درمیان ہوا۔ توپوں کی سلامی ہوئی بعض سننے والے یہ جانتے
تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سلطنت کی وفات پر یہ ماتمی توپیں ایک ایک منٹ کے وقفے سے چھوٹ رہی ہیں

شرائط عہدنامہ بھیروں وال مورخہ ۱۶- دسمبر ۱۸۴۶ء

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور لاہور سٹیٹ کے درمیان جو ۹- مارچ ۱۸۴۶ء کو عہدنامہ لکھا تھا وہ بدستور سابق برقرار اور قایم رہیگا اور دفعہ ۱۵ کا ایک فقرہ چند روز کے لئے تبدیل ہوگا ؛

دفعہ دوم ایک برٹش افسر کو اور اس کے اسسٹنٹوں کے گورنر جنرل مقرر کرے گا کہ وہ لاہور میں رہیں ان افسروں کو پورا اختیار ہوگا کہ سٹیٹ کے ہر کارخانہ اور سررشتہ کے کل معاملات میں اپنی حکومت اور غلبہ رکھیں ؛

دفعہ سوم سب طرح سے توجہ اسپر کی جاے گی کہ انتظام اس طرح کیا جائے کہ رعایا کے دل نہ دکھیں۔ قومی قوانین آئین و دستور رسوم اور سب جماعتوں کے حقوق قایم رہیں ؛

دفعہ چہارم انتظام کے طریقہ اور جزئیات میں تبدیلیاں نہیں کی جائینگی الا جب لاہور گورنمنٹ کے واجب الادا کاموں کے لئے ان کی ضرورت پڑے گی تو ہندوستانی افسر ان جزئیات کا انتظام کریں گے جو بالفعل کونسل ریجینسی مقرر کرے گی جس میں امرا و سردار ممبر ہیں اور وہ برٹش رزیڈنٹ کی کارفرمائی کے موافق فرمان بردار رہیں ؛

دفعہ پنجم کونسل ریجینسی کے اول یہ ممبر مقرر ہونگے۔ سردار تیج سنگھ سردار شیر سنگھ اٹاری والا دیوان دینا ناتھ فقیر نور دین و سردار رنجیت سنگھ کلو والا سردار ریخور سنگھ مجیٹھیہ بھائی بدھان سنگھ سردار عطر سنگھ۔ سردار شمشیر سنگھ سیندھیان والا۔ ان ممبروں کی تبدیلی برٹش رزیڈنٹ کے حکم کے بغیر نہیں ہوگی جو گورنر جنرل کے احکام کے موافق کام کریگا ؛

دفعہ ششم کونسل ریجینسی اس طرح سے انتظام ملکی کرے گی کہ وہ برٹش رزیڈنٹ سے صلاح مشورہ لے کر معاملات کو خود فیصلہ کرے رزیڈنٹ کو کل اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر کارخانے اور سررشتہ میں جو چاہے کارفرمائی کرے اور اپنا غلبہ رکھے ؛

دفعہ ہفتم مہاراج کی ذات کی محافظت اور ملک کے امن و عافیت کے لئے لاہور میں حسب مقدار حسب زور و تعداد کی سپاہ کو گورنر جنرل مناسب جانے وہ رکھی جاے ؛

دفعہ ہشتم گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ لاہور کی مملکت میں جس قلعہ و جنگی مقام میں چاہے

انگریزی فوج کو رکھے جس کے رکھنے کی ضرورت برٹش گورنمنٹ کو واسطے سلطنت کی سلامتی اور ملک کی امن و عافیت کے لئے معلوم ہو ✽

دفعہ نہم برٹش گورنمنٹ کو لاہور سٹیٹ بائیس لاکھ نانک شاہی روپے کھرے سالانہ ادا کرے یہ روپیہ اس طرح دو قسطوں میں ہر سال ادا کیا جائے کہ ۱۳ - لاکھ بیس ہزار روپیہ مئی یا جون میں اور ۸ لاکھ اسی ہزار روپیہ نومبر یا دسمبر میں ✽

دفعہ دہم مہارانی والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اپنے اور اپنے وابستوں کے خرچ کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ دیا جائے اُس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے خرچ کرے ✽

دفعہ یازدہم اس معاہدہ کی تمام دفعات پر عملدرآمد مہاراج کی ایام نابالغی میں ہوگا اور جب اُن کی عمر ۱۶ - برس کی سمبت ۱۹۰۶ء میں ہو جائے گی تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا اور دربار اور برٹش گورنمنٹ کو اطمینان ہو جائے گا کہ مہاراجہ کی گورنمنٹ کے سنبھالنے کی اُس کو ضرورت نہیں ہے ✽

جان لارنس صاحب

لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات میں ہنری لارنس کا چھوٹا بھائی جان لارنس صاحب بھی شریک تھا وہ بنگال کے حکام متعہدین بڑے نیک نام قابل و جفاکش افسر مشہور تھے - سکھوں کی لڑائی کے شروع ہونے سے چند ہفتے پہلے لارڈ ہارڈنگ دہلی میں تشریف لائے تھے تو اُن کی ملاقات جان لارنس سے ہوئی تھی وہ اسوقت دہلی کے مجسٹریٹ و کلکٹر تھے - جب لڑائی شروع ہو گئی ہے تو جان لارنس نے اس کے لئے بار برداری اور اسباب رسد کے بہم پہونچانے میں بڑی جد و جہد کی تھی - سب قسم کے آدمیوں پر اُنہوں نے اپنا اثر ایسا ڈالا تھا کہ گاف صاحب کے پاس سارا سامان رسد حرب و ضرب پہونچ گیا جس کے سبب سے فتح نمایاں سبراؤں میں حاصل ہوئی - غرض لارڈ ہارڈنگ جان لارنس کی فراست و کیاست و لیاقت سے دہلی کی ملاقات سے اور ان کا روبار نمایاں کرنے سے واقف ہو گئے تھے اُنہوں نے جان لارنس صاحب کو پنجاب کا نیا ملک جو جالندھر کا دوابہ ہاتھ آیا تھا اُس کا کمشنر مقرر کر دیا کہ وہ ان جنگ جو سکھوں پر جو شائستگی اور تہذیب سے دور ہیں حکمرانی کریں ✽

انتظام دوابہ جالندھر

یہ نیا کمشنر امرتسر میں لارڈ ہارڈنگ سے مل کر اپنے کام میں مصروف ہوا وہ بندوبست میں بڑا تجربہ اور کامل استعداد خداداد رکھتا تھا۔ اس نے چند انگریزی افسروں اور ہندوستانی اہل کاروں کی مدد سے اس نئے صوبے میں انتظام کو پہلے سے بہتر کیا۔ حقیت آراضی کی خوب تحقیقات کی۔ از سر نو جمع ایسی شرح سے تشخیص کی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے ہلکی تھی۔ زرمالگذاری نقد لیا جاتا تھا۔ اس کا جنس میں ادا کرنا موقوف کیا گیا اور مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے حقوق موجودہ بڑی کاوش اور تحقیق سے قلمبند کیئے گئے۔ کمشنر صاحب نے منتظم پولس مقرر کیا۔ جس کا خرچ کم تھا۔ تجارت کے پاؤں میں جو پہلے بیڑیاں پڑی تھیں وہ کاٹ ڈالیں۔ سڑکیں اور پل اور مفید عمارت تعمیر کرانی شروع کیں۔ عدالتیں مقرر کیں اہل مقدمہ کا خرچ کم ہوتا تھا فوجداری کا ضابطہ ایسا بنا دیا کہ جس کا سمجھنا آسان تھا اور اسکے قاعدوں پر عمل کرنا سہل تھا۔ غرض اس طرح کا عام پسند انتظام کیا کہ گھر گھر میں جان لارنس صاحب کا نام ہر شخص کی زبان پر تھا ؎

انتظام ایں روئے ستلج

ایں روئے ستلج کے اضلاع کے پولیٹکل انتظامات میجر میک سن کو سپرد ہوئے وہ بڑے لایق افسر تھے۔ انہوں نے بڑے ایچ پیچ کے معاملات طے کیئے اور سرداران محروسہ کے ساتھ نہایت عمدہ برتاو برتا۔ پنجاب میں اسوقت گورنمنٹ کے بڑے لایق افسروں کا مجمع تھا۔ جس نے پنجاب کے مردہ انتظاموں کو زندہ کر دیا۔ پنجابیوں کے حقوق و دستور و رسم و رواج میں کوئی بے ضرورت مداخلت نہیں کی گئی۔ اور زبردستوں کو زیردستوں کے زور ظلم سے بچا لیا۔ قدیمی بندوبست اور مالگذاری اور عدالتوں کے انتظام کو درست کیا۔ کھیتوں میں بیگار کام کرنے کو موقوف کیا جمع آراضی کی تخفیف کر دی کاشتکاروں کو فصل کی پیداوار بڑھانے کے لیئے ہمت بندھوا دی۔ ستی و بچہ کشی و بچوں کی دزدی و بردہ فروشی پر سخت ضرب لگائی۔ سب قسم کے آدمیوں کے ساتھ لارنس اور اسکے انگریزی اسسٹنٹوں نے ازادانہ ملکر رعایا کے دلمیں برٹش گورنمنٹ کا اعتماد اور احترام پیدا کیا۔ رعایا اپنے دکھ درد کو بے تکلف دوستوں کے طور پر انکے سامنے بیان کرنے لگی اور سمجھنے لگی کہ وہ آدمیوں کے درمیان بڑے انصاف کرنے والے ہیں ؎

برٹش گورنمنٹ کا اثر پنجاب پر

۱۸۴۷ء کے ختم ہونے سے پہلے لارنس صاحب نے رپورٹ بھیجی کہ سپاہ موقوف شدہ میں سے زیادہ تر سپاہی عافیت پیشہ ہو گئے ہیں اور زراعت پیشوں پر برٹش اثر بہت اچھی طرح اپنا کام کر رہے ہیں محل کے اندر سازشیں آسودگی عامہ کے برخلاف ہو رہی ہیں بہت سے آدمی یہ سوچ رہے ہیں کہ رزیڈنٹ کو ٹھکانے لگائے۔ بے چین مہارانی کی عداوت و نفرت اُن لوگوں سے جنہوں نے اُس کے عاشق زار کو نکالا ہے اور اُسکو سلطانی اختیارات سے محروم کیا ہے کسی طرح سے نہیں جاتی اس نے تیج سنگھ پریسیڈنٹ کونسل مہاراج کو قربانی کا بکرا بنایا ہو۔ اگست تیج سنگھ کی راجہ ہونے کی تقریب میں سکھ سرداروں اور انگریزی افسروں کا مجمع ہوا۔ اُس کو ایک گھنٹہ تک اس رسم کے ادا ہونے کے لئے بیفائدہ انتظار کرنا پڑا۔ مہاراجہ کے آنے میں دانستہ التوا کیا گیا۔ نوجوان مہاراجہ نے اپنی ماں کے بہکانے سے تیج سنگھ کے ماتھے پر راجگی کا تلک لگانے کے لئے انکار کیا تو ایک گرو نے اُس کی پیشانی پر تلک لگایا۔ پس رانی نے جو راجہ کی یہ بڑی حقارت کی اُس نے رانی صاحبہ کی ساری سازشوں کا خاتمہ کر دیا۔ مہاراجہ کے پاس سے جو رانی کے ساختہ پرداختہ رفیق رہتے تھے وہ اور خود رانی صاحبہ جدا کئے گئے اور لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے تبدیلی کی طرح پر شیخاپور میں جو لاہور سے پچیس میل تھا بھیجی گئیں کام کی کثرت سے ہنری لارنس اپنی صحت کی درستی کے لئے شملہ تشریف لے گئے اور اپنے بھائی جان لارنس کو اپنی جگہ چند مہینے کے لئے کام کرنے کیواسطے مقرر کر گئے ہیں

انگریزوں کے برخلاف سازشیں اور مذہبی بلوے

جس وقت بنگال کی سپاہ ستلج پر لڑ رہی تھی ۱۸۴۶ء کے شروع میں ایک بھاری سازش برٹش گورنمنٹ کے خلاف پٹنے اور دانا پور میں ہو رہی تھی اس سازش کا اصلی حال کہیں نہیں تحقیق ہوا صرف محققوں نے اپنے قیاسات ہی لڑائے کسی نے کہا کہ وہ دہلی کے پادشاہ کے اغوا سے ہوتی تھی کسی نے کہا کہ سکھوں نے خود کی تھی۔ دیناپور کی سپاہ کو رشوت دینے کے لئے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔ کہ وہ بغاوت اختیار کریں۔ مگر اس سپاہ نے اپنی قسمت۔ جی کو پنجاب میں دیکھ کر یہ رشوت نہیں لی۔ کرنیل کروفٹ نے اس سازش کے سرغنوں کو گرفتار کر کے دو کو موت کی سزا دی ہو

ان مقدمات کی تحقیقات میں یہ معلوم ہوا کہ یہ کہانیاں بن رہی ہیں کہ گورنمنٹ ایسی تدبیریں

کر رہے ہیں کہ ہندو مسلمان کے مذہب اور رسم و رواج کو دور کرکے عیسائی بنالے۔ اس کا یقین احمق لوگوں کو اس سبب سے آتا تھا کہ گورنمنٹ نے ضروری تبدیلیاں قدیمی قانون وراثت میں کیں تھیں اور گورنمنٹ اسکولوں کے نوجوان تعلیم یافتوں کے لئے سرکاری نوکریوں کے ملنے کا حکم دیا تھا اور غلامی و بچہ کشی اور ستی ہونے کی موقوفی بڑی سرگرمی سے گورنمنٹ کر رہی تھی بنگال نے جیل خانوں میں کھانے کا انتظام بھی قیدیوں کے لئے نیا کیا تھا اور پٹنہ کا مجسٹریٹ ضلع میں ایک قسم کی مردم شماری کر رہا تھا جس میں ذاتوں اور مذہبوں پیشوں کی تفریق ہوتی تھی۔ مولوی و پنڈت جاہلوں اور سپاہیوں کو سمجھاتے تھے کہ یہ سب سامان ہندوستان میں ذات اور مذہب مٹانے کے لئے ہیں اس لئے کہ یہ خیالات واہیہ رعایا کے دل سے دور ہوں ڈپٹی گورنر بنگال نے یہ اشتہار دیا کہ جو حکایتیں مشہور ہو رہی ہیں اور رعایا کے دلوں کو بے چین کر رہی ہیں وہ بالکل جھوٹی ہیں۔ شریر آدمی جو گورنمنٹ انگریزی سے نفرت و عداوت رکھتے ہیں وہ ایسی جھوٹی افواہیں گورنمنٹ کی نسبت اڑا رہے ہیں جس کا ارادہ ہرگز ہی نہیں ہوگا کہ کسی فرقہ کی مذہبی رسوم و رسم و رواج میں مداخلت کرے ہر فرقہ کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے موافق اپنے خدا کی عبادت کرے۔ یہ اشتہار نہایت دانشمندانہ سچا تھا مگر رعایا اسکو بالکل صحیح نہیں جانتی تھی انگلش کسی مذہب میں کبھی مداخلت نہیں کرتے تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ ان کے مذہبی رسم ستی ہونے کی موقوف ہوکر فوجداری کا جرم قرار پایا تھا۔ انسان کی قربانی چڑھانے کی رسم تلوار کے زور سے موقوف کی گئی تھی ٭

لاہور میں سنہ ۱۸۴۶ء میں اور ٹھٹی والی میں اسی سال میں اور جالندھر میں سنہ ۱۸۴۸ء میں مذہبی بلوے ہوئے تھے لاہور میں ایک توپخانے کے سپاہی نے جو احکام سرکار کا پابند زیادہ اس ملک کے رسم و رواج سے تھا چند گاؤں کو زخمی کیا جس پر ہندو ایسے برافروختہ خاطر ہوئے کہ انگریزوں پر اینٹ پتھر مار کر گاؤں کے زخمی ہونے کا عوض لینا چاہا۔ دکانوں کی ہڑتال کر دی۔ انگریز افسروں کے خاص کر کرنیل لارنس کے تحمل و بردباری نے ایک رات میں اس بلوہ کو مٹا دیا اور دکانیں پھر کھل گئیں۔ اس بلوہ کے سرغنوں میں سب سے زیادہ اغوا کرنیوالے ایک برہمن کو پھانسی دی گئی۔ جولائی سنہ ۱۸۴۷ء میں جالندھر میں بھی عیسائی و مسلمان گاؤ خواروں کے برخلاف ہندوؤں نے ایک ہنگامہ برپا کیا۔ کمشنر صاحب نے شہر کے باہر مسلمانوں کے لئے الگ گائے قصابوں کی دکانیں کھلوا دی تھیں۔ جہاں کچھ ہندوؤں کے دلوں کو صدمہ نہیں پہونچتا تھا۔ بنیوں نے دھمکایا کہ ہم دکانیں بند کرتے ہیں ان کی اس دھمکی کی شنوائی نہیں ہوئی تو انہوں نے دکانیں بند کر دیں۔ بازار بند

میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سپاہی جو انتظام کے لیئے بھیجے گئے اُن کے ساتھ بھی بُرا سلوک کیا گیا اور خود
جان لارنس پر اینٹ پتھر پھینکے۔ اتنے میں سپاہ آگئی تو اُس نے بلوہ کرنے والوں کو پراگندہ کیا۔ ہندؤں نے
کئی روز تک ہڑتال رکھی۔ کمشنر نے جب اور جگہ سے اناج منگا کر ڈھیر لگائے تو بنیوں نے دکانیں کھولیں
سنہ ۱۸۴۶ء میں مشنریوں کی کوشش سے بہت دہلی میں ہندو بہت عیسائی ہو گئے تھے ہندؤں
نے اُن عیسائیوں کے گھر لوٹ لیئے جنکے مقدمات عدالت میں دایر ہو کر فیصل ہوئے ۞

مشرقی و مغربی تہذیب کی لڑائی

بارہ سال سے بیشک مشرقی و مغربی خیالات اخلاقی و مذہبی و پولیٹکل میں براہ راست یا بالواسطہ جنگ
ہو رہی تھی۔ ہندوستانیوں کی حسد اور انگلش کی دانائی سے جو پرانی مزاحمتیں پیدا ہوئی تھیں وہ اصلاح
کی حرکت کے طوفان سے ایک ایک کر کے اٹھتی جاتی تھیں مصلحین عظیم اور اُن کے دوستوں کی تعداد
اس قدر بڑھتی جاتی تھی۔ کہ اُن کی ذات کے اچھے یا برے اثر سے اصلاحوں کا ایک طوفان برپا تھا۔ عدل گستر
مدبران ملکی بن ٹنگ اور ہارڈنگ اور برڈ اور لارنس نے ہندوستانیوں کی معاشرت کی ان رسوم پر بڑا
صدمہ پہونچایا جو اُن کے اخلاق پر صدمہ پہونچاتی تھیں اُنہوں نے جہالت و اوہام باطلہ سے لڑائی اس طرح
شروع کی کہ اسکول قایم ہو گئے۔ جہاں یوروپ کی سائنس کی تعلیم بذریعہ انگریزی زبان کے ہوتی تھی۔ اور
انگریزی علم ادب سکھلایا جاتا تھا۔ گرم جوش مشنریوں نے جیسے کہ ڈاکٹر ڈف تھے اپنے اسکول قایم کیئے
جس میں عیسائی مذہب کی تعلیم ہوتی تھی اور اسکے ساتھ وہ علوم بھی سکھائے جاتے تھے جو مغرب سے نئے
آئے تھے۔ یہاں وہاں بعض گورنمنٹ کے افسروں نے بازار اور چھاونیوں میں عیسائی بنانے کی کوشش
کی جو دانائی سے بعید تھی ۞

لایق اخبار نویسوں نے بھی ہر تدبیر جو اُن کی نظر میں ہندوستانیوں کو روشن ضمیر بناتی تھی اپنی قلموں
کو گھسنا شروع کیا اور اعلیٰ درجہ کی تہذیب کی ترقیوں کی توضیح کرنے لگے ہندوستان کے بہت سے حصوں
میں ہندوستانیوں میں ایک عقلی تحریک ہو رہی تھی کہ وہ اپنے انگلش بانیوں کی کوشش وسعی میں مدد دیں جو
انگریزی یا دیسی زبان کے اسکول بالکل یا بالجبر حب خیر ہندوستانیوں کے روپیے سے قایم ہوتے تھے۔
نوجوان گورنمنٹ اسکولوں سے تازہ تعلیم پا کر نکلتے تھے وہ خود اسکول قایم کرتے تھے۔ تاکہ اُن کے جاہل

ہموطنوں کو فائدہ پہونچے۔ بمبئی کی لائبریری کے لئے ایک ہندوستانی راجہ نے بڑا چندہ بھیجا۔ ہندوستانی خود اخبار لکھتے تھے جنہیں سے کم یا زیادہ لیاقت سے معاملات موجودہ پر آزادانہ بحث کرتے تھے۔ جس میں شاذ و نادر ہی کوئی مخش بات سرکار کی بدخواہی کی ہوتی تھی۔ کچھ ہندو بھی سمجھتے کہ اُن کی عورتوں پر جو جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسکو دور کرنا چاہتے تھے اور نیا علم جو اُن کو حاصل ہوا تھا وہ عورتوں کے دلوں میں بھی جانشین کرنا چاہتے تھے ۔

لارڈ ہارڈنگ کے رفاہ عام کے کام

جب لارڈ ہارڈنگ نے سرزمین ہند میں قدم رکھا اُنہوں نے اپنی اس سلطنت کی تمدنی بہبودی کے بڑھانے میں مختلف طرح سے کوشش کی۔ اُنہوں نے ۱۱ اکتوبر ۱۸۴۴ء کو یہ حکم جو قابل یاد رکھنے کے ہے جاری کیا۔ کہ سرکاری اعلےٰ درجہ کی نوکریاں ان ہندو امیدواروں کو ملا کریں جو دیسی یا گورنمنٹ اسکولوں کے نوجوان ہندوستانی تعلیم یافتہ ہوں اور اپنی اخلاقی و عقلی تعلیم میں کامیاب ہوئے ہوں اور ادنےٰ درجہ کی نوکریوں کے امیدواروں میں ہندوستانی جو لکھ پڑھ سکیں۔ ان کو ان پڑھ امیدواروں پر ترجیح دیجائے وہ ہندوستانیوں کی تعلیم میں کوشش اس لئے کرتے تھے کہ وہ اپنے سچے دل سے یقین کر لیتے تھے کہ علم سے قومی ترقی ہوتی ہے۔ اُن کی یہ بڑی دانشمندانہ خواہش تھی کہ عوام تحصیل علم میں بقدر اپنی ضرورتوں کے سعی کریں۔ غالباً اس سے سرکاری خدمات میں بھی فایدہ پہونچے گا۔ جب کوئی ہندو عیسائی ہو جاتا تھا تو اُس کو ہندو محروم الارث کر دیتے تھے۔ لارڈ ہارڈنگ نے قانون وراثت میں ایسی ترمیم کر دی کہ اگر کوئی ہندو یا مسلمان عیسائی ہو جائے تو وہ اپنے حقوق اور وراثت سے محروم نہ ہو۔

اسی زمانہ میں انگریزی اثر سے جو انسانیت پھیلی تھی وہ اپنے نیک ثمر ہندوستانی ریاستوں میں بھی لا رہی تھی۔ ۱۸۴۷ء میں نوجوان مہاراجہ سیندھیا کی عملداری میں ستی کا ہونا اور بردہ فروشی کا ہونا موقوف ہوا۔ نظام نے بھی احکام جاری کر دیے کہ کوئی عورت اُس کی عملداری میں ستی نہ ہو۔ جے پور کی کونسل نے بھی دختر کشی سے ازالی کا اشتہار دیدیا۔ اس کے انسداد کے لئے بھاری نذرانہ لینا موقوف کر دیا جو شادی بیاہ ہونے میں لیا جاتا تھا۔ اس سبب ہندوؤں میں دختر کشی کا عام رواج تھا وہ ترک کیا گیا اُن کو سکھایا گیا کہ لڑکیوں کو کنوارا رکھنا بے عزتی ہے بچوں کا چرانا اور

بیچنا غلامی کے لیئے یا کسی بنانے کے واسطے جے پور کی کونسل نے بالکل بند کر دیا۔ جہالاوار میں زندہ آدمیوں کا جلانا یا زمین میں گاڑ دینا بالکل منع کیا گیا۔ لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں اور چھوٹی چھوٹی باتیں صلاح کی ہوئیں ۱۸۴۷ء میں اُنہون نے حکم جاری کر دیا کہ اتوار کو کوئی سرکاری کام نہ ہوا کرے اُس کی تقلید سکھوں کے دربار نے بھی کی کہ وہ کونسل اور دربار کا جلسہ اتوار کو نہیں کرتے تھے کشمیر میں گلاب سنگہ نے انگریزی خیالات کے موافق ایسے احکام جاری کیئے کہ اُس کی رعایا بھی انگریزی رعایا کے مماثل ہو جائے۔ اُس نے اشتہار دیا کہ اس کی کل مملکت میں عبادت کرنے کی آزادی ہے۔ ستی ہونا و بردہ فروشی کا ہونا و بچہ کشی کا کرنا جرایم میں داخل ہیں۔ اس نے اپنے تئیں رحم دل اور دانشمند فرمانروا ثابت کیا۔ لیکن راجہ ترانکور انگریزوں کے سارے نیک کاموں کی تقلید میں سب پر سبقت لے گیا ❊

کھانڈ قوم میں انسان کی قربانی کا بند ہونا

ہم نے لارڈ ڈاک لینڈ کے عہد حکومت میں کھانڈ قوم کی انسان کی قربانی کرنے کا ذکر بالاجمال کیا ہے اب یہاں بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔ ملک اڑیسہ میں ایک بڑا دریا مہاندی ہے اُس کے جنوب میں گھنے درختانی کوہ اور زرخیز وادی گوم سر اور بودھ ہیں۔ ان میں دس برس سے انسان کی قربانی کے بند کرنے کے لیئے کوشش ہو رہی تھی۔ ان دور افتادہ اضلاع میں کھانڈ کی اقوام آباد تھیں۔ ان کو یہ رسم بڑی عزیز تھی کہ وہ اپنے دیوتا پرتھوی پر انسان کی قربانیاں چڑھاتے تھے اس قربانی کو وہ میری آہ کہتے تھے وہ پرتھوی کو پوجتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک پرتھوی پر یہ قربانی ہم نہیں چڑھائیں گے وہ ہم پر دیا نہیں کرے گی۔ جس کے بغیر ہمارا کھیتی بونا اکارت جائیگا۔ یہ میری آہ نوجوان لڑکے لڑکیاں خریدے جاتے یا چرائے جاتے۔ اوران کی پرورش بڑی احتیاط سے کھانڈ کے دیہات میں اس لیئے ہوتی تھی وہ روز معین پر ذبح کیئے جائیں جو قربانی کا دن مقرر ہوتا تو آدمیوں کا مجمع ہوتا اور میری آہ ایک میخ سے باندھا جاتا اور اول گروہی اُسکو لوہے سے زخمی کرتے اور پھر اور آدمی چاقوؤں سے گوشت کے پارچے کاٹ کر لے جاتے اوران پارچوں کی بوٹیاں ہو کر کنبوں میں تقسیم ہوتیں اور وہ اس بوٹی کو اپنے کھیت میں دباتے اور سمجھتے کہ ہم نے اپنی اچھی فصل کا بیج بویا ہے اس سے وہ بہت خوش ہوتے ❊

یہ تحقیق ہوا کہ بعض اوقات اس تقریب میں پچیس قربانیاں تک ہوئیں اور کئی سو آدمی ہمیشہ اس

انتظار میں رہتے کہ وہ قربان ہونگے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدمی قربانیوں کے لئے بکتے ہوئے ہاتھ نہ آئے تو ایک بوڑھے آدمی نے اپنی دو بیٹیاں قربانی کرنے والے کو قربانی کرنے کے لئے دیدیں۔ بعض اضلاع میں جب اور آدمی قربانی کے لئے نہیں ہاتھ آتے تھے تو لوگ اپنے بیکس بوڑھے ماں باپوں کو لاکر کھونٹی سے قربانی ہونے کے لئے باندھ دیتے جس ملک میں انگریزی عملداری ہوا اور اس کو صحیح صحیح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ظلم و ستم وہاں ہوتے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اسکو اس سبب سے جایز رکھے کہ وہ مذہبی حکم ہیں۔ وحشی کھانڈکی اس رسم بد سے اول مدراس کے ایک افسر میجر کیمبل واقف ہوئے اور جب وہ بیمار ہو کر چلے گئے تو میجر میکفرسن اُن کی جگہ چار برس تک کام کرتے رہے۔ ان دونوں افسروں نے کھانڈ کے بزرگوں اور بڑوں کو سمجھا کر یا ڈرا کر سیکڑوں میریاہ کو چھٹائے لارڈ ہارڈنگ نے چھ انگریز اور اُن سے تگنے ہندوستانی اسسٹنٹ بھیجے کہ وہ میجر میکفرسن کی مدد کر کے اس وحشیانہ رسم کو ان وحشیوں سے چھٹائیں جو چھ ہزار مربع میل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان افسروں نے گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل میں ایسا تشدد کیا کہ کھانڈ اقوام کے بہادر نوجوان سرداروں میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ مقابلہ کو کھڑی ہوئی ۱۸۴۶ء کے موسم بہار میں میکفرسن نے دفعتہً دیکھا کہ اُس کے خیمہ کو ایک مسلح گروہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جن کی دھمکیوں سے یا اقراروں سے ایک سو ستر میریاہ اُنکو اس نے واپس کردئے جو بودھ کے سرداروں نے ایک ہفتہ ہوا اُسکے حوالہ کئے تھے۔ جب میجر صاحب نے گیوم سر کی طرف مراجعت کی تو باغی اُن کو رستہ سے بھگا کر لے گئے۔ اور اُن کو مجبور کیا کہ اُن کے راجہ کو جو برٹش خیمہ گاہ میں تھا وہ اُن کو حوالہ کریں۔ اسی زمانہ میں ایک گروہ کھانڈ جس کے پاس توڑے دار بندوقیں تھیں اس کے سپاہیوں سے شکست پاکر بھاگا۔ یہ سپاہ بعض سرکش سرداروں کی تفتیش کے لئے آئی تھی۔

برسات گذرنے کے بعد بودھ میں سرکشی کے شعلے پھر بھڑکے۔ پہلے سے وہ مرتفع زمینوں گیوم سر میں اُٹھ رہے تھے جس کے باشندے سب سے اعلےٰ سردار بسوی کے بھتیجے چو کر بسوی کے لئے انہ سرفرو سپاہ تیار کر رہے تھے جو اس سازش کے الزام سے اپنے تئیں بری نکرسکا جو برٹش کے خلاف یہاں ہوئی تھی آیندہ سارے سال لڑائی کی شرارے چمکتی رہے۔ چو کرو کے پیرو اُن پہاڑوں میں امن سے جا بیٹھے جو درختوں سے گھرے ہوئے تھے اس کو اس کی بہت تھوڑی پروا تھی کہ میدان میں اُن کے خالی دیہات جلائے جاتے ہیں وہ جانتے تھے کہ سپاہ جو اُس کے پاس جانے کی کوشش کرے گی اُس کی موت اس

سفر دور دراز میں جنگلی بخار سے مر جائیں گے۔ کرنیل ڈالس اور کرنیل کیمبل صاحب کے دوبارہ آجانے کے
خوف سے آخر کو گیوم سر کے بڑے حصہ میں انتظام ہو گیا۔ سام بسوئی جلاوطنی سے دوبارہ بحال ہو گیا۔
نئے ایجنٹ کو ان خوفوں کے کم کرنے میں کچھ وقت نہیں پڑی جو رعایا میں پھیلے ہوئے تھے وہ گورنمنٹ کے
ارادہ کو جانتے تھے کہ گیوم سر کے آس پاس وہ سپاہ کو نہیں بھیجے گی۔ گیوم سر کے سرکشوں نے اقرار کر
لیا کہ آدمی کی قربانی نہیں کرینگے مگر انہوں نے یہ حجت کی کہ یہ بڑی سختی ہے کہ ہمارے ملک میں انسان کی قربانی
موقوف ہو اور بودھا اور جی پور میں وہ جاری رہے ٭

اگرچہ چوکرو بسوے کا چچا اپنے راج پر بحال ہو گیا مگر وہ اپنی بغاوت سے باز نہیں آیا اپنے دوست
راجہ انگل سے جا ملا ۱۸۴۷ء کے اول دنوں میں کیمبل صاحب راجہ انگل سے لڑنے کے لئے ایک بریگیڈ اور
چار توپیں لے گئے مگر اُن کی کامیابی کے مزاحمت کے لئے ملک کی قدرتی حالت موجود تھی دو مہینے میں سفر
پورا ہوا ٭ سرکشوں نے ایک گولی چھوڑنے پر اپنے سارے کوٹ حوالہ کر دئے سرکش راجہ گرفتار ہو کر کلکتہ
بھیجا گیا۔ گورنمنٹ نے اس راجہ کی پنشن مقرر کر دی تھی گو اس نے اس کے غصہ کو بہت بھڑکایا تھا اس
عرصہ میں چوکرو بسی سرکشی کو تازہ کرتا رہا کھانڈ کی اقوام سے اُس نے وعدہ کیا کہ وہ انسان کی قربانی کرنے
دیگا۔ وہ اپنے آقاؤں سے سرتابی کریں۔ مگر انگریزی خوف اُن پر ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ اس کے کہنے میں
نہیں آئے کیمبل صاحب نے بودھ کے سرداروں کو پار منا کے خوب سمجھا دیا تمام سرکش سردار اُس کے
پیچھے پیرا حاضر ہوئے۔ ایجنٹ صاحب سے اُن کی ملاقات کے جلسے بے تکلف رہتے۔ مئی سے پہلے چوکرو بسی
شکار کیا گیا۔ اور پھر ایک بودھ کے سردار نے انسان کی قربانی کے لئے توبہ کی دو سو پچیس میریاہ
برٹش ایجنٹ کے حوالہ کئے یوں اس ملک میں انسان کی قربانی کا نام و نشان باقی نہیں رہا ٭

بحری قزاقی کا دور کرنا

لارڈ ہارڈنگ کی عہد حکومت کا یہ کام بھی بڑا تھا کہ انہوں نے مشرقی بحروں اور دریاؤں سے
بحری قزاقی کو نقش بر آب بنا دیا۔ مجمع الجزائر ہند میں بورنیو کی ڈایک اقوام بڑی خونریز بحری قزاقی کرتی تھی۔
ملک کے بحری سر رشتہ کے کپتان کیمبل [illegible] ۱۸۴۴ء میں [illegible] کے کپتان سکوٹ نے اس کام میں فتحیابی
حاصل کی اور ڈایک قوم کو بہت قتل کیا اور اُن کی جنگی کشتیاں چھین لیں۔ اس نے سمندروں میں کئی

سال کے بعد پھر بحری قزاقوں کو اس طرح کی سزا دی گئی۔ غرض پھر انگریزی بحری قوت کا بحری قزاقوں کے دل میں وہ رعب بیٹھا کہ اُنہوں نے اپنے اس کام سے توبہ کی ❊

قلات کا ملک اور سر چارلس نیپیر

سنہ ۱۸۴۵ء کے شروع میں سر چارلس نیپیر صاحب پانچ ہزار سپاہ لے کر اس کوہستانی ملک میں گئے جو خان قلات سے علاقہ رکھتا تھا اُس نے اپنے ملک میں سر چارلس کو جانے کی اجازت دیدی کہ وہ قزاق قوموں کو سزا دیں جو ملک سندھ میں بڑی لوٹ مار کرتی ہیں۔ تیر سے جی اور بگٹی اونچے نیچے پہاڑوں میں گئے دو مہینے تک وہ جنگلوں میں پھرتے رہے اور دشمنوں کو جو ان کے سامنے آتے تھے اُن کا شکار کھیلتے رہے کبھی کبھی سخت لڑائیاں بھی اُن سے ہوئیں۔ بہت سے دشمن گرفتار ہوئے بعض اوقات قیدی چارپائے ہوتے تھے۔ اونٹ۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں اس قدر گرفتار ہوئے تھے جن سبب سے یہ فساد جلد فرو ہو گیا۔ روز بروز قزاقوں نے دیکھا کہ انگریزی سپاہ کے نرغہ میں آئے جاتے ہیں۔ بیجا خاں نے بڑی کوشش کی کہ سر چارلس نیپیر جیسے شکاری کے جال سے بچ جاؤں مگر جب انگریزی سپاہ اُس کے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوئی تو اُس نے یہ دانشمندی کی کہ اپنے تئیں سر چارلس کے حوالہ کر دیا۔ اس وقت تمام بلوچی سرغنوں نے سوا ایک کے اپنے تئیں اور اپنے کنبے کو اور سارے اسباب کو سر چارلس نیپیر صاحب کے ہاتھوں میں حوالہ کیا۔ غرض قزاقوں کو سر چارلس نے وہ سبق پڑھائے جن کو وہ مدت تک نہیں بھولینگے ❊

اس وقت سے سندھ میں صرف دو یا تین بلوے سرحد پر ہوئے جن کو سزا دی اور جب دیگئی

سنہ ۱۸۴۷ء کے شروع میں میرپور کے امیر شیر محمد خاں نے آخر کار تھک کر اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کیا۔ اُس کی بھی نقل اور امیران سندھ کے گورنمنٹ نے پنشن مقرر کر دی۔ خیرپور کے امیر پیر سال میر رستم خاں نے ایک سال پہلے جلا وطنی کی حالت میں دنیا سے رحلت کی آخر تک اس کو یہ امید رہی کہ انگریزوں نے جو ناحق میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے اُس کی مکافات کریں گے۔ افسران سندھ نے اپنے وکیلوں کی معرفت کورٹ ڈایرکٹرس یا انگلش گورنمنٹ کے روبرو اپیل دائر کی وہ اس سبب سے ناکام رہے کہ جو کچھ انگریزوں نے کرنا تھا اُس کو وہ پورا کر چکے تھے گورنمنٹ کی لئے

اپنے ان فائدوں کو جو بری طرح سے حاصل ہوئے ہوں حوالہ کر دینا ایسا ہی سخت مشکل ہے جیسے کہ شکاری جانور کو اس شکار کا چھوڑ دینا جو آدھا نگل چکا ہو۔ انگلش میں امیران سندھ پر جو ظلم کیا گیا تھا افسوس کرتے تھے مگر ان فائدوں کو جو اُن کو خود اور رعایا کو حاصل ہوئے تھے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آنچہ گذشت گذشت۔ اب جو ملک انگریزی عملداری میں الحاق کیا گیا تھا وہ انگریزی ہاتھوں سے نہال ہو رہا تھا اسکے چھوڑنے سے کیا حاصل تھا۔ سر چارلس نیپر نے تھوڑے عرصہ میں ملک سندھ کا انتظام اور رفاہ عام کا کام بہت کچھ کیا۔ غلامی اور ظلم وستم اور عزیز رشتہ داروں کے قتل کو بالکل مسدود کر دیا۔ ہر دروازہ پر عدالت کو بٹھا دیا۔ وہ قزاق پیشہ جو اُن کو ناچ نچاتے تھے پولس میں بھرتی ہوتے تھے۔ غرض ان کے ہاتھ سے ہر کارخانہ کا از سر نو اچھا بندوبست و انتظام ہو گیا۔ جب وہ یہاں سے ولایت گئے ہیں تو سپاہیوں اور افسروں کو اُن کے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ کرنیل اوٹرم سے ان کی ان بن رہی۔ ہنری لارنس کرنیل اوٹرم کی بڑی تعریف یہ کرتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ مفلس تھا مگر اُس نے اپنے تئیں اس ملک کی غنیمت سے مالدار نہیں بنایا۔ غنیمت کے اپنے حصہ کو خیرات میں دیدیا۔ اس کے نزدیک یہ لڑائی ناواجب تھی اور سر چارلس نیپر نے اپنے تئیں اس مہم سے دولت مند بنایا ہے۔

انتظام جدید و قدیم

اگر انگریزی عملداری میں یہ دیکھیں کہ قدیم انتظام کیا تھا اور لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں انتظام جدید کیا ہوا تو بڑا فرق معلوم ہوگا۔ بڑے بڑے انگریزی افسروں نے اس ملک کی بہبودی میں سعی کی۔ بمبئی کی سپاہ کے کرنیل ہنری روبرٹس صاحب نے مرہٹوں میں رہکر ان کے اوضاع و اطوار کو درست کیا اور ہیضہ میں ۱۸۵۷ء کو اپنی جان دی۔ کرنیل سدرلینڈ پولیٹکل ایجنٹ راجپوتانہ بڑے روشن دماغ فراخ حوصلہ دانشمند تھے اُنہوں نے راجپوتانہ میں انتظام کی پرانی بنیاد پر ایک نئی خوشنما عمارت بنادی۔ اس ملک میں سے ستی ہونے کو اور بردہ فروشی کو اور بچوں کو غلامی یا کسی اور مطلب کے لئے چرانے کو بالکل موقوف کرادیا وہ خیرات کرنے میں بڑے فیاض تھے اپنی فیاضی سے ایک میڈیکل کالج کی بنیاد ڈالی وہ بھرت پور میں ۱۸۴۸ء میں اپنی وفات سے کل راجپوتانہ کو افسردہ و ماتم زدہ کرگئے ؎

ان سالوں میں انگریزی عملداری کے اکثر حصوں میں بالکل امن امان رہا۔ نیپال و افغانستان اور پنجاب میں خونریز کارزار کے ہنگامے برپا رہے اودھ اور نظام کے ملکوں رعایا پر ظلم و ستم برپا رہے۔ انگریزی رعایا اکثر اپنی عادت کے موافق اپنے پیشوں اور حرفوں میں مصروف رہی اور اپنی عادت کے موافق اُنہوں نے باہر کے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔ سرکار کمپنی کی عملداری میں رعایا کو ایسی آسایش اور آرامش جسمانی اور خانگی حاصل تھی کہ وہ اس آرزو میں بے چین تھی کہ عملداری بدل جائے جسکے سبب اُن کی گردن ہلکی جوے سے نکل کر بھاری جوے کے نیچے آتی متوسط درجہ کا زراعت پیشہ جس کی خواہشیں بہت تھوڑی ہوتی ہیں صرف وہ اپنے ہل چلانے اور کھیت کے بونے سے اور فصل کے اچھے ہونے سے جس سے اُس کو پیٹ بھر کے روٹی ملجائے اور گاؤں کے سودخواروں کو اپنے قرض کا سود ادا کردے بہت خوش رہتا تھا۔ اہل پیشہ و حرفہ و دکاندار اس عملداری سے خوش تھے کہ اُن سے سوا ٹیکس کے کوئی اور محصول نہیں لیتی تھی۔ اس نے اس پر سے سب قسم کی چوری اور ظلم و تشدد کو دور کردیا تھا اور وہ اپنی مزدوری خاطر خواہ پاتے تھے۔ سوداگروں۔ تاجروں۔ ساہوکاروں کو تو کوئی سبب ہی نہ تھا کہ وہ اس عملداری کی شکایت کرتے جس نے اُن کو مالا مال و نہال کردیا تھا اور دیانت اور تجارت کو بازار

کو چکا دیا تھا۔ اور کچھ اُن سے ئے کر اپنی آمدنی ملکی کو نہیں بڑھایا تھا؎

جب گورنمنٹ رعایا پر ٹیکس زیادہ کرتی تھی۔ تو وہ ہر جگہ سرکشی پر آمادہ ہوتی تھیں مثلاً ۱۸۴۴ء میں سورت میں جب نمک پر محصول زیادہ کیا گیا تو ایسا دنگا و بلوہ مچا یا کہ سپاہ نے جا کر اُس کو کچھ دیر کے لیئے فرو کیا اور مقامات سے سپاہ بلا لی گئی۔ لیکن اس اثناء میں کلکٹر ضلع نے فساد کو مٹا کر بالکل امن امان کر دیا۔ جب سر جارج آرتھر گورنر بمبئی نے شہر کی ٹیکسوں کی بابت معاملہ کو سپریم گورنمنٹ میں پیش کیا تو لارڈ ہارڈنگ نے یہ فیصلہ کیا کہ نمک کا محصول جو زیادہ کیا گیا ہے وہ آدھا کیا جائے۔ اور پہلی اکتوبر سے تمام شہری محصول موقوف کیئے جائیں۔ چند ہفتے کے بعد گورنر جنرل نے یہ اور عنایت کی کہ باہر سے جو نمک آتا تھا اور اسپر درآمد کا محصول لیا جاتا تھا۔ اس میں بہت تخفیف کر دی جس سے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کی ملکی آمدنی کم ہو گئی مگر اس سے کروڑوں غریب آدمیوں کو فائدہ ہوا کہ وہ خالص نمک کو کھانے لگے سال آیندہ بمبئی کی گورنمنٹ نے جو ہر دکان پر ٹیکس لگایا تو دوکانداروں نے اس پر بڑے غصہ کے ساتھ داد فریاد کی جس کا جواب اُن کو یہ ملا کہ ٹیکس نہایت انصاف کے ساتھ لیا جائے گا جس سے اُن کی تشفی تسلی ہو لی ؎

وقتاً فوقتاً اہل پیشہ و حرفہ کے لئے نئے نئے قسم کے کام نکلتے آتے تھے ۱۸۴۵ء میں مغربی ہند میں پہلی سٹیم کمپنی کے تین سال بعد ایک اور ہندوستانیوں کی کمپنی نے اپنا کام جاری کیا اور بمبئی سے گجرات ایک نئی لائن سٹیمروں (دخانی جہازوں) کی جاری کی۔ اسی زمانہ میں سورت میں اہل شہر نے انگریزی کلوں سے کاغذ بنانے کی کمپنی مقرر کی اسی طرح سے گجرات میں روئی کے صنعتوں کی ترقی کے لیئے دو کمپنیاں مقرر ہوئیں۔ اُنہوں نے سوچا کہ یہاں کی خام روئی لین کیسٹر کپڑا بنانے کے لیئے کیوں بھیجی جائے۔ یہیں ہم اپنے آپ اس کا کپڑا بنایا کریں ؎

ایک سال بعد دو کمپنیاں گنگا میں سٹیمروں کے چلانے کے لئے مقرر ہوئیں یہ فایدہ مند رقابت گورنمنٹ کے ساتھ تھی جس نے چند سال پہلے سٹیمر چلائے تھے اس سے پہلے دخانی قوت دریا سندھ میں جہازوں کے چلانے میں کام میں آئے تھے لارڈ ہارڈنگ کے چار سالہ عہد حکومت میں متعدد سٹیم انجن کوٹلہ و کاغذ و شکر کے کاموں میں پہلے سے سہ چند کام میں آنے لگیں۔ بیربھوم کی کوئلوں کی کانوں اور ترہت میں نیل گودوں آسام میں چاء کے باغات نے۔ کانپور میں دباغت چرم کے کاموں نے شاہجہان پور میں قند و شراب بنانے کے کاموں نے اور دہلی اور کشمیر میں بننے کی کلوں نے بمبئی مول مین ڈوک جہازوں کے بننے کے کام نے

بہت سے ہندوستانی کاریگروں اور کلرکوں اور سرویروں کے لئے پیشے اور کام پیدا کر دئے۔
۱۸۴۷ء میں گورنمنٹ کے حکم سے ڈیرہ دون میں ہمالیہ کے پست ڈھلاؤن میں ہزاروں ایکڑ زمین میں چاء کی کاشت ہونے لگی چند سال بعد یہاں کی چاء جزائر برطانیہ میں اچھی قیمت پر فروخت ہونے لگی تھی

لارڈ ہارڈنگ بڑے منصف حاکم اور راست باز انگلش مین تھے وہ اپنی بہترین ذکاوت وحذاقت کو ان کاموں میں استعمال کرتے تھے جو اُن کے ہاتھ تلے آتے تھے اور ان کو اپنی کونشنس فہم کے موافق انجام دیتے اور اپنے دل سے غور کرتے تھے۔ انہوں نے اول ہی ہفتے میں جس وقت ہندوستانی سپاہ کی ناراضی میں جوش بڑھتا دیکھا تازیانہ زنی کے قانون کو جس کو لارڈ ولیم بنٹنک ممنوع کر گئے تھے پھر جاری کر دیا۔ اُس پر ان کے ایڈجوٹنٹ جنرل سر جیمس لی اور سپاہ کے بہت سے قدیمی افسروں نے اس حکم کے برخلاف سر ہلائے اور کہا کہ وہ بڑا دہشت ناک ہے۔ وہ دہشت ناک ہی نہیں بلکہ انسانیت سے بعید ہے۔ اب اس کے معذرت میں یہ معقول دلیل بیان کی جاتی تھی کہ اب تک تازیانہ زنی کی سزا کے بجائے کوئی اور معقول سزا نہیں مقرر ہوئی سال بھر میں ہندوستانی پہلے کی نسبت بہت سزایاب ہوگئے تھے۔ بنٹنگ کے قانون کے موافق گذشتہ دس سالوں میں سپاہ کی ڈسپلن میں تزلزل آیا اور سزائیں بہت زیادہ ہوگئیں۔ سب سے زیادہ مضبوط دلیل یہ تھی کہ یہ ظاہرنا انصافی ہے کہ ہندوستانیوں کی سپاہ میں تازیانہ زنی کی سزا موقوف ہو اور گوروں کی سپاہ میں وہ بدستور قایم رہے۔ جس سے وہ ہندوستانی سپاہ کی نظروں میں حقیر ہوں۔ لارڈ ہارڈنگ کے اختیار سے یہ باہر تھا کہ وہ تازیانہ زنی کی سزا کو بالکل موقوف کر دیتے اس لئے انہوں نے ہندوستانیوں میں اسکو پھر جاری کر دیا۔ یہ کام بڑی جراءت کا تھا مگر انہوں نے اس قانون کی تجدید ایسی احتیاط سے کی کہ اس بے رحمی کی صورت میں بہت سی مزاحمتیں ایسی مقرر کیں کہ تازیانہ کی سزا تقریباً تقویم پارینہ ہوگئی تھی۔

لارڈ ہارڈنگ سپاہ کی بڑی غور و پرداخت میں رہتے تھے اور اُس کے دکھ درد کو دل دیکر سنتے تھے ۱۸۴۵ء میں سندھ میں جو سپاہ لڑائی پر گئی تھی اُس کی تنخواہ کا اضافہ وہ کر دیا جو اراکان کی لڑائی میں ہوا تھا۔ سال آیندہ میں بھی پنجاب کی سپاہ کو عطیہ دیا گیا سپاہ کے ساتھ روپیہ کے لحاظ سے اور رعائتیں بھی وہ کرتے تھے کہ سپاہیوں کو اجازت تھی کہ وہ نالش میں دیوانی عدالت میں اپنے مقدمات

عرضی دعوے بغیر اسٹامپ کے دائر کیا کریں۔ لڑائی میں جو سپاہی زخمی ہوئے۔ اُن کے بیکار ہو جانے سے اُنکی پنشن بڑھادی وہ اپنے ہموطنوں کی احتیاجوں کو بھولتے نہ تھے۔ اُنہوں نے ہی یہ اول حکم دیا کہ گوروں کے لئے کٹ (ظروف جنہیں اسباب سفر رکھ سکیں) سرکار خرید کرے۔ اُنہوں نے لارڈ ایلن برا کی تقلید کرکے ایک کوہستانی سینیٹریم (ایسا مقام جہاں کی آب وہوا صحت بخش ہو) ڈک شاہی میں گوروں کی سپاہ کے لئے بنوایا۔ کرنیل لارنس بھی کسولی کی اسائلم (گوروں کی سپاہ کے یتیموں کی تعلیم گاہ) کے بنانے میں مشکل سے کامیاب ہوتے اگر لارڈ ہارڈنگ اُنکی مدد نہ کرتے۔

جب سکھوں کی لڑائی ختم ہوئی تو لارڈ ہارڈنگ نے کفایت کے انتظام پر توجہ کی۔ گورنر جنرل کے روبرو یہ سوال پیش ہوا کہ کس طرح جنگی اخراجات میں تخفیف ہو جائے کہ سرکار کی جنگی قوت میں فرق نہ آئے۔ ۱۸۴۷ء کے شروع میں لارڈ ہارڈنگ نے یہ حکم جاری کردیا کہ ہندوستانی رجمنٹ میں گیارہ سو سپاہیوں کی جگہ آٹھ سو سپاہی رہیں۔ اسی قسم کا حکم سواروں کے باب میں بھی دیا۔ جو سپاہی خوشی سے اپنا نام کٹوانے آتا اُسکو اچھا انعام دیا جاتا اور کسی سپاہی کا نام بغیر اُس کی خوشی کے نہیں کاٹا جاتا۔ پولس کی بھی کئی پلٹنوں کی تخفیف ہوئی اور اُس کی جگہ غیر آئینی سپاہ بھرتی ہوئی۔ کوئی ہندوستانی و انگریزی افسر موقوف نہیں کیا گیا۔ سندھ کی محافظت بمبئی کی سپاہ کو سپرد کی گئی۔ گوروں کی پلٹنیں ولایت چلی گئیں۔

لارڈ ہارڈنگ نے اپنے تدبیروں سے پچاس ہزار لڑنے والے سپاہیوں کی تعداد فوج میں سے کم کردی پھر بھی صلح کے زمانہ میں جتنی سپاہ رکھنی چاہی وہ اس قدر تھی کہ ۱۸۳۸ء کی سپاہ سے زاید تھی۔ باوجود اس تخفیف سپاہ کے بالائے ہند میں میرٹھ سے ستلج تک ملک کی حفاظت کے لیئے ۵۰۰۰۰ سپاہ اور ۲۴۰ توپیں ہلکی بھاری تھیں اور گوروں کی سپاہ نوہزار اس سپاہ سے زیادہ تھی جو اس برس سے پہلے تھی۔ خزانہ شاہی کے لیئے اسی طرح ایک کروڑ روپیہ کی بچت نکال دی تھی۔

اس تخفیف سپاہ کی بچت سے اور اضلاع ستلج کی آمدنی کی افزایش سے رفاہ عام کے کام جن کی ہندوستان میں بہت ضرورت تھی شروع کیئے۔ ان ضرورتوں میں سب سے زیادہ ضرورت گنگا کی نہر کی تھی اول اُس کی بنیاد کی اُفتاد لارڈ آک لینڈ نے ڈالی تھی۔ ۱۸۳۷ء میں ایسی قحط سالی ہوئی تھی کہ کسی کو یاد نہیں کہ پہلے بھی کبھی ایسی وہ ہوئی تھی۔ اُنہوں نے شملہ جاتے ہوئے مقابلہ کیا کہ ایام قحط میں نہری اضلاع میں بہ نسبت غیر نہری اضلاع کے آدمی بہت کم مرتے ہیں۔ اسلئے گورنمنٹ نے ان ہی نہروں کی مرمت

اور درستی کرائی تھی جو پہلے بادشاہوں کی بنوائی ہوئی تھیں۔ جن سے تین لاکھ ایکڑ زمین میں آبپاشی زیادہ ہو گئی تھی اور ڈھائی کروڑ روپیہ کا پیدا وار زیادہ ہو گیا تھا۔ بنگال کے توپخانہ کے کپتان کاٹ لی نے ایک نئی نہر کی تجویز کی جو شاداب وادی گنگا میں ہردوار سے لیکر الہ آباد تک آبپاشی کرتی۔ لارڈ آک لینڈ نے اس تجویز کو نظر مہربانی سے دیکھا اور سنہ ۱۸۴۱ع کے آخر میں کپتان کاٹ لی نے جو نہر کی پیمایش کی تھی اُس کا نقشہ کورٹ ڈائرکٹرز میں پیش کیا۔ اُس نے اُسکو پسند کیا۔ لارڈ آک لینڈ نے حکم دیا کہ فوراً کپتان کاٹ لی کے اہتمام سے نہر کی تعمیر شروع ہو اور اُس کا خرچ خزانہ ہند سے اُٹھانا چاہئے ؎

لارڈ آک لینڈ کے چلے جانے سے یہ کام بند ہو گیا۔ لارڈ ایلن برا کے عہد میں یہ سوال پیش ہوا کہ نہروں کے بنانے سے فائدہ ہوتا ہے یا نقصان۔ دہلی اور کرنال کے اضلاع میں اس نہر کے سبب سے وبائی بخار ایسا پھیلتا تھا کہ کرنال سے انبالہ میں چھاونی کو منتقل کرنا پڑا۔ طامس صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی نے کاٹ لی صاحب کے کام کے سرانجام ہونے میں دل لگایا اور اپنی عرضداشتیں ایسے آدمیوں کے سامنے پیش کیں جن کے کانوں نے اُن کو سنا۔ لارڈ ہارڈنگ نے ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ کرنال اور دہلی کی بخاروں کی تحقیقات کرے۔ اور یہ بتلائے کہ نہر گنگ کے جاری ہونے کا تو یہ غالباً نتیجہ نہیں ہوگا۔ اس کمیٹی کی تحقیقات کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر پانی کی نکاسی بہتر اور نہر کے لیول کے پشتے صحیح صحیح درستی سے بنائے جائیں گے تو اس نہر کا بننا باشندوں کی صحت کے لئے مضر نہیں ہوگا۔ آخر کو مارچ ۱۸۴۷ع میں لارڈ ہارڈنگ نے نہر کے لئے سرکاری خزانہ سے روپیہ نکالنے کو خود دیکھ بھال کے اس بڑے منصوبے کے کام کو ڈھائی کروڑ روپیہ کا تخمینہ خرچ کا مصمم ارادہ ٹھان لیا ؎

لارڈ ہارڈنگ کا ارادہ یہ بھی تھا کہ ہندوستان میں ریلوے تجارتی اور جنگی کاموں کے لئے تیار کی جائے ۱۸۴۴ع میں بمبئی کے اہل شہر نے ایک کمپنی بنائی تھی کہ مغربی دارالسلطنت سے سالستی کے پار تھل گھاٹ اور بھور گھاٹ تک سڑکیں بنائی جائیں۔ بالائی ملکوں سے روئی اور اور اسباب کی تجارت خوب ہونے لگے۔ دوسرے سال کے اکتوبر میں مسٹر چیپ نے ایک نئی کمپنی کے انجنیر گریٹ انڈین ریلوے لین کی پیمایش کی اور ان دشوار راستوں کی تحقیقات کی جو گھاٹوں سے نیچے میدانوں میں جاتے ہیں۔ لارڈ ہارڈنگ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اُس خاص توجہ سے میک ڈونل سٹیفن سن اور اسکے اسٹاف کے انجنیروں نے اس ریلوے کے لئے زمین کی پیمایش کی۔ جو ممالک مغربی کے

بڑے بڑے سول اور ملیٹری اسٹیشنوں کو دارالسلطنت بنگال سے ملادے گی۔ یہ کہا گیا کہ ریلوے کمپنی کی امداد سرکار
فقط زمین دینے ہی سے کرتی ابتدا میں اس پر بہت سی گفتگوئیں ہوئیں اور مخالفانہ خیالات خوب پوسے گئے تو پھر ۱۸۴۶ء
میں اسکے خط و خال نے اپنی نمائش علی صورت میں کی کہ اس کام میں سرکار اپنا حصہ کیا لے۔ گورنر جنرل نے اپنے
شریکوں سے زیادہ کام کیا۔ کہ انہوں نے تجویز کی کہ ریلوے کمپنی کو زمین ہی ریلوے کے لئے دیدینے کے
سوا اور مدد کرنی چاہیئے۔ اور خیال کرنا چاہیئے کہ سرکار کو کس قدر فائدے کلکتہ اور دہلی کے درمیان روزانہ
آمد و رفت سے حاصل ہونگے۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے بالکل اس کے ساتھ اتفاق رائے کیا اور انہوں نے اس
کام کی شرائط مقرر کیں جن کے موافق اس نئے کار عظیم میں مدد دی۔ جسوقت پانچ کروڑ روپیہ ہوس انڈیا میں
کمپنی کے حصہ دار داخل کردیں تو سرکار اُن کے روپیہ کے سود مقررہ دینے کی خاص سالوں کی تعداد
کے لئے کفیل ہوگی۔ ریلوے کے لئے جتنی زمین چاہیئے ہوگی وہ دیگی اور کمپنی کو اجازت دیجائے گی کہ وہ مصالح
تعمیر ریلوے کو محصول کے ادا کرنے کے بغیر لیجائے۔ اس شرط پر کہ جس لائن کی سیکشن کا جسقدر آمدنی زیادہ ہو اس
قدر کرایہ محصول گھٹایا جائے۔ اور اس کے شروع سے تیس سال بعد گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کو خریدے۔
اس کی گارنٹی بھی کمپنی کو دی گئی۔ بعض اور شرائط کی درستی آیندہ پر موقوف رکھی گئی۔ لارڈ ہارڈنگ کے قیام
کے دن ختم ہونے کو تھے۔ انہوں نے اپنی جانشین کے لئے ایک ٹھیا بنادی جس پر وہ خوب قدم جماکر چلے
یہ ریلوے کی تجویز تو درپیش تھی مگر لارڈ ہارڈنگ نے بنگال اور بالائے ہند میں سفر کرنے کی اور آسانیاں
پیدا کیں۔ پہلے اس سے کہ وہ ہندوستان تشریف لے جائیں کلکتہ سے میرٹھ تک ٹرنک روڈ شاہ راہ تقریباً تیار
ہوگئی تھی۔ صرف چند پل بننے باقی تھے۔ اور ایک ہزار میل کا سفر گاڑیوں میں بجائے ایک مہینے کے دو ہفتوں میں
ہونے لگا تھا۔ اُنہوں نے اخباروں اور خطوط کے محصول کم کرنے کی تجویز جو پوسٹ ماسٹر جنرل مسٹر ٹیلر نے پیش
کی اُسکو ۱۸۴۶ء میں ولایت میں انڈیا ہوس میں بھیجدیا۔ اور اُس کے احکام کا منتظر رہا۔ اسی سال میں اُنہوں
نے کلکتہ کے اہل شہر کو میونسپل گورنمنٹ کے سپرد کرنے کا بل کونسل میں پیش کیا۔ جس سے حفظ صحت کا انتظام اور
شہری اصلاحیں ہوں۔ ان کے عہد میں تجارت کو بھی تقریباً آزادی ہوگئی۔ شہری اور راہداری کے محصولات
بالکل موقوف ہوگئے۔ اور ممالک مغربی کی دو بڑی کسٹم لائن ہونے کی جگہ ایک ہوگئی۔ اُنہوں نے ہندوستان
میں اول چاء کی کاشت کے لئے کوشش کی۔ ڈاکٹر جیمس کو ہمالیہ میں چاء کاشت کرنے کے لئے مرد میدان
بنایا تھا۔ یہ بھی انکا کارنامہ نمایاں کچھ کم نہیں تھا کہ اُنہوں نے گریٹ ٹرگنومیٹریکل سروے کی ترقی میں کوشش کی۔

اُنہوں نے پٹھان اور مغلوں کی عمارتوں کے برقرار رکھنے میں اہتمام کیا ورنہ تاج گنج کی خوبصورت عمارت کھنڈر ہو جاتی - اس نے مسٹر طامسن صاحب کی امداد کی کہ وہ رڑکی میں ہندوستانی اور انگریزوں کی سول انجینرنگ کی تعلیم کے لئے کالج قایم کریں ؏

اُن کے رفاہ عام کے کاموں میں سب سے اخیر یہ کام تھا کہ وہ لکھنؤ میں آئے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اگر واجد علی شاہ جناب ممدوح کی نصیحتوں کے موافق اپنے ملک کی اصلاح کر لیتا تو برسوں وہ اپنی دارالسلطنت میں اپنی گوئیوں اور سارنگیوں کی مجلس میں اپنی سرود سرائی کرتا رہتا بہرحال میں سوا اس کے کچھ نہیں ہوا کہ دربار آوا کو دوستانہ مراسلہ بھیجا گیا - مگر اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا - نیپال میں رانی نے ایک بڑا کشت و خون کا ہنگامہ برپا کیا جس کے سبب سے نوجوان لایق جنگ بہادر کا اقبال چمکا اُس نے قوت اور عقل و تدبیر سے پہلے اس سے کہ اس کے ہمسائے انگلش کوئی احسان کریں - اپنی عزت اور شان کو اپنی رعایا میں پیدا کر لیا - دوست محمد خاں نے افغانستان میں ایسا عمدہ انتظام کیا کہ ہندوستان کے مدبران ملکی کے خیالات میں کوئی اضطراب نہیں پیدا ہوا ؏

لارڈ ہارڈنگ اپنی ساٹھ برس کی عمر میں ہندوستان میں آئے تھے - ساڑھے تین برس تک وہ یہاں بحساب اوسط دس گھنٹے ہر روز کام کرتے رہے - ایسی سخت محنت اس عمر میں کمتر آدمی اس ملک میں کر سکتے ہیں - جہاں کی آب و ہوا اُن کو بڑی موافق ہو - جب وہ دو برس بعد اپنی دارالسلطنت کلکتہ میں آئے تو اس وقت میں تجارت کی کساد بازاری تھی - مگر سب قسم کے لوگ بڑے جوش خروش سے اُنکے خیر مقدم کے لئے جمع ہوئے انہوں نے اپنی خوش اخلاقی و نیک دلی سے سب طرح کے آدمیوں کے دلوں کو خواہ وہ انگریز ہوں یا ہندوستانی ایسا تسخیر کر لیا تھا کہ اُن کے حسن انتظام کی شکر گذاری میں اہل کلکتہ نے ایک ایڈریس دیا جس پر پانچ سو شریفوں کے دستخط تھے اور ان کے سٹے بچو کے بننے کے لئے دو ہزار روپے چندہ لارڈ بشپ کلکتہ نے دئے - سر ہنری لارنس نے ان کی نسبت یہ کہا کہ کسی گورنر جنرل نے لارڈ ہارڈنگ کی برابر اپنی نئی راہ نہیں نکالی جس پر وہ خود چلا - ولایت میں کورٹ ڈائرکٹرز اُن کی استقامت رائے اور رفاہ عام میں گرم کوشی کی تعریف کرنے سے تھکے نہیں - ڈیوک ولنگٹن نے اُن کے بے غرض ہونے کی تعریف کی ؏

فہرست مضامین حصہ دوم

غلط نامہ حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۷	کرکے	کراکے	۳	۱۳	بڑائی	بڑھائی
۶	۱۱	بناتی	بنائی	۶	۱۴	اسلیے یہ	یہ
۱۳	۱۷	تھے	جاتے تھے	۱۶	۰	کو	گو

سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	اکسار	اختیار	۲۲	۱۵	جوان	جون
۱۴	شاہ	شاہ کا	۲۷		شگون	شگونی
۱۰	امیرخان	اکبرخان	۳۴	۹	دی کہ	کر
۲	سے	سے امیر	۴۱	۱۵	ان کو	اس کو
۱۱	آتی تھی	آئی تھی	۴۵	۵	مین	میں لکھا
۲	جاکر	جا	۵۷	۲۲	وہاتون	وہاتون
۱۱	بالفعل	بالفعل سپاہین	۶۴	۱۹	نے	نے کہا
۱۸	کڑاکے	کڑاکے کا	۷۲	۱۱	کہتے	کہتی
۱۰	کو	کے	۷۸	۱۶	بچّے	بچے
۲۱	پہنی	ڈبینی	۸۰	۲	موں	مون
۱۵	اختلاف	استلاف	۹۲	۱۳	شنتری	مشنری
۱۳	مین اور	مین	۱۰۲	۲۳	کرنے	کرنے سے
۱۹	شکایتون	شکایتون کی	۱۱۴	۱۴	نہ کرین	کرین
۵	کرا	کرایا	۱۱۷	۲۱	ریاست	ریاست سے
۷	ساتھ	پاس	۱۲۲	۱۰	اترے	اترونگا
۱۰	لکھاے	لکھے	۱۳۷	۹	لیگ	لیک
۱۲	بٹرا	ٹبرا	۱۴۳	۱۹	دیوا	دیوان
۱۰	عملداری	عملداری مین	۱۴۵	۱	متنبہ	متنبے
۹	مین	مین ہی	۱۵۹	۳	حکم	حکم کا
۹	ایجنٹ	ایجنٹ	۱۶۵	۱۸	کر برٹش	کر
۵	قوم یا	قوم	۱۶۷	۵	بجاتا	بچاتا
۱۷	کو اور	اور	۱۶۹	۱۰	کراتا	کتراتا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۹	۱۴	کون	کوکون	۱۸۶	۱۰	خوف	خودراسے
۱۸۸	۲۲	ہزار	ہزارسوار	۱۹۲	۸	فیصلہ	قبضہ
۲۰۰	۵	کہین	کبھی	۲۰۲	۲۲	بالخبر	یابالخبر
۲۰۷	۲۰	امیزان	امیران	۲۱۱	۱۳	بن ٹننگ	بن ٹننک

فہرست کتب موجودہ مؤلفہ خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب

نام کتاب	قیمت	محصول	نام کتاب	قیمت	محصول
امثال و منتخب الامثال	۸/	۱/	عجائب الحساب	۸/	۱/
...لت۔ دولت پیدا کرنیکے طریق میں ہے	۸/	۱/	رسالہ علم مساحت ٹوڈہنٹر	۱۲/	۱/
...ے دولت	۸/	۱/	مبادی الانشا حصہ اول	۸/	۱/
...سیاسیہ مالیہ	۶/	۰/	مبادی الانشا حصہ چہارم	۵/	۱/
...طبیعیات کی ابجد	۴/	۰/	محاسن الاخلاق	عہ/	۳/
...سیات کی ابجد	۴/	۰/	تہذیب الاخلاق	۶/	۱/
...طبیعیات پر محاکمات	۲/	۰/	تعلیم الاخلاق	۸/	۱/
...ن کی طبیعیات کی تاریخ	۴/	۰/	صحیفہ فطرت	عہ/	۳/
...لام کی طبیعیات کی تاریخ	۴/	۰/	مجالس مناظرہ	۳/	۰/
...تہذیب کی رزم و بزم	عہ	۱/	اہل عرب کا جبر مقابلہ	۴/	۱/
...فرہنگ	۱۰/	۱/	جغرافیہ ریاضیہ	۸/	۱/
...لسان	۴/	۱/	تحریر اقلیدس مقالہ اول و دوم مع شرح نتائج	۶/	۱/
...بارد و ہمیہ حساب { ان دونوں کتابوں کی کل قیمت عہ ہے محصول ۳/	۱۲/	۲/	شرح اول و شمس مقالہ و مقالہ یازدہم و دوازدہم		
...حساب	۸/	۱/	جو درس میں جاری ہے	۸/	۱/

پانچ روپیہ سے کم کے خریدار کو ایک آنہ فی روپیہ۔ چھ روپیہ سے دس روپیہ تک کے خریدار کو ڈیڑھ آنہ فی روپیہ گیارہ روپیہ تک کے خریدار کو دو آنے فی روپیہ بیس روپیہ اور اس سے زیادہ کے خریدار کو بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن ... محصول ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا۔ اور سب نقد روپیہ لیا جائیگا۔ جو اخبار نویس عنایت فرما کر اپنے اخبار میں اسکو چھاپ دینگے کہ یہہ کتابیں انکی معرفت ملسکتی ہیں اور جتنی درخواستیں انکے مطبع میں آئیں وہ میرے پاس ... انکو ان درخواستوں کے مطابق بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن دونگا۔ ان کتابوں کا مفصل اشتہار بھی چھپ... ہوا ہے جو چاہیں وہ منگالیں ؛

محمد عطاء اللہ دہلی چیلوں کا کوچہ سنہ ۱۹۰۴ء